Regd. No. L. 1872



شریف ہندوستانی بیبیوں کے لئے اردو کا بہترین ماہوار رسالہ

تیسویں سال کا پہلا پرچہ

سالگرہ نمبر
سنہ ۱۹۳۷ء

مرتبہ
رازق الخیری

سالانہ پیشگی ۔ چار روپے ۔ ممالک غیر سے دس شلنگ ۔ قیمت سالگرہ نمبر [illegible]

[illegible] کاغذ کا ایڈیشن دس روپے [illegible] روپے [illegible]

قسم خاص ممالک غیر سے ایک پونڈ

العصمت [illegible]

رسالہ عصمت دہلی

سالگرہ نمبر جولائی و اگست ۱۹۳۷ء

تیسواں سال جلد ۵۹ نمبر ۱، ۲

فہرست مضامین

فہرست تصاویر

[illegible]

[illegible] کرنے کے بعد عصمت اس پرچے
[illegible] قدم رکھتا ہے۔ بانیٔ عصمت حضرت علامہ
[illegible] علیہ الرحمتہ کا مبارک اور بابرکت سایہ اٹھنے
[illegible] سالگرہ منانا با آب و تاب کے ساتھ سالگرہ نمبر
[illegible] کم تکلیف دہ نہیں۔ لیکن عصمت کی خصوصیات
[illegible] روایات کو زندہ رکھنا ہے۔ اس لئے حسب معمول عصمت کے
[illegible] پرچہ سالگرہ نمبر غیر معمولی ضخامت کے ساتھ
[illegible] جا رہا ہے۔

[illegible] خاص نمبر کے کئی مضامین نہایت قابل قدر ہیں اور
[illegible] خاص اہمیت رکھتے ہیں اور ان کی معلومات
[illegible] کریگی۔ بعض مضامین موضوع کے اعتبار سے
[illegible] اور دلچسپ پیرایہ میں لکھے گئے ہیں۔ بہت سے مضمون
[illegible] نصیحتیں روزانہ زندگی میں عملی طور پر بہت کچھ فائدہ
[illegible] ہیں بعض عنوانات میں اگرچہ کشش نہیں لیکن خیالات میں
[illegible] دماغ ورزی کے بلند معیار علمی مضامین بھی
[illegible] اور فکری مضامین بھی نظمیں اور افسانے محض دلچسپ
[illegible] بلکہ ان سے مفید نتائج بھی نکل رہے ہیں۔ الغرض معنوی
[illegible] یہ خاص نمبر کافی کامیاب کہا جا سکتا ہے۔ البتہ تقاضا
[illegible] کاغذ کی گرانی کے باوجود کہ ... فیصدی قیمت
[illegible] ناظرین کی [illegible] گیا ہے
[illegible] مضامین کے بہت سے صفحے باریک لکھوا کر
[illegible]

[illegible]

دلی شکریہ کے ساتھ ان خواتین و حضرات کے نام [illegible]
کئے جاتے ہیں جنہوں نے عصمت کی توسیع اشاعت میں
حصہ لیا اور اپنے پرچہ کو خریدار عنایت فرمائے۔

ا۔ ن صاحبہ رضوی۔ پرتاب گڈھ (دو خریدار)
مولوی فیروز الدین خاں صاحب سیالکوٹ۔ نجم الحسن صاحب
مرزا پور۔ ایس۔ بی۔ قریشی صاحبہ آگرہ۔ مس شیریں صاحبہ
برہان پور۔ عصمت آرا بیگم صاحبہ کانپور۔ سید احمد صاحب
قادری۔ خورشید بیگم صاحبہ ضلع رہتک۔ مس براہیم صاحبہ
بمبئی۔ مسز بشیر الدین صدیقی بمبئی۔ جعفری بی صاحبہ (دو) کا کونڈا
گنشور۔ صغیر فاطمہ صاحبہ کھرڑ۔ انبالہ چھاؤنی۔ محمد غوث شاہ صاحب
قادر پوران ملتان۔ مسز ایم ایم رشید صاحب ناگپور۔ منور
جہاں بیگم صاحبہ کانپور۔ بنت کرنل عبد الحکیم خاں صاحب
اودھم پور۔ بنت محمود الحق گورکھپور۔ مس زبیدہ سلطان صاحبہ
چکانہ۔ آرسی کے صاحبہ لکھمینہ۔ رانچی۔ بشیر احمد صاحب انصاری۔ میسرز
حاجی مولوی محمد امین برادرس کانپور۔ لفٹننٹ اکبر خاں صاحب۔ بیگم
اہلیہ منشی محمد الدین صاحب۔ کوراؤلی۔ ناصر علی صاحب ویدی
بھاولپور۔ امت الخلیق واحدہ صاحبہ کامٹی۔ میمونہ خاتون صاحبہ
عزیز اللہ خاں صاحب رام پور۔ مسز سید ابو الحسن صاحبہ [illegible]
نور جہاں صاحبہ سلطان پور۔ فیضل جہانی علیگڈھ۔ احسان الٰہی
صاحب لائلپور۔ کنیز فاطمہ بیگم صاحبہ رام پور اسٹیٹ۔ ایس
بی۔ قریشی صاحبہ آگرہ۔ ایس عنایت اللہ صاحب [illegible]
[illegible] الیقین [illegible] حیدرآباد دکن [illegible]
[illegible]



خدا کے حضور میں

سالگرہ عصمت

بہار آئی ہے لیکن سرد آہیں بھرتی آئی ہے
گریباں چاک ہیں گل کو ہنسی ہونٹوں پہ رقصاں ہے

کلی چٹکی مگر دھیمی فغاں ہمراہ لائی ہے
ہے اشک آلود۔ گرچہ چشم نرگس سحر ساماں ہے

سرود نغمۂ بلبل میں سوز غم تڑپتا ہے
عجب۔ کالی گھٹاؤں میں مہ کامل چمکتا ہے

نظر حیراں ہے اس نظارۂ اضداد آگیں سے
پریشاں دل ہے فطرت کی ستم پرور ظرافت سے

طبیعت ہے مکدر اتصالِ حزن و تسکین سے
ہے قاصر عقل ادراکِ رموزِ رنج و راحت سے

کیا جذباتِ مضطر نے زباں کو وقفِ گویائی
ہوئیں حیرانیاں رازِ حقیقت کی تمنائی

بھٹکتا اتفاقاً اس طرف بھنورا جو آ نکلا
کہا میں نے کہ اے دنیائے رنگ و بو کے شیدائی

بتا مجھ کو ہے کیوں غمگیں بہار لطف و عیش افزا
یہ کیوں حسن سکون و جوشش طوفاں کی یکجائی

گلے مل مل کے روتی کیوں ہیں شاخیں موسمِ گل میں
خمار و کیف کا رنگ ہے جھلکتا ساغرِ مل میں

فضائے نغز میں اس نے کاٹے سینکڑوں چکر
لگا آلاپنے نیچے سروں میں دکھ بھری چیزیں

قریب آ کر میرے پھر یوں کہا اے ششدر و مضطر
نہ کیوں فصل بہاری میں جوانانِ چمن روئیں

نہیں کیا علم تجھ کو باغبانِ گلشنِ عصمت
وہ جس نے خونِ دل سے اس کو سینچا تھا بصد محنت

وہ راشد وہ گلستانِ ادب کی نغز گو طوطی
وہ دریائے علوم و فضل کا جوہرِ تاباں تھی

عمل کی شمع روشن جس کے قلبِ مستقل میں تھی
فلاح و بہتریٔ صنفِ نازک کا جو خواہاں تھی

ہمیشہ اس ہمیشہ کے لئے وہ ہو گیا رخصت

نہیں ہے باغباں لیکن عمل فطرت کا ہے جاری
پھر اس گلشن میں وقت معین پر بہار آئی

خدا کے فضل سے ہے جشن تیس سالہ کی تیاری
اسی باعث سرور و غم کی ہے خورشید یکجائی

دعا کر باغِ عصمت کو خدا پھولا پھلا رکھے
اور اس کا نوجواں مالی بہاریں اسکی سب دیکھے

خورشید آرا بیگم منشی فاضل و ادیب فاضل

غمناک سالگرہ

سال نو کی تہنیت کیا دے۔ کہ سینہ چاک ہے
تیسواں ہے سال عصمت کو۔ گرہ غمناک ہے

پہلا پرچہ سالِ نو کا یہ تجلی بار ہے
وہ ہی کچھ واقف ہے بس جو محرم اسرار ہے

راشد الخیری و رازق کے ہیں وہ مشہور اسم
فتح کر ڈالے ہیں۔ نثر و نظم کے کیا کیا طلسم

صنفِ نازک قوم میں ایک اک سے بہتر ہو گئیں
درس و تدریس ان سے پا کر۔ سلک گوہر ہو گئیں

غنچے جنکے گُل کھلے۔ سرسبز گلشن ہو گئے
گوہرِ اخلاق بھی۔ دامن بدامن ہو گئے

منفردِ ہر فن میں۔ یکتا ہو گئیں خاتونِ عصر
سارے ہندوستان کا زیور بنیں خاتونِ عصر

تھیں بہاروں پر بہاریں۔ بوئے گل تھی جوش زن
ناگہاں۔ اپنی بدی پر آگیا۔ چرخِ کہن

تیر مارا اک ستمگر نے بجوشش اضطراب
چھا گئی۔ سارے ادارے پر بلائے انقلاب

شمع پر ہے اب دھواں سا جو بہت پُر جوش ہے
اس ادارے کا جو بانی تھا۔ وہی خاموش ہے

وہ مصورِ غم کا۔ کب اس دُکھ بھری دنیا میں ہے
کارواں سالارِ عصمت جنت الماوای میں ہے

وقت آیا تھا کہ اپنے محسن و سرتاج کا
شکریہ شاعر صمیم قلب سے کرتے ادا

پر یہ تجدیدِ ستانِ قسمت ہیں۔ زبوں احوال میں
حضرت راشد جہاں سے اٹھ گئے اس سال میں

یادگار اُن کی ... [illegible]

[illegible] ۔ آغا شاعر [illegible]

عصمت

از حضرت عزیز مرحوم لکھنوی

پائندہ باد عصمت رخشندہ باد عصمت
تابندہ باد عصمت

ارکان دین کے دائم ہیں تیرے دم سے قائم
والا نشراد عصمت

ارمان میرے دل کے حاصل ہوئے ہیں تجھ سے
میری مراد عصمت

تیری ہر ایک آیت ہے مخبر نجابت
نیکو نہاد عصمت

تصویر رہنمائی ارکان پارسائی
ہے تیری یاد عصمت

نذرِ عقیدت

کیا سرسبز پھر گلزار عصمت ابر رحمت نے
دکھایا بعد مدت روئے روشن اپنا راحت نے
کھلائے باغ عصمت نے وہ گلہائے شمیم افزا
کیا سرمست بےخود اہل دل کو جن کی نکہت نے
مبارک ہو تجھے اے شمع بزم علم نسوانی!
یہ اوج و کامیابی جو تجھے بخشا ہے قدرت نے
تیرے ایثار و شہمانی نے آخر رنگ دکھلایا
کہ لاکر رکھ دیا قدموں پہ اپنا تاج شہرت نے
قدم چومے تیرے عالم کی رفعت اور عظمت نے
بچھائیں راہ میں آنکھیں جہاں کی شان و شوکت نے
مخالف بن گئے بلبل تیرے شاداب گلشن کے
انہیں حیران بنایا ہے تیری بے لوث خدمت نے
انہی کی گردنیں پھر خم ہیں تیرے بار احساں سے
بنایا ہمسفر مردوں کا اک تیری حمایت نے
ہمیں قعرِ جہالت سے نکالا خضرِ رہ بنکر
پہنایا جامۂ انسانیت تیری عنایت نے

انور جہاں (اورنگ آباد دکن)

مضامین کا شمار

عصمت کے اٹھائیسویں اور انتیسویں سال (جولائی ۱۹۳۵ء تا جون ۱۹۳۷ء) کم وبیش ڈیڑھ سو بیبیوں کے مضامین شائع ہوئے ہیں جن خواتین کے دونوں سال کم سے کم ۴ مضمون یا انتیسویں سال کم سے کم ۳ مضمون شائع ہوئے ہیں۔ ان کے اسمائے گرامی اور ان کے مضامین کی تعداد حسب ذیل ہے:-

مضمون نگار	اٹھائیسواں سال جولائی ۱۹۳۵ء تا جون ۱۹۳۶ء تعداد مضامین	انتیسواں سال جولائی ۱۹۳۶ء تا جون ۱۹۳۷ء تعداد مضامین	دونوں سال جولائی ۱۹۳۵ء تا جون ۱۹۳۷ء تعداد مضامین
مسز برلاس	۱۰	۵	۱۵
شہر بانو	۷	۳	۱۰
شائستہ اختر سہروردیہ بی اے آنرس	۱۳	۷	۲۰
و ۔ ا	۳	۲	۵
صغرا ہمایوں مرزا	۳	۴	۷
سردار محمدی بیگم	۴	۱	۵
مریم خانم ۔ بی اے	۳	۲	۵
معتصمۃ الرحمٰن	۵	۱	۶
ایس کے صغرا سبزواریہ	۶	۲	۸
ایس بی طاہرہ	۶	۵	۱۱
محمدی بیگم ۔ بی اے	۴	۰	۴
جمیلہ بیگم	۸	۹	۱۷
بلقیس جمال	۵	۲	۷
امۃ الحفیظ	۱۰	۲	۱۲
گ ۔ ن	۹	۱۱	[illegible]
تہذیب النساء بی اے	۴	۰	[illegible]

مضمون نگار	اٹھائیسواں سال جولائی [illegible] تا جون [illegible] تعداد مضامین	انتیسواں سال جولائی [illegible] تا جون [illegible] تعداد مضامین	دونوں سال جولائی [illegible] تا جون [illegible] تعداد مضامین
امۃ الوحی	۴	۳	۷
دردانہ	۱	۳	۴
سعیدہ ضمیرالدین	۲	۷	۹
اسماء سعید	۶	۲	۸
آمنہ نازلی	۳	۲	۵
صالحہ عابد حسین	۲	۲	۴
مسز حمید	۱	۳	۴
نوشابہ خاتون قریشی بی اے	۲	۲	۴
بیگم عبدالرحمن خاں	۱	۶	۷
زیب عثمانیہ	۲	۳	۵
نعیم النساء	۳	۳	۶
ب ن ابراہیم	۳	۳	۶
سنجیدہ اشرف	۱	۴	۵
سیدہ اشرف	۱	۴	۵
رضیہ سلطان (ر۔س)	۳	۱	۴
نشاط افزا	۳	۳	۶
جہاں بانو بیگم (ح نقوی) بی اے	۳	۱	۴
اختر النساء حافظ	۰	۳	۳
آر کے مرغاں	۰	۳	۳
زیب النساء خاتون	۰	۳	۳
مسز سید احمد مجلی شہری	۰	۶	۶
[illegible]	۰	۳	۳

مضمون نگار	اٹھائیسواں سال جولائی [illegible] تا جون [illegible] تعداد مضامین	انتیسواں سال جولائی [illegible] تا جون [illegible] تعداد مضامین	دونوں سال جولائی [illegible] تا جون [illegible] تعداد مضامین
بیگم حکیم عزیز احمد	•	۳	۳
ارجمند بانو جعفری	•	۵	۵
لین سلطانہ	•	۳	۳
انیس فاطمہ خانم	•	۳	۳

اس طویل فہرست میں جہاں عصمت کی ان مخصوص و ممتاز قدیم مضمون نگار بہنوں کے نام ہیں جن کی قابلیت طبقہ نسواں کے لئے باعث فخر کہی جا سکتی ہے وہاں کئی نام ان خواتین کے ہیں جنہیں لکھتے ہوئے کچھ زیادہ مدت نہیں گذری جنہوں نے تین چار سال قبل عصمت سے مضمون نگاری شروع کی تھی اور آج ملک کی بہترین لکھنے والیوں میں جن کا شمار کیا جاتا ہے۔ اب سے چند سال پہلے اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین اور یونیورسٹی کی بڑی جماعتوں میں تعلیم پانے والی لڑکیاں انگریزی رسائل و کتب کے علاوہ اردو پرچوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتی تھیں۔ مگر عصمت نہ صرف ان کی مادری زبان کی طرف انہیں متوجہ کرنے میں کامیاب ہوا بلکہ انہیں اردو مضمون نگاری کی بھی ترغیب دی چنانچہ اس فہرست میں بھی کئی نام ان خواتین کے ہیں جو ایک طرف مغربی علوم کی ماہر ہیں تو دوسری طرف انہوں نے اپنی ملکی اور قومی زبان میں قابل قدر مضامین لکھے ہیں۔ نئی لکھنے والیوں کی تعداد بھی کم نہیں کئی بہنیں بہت ہونہار ہیں اور انشاء اللہ مستقبل قریب میں کامیاب مضمون نگاروں میں ان کا شمار ہوگا۔ یہ سب بہنیں جنہوں نے خانہ داری کی سینکڑوں مصروفیات اور تعلیمی مشاغل سے وقت نکال کر یا ناسازی طبع کے باوجود بھی قدردانی اور حقیقی ہمدردی کے ساتھ عصمت کی بیش بہا قلمی اعانت فرمائی اور اپنے گراں قدر خیالات دلچسپ مشاہدات مفید معلومات اور قیمتی تجربات سے اپنی ہزاروں ہندوستانی بہنوں کو مستفید فرمایا میرا دلی شکریہ قبول فرمائیں۔ [illegible] تک یعنی دس گیارہ سال تک میں فرداً فرداً تمام ممتاز مضمون نگاروں کے مضامین کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتا رہا لیکن اس دفعہ اس فرض کی ادائگی سے مجبور اور محترم بہنوں سے معافی کا خواستگار ہوں عصمت کے قدیم قلمی معاونین میں جن حضرات نے دونوں سال بدستور پرچہ کو یاد رکھا اور گراں بہا مضامین لکھے ان میں مولوی محمد ظفر صاحب۔ کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب۔ پروفیسر ستار خیری۔ لالہ تلوک چند صاحب محروم۔ ڈاکٹر اعظم صاحب۔ آغا شاعر صاحب۔ ڈاکٹر ممتاز حسین صاحب۔ مولانا محوی صدیقی۔ مولوی عبدالغفار صاحب الخیری۔ ڈاکٹر سعید احمد صاحب۔ تقی علی صاحب یاسمی اور بیاض احمد صاحب جعفری خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ مجھے امید ہے یہ محترم خواتین اور معتقد حضرات مستقبل میں بھی پرچہ کی خصوصیات قائم رکھنے میں میرا ہاتھ بٹاتے رہیں گے۔

رازق الخیری

خاتون اکرم عصمتی انعامات

اُردو کی نامور ادیبہ محترمہ خاتون اکرم جنت مکانی کی یاد تازہ رکھنے پڑھی لکھی عورتوں کو مضمون نگاری کی ترغیب دینے اور لکھنے والی بیبیوں کی حوصلہ افزائی کرنے کے لئے عصمت ہر سال مضمون نگار خواتین میں انعامات تقسیم کرتا ہے ۱۹۳۶ء میں حضرت علامہ راشد الخیری رحمۃ اللہ علیہ کا مبارک سایہ اُٹھ جانے کی وجہ سے عصمت کا سالگرہ نمبر شائع ہوا نہ انعامات تقسیم کئے گئے۔ اس لئے اس دفعہ بجائے ایک سال کے دو سال (جولائی ۱۹۳۵ء تا جون ۱۹۳۷ء) کے مضامین پر انعامات دیے جاتے ہیں۔ خاتون اکرم عصمتی انعامات کی مستحق وہ خواتین ہوتی ہیں جن کے سال بھر میں کم سے کم چار مضمون شائع ہوں۔ چنانچہ اس دفعہ بھی انعامات اُن خواتین میں تقسیم کئے جاتے ہیں جن کے مضامین اٹھائیسویں سال یا انتیسویں سال کم سے کم ۴ یا دونوں سال کم سے کم ۵ شائع ہوئے ہیں۔

خانہ داری کے مضامین کے لحاظ سے عصمت کا ہر سال نہایت کامیاب ہوتا ہے۔ اٹھائیسویں اور انتیسویں سال میں خانہ داری کے متعلق بہت سے مضامین نہایت مفید اور کارآمد شائع ہوئے ہیں محترمہ امۃ الوکی صاحبہ کا مضمون "خانہ داری کی اہم باتیں" (سالگرہ نمبر ۱۹۳۵ء) نہایت قابل قدر مضمون ہے اور بہت محنت اور سلیقہ سے لکھا گیا ہے جس پر ۱۰ روپیہ کا انعام دیا جاتا ہے۔ گ۔ ن صاحبہ بنت ڈاکٹر ابو الفضل صاحب کے چھوٹے چھوٹے مضامین سے بھی خواتین بہت کچھ فائدہ اٹھا سکتی ہیں ان کی خدمت میں بھی ۵ روپیہ پیش کئے جاتے ہیں اور ۵ روپیہ شائستہ اختر صاحبہ سہروردی بی اے آنرس کو ان کے دونوں مضمون "باورچی خانہ اور گرمیوں کے کھانے" پر جو مفید معلومات سے پُر ہیں۔

صحت و تندرستی کے مضامین کے اعتبار سے بھی دونوں سال کامیاب رہے اور بہت اچھے اچھے مضامین شائع ہوئے جن سے خواتین عملی فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ [illegible] صاحبہ کے مضامین "خوراک اور صحت" (سالگرہ نمبر ۱۹۳۵ء) اور "خوبصورتی کا تعلق غسل سے" (فروری ۱۹۳۶ء) محترمہ صالحہ عابد حسین کا مضمون "صفائی" (فروری ۱۹۳۶ء) اور سعیدہ ضمیر الدین صاحبہ کا مضمون "صحت اور غذا" (جون ۱۹۳۶ء) یہ سب مضامین محنت سے لکھے گئے ہیں اور ان میں مفید معلومات فراہم کی گئی ہیں ان مضامین پر تینوں محترم خواتین کی خدمت میں ۵-۵ روپیہ کا انعام دیا جاتا ہے۔

سنگھار و آرائش کے موضوع پر کافی مضامین شائع ہوئے ہیں۔ امۃ الحفیظ صاحبہ کا مضمون "خوبصورتی اور لیموں" (اکتوبر ۱۹۳۵ء) اور اسماء سعید صاحبہ کا مضمون "ناخون چینٹ کرنا" (دسمبر ۱۹۳۵ء) دونوں مضمون کامیاب ہیں جن پر ۵-۵ روپیہ کا انعام دیا جاتا ہے۔

بچوں کی پرورش اور تربیت [illegible] کی تعداد بہت معقول ہے اس موضوع کے اوّل درجہ کے انعام ۱۰ روپیہ کی مستحق سعیدہ ضمیر الدین صاحبہ [illegible] کے اصول" (نومبر ۱۹۳۵ء) [illegible]

بچوں کا حسن" (مئی ۱۹۳۸ء) تینوں مضمون اس قابل ہیں کہ بچوں کی مائیں توجہ سے ان کا مطالعہ کریں اور ان سے فائدہ اٹھائیں۔ سید احمد مجیل شہری کے مضامین "ننھے بچے کی تفریح" (مارچ ۱۹۳۸ء) اور "بچے کے معدے کی خرابیاں"۔ شائستہ اختر بانو صاحبہ سہروردی کے مضامین "بچوں کا لباس" (فروری ۱۹۳۸ء) اور "بچوں کی تفریح" (اپریل ۱۹۳۸ء) اور صبیحہ حسین صاحبہ کا مضمون "ماؤں کی ذمہ داری" (نومبر ۱۹۳۸ء) بھی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں ان تینوں بہنوں بھی ۵-۵ روپے کے انعام کی مستحق ہیں۔

معاشرتی تمدنی مضامین ہر سال کی طرح

دونوں سال کافی تعداد میں بہت دلچسپ اور نتیجہ خیز شائع ہوئے۔ شائستہ اختر بانو سہروردی بی اے آنرس کے چاروں مضمون "شادی کا اشتہار" (جولائی ۱۹۳۷ء) "اپنا گھر" (اکتوبر ۱۹۳۷ء) "رسموں کی ضرورت" (فروری ۱۹۳۸ء) "آداب ملاقات" (فروری ۱۹۳۸ء) قابل تعریف ہیں۔ محترمہ موصوفہ نے نہایت موثر انداز میں بیش بہا خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ شہر بانو صاحبہ کے بھی چاروں مضمون "حقوق نسواں کی کشمکش" (جنوری ۱۹۳۸ء) "ہماری سوسائٹی میں" (فروری ۱۹۳۸ء) "شادی شدہ زندگی کی کامیابی" (مئی ۱۹۳۸ء) "اوسط درجہ کے خاندانوں کی حالت" (جون ۱۹۳۸ء) اچھے ہیں۔ اور غور و فکر کے بعد سلیقہ سے لکھے گئے ہیں ان دونوں بہنوں کی خدمت میں ۱۰-۱۰ روپیہ پیش کئے جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ ۵-۵ روپیہ اور چار بہنوں کو بھی دئے جاتے ہیں یعنی جہان بانو بیگم صاحبہ بی-اے حیدرآباد دکن (ج۔ نقوی) "عبادت" (جنوری ۱۹۳۸ء) پر جمیلہ بیگم صاحبہ کو "لڑکیوں کی صحت" (جون ۱۹۳۸ء) پر۔ مریم خانم صاحبہ بی اے کو "افلاس کا سبب" (جون ۱۹۳۸ء) پر مسز برلاس کو "ساس بہو" (دسمبر ۱۹۳۸ء) پر۔

اخلاقی مضامین بھی برے نہیں رہے ۵-۵ روپیہ کے دو انعام دو مضمونوں پر دئے جاتے ہیں

"علمی [illegible]" (نومبر ۱۹۳۸ء) از شہر بانو صاحبہ اور "مانگنے کی عادت" (دسمبر ۱۹۳۸ء) از [illegible]۔

مذہبی مضامین [illegible]

لعل [illegible] بیگم [illegible] مضمون "[illegible]" (جولائی ۱۹۳۸ء) اور "[illegible] تباہ کی صورتیں" (اکتوبر ۱۹۳۸ء) انیس جمیلہ بیگم صاحبہ کا مضمون "خدمت خلق" (نومبر ۱۹۳۸ء) بھی نظر انداز نہیں کئے جا سکتے ۵-۵ روپیہ کے انعام کے مستحق ہیں۔

تاریخی اور سیاسی مضامین بلند پایہ اور بہت عمدہ لکھے ہوئے کئی شائع ہوئے

ہیں۔ مگر قابل انعام مضامین صرف محترمہ شائستہ اختر بانو صاحبہ سہروردی بی اے آنرس کے "سیاست ہند" پر ہیں۔ بہن موصوفہ کو ان مضامین پر ۱۰ روپیہ بطور انعام دئے جاتے ہیں۔

سیر و سیاحت کے مضامین کی تعداد بھی کچھ کم نہیں عزیزہ مسز برلاس

نے جاپان کے جو حالات لکھے ہیں وہ نہایت دلچسپ ہی نہیں بلکہ ان مضامین سے بہت سے مفید نتائج نکل سکتے ہیں ان مضامین پر محترمہ موصوفہ کی خدمت میں اس دفعہ بجائے ۱۰ روپیہ کے ۱۵ روپیہ کا انعام دیا جاتا ہے ان کے انداز بیان کی دلکشی کی وجہ سے اینس کے صفیہ بیگم صاحبہ سبزواریہ کو "سفرنامہ ایران" پر اور رشیدی بیگم صاحبہ بی اے کو "انگلستان سے خطوط" پر پہلے ۱۰-۱۰ روپیہ کے انعامات مل چکے ہیں ۵-۵ روپیہ اس دفعہ بھی پیش کئے جاتے ہیں۔

تعلیمی مضامین کئی قابل مردوں کے نہایت بلند معیار شائع ہوئے ہیں خواتین کے لکھے ہوئے

مضامین میں دو مضمون اچھے ہیں۔ "موجودہ تعلیم اور معلمات" (اپریل ۱۹۳۸ء) از رضیہ سلطان صاحبہ اور "تعلیم کا مقصد" (ستمبر ۱۹۳۸ء) از جمیلہ بیگم صاحبہ ان دونوں مضمون پر ۵-۵ روپے دئے جاتے ہیں۔

تنقیدی مضامین کی تعداد گو اس قدر نہیں ہے جتنی اور [illegible] مضامین کی [illegible]

قابل ذکر ہیں۔ [illegible] بیگم صاحبہ [illegible]

[illegible] شہر بانو صاحبہ [illegible]

اسی طرح شائستہ اختر [illegible] صاحبہ سہروردی کے [illegible] کامیاب
زندگی [illegible] [illegible] جو اردو پر [illegible]
ہدایت الخیری [illegible] مضامین [illegible] کے بعد [illegible] قابلیت اور محنت
سے لکھے گئے ہیں جن پر ۵-۵ روپیہ دئے جاتے ہیں۔

تفریحی مضامین شمار میں تو اچھے خاصے ہیں مگر عورتوں کے لکھے ہوئے کم ہیں آمنہ نازلی کا مضمون "ٹلودی کا اوریجی" (دسمبر ۱۹۳۳ء) اور بیگم عبدالرحمن خاں کا مضمون "ایک یادگار لازم" (مارچ ۱۹۳۴ء) ۵-۵ روپیہ کے انعام کے مستحق ہیں۔

مختصرادبی مضامین جو انشا پردازی اور طرز تحریر کی خوبی کی وجہ سے کشش رکھتے ہیں۔ تعداد میں خاصے رہے۔ اس دفعہ بھی اس موضوع کے ۱۰ روپیہ کے انعام کی مستحق ایس بی طاہرہ صاحبہ ہیں۔

صنعت وحرفت پر کئی مردوں کے لکھے ہوئے مضامین زیادہ شائع ہوئے ہیں تاہم امۃ الحفیظ صاحبہ کو ۵ روپیہ اس دفعہ بھی ان کے مفید مضمونوں پر دئے جاتے ہیں اور ۵-۵ روپیہ زنانہ دستکاری کے عمدہ عمدہ نمونوں کی وجہ سے محترمات نعیم النسا نشاط افزا اور سیدہ اشرف کی خدمت میں بھی۔

افسانوں کے اعتبار سے دونوں سال نہایت کامیاب ہیں۔ اور عورتوں کے لکھے ہوئے افسانوں کی بھی بہت معقول تعداد ہے۔ "گلدستہ" (جولائی ۱۹۳۳ء) "کیکی تندرستی کا سبب" (مئی ۱۹۳۴ء) "صبح سے ملاقات" (مئی ۱۹۳۴ء) اور "محروم الورثہ" (مارچ ۱۹۳۴ء) ان افسانوں پر جمیلہ بیگم صاحبہ ۱۰ روپیہ کے انعام کی مستحق ہیں ان کے طبع زاد افسانے بھی خاصے اچھے ہوتے ہیں اور ترجمے بھی کافی کامیاب۔ اسماء سعید صاحبہ کے دونوں افسانے "پوشیدہ سہاگ" (نومبر ۱۹۳۳ء) اور "گھر کا شعلہ" (جنوری ۱۹۳۴ء) بھی نہایت کامیاب ترجمے ہیں معصومۃ الرحمن صاحبہ کے افسانے "منجیا" (ستمبر ۱۹۳۳ء) "ناتجربہ کاریاں" (دسمبر ۱۹۳۳ء) "علم کی خاطر" (فروری ۱۹۳۴ء) بھی خاصے دلچسپ اور نتیجہ خیز افسانے ہیں۔ ۵-۵ روپیہ ان دونوں بہنوں کی خدمت میں بھی پیش کئے جاتے ہیں۔

ڈرامہ کی کمی چلی آ رہی ہے۔ عورتوں کے لکھے ہوئے ڈراموں میں صرف ایک ہے جس پر ۵ روپیہ کا انعام دیا جاتا ہے اور وہ موقع صاحبہ بیوی (؟) [illegible] (نومبر ۱۹۳۳ء) تہذیب النسا صاحبہ بی اے کا ہے

نظموں کے اعتبار سے دونوں سال بہت اچھے ہیں محترمہ بلقیس [illegible] کی نظمیں [illegible] زیادہ نہیں تاہم موقع کی مناسبت سے [illegible] ہوئی ہیں [illegible] کے اعلیٰ درجہ [illegible] ۵ روپیہ [illegible] میں پیش کئے جاتے ہیں۔

تقریریں بہت کم شائع ہوئی ہیں۔ صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ کی خدمت میں ۵ روپیہ کا یہ انعام پیش کیا جاتا ہے۔

تصاویر۔ سے کسی بہن نے بھی قابل ذکر اعانت اس پرچہ کی نہیں کی

تعداد مضامین۔ سب سے زیادہ مضامین شائستہ اختر بانو صاحبہ سہروردی بی اے آنرس کے شائع ہوئے ہیں ان سے کم جمیلہ بیگم صاحبہ کے اور ان سے کم مسز ہلالس کے اس لئے تینوں بہنیں علی الترتیب ۱۵-۱۰ اور ۵ روپیہ کے انعام کی مستحق ہیں گی۔ ہلالس صاحبہ کے مضامین اگرچہ شمار میں شائستہ اختر صاحبہ سہروردی کے مضمونوں کے برابر ہیں لیکن بہت چھوٹے چھوٹے اور حقیقت میں ایک ہی مضمون کی کئی قسطیں ہیں جو دو دو صفحوں کی بھی نہیں تاہم ۵ روپیہ ان بہن کو بھی دئے جاتے ہیں

غیرمسلم خواتین کے مضامین یوں تو ہر جلد کے کئی پرچوں میں شائع ہوئے اور اٹھائیسویں اور انتیسویں سال کی مضمون نگار خواتین میں تقریباً ایک درجن غیر مسلم بیبیاں ہیں لیکن ایسی کوئی بھی نہیں جن کے مضمونوں کی تعداد کم سے کم ۴ ہو۔

اٹھائیسویں اور انتیسویں سال کے بعض مضامین اپنے اپنے موضوعوں پر اس قدر اچھے ہیں کہ اول درجہ کے انعام کے مستحق قرار دیے جا سکتے ہیں لیکن جن بہنوں نے وہ مضامین لکھے ہیں۔ ان کے سال بھر یا دونوں سال کے مضمونوں کی تعداد بہت کم ہے۔ اس لئے بعض موضوعات کے بہترین مضامین پر انعامات نہ دئے جا سکے۔

یہ انعامات مضامین کی اجرت نہیں مضمون نگار بہنوں کی قابلیت کا اعتراف اور ان کی گراں بہا قلمی اعانت کا شکریہ ہے۔ مالیت کے لحاظ سے کچھ شک نہیں کہ یہ رقمیں اس قدر حقیر ہیں کہ انہیں انعام کہتے ہوئے بھی ہمیں شرم آتی ہے جن مضمونوں پر ۵-۵ روپیہ کے انعامات دئے گئے ہیں ان پر بیس پچیس روپیہ انعام بھی دیا جاتا تو کم تھا لیکن یہ انعامات کسی فنڈ سے نہیں غریب عصمت اپنی طرف سے جنت مکانی حضرت خاتون اکرم کی یادگار کے طور پر تقسیم کرتا ہے۔ اس لئے امید ہے کہ ہماری عزیز اور محترم بہنیں انہیں قبول فرمائیں گی اور وقعت کی نظر سے دیکھیں گی۔

رازق الخیری

خاتون اکرم عصمتی انعامات کی مستحق بیبیاں

۱	شائستہ اختر صاحبہ سہروردی بی اے آنرس	(کلکتہ)	۵،۵،۱۰،۱۰،۵،۱۵-	۵۰ روپیہ
۲	جمیلہ بیگم صاحبہ	(کلکتہ)	۵،۵،۵،۱۰،۱۰-	۳۵ روپیہ
۳	مسز ہرالاسن صاحبہ	(ٹوکیو۔ جاپان)	۱۵،۵،۵-	۲۵ روپیہ
۴	شہربانو صاحبہ	(مظفرپور)	۱۰،۵،۵-	۲۰ روپیہ
۵	امۃ الحفیظ صاحبہ	(جالندھر)	۵،۵،۵-	۱۵ روپیہ
۶	سعیدہ ضمیر الدین صاحبہ	(حیدر آباد دکن)	۵،۱۰	۱۵ روپیہ
۷	بلقیس جمال صاحبہ	(میرٹھ)	۱۰،	۱۰ روپیہ
۸	امۃ الوحی صاحبہ	(دہلی)	۱۰-	۱۰ روپیہ
۹	گ۔ ن۔ صاحبہ	(کپورتھلہ)	۵،۵-	۱۰ روپیہ
۱۰	سردار محمدی بیگم صاحبہ	(لونی بمبئی)	۵،۵-	۱۰ روپیہ
۱۱	و۔ ا۔ صاحبہ	(آگرہ)	۱۰،	۱۰ روپیہ
۱۲	اسما سعید صاحبہ	(دہلی)	۵،۵-	۱۰ روپیہ
۱۳	ایس بی طاہرہ صاحبہ	(پشاور)	۱۰-	۱۰ روپیہ

۵-۵ روپے کے انعام کی مستحق یہ بیبیاں ہیں

۱۴ نوشابہ خاتون صاحبہ قریشی بی اے (حیدر آباد دکن)
۱۵ نشاط افزا صاحبہ (کلکتہ)
۱۶ صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ (حیدر آباد دکن)
۱۷ تہذیب النسا صاحبہ بی اے (لندن)
۱۸ محمدی بیگم صاحبہ بی اے۔ (حیدر آباد دکن)
۱۹ معظمۃ الرحمٰن صاحبہ (حیدر آباد دکن)
۲۰ ایس کے صغرا سبزواریہ صاحبہ (کلکتہ)
۲۱ سیدہ اشرف صاحبہ (ایگن گھاٹ)
۲۲ صالحہ عابد حسین صاحبہ (دہلی)
۲۳ مسز سید احمد صاحبہ (مچھلی شہر)
۲۴ مسز حمید صاحبہ (لکھنؤ)
۲۵ دردانہ (حیدر آباد دکن)
۲۶ جہاں بانو بیگم صاحبہ نقوی بی اے۔ (حیدر آباد دکن)
۲۷ رضیہ سلطان صاحبہ (فیروزپور)
۲۸ مریم خانم صاحبہ بی اے (میسور)
۲۹ بیگم عبدالرحمٰن خاں صاحب (بمبئی)
۳۰ آمنہ تاباں صاحبہ (دہلی)
۳۱ نعیم النسا صاحبہ (کچہری)

شاہجہاں آباد کے سدابہار پھول

از حضرت علامہ **راشد الخیری** علیہ الرحمۃ

آج بھی کہ شاہجہان آباد اپنے مکین گہری گود میں سُلا چکا، میٹھی باتوں کے رسیا اور اچھی صورتوں کے کھوجی مطالعہ کی دوربین سے ایوان تاریخ میں اس مقام پر پہونچ جاتے ہیں، جہاں سریلی تانیں اور واقعی انسان دُنیائے فانی سے مٹ کر اپنی بقائے ابدی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ ماضی حال پر ہنس رہی ہے اور چشم حیرت ان لوگوں کا منہ تکتی ہے جو موجودہ زمانہ کو ترقی سے تعبیر کر رہے ہیں۔ دل مجروح چاروں طرف ڈانواں ڈول پھرتا ہے، مگر اس آن بان کے انسان نظر نہیں آتے، جو آج شاہجہان آباد کے کھنڈروں میں آرام کر رہے ہیں، بیسویں صدی جیسوی کا تمدن ان بھولی صورتوں اور سیدھے سادھے لوگوں کا مضحکہ اُڑائے، دیوانہ ٹھیرائے اور سودائی بنائے مگر انسانیت ان کی بے لوث زندگی کی قسم کھا رہی ہے اور خلوص کے فرشتے ان کی باتوں پر عرصہ دراز تک پھول برسائیں گے۔

عزیزو! انصاف کی آنکھ سے دیکھنا اور ایمان سے کہنا ستر برس پہلے کی دلی آنکھ کے سامنے ہے......مومن غالب، ذوق و آزردہ جیسی شکلیں...... جن پر شاہجہان آباد ناز کر رہا ہے دنیائے حیات میں موجود ہیں، مومن خان کے مکان پر مجلس احباب جمی ہوئی ہے گرمی کے دن ہیں۔ اور خان صاحب کے پختہ مکان کی چار دیواری پر جس کے آثار اب تک چیلوں کے کوچہ میں موجود ہیں، مٹی کے آبخورے چکوئیوں کے پانی سے بھرے دُور تک رکھے ہیں آنے جانے والوں کا تانتا لگا ہوا ہے پردیسی دُور دُور کے تھکے ہارے بیتابانہ لوٹ رہے ہیں، دھیما نوکر موجود ہے، اِدھر آبخورہ خالی ہوا، اُدھر اُس نے بھرا اور رکھا۔ ایک رات کہ چاندنی چھٹکی ہوئی تھی، نواب نصیر الدین خان صاحب سے ملنے آئے۔ پٹھان تھا تو سیچ پچ کا نواب زادہ مگر سخن کا شیدا، اور خیال کا دلدادہ، حُسن عقیدت کا سُرمہ آنکھ میں لگا اور نشتر مضامین کا زخمی دل پہلو میں، جھکا، ہاتھ چومے، سر پر رکھے، آنکھوں سے لگائے، مشتاق آنکھیں ابھی سیر نہ ہوئی تھیں، کہ ایک نو برس کا لڑکا، جس کے منہ پر بچپن کے پھول کھل رہے تھے، اور عمر نادانی کی چنور ہلا رہی تھی، مُڈھے سے آیا اور آبخورہ ہاتھ میں لیا اور نواب کی باتوں میں محو ہو گیا۔ ناتجربہ کاری، بچے کو کھینچ کر میزبان اور مہمان، دونوں کے قریب لے آئی وہی معصوم، وہ سدابہار پھول جو خان صاحب کے منہ سے جھڑ رہے تھے رکھتا جاتا تھا، کہ آبخورہ ہاتھ سے چھوٹ گیا، اور پانی کی چھینٹیں سب تک پہنچیں، مولانا حسن کی تیوری پر بل آ گیا اور کہنے لگے۔

[illegible] صاحب [illegible] بچہ [illegible] آج [illegible] چل [illegible]

[illegible] خان صاحب [illegible] حقیقت سے [illegible]

وہ صورتیں الٰہی کس ملک بستیاں ہیں اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

خان صاحب نے فرمایا "مولانا اکد ہر خیال ہے ذوق نے کیا اچھی بات کہی ہے۔

فیض چاہتا ہے اگر فیض کے اسباب بنا پُل بنا، چاہ بنا، مسجد و تالاب بنا

میاں! اُس کے تو ہم لائق نہیں، تو کیا اس سے بھی گئے گذرے ہوئے"

پڑھنے والے، ان سطروں پر ٹھٹے لگائیں، چاہے سمع خراشی سمجھیں، مگر میں اپنے دل کو کیا کروں، عالم خیال میں، جب واقعات ان صورتوں کو سامنے لا بٹھاتے ہیں تو پہروں زیارت کرتا ہوں، گرد وپیش نظر ڈالتا ہوں کہ شاید اب بھی کوئی نظیر نظر آجائے، مگر رفتار زمانہ دل کے کان میں جھک کر کہتی ہے!

"دیوانے! تمدن بدل گیا، ہوائیں پلٹ گئیں، اب وہ لوگ کہاں؟ وہ دن ختم ہوئے اور راتیں سحر ہوئیں"

زمانہ پانچ برس آگے نکل آیا، نواب نصیر الدین خان کی ہڈیاں گل کر خاک ہو گئیں، پنجابی کٹرہ جس کی خاک ریلوے سٹیشن کو گود میں لئے موجود ہے اور جو اپنے ساتھ اپنے دیکھنے والوں کو بھی برباد کر چکی آباد ہے۔ یہ وہ وقت ہے کہ سلیم شاہی جوتی کی قیمت دلی کے چاٹتے ہیں، کٹرہ کی مسجد اور مدرسہ میں علوم کے دریا بہہ رہے ہیں، اور ان طلبا کا ہجوم غفیر سیراب ہو رہا ہے، جن کی ایک یادگار مولانا نذیر احمد مرحوم تھے۔

دور دور کے لوگ، مدرسہ اور بانیٔ مدرسہ کی زیارت کو آرہے ہیں، اور علوم کے شیدا سینکڑوں ہزاروں کوس سے گھر بار چھوڑ، اپنی زندگی، خمیری روٹی اور چنے کی دال پر بسر کر رہے ہیں۔ جمعہ ان طلباء کے واسطے پرتو مع عید المسلمین ہے۔ کہ روز سا کھانا بھیجے ہیں اور دعائیں لیتے ہیں۔

مولوی عبد الخالق صاحب مرحوم، جن کے مزار پاک پر آثار الصنادید فاتحہ کے پھول چڑھا رہی ہے۔ آنکھیں بند کئے بیٹھے ہیں، مغرب کی نماز ہو چکی۔ شبو حلال خور "خدا رسول کی امان" کہتا ہوا سامنے آیا، بیٹی کے بیاہ کا بلاوا دیا اور شام کی دعوت کی۔

یہی دنیا ہے، اور یہی دنیا کے بسنے والے، مگر وہ لوگ کہاں؟ دل ان کی پاک روحوں پر خون کے آنسو گراتا ہے، اطمینان نہیں ہوتا، آنکھیں اُن کی مقدس صورتیں چاروں طرف ڈھونڈھتی ہیں، اور نہیں پاتیں۔ کیسی خوبی کے انسان تھے، اپنی آن ٹوٹ جائے مگر دوسرے کا دل توڑنا نہ جانتے تھے، زمانہ ان صورتوں کو برباد اور ان کی ہڈیاں خاک کر چکا، مگر مٹنے والے اپنے کارناموں کی، ایسی یاد چھوڑ گئے، کہ مجھ جیسے دیوانے مدۃ العمر سر پٹکیں گے اور ان کا نظیر نہ پائیں گے، کہاں مولوی عبد الخالق جیسا عالم متبحر جس کے نام پر بادشاہ تعلیم حاصل (صاحب)

[illegible] ہے [illegible] شاہ [illegible] ہے [illegible]

حُسن عقیدت کے جواہر نثار کرتا رہا، کہا! شبو حلال خور!۔
عزیزو! چند لمحہ کے واسطے، چشم ظاہری بند کرلو۔ موجودہ دلّی کو بھول جاؤ۔ حقیقت کی آنکھوں سے دیکھنا
عالم خیال اُس بستی میں پہونچا دے گا، جہاں ہر چہرہ وضع داری کے زیور سے مُزین ہوگا۔ ایسے نفوس بہت سے
نظر آئیں گے۔ جن کی موت پر جان پہچان اور پڑوسی تک خون کے آنسو گرائیں۔
دیکھ دیکھ چشم بینا، غور سے دیکھ! مولوی عبد الخالق، شبو حلال خور کے ہاں دعوت کھا رہے ہیں! دیکھا
دل بھر کر دیکھ، اب یہ سماں نظر نہ آئے گا۔ اور یہ قلب انسانی پر حقیقی حکومت کرنے والے بزرگ ہمیشہ اوجھل
ہوجائیں گے!
کیسی اچھی محفل جمی ہوئی ہے۔ کچّی دیواروں کا گھر، مٹّی کے دیوے، میلے کچیلے لوگ، مگر یہ وہ ہیں جن کی آنکھ کا
ہر اشارہ پرکھنے والوں کو دل کے خلوص کا پتہ دے رہا ہے۔ حقیقی مسرت کے پھول ان کے چہروں پر کھل
رہے ہیں۔ ۱۸۵۷ء جس نے شاہجہان آباد کی اینٹ سے اینٹ بجادی گذر چکا، ایک پندرہ ہی برس میں دلّی کچھ کی
کچھ ہوگئی، اقلیم سخن کو ایک اشارے سے مسخر کرنے والے تاجدار اور قلوب انسانی کو ایک تان سے موہ لینے
والے خوش الحان چل بسے۔ شعرا نامدار نے قبریں بسائیں اوروں کے کام آنے والے ختم ہوئے، مگر کچھ بچے کھچے
بڈھے کھنڈرے اگلے وقتوں کی یاد دلارہے ہیں، لیکن آرہا ہے وہ وقت کہ خزاں کے ظالم جھونکے سے یہ چراغ سحری
بھی ہمیشہ کو گل ہوجائیں۔
لو عزیزو آنکھ اٹھاؤ، اور اس مجلس پر نظر ڈالو، کیسے کیسے باکمال جمع ہیں اِن کی چوگوشی ٹوپیاں اور سفید
ڈاڑھیاں، ان کی سادگی پر قربان ہورہی ہیں، یہ کھرّی چارپائی پر بیٹھنے والے ظاہری خاک نشین اور حقیقی عرش
نشین ہیں، ان کے پہلو میں وہ دل ہیں جو دوسروں کے درد پر لہو بن کر ٹپکیں اور بیمار بن کر تڑپیں، نواب
تجمل رسول خان کا دیوان خانہ ہے، شام ہوچکی ہے۔ بنئیے کی دوکان پر آٹھ آٹھ نو نو برس کے لڑکے لڑکیاں
ٹوٹی ہوئی بوتلیں میلے کچیلے کپڑے مٹی کی پیالیاں لئے کھڑے ہیں مگر ہمدردی کی آنکھ ان بھولے بھالے چہروں
میں افلاس کا پتہ لگاتی ہوئی اس مقام پر پہونچتی ہے۔ جہاں خدا کے سوا کوئی نظر نہیں آتا، پیاروں، یہ اُن
ماؤں کے لال ہیں جن کے سروں سے وارث اٹھ گئے اور ان باپوں کے بچے ہیں جو اپاہج و بیمار گھروں میں
پڑے ہیں ان کے ٹوٹے پھوٹے کھنڈرا اور پھٹے پرانے کپڑے چشم بصیرت کو عجب عجب رنگ دکھا رہے ہیں۔ یہ
بے کس بیبیاں بچوں کو کلیجے سے لگائے۔ پسائی اور سلائی پر گذر کررہی ہیں، غربت نے ان کے چاند سے چہرے خاک
[illegible] عصمت کی بیش بہا چادریں، ان کے شانوں پر پڑی ہوئی ہیں۔ زمانے نے ان کو قلاش بنادیا لیکن
[illegible] انصاف کے فرشتے [illegible] انسانیت، ان کے مصائب پر [illegible]

ہمدردی کے ہاتھ ان بیبیوں کو سرآنکھوں پر رکھتے ہیں، رونا اس کا ہے کہ عفت کی ان تصویروں کے قدموں پر آنکھیں بچھانے والے لوگ، اب دکھائی نہیں دیتے۔ وہی نواب صاحب کا دیوان خانہ ہے، اور چوگوشی ٹوپیوں والے بزرگ، ذرا ان کی باتیں سُنئے، اور مزے لیجئے،

"میاں اُمّن ظہر کی نماز پڑھ کر نکلا تو چار جگہ پیسہ پیسہ کا گوشت لیا، حکیم جی کی بیوی نے دال کا پیسہ بھیج دیا تھا وہ لی۔ سلیم کے ہاں کا باجرہ۔ محمود کی اماں نے جوار کا آٹا کہہ دیا تھا۔ خانم کے بازار سے وہ بلا وہیں عصر پڑھی لونڈیوں کو وہیاں آیا کہ شبّو کی اماں کئی دن سے دیوٹ کو کہہ رہی ہیں۔ چوک چلا گیا۔ شام آن پہونچی تھی بھاگم بھاگ آیا اور مارا مار ایک ایک کے سودے دیئے، بیچاری حُسینی کا آبخورہ پھر بھی رہ گیا، اب مغرب پڑھ کر وہ لایا"

نواب تجمل رسول "میر صاحب کے ہاں کی بھی خبر لی کچھ پکّا یا نہیں"

"میر لطیف" وہاں تو صبح کو ہی اللہ ہی کا نام تھا، بارہ بجے مجھے خبر ہوئی روٹی پکی نہ تھی، آٹا گُندھا اُسی وقت تندور سے پکوا کر لایا اور پہونچائی۔ اس وقت کی خبر نہیں چراغ تو میں نے دکھوا دیا تھا۔ جل رہا تھا"

نواب صاحب "بس تو بھائی کھانا تیار ہے لو جاؤ دے آؤ، اور حُسینی کے ہاں کی خبر لیتے آنا"

کہاں چلے گئے تم؟ اے انسان کی صورت میں فرشتوں! آج ہمدردی کی دُنیا تمہارے بغیر سُنسان پڑی ہے عصمت کی دیویاں اندھیروں میں راتیں، اور فاقوں میں دن کاٹ رہی ہیں، اور کوئی اتنا نہیں کہ ان کی حالت پر دو آنسو بہا لے! خود غرضی کی ہوا چاروں طرف چل پڑی، اور عالم حیات کا ہر ذی ہوش انسان ترقی کی امیدوں میں مدہوش ہے۔

ہوا تمہارے قدموں کی خاک تک اُڑا لے گئی، اور اب تمہارے خیال کے سوا کوئی چیز ایسی نہیں، جو مجھ جیسے دیوانے، سر آنکھوں پر رکھیں۔ بزرگو! تم فرشتۂ رحمت تھے، کہ اپنی بہار کا جلوہ دکھا کر ایک عالم کو دنگ کر دیا۔ تمہاری زندگی کے خوشبو دار پھول جو قیامت تک مہکیں گے۔ دُنیائے فانی کے چمنستان میں بے نظیر تھے اور رہیں گے۔۔۔ خیال، تمہاری یاد سے مفارقت نہیں کرتا۔ مگر سپیدۂ سحر قریب ہے، رات ختم ہوئی۔ رخصت اور عالم ممات میں زندگی کے وہ مزے لُوٹو جو زندوں کو مر کر بھی نصیب نہ ہوں گے۔ (از تمدن ۱۳ء)

بقیہ مضمون صفحہ ۱۹

یا غیر منقولہ سوتیلے باپ کی دست برد سے محفوظ رہے، ماں کی ولایت دوسرے نکاح کے بعد برائے نام بھی باقی نہ رہے یعنی جو کچھ بچوں کے باپ نے چھوڑا ہے اس کا ماں سے واسطہ نہ رہے۔ بیوہ کا مہر بجائے فرضی دس بیس ہزار روپیہ کے اس کے بچوں کی پرورش تعلیم قرار دیا جائے یہ شہو کہ یتیم بچے جب اپنا مال سمجھنے اور دیکھ بھال کے قابل ہوں تو وہ سمجھیں کہ ان کے

بیوہ کا دوسرا نکاح

وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ (ر ۱۰ ع ۴ - پ ۱۸) ترجمہ۔ اور اپنی رانڈوں کے نکاح کردو۔

نکاح کی ضرورت جس طرح مرد کو ہے اسی طرح عورت کو، ایک جوان مرد جس طرح بیوی کے انتقال کے بعد نکاح ثانی کا حق رکھتا ہے اسی طرح ایک جوان عورت کو بھی بیوہ ہونے کے چار ماہ بعد دوسرا نکاح کرنے کا حق حاصل ہے جن مذاہب نے بیوہ کو نکاح ثانی کی اجازت نہیں دی اُنھوں نے انسانی فطرت کا مطالعہ نہیں کیا۔ سولہ سولہ اٹھارہ اٹھارہ برس کی جوان لڑکیوں کی بیوہ ہونے کے بعد دوسری شادی نہ کرنا اور مذہب یا سوسائٹی کا ان کے لئے یہ فیصلہ صادر فرمانا کہ وہ اپنے فطرتی جذبات کو ہمیشہ کے لئے دفن کردیں قدرت سے جنگ کرنا ہے جس کا نتیجہ انسان کی شکست اور ندامت کے سوا اور کیا نکل سکتا ہے رانڈوں کی شادی نہ کرنے کا سوسائٹی کی اخلاقی حالت پر جس قدر شرمناک اثر پڑا اور جو دردناک نتائج قدرتی طور پر پیدا ہوئے اُنھوں نے بالآخر غیر مسلموں کی آنکھیں کھول دیں اور وہ بھی اب نکاح بیوگان کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں اور اس طرح اسلام کے فیصلہ کے آگے سر جھکا رہے ہیں۔ ہم نے چمنستان اسلام کے جن خوشنما پھولوں کو اپنی جہالت سے روند ڈالا اغیار آج اُن سے اپنا دامن بھر رہے ہیں۔ ہمسایہ قوموں کے رسم و رواج سے متاثر ہو کر آج بھی بہت سے مسلمان ہیں جو بیوہ بہن کے نکاح ثانی کو تو معیوب خیال کرتے ہیں مگر خود پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کو "سنت" سے تعبیر فرماتے ہیں۔ کاش وہ اسلام کا ٹھنڈے دل سے مطالعہ کرتے اور اس پر غور فرماتے کہ سرور کائنات کی بیویوں میں سوائے بی بی عائشہ صدیقہؓ کے ایک بھی کنواری نہ تھیں۔ سب رانڈیں تھیں۔ بانیٔ اسلام صلعم نے اسلام کے مفاد کے لئے ایک سے زیادہ نکاح کئے اور رانڈوں اور بڑھیوں سے۔ ایسی رسول برحق کا کلمہ پڑھنے والے بیوہ سے نکاح کرنا عیب سمجھیں یا باری تعالیٰ کا تو کھلے ہوئے الفاظ میں یہ ارشاد ہو کہ "رانڈوں کی شادیاں کردو" اور جوان بیوہ بہن یا بیٹی بیٹھی ہوا کرے وہ اس کا نکاح ثانی نہ کریں اور اس طرح اس مذہب مقدس کے احسانات کا معاوضہ ادا کریں جو دین و دنیا میں ان کی کامیابی کا سیدھا سادا آسان رستہ بتا اور دکھا رہا ہے تو یقیناً اُن سے زیادہ محسن کش اور سرکش، کوتاہ عقل اور ناعاقبت اندیش کوئی نہیں ہو سکتا رانڈوں کی شادی انسان کا نہیں خدا کا فیصلہ ہے اور قرآن مجید کو سچے دل سے کلام الٰہی یقین کرنے والے کس مسلمان کی مجال ہے کہ اسکے کسی حکم کے خلاف دم مار سکے۔ ہاں بحث ہو سکتی ہے بچوں والی بیوہ کے نکاح ثانی پر کہ اُس کے بچوں پر اس کا کیا اثر پڑے گا "نوحہ زندگی" حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ کی بہت مشہور اور مقبول تصنیف ہے جس سے متاثر ہو کر سینکڑوں نہیں ہزاروں بیواؤں کی شادیاں کی گئیں۔ اس کتاب کے دیباچہ میں حضرت علامہ مغفور نے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ

[illegible] بچوں والی [illegible] بچوں کی پرورش تعلیم و تربیت کا قابل اطمینان انتظام ہو جائے۔ ان کی [illegible]

ذہنیت جو ترقی کے راستے میں حائل ہے

ساری ترقی کی ابتدا ریہ ہے کہ انسان عجائبات قدرت کے آگے حیران اور ہکا بکا کھڑا ہوا ور جاننے کا شوق ہو اور اپنی کم علمی اور جہالت کا اُس کو اعتراف اور حس ہو۔ اگر یہ بات نہ ہوگی تو کسی قسم کی بھی ترقی نہیں ہوسکتی۔ یورپ میں دن رات نئی نئی ایجادیں ہوتی رہتی ہیں نئی نئی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ پرانی باتیں غلط ثابت ہوتی رہتی ہیں۔ مثلاً شروع شروع میں وہاں بھی لوگ یہی سمجھتے تھے کہ بیماری براہ راست اللہ کی بھیجی ہوئی ہے اُس کا علاج بھی کرنا گویا نعوذ باللہ اللہ کا مقابلہ کرنا ہے۔ گو اصل مسبب الاسباب تو اللہ ہی ہے۔ مگر چیزوں میں اثر بھی تو اُسی نے رکھا ہو۔ سنکھیا میں یہ اثر رکھا کہ اگر کوئی کافی مقدار میں کھالے تو مرجائے۔ آگ میں یہ اثر رکھا کہ جلا دیتی ہے گندگی میں ہیضہ کے جراثیم پیدا کئے جو انسان کو مار ڈالتے ہیں۔ اللہ ہی نے ان آفتوں سے بچنے کے طریقے بتائیے علم دیا عقل دی حکمت دی۔ علم کا جاننا مسلمان مرد اور عورت پر فرض کیا۔ عالم کو بڑا درجہ دیا۔ پھر جو نہ جانے وہ بھگتے۔

میں یہ دیکھتی ہوں کہ ہندوستان میں اکثر بیبیاں یہ سمجھتی ہیں کہ وہ سب کچھ جانتی ہیں ان کو کسی بات کی ضرورت نہیں۔ اگر ان کو کوئی بات بتائی جاوے تو کہتی ہیں کہ یہ ہمارا ملک ہے ہم جانتے ہیں کہ ہمارے لئے کیا مفید اور کیا مضر ہے۔ ہر ملک کا الگ الگ حال ہے۔ یہ بات بہت کہی جاتی ہے کہ جرمنی میں یورپ میں ایسا ہوگا یہ ہندوستان ہے جو بات جرمنی یا یورپ میں درست ہے ہندوستان میں ضروری نہیں کہ درست ہو۔ بعض باتوں میں یہ صحیح ہو ہر بات میں صحیح نہیں۔ بھوک وہاں بھی لگتی ہے اور کھانے سے پیٹ بھر جاتا ہے۔ وہاں بھی پیاس لگتی ہے اور پانی پیاس بجھا دیتا ہے۔ سنکھیا وہاں بھی زہر ہے اور ہندوستان میں بھی۔ گندگی وہاں بھی بیماری پیدا کرتی ہے اور یہاں بھی۔ سردی میں گرم کپڑا یہاں بھی بدن کی حفاظت کرتا ہے اور وہاں بھی۔ آگ وہاں بھی گرم ہے اور یہاں بھی۔ برف وہاں بھی ٹھنڈی اور یہاں بھی۔ جو درجہ حرارت یہاں تندرستی کا ہے وہاں بھی۔ ایک منٹ میں جتنی دفعہ سانس کا چلنا وہاں بیماری کی علامت ہے یہاں بھی۔ نمونیہ کا مرض جیسا یہاں ہوتا ہے وہاں بھی۔ جو علاج وہاں ہے وہی یہاں بھی۔ جو جہالت اور ذہنیت یہاں ہے ایسی ہی پہلے وہاں بھی تھی جس ذہنیت کے لوگ بہت سے یہاں ہیں وہاں بھی اب تک ملتے ہیں۔ جادو اور ٹوٹکے کے ماننے والے لوگ وہاں بھی اب تک ملتے ہیں۔ کرامات کا یقین کرنے والے وہاں بھی موجود ہیں میرے شوہر کے بڑے بھائی کے پاس جرمنی سے ایک عورت کا خط آیا ہے جس میں اُس نے لکھا ہے کہ مجھکو معلوم ہوا ہے کہ میرے مرے ہوئے باپ کو آپ زندہ کر سکتے ہیں مہربانی فرما کر توجہ کیجئے۔ یورپ اور ہندوستان میں فرق یہ ہے کہ جو حالت آج کل یہاں ہے وہ وہاں بھی تھی مگر اب عرصہ سے گذر چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ "شاید تم کو ایک چیز ناپسند ہو مگر وہ تمہارے لئے بہتر ہو۔ اور شاید تم کو ایک چیز اچھی معلوم ہوتی ہو اور وہ تمہارے لئے بری ہو" اسی آیت میں تمام ترقی کا راز ہے۔ اگر کوئی آدمی کہے کہ کھانے کے بعد تربوز کھاؤ تو فوراً یہ کہہ دینا کہ یہ بہت مضر ہے بڑی حماقت ہے اور یہ کہنا کہ عرب وشام میں مضر نہ ہو ہندوستان میں تو مضر ہے اور بھی حماقت ہے۔ بلکہ چاہیئے یہ کہ آدمی سوچے سمجھے حکیم سے ڈاکٹر سے پوچھے کہ مضر ہے تو کیوں؟ اور مفید ہے تو کیوں؟ ایک وہم سے یہ نہ کہو کہ ہمارے ملک میں تو مضر ہے وہاں نہ ہوگا۔ میں دیکھتی ہوں کہ کھانے پینے کے متعلق ہندوستان میں بہت ہی غلط خیالات ہیں۔ اس کی وجہ سے شاید ہی کوئی تندرست ہو۔ جہاں چار پانچ بچے ہیں وہاں بیماری دائمی رہتی ہے۔

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ اللہ بڑا بول نہ بلوائے۔ آج چھ سال ہندوستان میں آئے ہوئے ہوگئے اللہ کے فضل سے مجھ کو میرے شوہر کو اور میرے تینوں بچوں میں سے کسی کو معدہ کا مرض نہیں ہوا۔ گو ہمیشہ کھانے کے بعد تربوز کھایا۔ کھانسی میں نیبو اور نارنگی ہی کھلا کر اچھا کیا۔ تیل کا کھلایا بخار میں ٹھنڈے پانی کا کپڑا نچوڑ کر سینہ اور کمر اور پیٹ پر لپیٹا اور فوراً پسینہ آکر اللہ کے حکم سے بخار جاتا رہا۔ ہیضہ کے زمانے میں کھیرا۔ ککڑی خربوزہ اور جو جو لوگوں نے منع کیا کھایا اور بچوں کو کھلایا اللہ نے ہمیشہ فضل رکھا۔ ہاں بیماریوں کے اسباب معلوم کئے۔ صفائی کا خیال رکھا ہیضہ کے زمانے میں خاص کر صفائی کا خیال کیا۔ ہیضہ کا سبب صرف جراثیم (نہایت ہی ننھے ننھے کیڑے جو آنکھ سے دکھائی بھی نہیں دیتے) ہوتے ہیں جو نہایت کمزور اور ضعیف اور ناتوان ہوتے ہیں گندگی میں پیدا ہوتے ہیں اور وہیں نشو ونما پاتے ہیں۔ ایک جرمنی ڈاکٹر مسمی کوخ نے ہندوستان کے ایک تالاب میں سب سے پہلے پتا لگایا تھا۔ ہوا اور روشنی اور دھوپ میں یہ کیڑے دیر تک زندہ نہیں رہ سکتے اگر بمشکل منہ تک پہنچ جاتے ہیں تو اکثر منہ کے لعاب میں جو ترش رس ہوتا ہے اُس سے اکثر ہلاک ہو جاتے ہیں اگر وہاں سے بچ کر معدہ تک پہنچے تو پھر معدہ میں جو ترش رس ہوتے ہیں اور جو کھانے کے ہضم کرنے میں مدد دیتے ہیں وہ ان کیڑوں کو مار دیتے ہیں اگر یہاں سے بچ کر یہ کیڑے آنتوں میں سلامتی سے پہنچ جاتے ہیں تو پھر وہاں اُن کی تعداد بڑھتی ہے اور بہت جلدی چند کیڑوں سے کروڑہا بن جاتے ہیں اور آدمی کو ہیضہ ہو جاتا ہے۔ اگر آدمی ہیضہ کے زمانے میں پھلوں کو ترکاری کو پوٹاسیم پرمانگنیٹ (جو آنہ کا مہینوں کے لئے کافی ہوتا ہے) سے دھولے تو کیڑے ہیضہ کے مر جاتے ہیں۔ پھر اگر جیسے پہلے دستور تھا کھانے کے ساتھ سرکہ یا نیبو کھائے تو یہ بھی اُن کیڑوں کو مار دیتے ہیں۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو بھی معدہ کے رس اُن کیڑوں کو مار دیتے ہیں لیکن اگر کھانا کھانے میں بار بار پانی پی لیا تو وہ رس پتلے ہو جاتے ہیں اور ان میں قوت کم ہو جاتی ہے۔ ککڑی۔ کھیرے۔ خربوزے وغیرہ کا قصور نہیں۔ قصور یہ ہے کہ معدہ میں جو دشمنوں سے لڑنے کی طاقت ہوتی ہے اُس کو ...لب غذائیں کھا کر کمزور کر دیا جاتا ہے۔ یہ میں نے ایک مثال دی ہے۔

دوسری ایک مثال اور ہے آج کل مئی ہے گرمی کا زمانہ ہے بہت سے ہندوستانی گھروں میں شروع اپریل سے

برف کا استعمال ہوتا ہے ہمارے ہاں برف اب تک نہیں آئی۔ احتیاط اور سلیقے سے پانی ٹھنڈا رکھا جاسکتا ہے بہت سے گھڑوں میں ہمیشہ باسی ٹھنڈا پانی ہر وقت ملتا ہے۔ لوگوں کو یہ معلوم نہیں جس طرح گلے اور ناک میں زکام ہوجاتا ہے تو معدہ پھر کھانا اچھی طرح ہضم نہیں کرسکتا یہی وجہ ہے کہ اکثر آج کل معدے خراب رہتے ہیں۔ پرسوں میں نے ایک بی بی کو کہتے سنا کہ بوا میں تو جب تک برف کا پانی نہ پیوں کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ ان کی جہالت پر بڑا افسوس ہوا۔ ایسی ایسی ہزاروں مثالیں ہیں۔ اللہ کا علم بڑا ہے کسی کو علم کے سمندر میں سے ایک قطرے کے برابر بھی علم نہیں مگر ہر بندہ علم بڑھا سکتا ہے لیکن اگر ایک شخص یہ سمجھے کہ مجھ کو سب کچھ آتا ہے مجکو کسی بات کی ضرورت نہیں تو اللہ ہی اس کا نگہبان ہے۔ ابھی علیگڈہ میں یونیورسٹی کے ڈاکٹر صاحب نے ایک کورس کا اعلان کیا تھا جس میں وہ بچوں کی پرورش کے متعلق تعلیم دیتے مجھ کو سن کر بڑا تعجب ہوا جب مجھے معلوم ہوا کہ بعض بیبیوں نے یہ کہا کہ ہمیں سب کچھ آتا ہے گو میں جانتی ہوں کہ ان کو الف کے نام بے بھی نہیں معلوم۔ مگر مجکو بڑی خوشی ہوئی میں نے اپنا نام فوراً دیدیا۔ لیکن یہ کورس شروع نہیں ہوا۔ غالباً کافی نام نہیں پہنچے۔

اللہ نے بڑی بڑی نعمتیں دی ہیں۔ کیسے کیسے لذیذ اور مفید پھل پیدا کئے ہیں مگر بندہ ایسا ناشکرا اور جاہل ہے کہ اپنی جہالت سے اپنا نقصان کئے چلا جاتا ہے۔ اللہ نے ہر بیماری کی دوا پیدا کی ہے ہر ملک اور ہر موسم کے لحاظ سے پھل پیدا کئے ہیں۔ مگر بندوں نے اپنی محرومیٔ قسمت سے یا شاید کسی گناہ کے عذاب اور سزا کی وجہ سے حلال کو اپنے اوپر حرام کرلیا ہے۔ گرمی میں تربوز بنایا اور پھر گرم ملک میں پیدا کیا انگلستان اور جرمنی میں تربوز نہیں ہوتے۔ گرمی سے حفاظت کے لئے اُس کا چھلکا خوب موٹا بنایا۔ مگر کسی کی محرومیٔ قسمت کو کوئی کیا کرے کہ اُس کی عقل نے یا کسی شیطان نے کسی حکیم کی شکل میں یہ بتادیا کہ تربوز بادی ہوتا ہے۔ اب آم آگئے ہیں مگر ابھی بارش شروع نہیں ہوئی جن کی قسمت میں کم آم کھانے لکھے ہیں اُن کو یہ سمجھا دیا ہے کہ بارش سے پہلے یا تو آموں میں پورا مزا نہیں یا مضر ہیں۔ میں تو چھ سال سے برابر آم کھا رہی ہوں بارش سے پہلے بھی مزیدار اور بعد کو بھی مزیدار اور اللہ کے فضل سے کبھی آم کھانے سے کوئی بیماری نہیں ہوئی۔ پھنسیاں نہیں ہوئیں دست نہیں آئے گو بعض وقت بہت سارے آم بھی کھائے۔ ہاں بعض پھل ایسے ہوتے ہیں جن میں ٹکڑیت (سیلولائڈ) کا مادہ ہوتا ہے جن پر اگر پانی پیا جاوے تو وہ مادہ پیٹ میں پھول جاتا ہے اور مضر ثابت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے قانون بنادئے ہیں جن کا جاننا ضروری ہے۔ جو ان کو نہیں کھا جانتا ہو اللہ تعالیٰ نے جو کچھ زمین اور آسمانوں کے بیچ میں ہے اُس کو اس کے لئے تسخیر کردیا ہے۔ میں اپنے شوہر کی ممنون ہوں جنہوں نے میرے خیالات لکھ دیا ہے۔

فاطمہ خیری برلنی (جرمنی) حال مسلم یونیورسٹی علیگڈہ

متعدی اور وبائی امراض سے بچنے کی تدابیر

از کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب ۔ ایم۔ اے۔ آئی آر اوا ین آر پی ایس (گلاسگو) ایل ایم (ڈبلن) وغیرہ وغیرہ ڈویژنل میڈیکل افسر سٹیٹ ریلوے

موت وزیست، مرض وصحت اللہ کی طرف سے ہیں، بلاشبہ ایسا ہی ہے۔ ایک کالا زہریلا سانپ آپ کی طرف آتا ہو۔ آپ فوراً اچھلتے ہیں، کودتے ہیں، بھاگتے ہیں اور ہر ممکن تدبیر کرتے ہیں کہ آپ اُس سے محفوظ رہیں۔ آپ یہ خوب سمجھتے ہیں کہ اگر سانپ نے ڈس لیا تو خیریت نہیں ہے۔ ایک جاہل اور بیوقوف بھی سانپ سے بچنے کی تدبیریں کرتا ہے۔ موت وزیست اللہ کے ہاتھ ہے، پھر آپ سانپ سے کیوں بھاگتے ہیں۔ کاٹ لینے دیجئے، موت ہوگی تو مر جائے گا ورنہ خیر۔

جب ہم کہتے ہیں کہ چیچک کا ٹیکہ لگوا لیجئے، ہیضہ کا انجیکشن لگوا لیجئے، دق کے مریض کے کھانے پینے کے برتن علیحدہ کر دیجئے اور اُس کے سانس اور تھوک سے بچنے کی تدابیر کیجئے، مچھروں سے بچنے کے لئے جالی لگا کر سویئے تو آپ ہنس کر فرماتے ہیں موت وزیست اللہ کے ہاتھ ہے، ان جھگڑوں سے کیا ہوتا ہے۔ یقین جانیئے کہ صرف جہالت آپ سے ایسی غیر ذمہ دارانہ بات کہلواتی ہے، چونکہ سانپ کے زہر سے سب لوگ خوب واقف ہیں اس لئے اُس سے بچنے کی خواہش زوردار ہوتی ہے۔ متعدی اور وبائی امراض کے خطرات اس قدر نمایاں نہیں ہوتے اور ان کے پیدا ہونے کے طریقوں سے آپ بخوبی واقف نہیں اس لئے ان سے محفوظ رہنے کے طریقوں کا آپ مذاق اُڑاتے ہیں اور ان پر اعتبار نہیں کرتے۔ آیئے آپ کو چند مہلک امراض کے متعلق کچھ بتائیں۔

ملیریا (موسمی بخار) جاڑا بخار ہمارے ملک میں ایک عام مرض ہے اس کو کوئی اہمیت بھی نہیں دی جاتی لیکن ہندوستان میں جس قدر اموات اس بخار ملیریا سے ہوتی ہیں وہ ہیضہ اور طاعون اور دیگر تمام امراض سے کہیں زیادہ ہوتی ہیں، ہندوستان میں ہر سال تقریباً دس بارہ لاکھ آدمی ملیریا سے مرتے ہیں، مالی نقصان صحت کا خراب ہو جانا اور دیگر مصیبتیں جو ملیریا کی وجہ سے ہوتی ہیں اُن کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ یونان اور روم کی تہذیب وترقی کے زوال کا سب سے بڑا باعث ملیریا تھا۔ ہندوستان میں کمزوروں کی بہتات کے اسباب میں ایک بڑا سبب ملیریا بھی ہے۔

ملیریا کیسے ہوتا ہے مچھر ملیریا کے مریض کے خون سے جراثیم حاصل کر کے جب کسی تندرست آدمی کو کاٹتا ہے تو اس کے جسم میں ان جراثیم کو ڈال دیتا ہے اور آٹھ دس روز بعد اُس تندرست آدمی کو بھی بخار آنے لگتا ہے۔ اگر کسی دوا کے ذریعہ تمام ہندوستان کے مریضوں کے خون میں ملیریا کے جراثیم ہلاک کر دیئے جائیں، یا پھر تمام مچھر غارت ہو جائیں تو ملیریا سے نجات حاصل ہو سکتی ہے، لیکن یہ فی الحال ممکن نہیں، اس لئے یہ کوشش کرنا چاہیئے کہ ہمیں مچھر نہ کاٹ سکیں اور گھر میں جہاں تک ہو سکے مچھر نہ آنے پائیں۔ ساتھ ہی اگر کسی کو ملیریا بخار گھر میں آجائے تو اُس کو ہر وقت مچھر دانی میں رکھیں تاکہ مچھر اُس کے خون سے جراثیم حاصل کر کے دوسروں کو بھی ملیریا نہ لگا دیں۔ مریض کا علاج بھی اس قدر معقول کرائیں کہ تندرست ہو جانے پر بھی وہ دوسروں کے لئے خطرناک نہ ثابت ہو سکے۔ مریض کے خون میں ملیریا کے جراثیم دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو بخار پیدا کرتے ہیں اور دوسرے وہ جو بخار سے چلے جانے کے بعد بھی خون میں رہتے ہیں اور جن کو مچھر خون سے حاصل کر کے ملیریا کو دوسروں تک پہنچاتے ہیں۔ کونین بخار کے جراثیم کو مار دیتی ہے لیکن ملیریا پھیلانے والے جراثیم کونین سے ضائع نہیں ہوتے ان کو مارنے کے لئے ایک دوا پلاسموکین [illegible] ضروری ہے۔

احتیاط جب ملیریا پھیل رہا ہو تو رات کو بستر میں جالی لگا کر سویئے اور سوتے وقت یہ بھی دیکھ لیجئے کہ مچھر جالی میں گھس تو نہیں آئے ہیں۔ دن میں بھی مچھروں سے بچئے۔ شام کو بچنے کے لئے سنگترہ کا تیل نکلے ہوئے جسم کے حصوں پر لگا لیجئے۔ لوبان وغیرہ کے دھوئیں سے بھی مچھر بھاگتے ہیں اس لئے شام کو لوبان سلگا کر کمرے سے مچھروں کو بھگا دیجئے۔

مچھروں سے جنگ مچھر اندھیری اور نم جگہ میں رہنا پسند کرتے ہیں لٹکے ہوئے کپڑوں اور پردوں کے پیچھے دن میں چھپ رہنا انہیں بہت مرغوب ہے۔ سفید اور زرد رنگ سے بڑے گھبراتے ہیں اس لئے پردے وغیرہ زرد رنگ کے ہوں تو بہتر ہے۔ کپڑوں کو ہرگز کمرے میں نہ لٹکایئے۔ صندوقوں، الماریوں اور ایسی ہی دیگر سامان کے پیچھے اتنی جگہ رکھئے کہ وہ صاف کی جا سکے۔ ان کے پیچھے مچھر دن بھر آرام کرنے کے عادی ہیں۔ کمروں میں مچھروں کو مارنے کی بہت سی ترکیبیں ایجاد ہوئی ہیں۔ سب سے آسان یہ ترکیب ہے کہ چند گھڑوں کو اندر سے کالا اور اوپر سے سفید کر لیجئے اور گھر کے مختلف کونوں میں رکھ دیجئے مچھر اس میں پناہ لینے کے لئے داخل ہو جائیں گے یہ آپ کے قیدی ہیں ان کو ضائع کر دیجئے باقی جو کمرے میں بچیں ان کے لئے کمرے کو بالکل بند کر کے فلٹ یا ایسی ہی کوئی اور دوا چھڑک دیجئے۔ پندرہ منٹ کے بعد تمام مچھر آپ کو فرش پر مردہ اور نیم مردہ پڑے ہوئے ملیں گے آپ ان کو جھاڑ کر چولہے میں ڈال دیجئے۔

بجلی کی ایسی مشین بھی ایجاد ہوئی ہے کہ جس کی روشنی کی طرف لاکھوں کی تعداد میں مچھر آ جاتے ہیں نزدیک آتے ہی اس مشین کے پنکھے کی ہوا ان کو کھینچ کر گرفتار کر لیتی ہے دوسری طرف بجلی ہی کے شعلے ان کو ضائع کر دیتے ہیں۔

اٹیبرین اور پلازموکوئین دو ایسی دوائیں ایجاد ہوئی ہیں کہ ان کے صحیح استعمال کے بعد کسی کو ایک دو دن سے زیادہ ملیریا کے بخار میں مبتلا نہیں رہنا چاہیئے۔

چیچک اس بیماری کے نتائج سے کون واقف نہیں۔ بچپن میں اندھا بنا دینے والی بیماریوں کی یہ سرتاج ہے۔ اگر کوئی اس مرض سے بچ جاتا ہے تو اندھا، بہرا، گونگا اگر نہیں ہو جاتا تو کم از کم ہمیشہ کے لئے داغدار تو ضرور ہو جاتا ہے۔ لڑکیوں کے لئے یہ بیماری ایک بلائے آسمانی ہے۔ اس سے بچنے کے لئے جس قدر بھی کوشش کی جائے کم ہے۔ یہ بیماری بڑی خراب ہے لیکن اس سے بچنا بہت آسان ہے۔

چیچک کے ٹیکہ کی ابتدا ایک زمانہ ہوا ولایت کے ایک گاؤں میں بڑے زور سے چیچک پھیلی۔ سب گاؤں والے اس مرض میں مبتلا ہوئے لیکن جو لوگ گایوں کا دودھ نکالتے تھے بچ گئے۔ ڈاکٹر جینر کو اس مشاہدے سے بڑی حیرت ہوئی انہوں نے اس کی وجہ معلوم کی تو یہ ظاہر ہوا ہے کہ گائے کی چیچک کا مواد اگر کسی کے جسم میں داخل ہو جاتا ہے تو اس کو چیچک سے نجات مل جاتی ہے۔ اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے بہت تجربات کئے گئے اور آج چیچک کا ٹیکہ اس موذی مرض سے بچنے کا بڑا مفید ذریعہ ہے۔

یہ خیال کہ چھوٹے بچوں کو ٹیکہ نہیں لگانا چاہیئے غلط ہے جب بچہ سات دن کا ہو جائے تو ٹیکہ لگوا دینا چاہیئے۔ ٹیکہ اگر ابھر آئے تو کامیاب تسلیم کیا جاتا ہے اور اگر نہ ابھرے تو پھر لگوانا چاہیئے اس کا اثر تین سے پانچ سال تک رہتا ہے اس لئے بہتر ہے کہ ہر تیسرے سال ٹیکہ لگوایا جائے اور وہ ٹیکہ اگر صحیح طریقہ سے لگوایا جائے اور نہ ابھرے تو مضائقہ نہیں اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ چیچک سے بچنے کی قوت موجود ہے۔ ایک یہ خیال بھی عام ہے کہ جس زمانہ میں چیچک پھیلی ہوئی ہو ٹیکہ نہیں لگوانا چاہیئے بہت غلط ہے اگر چیچک کا ٹیکہ پہلے کبھی نہیں لگوایا گیا ہو تو چیچک کا زور ہوتے ہی ضرور لگوا دینا چاہیئے۔

چیچک کے لئے دوسری احتیاطیں

چیچک کے مریض کو فوراً سب سے علیحدہ ایک کمرہ میں رکھنا چاہئے اُس کے برتن کپڑے اور ہر استعمال کی چیز علیحدہ کر دینا چاہیئے، ضرورت سے زائد لوگوں کو اس کے پاس نہیں جانے دینا چاہیئے۔ اس کی بڑی احتیاط رکھنا چاہیئے، مکھی کسی طرح بھی مریض کے جسم پر نہ بیٹھنے پائے، کمرے میں ایک بھی مکھی نہ ہو۔ بازار میں چار آنہ کا مکھی مار آتا ہے، کمرے کی تمام مکھیوں کو اُس سے مار دینا چاہیئے۔ کمرے میں ہوا اور روشنی آنے دینا چاہئے روشنی کو پردے وغیرہ سے سُرخ کر دینا بہتر ہوتا ہے سُرخ روشنی میں مریض کو رکھنے سے داغ کم پڑتے ہیں، یہ خیال کہ چیچک کے مریض کو دوا نہیں دینا چاہیئے بالکل غلط ہے چیچک کے لئے کوئی خاص دوا نہیں ہے لیکن جو جو خطرناک علامات اِس بیماری کے دوران میں نمایاں ہوتی جائیں اُن کا علاج کرنا ازبس ضروری ہے، بدن پر کاربالک ملا ہوا تیل ضرور لگانا چاہیئے۔ اور خصوصاً جس وقت کھرنڈ گرنے لگیں۔ یہ خشک کھرنڈ جب تک تمام نہ گر جائیں مریض سے دوسرے لوگوں کو بیماری لگ جانے کا اندیشہ رہتا ہے تیل لگا دینے سے خشک کھرنڈ جو ہوا میں منتشر ہو کر بیماری کو پھیلا سکتے ہیں ایک جگہ جمع کئے جا سکتے ہیں تاکہ ان کو بے ضرر کر کے کہیں جلا دیا جائے۔

چیچک کی بیماری کی اطلاع گورنمنٹ کے محکمۂ حفظانِ صحت کو کر دینا قانوناً لازمی ہے

چھوٹی چیچک (منیرل)

یہ متعدی بیماری عموماً سردی جا کر گرمی آنے لگتی ہے تو ظہور پذیر ہوتی ہے۔ بارہ برس سے کم عمر کے بچوں کو ستاتی ہے۔ گھر میں اگر ایک بچہ کو ہو جائے تو اچھی خاصی احتیاط کے بعد بھی تقریباً تمام بچوں کو ہو کر رہتی ہے، ابتدا میں بچہ کو چھینکیں آتی ہیں اور بخار ہو جاتا ہے اُس کے بعد ناک اور آنکھوں سے پانی نکلنے لگتا ہے اور سُرخی بھی آ جاتی، دو تین دن کے بعد تمام بدن پر سُرخ چھوٹے دانے ہو جاتے ہیں، جب خوب دانے نکل آتے ہیں تو بخار کم ہو جاتا ہے، اگر احتیاط کافی کی گئی ہو تو بچہ آٹھ دس دن میں تندرست ہو جاتا ہے ورنہ کھانسی باقی رہ جاتی ہے اور نمونیہ یا دیگر پھیپھڑے کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

جب یہ بیماری پھیل رہی ہو یا گھر میں کسی ایک بچہ کو ہو جائے تو باقی تمام بچوں کو کہیں ہٹا دینا چاہیئے یا کم از کم بیمار بچہ کے قریب تک نہیں آنے دینا چاہیئے، سب بچوں کو نمک کے پانی سے صبح و شام غرارہ کرانا چاہیئے اور ناک میں دو قطرے کڑوا تیل اور زیتون کا تیل ہموزن ملا کر صبح و شام ٹپکا دینا ضروری سمجھنا چاہیئے، اسپرین اور کینین کی عمر کے مطابق کسی ڈاکٹر سے پڑیاں بنوا کر بچوں کو احتیاطاً دیدینا چاہئے۔ بیمار بچوں کو کسی ہوشیار ڈاکٹر کی احتیاط میں رکھنا چاہیئے تاکہ وہ پھیپھڑے کی بیماریوں سے بچا سکے۔ یہ مرض خسرہ سے جس کو ڈھائی دن کی چیچک کہتے ہیں مختلف ہے، خسرہ کچھ زیادہ خطرناک نہیں ہوتی ہے لیکن "منیرل" اگر بگڑ جائے تو بچہ کو مدت کے لئے مریض بنا دیتی ہے۔

ہیضہ (کالرا)

اس مہلک مرض سے کون واقف نہیں۔ یہ قے اور دست کی صورت میں نمایاں ہو کر مریض کو چوبیس سے اڑتالیس گھنٹے کے اندر مار دیتا ہے۔ قے و دست کے ذریعہ انسان کے جسم سے اس قدر پانی نکل جاتا ہے کہ دراصل مریض خشک ہو کر مر جاتا ہے کالرا کے جراثیم کھانے پینے کی چیزوں کے ذریعہ شکم اور آنتوں میں داخل ہو کر خرابیاں پیدا کرتے ہیں، مریض کے قے و دست میں لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں کالرا کے جراثیم ہوتے ہیں۔ مکھیاں مریض کے قے اور دست پر بیٹھ کر دوسروں کے کھانے پینے کی چیزوں میں یہ جراثیم پہنچا دیتی ہیں۔ گندے ہاتھ پانی یا دودھ یا برتنوں میں لگ جاتے ہیں ان کے ذریعہ بھی یہ جراثیم پھیل سکتے ہیں، ایکی ترکاریاں بھی گندے پانی کے ذریعہ یہ جراثیم پہنچ سکتے ہیں اور ان کے کھانے سے کالرا ہو سکتا ہے۔

ہیضہ کا انجکشن

جب ہیضہ پھیلا ہوا یا ہیضہ کا موسم ہو تو ہیضہ کا انجکشن لگوانے سے چار سے چھ ماہ کے لئے ہیضہ سے نجات مل جاتی ہے لیکن انجکشن لگوایا ہو یا نہیں دیگر احتیاطیں بھی بہت ضروری ہیں۔

[illegible]

کھا لینا چاہئے۔ پانی کو ابال کر پینا چاہیئے۔ ترکاریوں اور گوشت کو کنویں میں ڈالنے کی لال دوا پوٹاشیم پرمیگنیٹ کے پانی سے دھو لینا چاہیئے۔ کچی ترکاریوں اور پھلوں کے کھانے سے احتراز کرنا چاہیئے۔ دودھ بغیر ابالے ہوئے نہیں استعمال کرنا چاہیئے دہی اگر گھر میں نہ بنایا گیا ہو تو ہرگز نہیں کھانا چاہیئے۔ بازار کی اشیاء خوردنی سے پرہیز ضروری ہے۔ ملائی کا برف وغیرہ بچوں کو خرید کر نہیں کھانے دینا چاہئے۔ کھانے کی چیزوں اور برتنوں کو مکھیوں سے بچانا بیحد ضروری ہے۔ کھانے سے پہلے خوب صابن سے ہاتھ دھو لینے چاہئیں، ملازموں اور باورچی خانہ کی صفائی کا خاص طور پر لحاظ رکھنا چاہیئے۔ اگر کسی کو گھر میں دست آجائے یا متلی ہونے لگے تو فوراً کافور کے عرق کے دس قطرے پلا دینے چاہئیں، کافور کے بعد آدھ گھنٹہ تک پانی نہیں دینا چاہئے۔ اگر قے ہو جائے یا دو ایک دست آجائیں تو فوراً کسی ہوشیار ڈاکٹر سے مشورہ کر لینا چاہئے تاکہ اگر کالرا ہو تو ابتدا ہی سے تشخیص کی جا سکے۔ اگر کسی کو ہیضہ ہو جائے تو اس کی قے اور دست کو فنائل یا بلا بجھے ہوئے چونے میں ملا کر ڈھک کر رکھنا چاہیئے۔ تاکہ مکھیاں ان پر بیٹھ کر دوسرے لوگوں میں نہ پھیلا دیں فوراً کسی ہوشیار ڈاکٹر کو بلا لینا چاہیئے کیونکہ ایسے مریض کے لئے ہر ہر گھنٹہ کی دیر خطرناک ہوتی ہے۔ آج کل ہیضہ کے قریب المرگ مریض کو بھی نس د ورید میں نمک کا پانی بھر کر صحتیاب کیا جا سکتا ہے اس لئے ناامید نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ کوشش یہ ہو کہ کسی ہسپتال کے بڑے ڈاکٹر کو فوراً بلا لیا جائے جس گھر میں کالرا کا ایک مریض بھی ہو اس گھر اور آس پاس والوں کو چاہیئے کہ فوراً ہیضہ سے بچنے کا انجیکشن لگوا لیں۔ موت و زندگی اللہ کے ہاتھ ہے لیکن میں پھر کہتا ہوں کہ یہ احتیاط بیحد ضروری ہے۔

میعادی بخار (ٹائیفوئڈ) یہ متعدی بخار جس کی میعاد اکیس سے ۲۸ دن تک ہوتی ہے جب ایک دفعہ شروع ہو جائے تو دن رات میں کسی وقت بھی نہیں اُترتا جب تک اُس کی میعاد نہ پوری ہو جائے۔ یہ بہت خطرناک بخار ہے اس کا اثر انتڑیوں پر بہت بُرا پڑتا ہے۔ انتڑیوں میں زخم ہو جاتے ہیں جن میں سے خون نکل کر خطرناک ثابت ہوتا ہے یا انتڑی پھٹ جاتی ہے۔ سرسامی کیفیت بھی عام طور پر ہوتی ہے اور زیادہ روز بستر پر پڑے رہنے سے پھیپھڑوں میں سوزش اور بدن پر جگہ جگہ وغیرہ پر زخم بھی ہو جاتے ہیں۔ متعدی بخار کے جراثیم مریض کے پیخانہ اور پیشاب میں کثرت سے ملتے ہیں، کھانے پینے کی چیزوں میں مکھی کے ذریعہ یا گندے ہاتھ لگ جانے سے یہ جراثیم پیٹ میں چلے جاتے ہیں۔ اور میعادی بخار دوسرے شخص کو اس طرح لگ جاتا ہے کسی کو میعادی بخار آ جائے تو اس بات کا پورا یقین ہو جانا چاہیئے کہ کسی نہ کسی طرح کسی پرانے مریض کی گندگی اس نئے مریض کے پیٹ میں پہنچ گئی ہے۔ اس قسم کے میعادی بخار کی تین قسمیں ہیں۔ پیرا ٹائیفائڈ اے اور بی اور ٹائیفائڈ، اول الذکر دو اقسام کم خطرناک ہوتی ہیں اور بخار بھی پانچ سے پندرہ روز تک رہتا ہے ٹائیفائڈ کا بخار تین ہفتہ سے بارہ ہفتہ تک رہ سکتا ہے۔

میعادی بخار کا انجیکشن فوج کے سپاہیوں کے لئے یہ انجیکشن میعادی بخار سے بچنے کے لئے جیسا دیا جاتا ہے اس کے کامیاب ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہا ہے۔ اگر ٹی۔ اے۔ بی انجیکشن کی ایک خوراک کا انجیکشن لگا دیا جائے تو ایک سال تک میعادی بخار سے نجات مل جاتی ہے۔ اگر ایک خوراک کے دس روز بعد آدھی خوراک اور لگوا لی جائے تو ڈیڑھ سال تک انسان اس مرض سے محفوظ رہتا ہے۔ اسکول میں جانے والے طلباء و طالبات اور ہر وقت سفر میں رہنے والے حضرات، حج کے جانے والے لوگوں اور جہاں میعادی بخار کا زور ہوا کرتا ہو تو یہ انجیکشن بیحد مفید ہوتا ہے۔

دیگر احتیاطیں ہیضہ کی طرح میعادی بخار سے بچنے کے لئے بھی مکھیوں سے کھانے پینے کی اشیاء اور برتن محفوظ رکھنے چاہیئں جیسے ہی کسی کو میعادی بخار کا شبہ ہو جائے تو مریض کے پیشاب و پاخانے کو کاربالک کے لوشن یا فنائل میں ملا کر ساتھ جلا دینا یا ضائع کرا دینا چاہیئے۔ ادھر اُدھر پھینک دینے سے دوسروں کو یہ مرض لگ سکتا ہے، مریض کو علیحدہ کمرے میں رکھنا چاہیئے اور مریض کے کھانے پینے کے برتن اور بستر اور کپڑے بالکل علیحدہ رکھے جائیں جن کے استعمال کے

پکانے اور کھلانے کا انتظام ہو اُنہیں ممکن ہو تو مریض یا اُس کی چیزوں سے ہاتھ نہیں لگانا چاہیئے اور اگر مجبوری ہو تو مریض کے پاس سے آتے ہی خوب صابن سے ہاتھ دھو کر کاربالک لوشن میں چند منٹ تک ہاتھ ڈال لینے چاہئیں۔ کھانا پکانے اور کھانا کھلانے اور کھانے کے بعد بھی یہی احتیاط ہو اُس شخص کو کرنا چاہیئے کہ جو مریض کے پاس جاتا آتا ہو۔ مشرقی معاشرت میں کھانے کے پیشتر ہاتھ دھونا بیحد ضروری تسلیم کیا گیا ہے لیکن میرا تجربہ ہے کہ یہ ہاتھ دھونا ایک مذاق کی شکل اختیار کر چکا ہے ذرا سا پانی لے کر چار انگلیوں پر ڈال لیا یا صرف چنگی دھولی یا زیادہ سے زیادہ تمام ہاتھوں کو گیلا کر کے اور گندہ کر لیا اور بس۔ یہ ہرگز کافی نہیں ہے۔ کھانے سے پیشتر خوب اچھی طرح صابن سے ہاتھ دھونا چاہیئے۔ اور اگر لائف بائی کاربالک سوپ جس کی ایک بڑی ٹکیہ ڈھائی آنہ میں آجاتی ہے استعمال کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے کہ مریض کے کسی حصہ جسم سے یا کپڑوں اور پلنگ یا دیگر اشیاء سے ہاتھ لگانے کے بعد بھی ہاتھوں کا دھو لینا ضروری ہے۔ خود مریض کے لئے کسی ہوشیار ڈاکٹر کے مشورے میں رہنا بہت مشکلات سے نجات دلا دیتا ہے۔ اس مرض میں قبض کے لئے جلاب نہیں دیا جاتا ہے۔ ٹھنڈے پانی سے بدن کو صبح و شام بغیر مریض کو پریشان کئے ہوئے پونچھ دینا ضروری ہے مریض کو بستر پر کروٹیں بدلواتے ہوئے رکھنا لازمی ہے، چلنے پھرنے، پیشاب و پاخانہ کے لئے اٹھنے بیٹھنے کی سخت ممانعت ہونا چاہیئے۔ ابتدائے مرض میں ہر ممکن طریقہ سے مریض کی قوت کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرنا چاہیئے تاکہ آئندہ جب مریض کمزور ہونے لگے تو اس کی محفوظ قوت کام میں آسکے، سر پر برف رکھنے سے ہرگز نہیں گھبرانا چاہیئے۔ اس مرض میں سر پر برف رکھنا بہت ہی مفید ہوتا ہے۔ اور شدید درد سر سے نجات دلا دیتا ہے اور سرسامی کیفیت بھی نہیں ہونے پاتی۔ میعادی بخار کے مریض کی تیمارداری ایک بہت ہی ہوشیار نرس یا ڈاکٹر کا کام ہے مگر کے لوگوں کے لئے جب تک بہت ہی احتیاط و ذہانت سے کام نہ لیا جائے ایسے مریض کی تیمارداری آسان کام نہیں۔ اس لئے اس مرض سے بچنے کے لئے ہر ممکن احتیاط ہر سمجھدار کا کام ہونا چاہیئے۔

پیچش یہ مرض بہت معمولی سمجھا جاتا ہے لیکن اس قدر تکلیف دہ اور پریشان کن ہوتا ہے کہ مریض ہر وقت بے چین و بیقرار رہتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں ایک امی بک اور دوسری بیسیلری، امی بک خشک مقامات پر زیادہ ہوتا ہے اور مریض کو پاخانہ کے ساتھ مروڑ کے ساتھ خون اور آنوں دن میں آٹھ دس بار آتے ہیں اگر احتیاط نہ کی جائے تو متعدی ہو جاتی ہے اور مکمل علاج نہ کرنے پر جگر میں زخم ہو جاتا ہے۔ بیسیلری برسات کے موسم اور تر مقامات میں وبا کی طرح ہوتی ہے، مریض کو مروڑ کے ساتھ خون اور آنوں بیس پچیس بار سے پچاس ساٹھ بار تک ایک دن میں آجاتے ہیں، کمزوری بیحد ہو جاتی ہے۔ بخار ہو جاتا ہے اور مریض کو بڑی دقت کے بعد صرف خون اور آنوں کے علاوہ اور کچھ نہیں آتا ہے۔ یہ مرض بہت مہلک ہوتا ہے اور گھر میں اگر ایک کو ہو جائے اور کافی احتیاط نہ لی جائے تو دوسروں کو بھی لگ جاتا ہے اور کبھی کبھی پورے محلہ یا شہر میں پھیل جاتا ہے ان دونوں اقسام کی پیچش کا بالکل مختلف علاج ہے، امی بک میں "ایمٹین" اکسیر ہوتا ہے بیسیلری میں زہر۔

احتیاط پیچش کے جراثیم پاخانہ میں ہوتے ہیں، پانی یا کھانے میں یہ جراثیم لگ جانے سے پیچش ہوتی ہے اس لئے اگر پانی کو ابال کر پیا جائے اور کھانے کی چیزوں اور برتنوں کو مکھیوں سے بچایا جائے اور کھانے سے پیشتر ہاتھوں کو اچھی طرح دھو لیا جائے تو اس سے نجات مل جاتی ہے۔ بازار کی چیزوں سے برسات میں احتیاط لازمی ہے، دودھ دہی کی صفائی کا بیحد خیال رکھا جائے [illegible] وغیرہ کو بھی خوب دھو لیا جائے اور کچے پھل وغیرہ نہ کھائے جائیں، ہیضہ اور پیچش کے لئے یکساں احتیاطیں ہیں صرف [illegible] ابھی تک ایجاد نہیں ہوا ہے۔ ایک دوا جس کو بیک ٹیریوفاج کہتے ہیں اور جو مریض کے پاخانہ میں پائی جاتی ہے اور [illegible] پائی جاتی ہے [illegible] دوا تیار کی گئی ہے اس کو حسب ہدایت ڈاکٹر پیچش کے موسم میں استعمال

کی جائے تو بڑا فائدہ ہوتا ہے اور مرض کی شدت فوراً کم ہو کر افاقہ ہو جاتا ہے۔ یہ دوا اب تک ہیضہ، چیچک، اور چند اسی ہی دیگر بیماریوں کے لئے طیار ہو سکی ہے۔

تپ دق و سل۔ تعارف دق سے کون واقف نہیں، یہ موذی مرض ہندوستان کے نوجوان طبقہ کو ہلاک کرنے کے لئے خدائی قہر کی طرح ہم لوگوں میں گھس آیا ہے، اس سے نہ مرد بچتا ہے اور نہ عورت، یہ دو قسم کا ہوتا ہے، حیوانی اور انسانی، حیوانی دق کے جراثیم مریض میں گائے کے دودھ کے ذریعہ جسم میں پہنچ کر کنٹھ مالا، جوڑوں اور ہڈیوں کی بیماریاں اور پیٹ کے غدودوں کے بڑھ جانے کی شکل میں نمایاں ہوتا ہے، انسانی دق کے جراثیم عموماً مریض کے تھوک میں ہوتے ہیں مریض ہر جگہ تھوکتا ہے، یہ تھوک خشک ہو کر خاک میں مل جاتا ہے اور یہ جراثیم سے بھری ہوئی خاک ہمارے ناک اور منہ میں گھس جاتی ہے۔ گلے کے اندر دونوں طرف دو غدود ہیں جن کو چڑیاں یا ٹونسل کہتے ہیں یہ ان جراثیم کو پھیپھڑوں میں جانے سے روک لیتے ہیں اور خود بڑھ جاتے ہیں، یہاں تک کہ یہ کئی کئی بار بڑھتے اور گھٹتے رہتے ہیں۔ ان میں سوزش ہوتی رہتی ہے گلا آجاتا ہے۔ کبھی کھانسی ہو جاتی ہے اور کچھ زمانہ کے بعد ان میں پیپ پڑ جاتی ہے۔ ان ٹونسل میں سے جراثیم گردن کے غدودوں میں جا کر کنٹھ مالا، پیٹ میں جا کر انتڑیوں کے غدودوں کی بیماری اور پھیپھڑوں میں جا کر تپ دق پیدا کر دیتے ہیں اور جب یہی جراثیم پھیپھڑوں کی خون کی رگوں کو کھول دیتے ہیں اور منہ سے خون آجاتا ہے تو اس کو سل کہا جاتا ہے، دق کے جراثیم ہر شخص کے ناک منہ اور پھیپھڑوں میں چلے جاتے ہیں لیکن اگر اس شخص کو صاف ہوا ملتی ہو، اچھی خوراک اور کافی آرام میسر ہو، بدن قوی، سینہ چوڑا اور کشادہ ہو اور عام طور پر اچھی صحت ہو تو یہ جراثیم کچھ اثر نہیں کرتے اور دبے رہتے ہیں لیکن جہاں کوئی کمزور، تھکا ماندہ، تنگ سینہ والا شخص ملا کہ جو کمزور بھی ہو اور اس کو صاف ہوا بھی نہ ملتی ہو تو پھر یہ جراثیم اپنا کام شروع کر دیتے ہیں کبھی کبھی یہ کئی مہینے بلکہ کئی سال تک آہستہ آہستہ مریض کی صبح کی بھوک گھٹاتے، دل کی حرکت کو بڑھاتے، وزن کم کرتے اور معمولی کام کرنے کے بعد تھکن محسوس کراتے رہتے ہیں اور جب موقع مل جائے فوراً سخت حملہ کر کے بخار، کھانسی وغیرہ پیدا کر کے مہلک ثابت ہو جاتے ہیں۔ یہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ دق کا کوئی علاج نہیں یہ غلط ہے، دق جب اس قدر بڑھ جائے کہ بہت زیادہ بخار و کھانسی وغیرہ ہونے لگے تو عموماً علاج مشکل ہوتا ہے اور ہمارے معاشرتی حالات مریض کو جانبر نہیں ہونے دیتے لیکن اگر دق کی تشخیص جلد ہو جائے اور اچھے طریقے سے علاج کیا جائے تو کھانسی بخار کی نوبت ہی نہیں آتی اور مریض صحت یاب ہو کر بڑی عمر تک تندرست و توانا رہ سکتا ہے۔ میں ایسے لوگوں سے واقف ہوں جن کو جوانی میں دق ہوئی اور جن کی عمر اب ساٹھ اور ستر برس کی ہے اور تندرستی میں کوئی خاص فرق نہیں، میں ایک ایسے مریض سے بھی واقف ہوں کہ جن کو جوانی میں سل و دق ہوئی، اور پھر پچاس برس کی عمر میں ایک اور حملہ ہوا منہ سے خون آیا لیکن معقول علاج کے بعد آج ان کی عمر پچپن سال کی ہے اور اپنا کام کاج کرتے ہیں اور تندرست ہیں۔

عام احتیاطیں دق سے قوم کے بچے اور نوجوانوں کو بچانے کا سوال ایک بڑی قومی و سوشیل اہمیت رکھتا ہے، ہماری معاشرت و خانگی زندگی، عادات و مراسم کو اس بیماری کے ہونے اور پھیلنے اور ایک بار ہو جانے کے بعد مہلک ثابت ہونے میں بڑا دخل ہے، بچپن کی شادیاں، کم عمر میں ماں بن جانا، جلد جلد بچوں کا ہو جانا، سسرال کی زندگی، پردے کی بے جا سختی، خوراک کا غیر متوازن ہونا اور ہر جگہ تھوکنے کی عادت، اصل تیمارداری کے اصولوں سے ناواقفیت یہ سب ایسی باتیں ہیں کہ جو دق کی حمایت کرتی رہتی ہیں اور اس کو خاص طور پر نوجوان عورتوں کے طبقہ میں عام کرنے میں مدد دیتی ہیں، جب تک ہم عام طبی اصولوں کو برت کر اپنی خانگی اور سوشیل زندگی کو درست نہ بنالیں گے ہمیں دق سے نجات نہیں مل سکتی، اگر کوئی تیرہ چودہ برس کی لڑکی بیاہی جائے، پندرہ سولہ برس کی عمر میں ماں بن جائے اور انیس برس کی عمر تک تین چار بچوں کی ماں ہو جائے تو بیس برس کی عمر میں اس کو دق ہو جانا تعجب خیز نہیں تصور کیا جاسکتا، دق سے بچنے کے لئے تندرست و توانا ہونا ضروری ہے، متوازن خوراک، کافی آرام، ضرورت کے مطابق تازہ ہوا اور قدرتی

خانگی زندگی میں اطمینان۔ اٹھارہ برس کی عمر کے بعد بیاہ ہونا اور اس کے بعد ہر بچہ کے ہونے میں کم از کم تین سال کا وقفہ ہونا اسی قدر ضروری ہیں جیسا چیچک سے بچنے کے لئے ٹیکہ یا ہیضہ سے بچنے کے لئے کھانے پینے کی احتیاط اور میعادی بخار کے حفظ ماتقدم کے لئے انجکشن۔

ہمارے شہروں میں گھر چھوٹے تنگ و تاریک ہوتے ہیں ان میں ہم پردے ڈال لیتے ہیں، فضول سامان سے بھر دیتے ہیں، کھڑکیوں کی ہوا بند کر دیتے ہیں کہ کسی کی نظر اندر نہ گھس آئے، پھر خوب دھواں کرنے کا ہر ممکن سامان کرتے ہیں اور جھاڑو سے بیٹھی ہوئی خاک کو صفائی کا بہانہ کرکے خوب اُڑاتے ہیں اور تمام غلاظت و کوڑا کرکٹ اپنے گھر کے چاروں طرف پھینک کر سمجھتے ہیں کہ گھر صاف ہو گیا اور پھر اُمید کرتے ہیں کہ ہمیں دق نہ ہو۔ اگر فطرت نے انسان کو حیرت انگیز طور پر بلا نوش و سخت جان نہ بنایا ہوتا تو آج ہمیں ہر شہر میں ایک متنفس بھی ایسا نظر آتا کہ جو بیمار نہ ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کے شہروں میں جہاں پردہ سختی سے ہے اور اب غربت و فلاکت یا مذموم مراسم رائج ہیں۔ سو میں نوے فی صدی کم از کم عورتیں تو ایسی ہیں کہ جو بیس یا تیس برس کی عمر کے بعد تندرست نہیں کہی جا سکتیں۔ وہ لوگ جن کے گھروں میں چند مضبوط سُرخ و سپید لڑکیاں ہوں اس کو شاید مبالغہ سمجھیں لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ میرا سالہا سال کا مشاہدہ ہے۔ بہت ہی کچھ خرابی ہو چکی ہے اگر جلد ہی توجہ نہ کی گئی تو آئندہ نتیجہ بہت خراب ہونے والا ہے۔

خاص احتیاطیں

دروازے اور کھڑکیوں کو کھول کر سونے کی عادت ڈالو، چادر سے سوتے وقت کبھی منہ نہ ڈھانکو ممکن ہو تو علیحدہ علیحدہ پلنگ پر سونے کا انتظام کرو، پلنگوں کو پانچ چھ فٹ کے فاصلہ پر لگاؤ، اگر جگہ نہ ہو اور پلنگ پاس ہوں تو اس طرح سونا چاہئے کہ ایک کا سر مشرق کی طرف ہو تو دوسرے پلنگ والے کا سر مغرب کی جانب ہو تاکہ ایک دوسرے کے سانس میں فاصلہ ہو جائے۔ ہر جگہ تھوک دینے کی عادت سے سب کو پرہیز کرنے کی ہدایت کرو اگر کسی کو کھانسی وغیرہ ہو تو اور زیادہ احتیاط کرنا چاہیئے۔ اگالدان کے تھوک وضو کو کھڑکی یا دالان میں سے باہر پھینک دینا یا اپنی سامنے کی نالی میں ڈال دینا کافی نہیں ہوجاتا اگر بیمار کا تھوک ہے تو فنائل وغیرہ اُس میں ملا کر پھر ضائع کرو۔ دق کے مریض کے تھوک کی بہت زیادہ احتیاط کرنا چاہیئے، مریض منہ بند اگالدان میں تھوکے جس میں فنائل یا کاربالک لوشن ہو اور اس تھوک کو ممکن ہو تو جلا دیا جائے یا آبادی سے دور گڑوا دیا جائے، مریض کے برتن علیحدہ ہوں اُس کے کمرے میں دوسرے جوان اور بچوں کو نہ سلایا جائے اور اُسے چاہیئے کہ کسی بچہ کے منہ کو بوسہ نہ دے۔ شب بیداری، سینما اور ایسے ہی دوسرے مقامات میں جہاں بہت سے لوگ کسی بند جگہ میں جمع ہوں جانے سے پرہیز کرنا چاہیئے، سینہ کو بڑھانے کی ورزشیں تازہ ہوا اور عمدہ خوراک کا انتظام کرنا چاہیئے۔ دودھ، دہی، گھی، گوشت، تازی ترکاریاں اور پھل خواہ بہت سستے ہی ہوں بد مزہ ٹین کی قیمتی چیزوں سے بہتر ہیں۔ اگر سیب، انار، انگور خریدنے کی حیثیت نہیں تو گاجر، مولی، بھٹے، ککڑی، کھیرا، ٹماٹر، پالک ساگ اور بھگوئے ہوئے چنے گڑ اور گنا وغیرہ تو ہندوستان میں سستے ہیں یہ سب مفید ہیں۔ ہمارے پڑھے لکھے لوگوں میں ایک غلط فہمی ہو گئی ہے کہ یہ چیزیں ثقیل اور دیر ہضم گنواروں کے کھانے کی ہیں امیروں اور شہریوں اور خصوصاً بچوں کو مضر ہوتی ہیں۔ تندرستی میں پرہیز بہت خراب اصول ہے، موسم کی ہر قسم کی اشیاء کو عورت اور بچوں کو خصوصاً خوب استعمال کرنا چاہیئے۔ مردوں کو میں عمداً چھوڑے دیتا ہوں کیونکہ اس کا ذکر تو کسی نہ کسی طرح گھی دودھ مل ہی جاتا ہے گو خود مقوی چیزیں کھاتے وقت اُسے شاید کبھی اس کا خیال نہیں آتا کہ اس کی بیوی کیا کھاتی ہے۔

طاعون

یہ ہولناک مرض جب وبائی صورت میں ظاہر ہوتا ہے تو شہر کے شہر خالی کر دیتا ہے، بخار ہو کر چڈھے یا بغل میں گلٹی ہو جاتی ہے اور دو تین ہی روز میں موت واقع ہو جاتی ہے یہ مرض نمونیا کی بھی شکل اختیار کر سکتا ہے اور اس صورت میں بہت تیزی سے پھیلتا ہے یہ مرض چوہوں کے جسم کے پسوؤں کے ذریعہ پھیلتا ہے، پسو عموماً چوہوں میں رہتے ہیں اور اس طرح چوہے کو طاعون جلد ہو جاتا ہے اور جو پسو چوہوں کے ذریعہ وہ پھیلتا ہی ہے کسی طاعون کے مریض کو یا طاعون زدہ چوہے کو کاٹ کر طاعون کے جراثیم حاصل کر لیتا ہے پھر وہ کسی چوہے کو کاٹ لیتا ہے اور اُس چوہے کو

طاعون ہو جاتا ہے، اس کے جسم پر جتنے پسو ہوتے ہیں وہ سب اس چوہے سے جراثیم حاصل کر کے دوسرے چوہوں اور آدمیوں میں پھیلا دیتے ہیں۔ لہٰذا اگر چوہے گھر میں نہ ہوں تو طاعون سے ایک حد تک نجات مل سکتی ہے۔

طاعون کا انجکشن جب کہیں طاعون شروع ہو جائے تو فوراً طاعون کا انجکشن لگا لینا چاہیئے اس انجکشن کے بعد عموماً بخار آ جاتا ہے لیکن اس کی تکلیف برداشت کرنا طاعون میں مبتلا ہو جانے سے بہتر ہے۔

دیگر احتیاطیں کسی چیز کو کھلی ہوئی نہ رکھئے، چوہے اسی جگہ رہتے ہیں جہاں ان کو کھانے پینے کو ملے، اگر آپ اپنے نعمت خانہ اور باورچی خانہ کی صفائی کا پورا خیال رکھیں اور کھانے پینے کی اشیاء کو اس طرح حفاظت سے رکھیں کہ چوہے کو ایک دانہ یا چاول کا ٹکڑا تک کبھی نہ مل سکے تو یقین جانئے چوہے عقلمند ہوتے ہیں وہ آپ کے گھر میں رہنا اور آنا جانا پسند نہیں کریں گے، جب ان سے نجات ملی تو پسو بھی ان ہی کے ہمراہ روانہ ہو جاتے ہیں، اور اس طرح طاعون آپ کے گھر میں نہیں گھس سکتا، لیکن یہ احتیاط آپ کے پڑوسیوں کو بھی کرنا چاہیئے ورنہ پسو آپ کے ہمسایوں کے گھر میں سے آپ کے گھر میں آ سکتے ہیں اس لئے پسوؤں سے بچنے اور ان کو ضائع کرنے کی بھی ترکیبیں کرنا چاہئیں۔ پسو آدمی کے گھٹنے سے اوپر نہیں اچھل سکتے، اور عموماً پاؤں میں کاٹتے ہیں اس لئے اگر ٹانگیں اچھی طرح پائجامہ اور موزوں سے ڈھکی رہیں تو پسوؤں سے بچ سکتے ہیں، چونکہ پسو فرش پر یا دیواروں کے نیچے کے حصہ میں رہتے ہیں اس لئے فرش اور دیواروں کے نیچے کے ذیڑھ دو فٹ کے حصہ کو اگر مٹی کے تیل اور صابن اور پانی کے مرکب سے صاف کر دیا جائے تو پسو عموماً مر جاتے ہیں۔ بستروں وغیرہ کو بھی دھوپ میں ڈال دینا بہت ضروری ہے جو چوہے گھر میں باقی رہ جائیں ان کو زندہ پکڑ کر ضائع کرا دئے جائیں تو بہتر ہے اگر طاعون کے زمانہ میں کسی گھر میں چوہا مرا ہوا پایا جائے تو مندرجہ بالا احتیاطیں فوراً کرنا چاہئیں اور چوہے کو ہرگز نہ پھینکئے بلکہ کافی مقدار میں مٹی کا تیل اس پر چھڑک کر اس کو جلا دیجئے، ہیلتھ آفیسر کو بلا کر مرا ہوا چوہا اس کے حوالے کر دیا جائے تاکہ وہ طاعون کے جراثیم وغیرہ کو اس چوہے میں معائنہ کئے جانے کا انتظام کر سکے۔

خناق (ڈپتھریا) Diptheria کتے اور بلیوں کے ذریعہ اس مرض کے جراثیم عموماً بچوں کے گلے میں لگ جاتے ہیں گلا آ جاتا ہے، ہلکی سی کھانسی اور بخار بھی ہو جاتا ہے اور گلا اندر سے دیکھنے سے سرخ معلوم ہوتا ہے اور کسی ایک طرف ایک سفید جھلی سی لگی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اس مرض کا شبہ ہوتے ہی تشخیص صحیح ہو سکے یا نہیں فوراً اس کا انجکشن لگانا شروع کر دینا چاہیئے اس انجکشن کو اینٹی ڈپتھرک سیرم کہتے ہیں، اگر یہ انجکشن پہلے ہی دن لگا دیا جائے تو عموماً صحت ہو جاتی ہے اگر دوسرے دن لگایا جائے تو چار میں سے تین مریض صحتیاب ہو سکتے ہیں مگر تیسرے دن لگایا جائے تو چار میں سے دو بچتے ہیں اگر اس کے بعد لگایا جائے تو بچنے کی کم امید ہوتی ہے۔ یہ مرض بھی ایک کے سانس سے دوسرے کو لگتا ہے اور بہت مہلک ہوتا ہے۔ جیسے ہی اس مرض کا شبہ ہو دوسرے بچوں کو فوراً علیحدہ کر دیا جائے، ان کو علی الصبح اور سوتے وقت غرارے کرائے جائیں، حفظ ماتقدم کے لئے انجکشن دیدیا جائے۔ اس مرض کی تشخیص خوردبین میں جراثیم دیکھنے سے ہو سکتی ہے۔

زکام اور انفلوئنزا یہ عام مرض بہت تکلیف دہ ہوتا ہے، سر میں درد، ناک سے پانی آنا، گلا بیٹھ جانا، حرارت ہو جانا اور کبھی کبھی کھانسی ہونا یہ تمام علامتیں زکام اور کبھی انفلوئنزا کی ہوتی ہیں۔ سانس کے ذریعہ دوسروں کو بھی تیزی سے لگ جاتا ہے، بعض لوگوں کو گھڑی گھڑی زکام ہوتا رہتا ہے دق کی علامات میں سے یہ بھی ایک بہت ہی ابتدائی علامت تسلیم کی گئی ہے۔ ناک میں ہڈی گوشت بڑھ جانے اور حلق میں ٹونسل زیادہ بڑھ جانے سے بھی زکام جلد جلد ہونے لگتا ہے۔ غرارے کرتے رہنا اور ناک کو صاف رکھنا زکام سے بچاتا ہے۔ سرسوں کا تیل اور زیتون کا تیل یا وازلین ملا کے صبح و شام یا صرف سوتے وقت ایک دو قطرے ہر ناک کے نتھنے میں ڈال لیجئے تو زکام نہیں ہوگا۔ اگر زکام کے آثار معلوم ہوں تو فوراً [illegible] Midol یا اس قسم [illegible] یا اندرین Endrine کے چند قطرے ناک میں دو ایک دفعہ ڈال لینے سے فوراً زکام اچھا ہو جاتا ہے [illegible] کا استعمال بھی زکام سے بچاتا ہے خصوصاً سردی کے زمانہ میں بہت مفید ہوتا ہے۔

کتا کھانسی یا کوکر کھانسی Whooping Cough

یہ بھی ایک بچہ کو اگر ہو جائے تو پھر سب کو لگ جاتی ہے اور بہت تکلیف دیتی ہے۔ بچہ کو کھانستے کھانستے منہ سرخ ہو جاتا ہے اور عموماً قے ہو جاتی ہے کھانسی کے دورے دن رات میں کئی بار ہوتے ہیں۔ جب کسی بچے کو یہ کھانسی ہو جائے تو اس کو بالکل علیحدہ رکھنا چاہیئے۔ دوسرے بچوں کو کسی طرح بھی اس کے پاس نہیں آنے دینا چاہیئے اس کے برتن اور کپڑے بھی علیحدہ رکھنے چاہئیں۔ کتا کھانسی کا جلد سے جلد معقول علاج کرانا چاہیئے ورنہ بچہ کو آنت اترنے کی بیماری، بواسیر، اور آنکھ کی روشنی زائل ہو جانے تک کا خطرہ ہمیشہ رہتا ہے۔ جلاب دیکر پیٹ صاف رکھنا اس بیماری سے بہت کچھ بچاتا ہے۔

گردن توڑ بخار

یہ دماغ کے پردوں کی سوزش وبائی طور پر آج کل پھیل رہی ہے۔ اس کے جراثیم ناک کے ذریعہ دماغ کی رطوبت میں پہنچ کر سوزش پیدا کر دیتے ہیں جس سے گردن اور کمر کے پٹھے تن جاتے ہیں، جبڑے مل جاتے ہیں اور مریض بڑی تکلیف کے ساتھ جلد مر جاتا ہے۔ جس وقت یہ بیماری ہو رہی ہو علی الصباح روزانہ تمام لوگوں کو نمک کے پانی سے غرارے کرنا چاہئیں اور ناک کو بھی اندر سے خوب صاف کر کے مس ٹول پارے ٹول کے چند قطرے ناک میں صبح و شام ٹپکا لینے چاہئیں۔ بیماری کی پہلی علامت ہوتے ہی ڈاکٹر اگر انجکشن ریڑھ کی ہڈی میں لگانے کی رائے دے تو انکار نہیں کرنا چاہیئے بلکہ اگر ڈاکٹر نہ بھی بتائے تو اس سے کہا جائے کہ ریڑھ کی ہڈی میں دوا بھرنے کی اگر ضرورت ہو تو فوراً انجکشن لگا دے، غفلت مہلک ثابت ہو سکتی ہے۔ مریض کی ہوا تک سے بچوں اور بڑوں کو بچانا چاہیئے۔

گلسوے Mumps

گردن کے دونوں طرف کان کے نیچے دو گلٹیاں نمودار ہو کر بخار آ جاتا ہے یہ متعدی ہوتا ہے اور کبھی کبھی وبائی صورت بھی اختیار کر لیتا ہے، یہ بہت تکلیف دہ نہیں ہوتا لیکن یہ بعض جسم کے دوسرے حصوں میں اس قسم کی سوزش پیدا کر دیتا ہے کہ تکلیف اٹھانا پڑتی ہے۔ اس مرض میں لڑکوں کی گولیوں میں اور لڑکیوں کے پستان میں خاص طور پر سوزش ہو جاتی ہے جس میں عموماً پیپ نہیں پڑتی ہے، اگر کوئی ڈاکٹر غلطی سے اپریشن کی رائے دے تو بغیر کسی ہوشیار ڈاکٹر کے مشورے کے ہرگز نہیں ماننا چاہیئے دوسرے بچوں کو ایسے مریض سے علیحدہ رکھنا چاہیئے۔

آنکھ کے روہے Trachoma

آنکھ کے پپوٹوں میں سرخ دانے ہو جاتے ہیں جو ایک مدت تک تکلیف نہیں دیتے لیکن پھر آنکھ سرخ رہنے لگتی ہے، آنکھ میں کھجلی ہوتی، پلکیں گرنے لگتی ہیں، اور اگر احتیاط اور علاج نہ کیا جائے تو آنکھ میں زخم ہو کر سفیدی آ جاتی ہے اور مریض اندھا تک ہو جاتا ہے۔ ولایت میں ہر بچہ کا معائنہ ہوتا ہے اور اگر کسی بچہ کو یہ مرض ہو تو اس کو اسکول میں داخل نہیں کیا جاتا ہے۔ ہندوستان میں اس قسم کی احتیاط نہیں کی جاتی، اس مرض نے ہندوستان میں ایک مصیبت برپا کر رکھی ہے لاکھوں کی تعداد میں لوگوں کی بینائی اس مرض کی وجہ سے کم اور زائل ہو رہی ہے۔ عام طور پر لوگ اس کی خرابیوں سے واقف نہیں ہیں جس بچہ یا بچے کو یہ مرض ہو اس کی تولیہ اور تکیہ وغیرہ بالکل علیحدہ رکھنا چاہیئے، اگر اس کی آنکھ سے لگی ہوئی کسی چیز یا ہاتھ کو دوسرے کی آنکھ سے لگا دیا جائے تو دوسرے کو بھی یہ مرض لگ جاتا ہے، اگر ایسے مریض کی آنکھ پر مکھی بیٹھ کر کسی دوسرے کی آنکھ پر بیٹھ جائے تو یہ مرض لگ جاتا ہے اس مرض سے لڑکیوں کو خاص طور پر بچانے کی کوشش کرنا چاہیئے ورنہ آنکھیں بہت بدنما ہو جاتی ہیں۔

کالا آزار

یہ مرض بنگال، آسام، بہار، اڑیسہ، میں خصوصاً اور ہندوستان کے دیگر صوبوں میں بھی ہوتا ہے مریض کو سردی لگ کر دن میں دو دفعہ بخار ہو جاتا ہے۔ جگر و طحال بہت بڑھ جاتے ہیں، بدن سوکھ جاتا ہے، اور مسوڑوں سے خون نکلتا ہے اور اگر معقول علاج نہ کیا جائے تو مہلک ہو جاتا ہے۔ یہ مرض متعدی ہے اور کھٹمل کے ذریعہ مریض سے دوسروں کو لگ جاتا ہے جس گھر میں کالا آزار کا مریض ہو یا جہاں [illegible] ہوتا ہو وہاں بستر کو کھٹملوں سے پاک رکھنا کالا آزار سے بچا سکتا ہے چونکہ کالے آزار سے بچنا مشکل نہیں لیکن اس [illegible] یہاں اس کا ذکر کر دینا ضروری سمجھا گیا کھٹمل رات کی نیند بھی خراب کرتا ہے۔

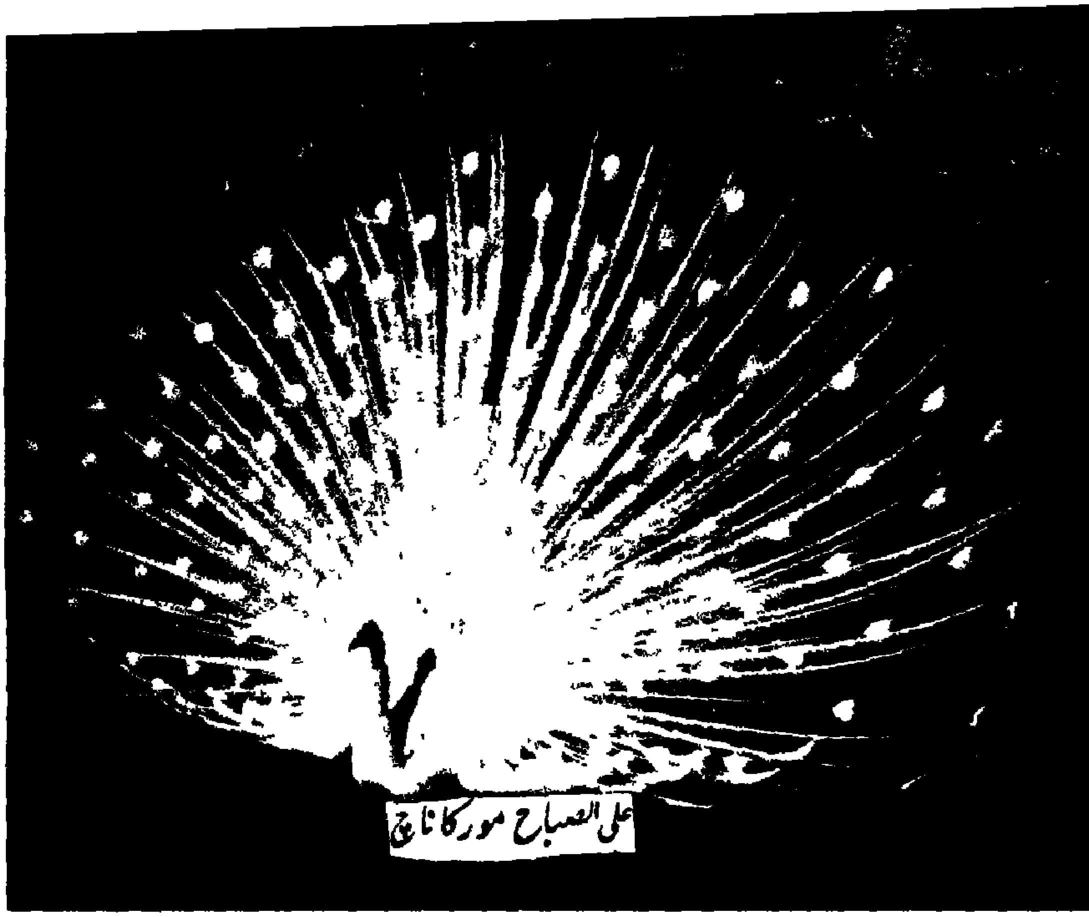
[illegible] سے بچئے

ہاتھی پاؤں یا فائلیریا Filaria — بہار، اڑیسہ، بنگال، مدراس وغیرہ میں یہ مرض بہت ہوتا ہے۔ یہ مرض کہیں [illegible] کرتا ہے، کہیں صرف بخار لاتا ہے اور کہیں اور دیگر غیر معمولی علامات پیدا [illegible] ہو جائے تو پیشاب بالکل دودھ کی طرح آنے لگتا ہے۔ بہار کا ایک لڑکا جامعہ ملیہ دہلی میں پڑھتا ہے۔ اُس کا پیشاب [illegible] کے ڈاکٹروں نے مثانہ کی پتھری تجویز کی اور آپریشن کی صلاح دی۔ وہ بچہ اسی حالت میں میرے پاس لایا گیا، [illegible] کا ایکسرے لیا گیا۔ پتھری نہیں ملی۔ سانجر کے انجکشن لگائے اور دیگر علاج سے بچہ کی یہ علامت غائب ہو گئی۔ یہ [illegible] کو بھی پریشان کرتا ہے اور مریضوں کو بھی ایک دفعہ ہو جائے تو اس کے لئے اب تک معقول علاج معلوم نہیں ہوا ہے۔ [illegible] فائدہ کرتا ہے لیکن لوگ اپنا گھر عمر بھر کے لئے کیسے چھوڑ دیں۔ یہ مچھر کے ذریعہ پھیلتا ہے۔ یہ مچھر ملیریا کے مچھر سے [illegible] ہوتا ہے۔ اتنا خراب مرض جس کا کوئی علاج بھی نہ ہو صرف مچھر سے بچنے سے ہرگز پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے آپ [illegible] فرض ہے کہ جب آپ ایسے مقامات پر ہوں جہاں سانجر ہوتا ہو تو جو احتیاطیں ملیریا کے بیان میں درج ہیں ان پر عمل [illegible] کیجئے۔ اور اس مرض سے بچنے کی کوشش کیجئے۔

ٹیٹنس Tetanus — یہ مہلک اور تکلیف دہ مرض زخم میں ایک خاص قسم کے جراثیم لگ جانے سے ہوتا ہے۔ یہ جراثیم [illegible] گھوڑے اور دوسرے چوپایوں کے گوبر وغیرہ میں زیادہ ہوتے ہیں۔ پرانے کپڑوں [illegible] قینچی، ڈورے وغیرہ میں بھی یہ جراثیم پائے جاتے ہیں۔ نوزائیدہ بچہ کا نال کاٹا جاتا ہے اور اگر صفائی کا خیال نہ کیا جائے [illegible] کے زخم سے یہ جراثیم جذب ہو کر تشنج پیدا کر کے بچہ کو مار ڈالتے ہیں۔ میں نے ایک گھر میں ایک کے بعد ایک چار [illegible] اس مرض میں مبتلا ہو کر مرتے دیکھا ہے۔ پانچویں بچہ کی پیدائش پر احتیاط کی گئی اور بچہ اچھا رہا۔ ایک چاقو [illegible] کاٹنے کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ چاروں بچوں کا نال اُس چاقو سے کاٹا گیا اور سب کو ٹیٹنس ہوا۔ اسی طرح جب کسی [illegible] حصہ جسم چھل جائے، یا بچہ گرے اور گھٹنے پھوٹ جائیں تو ہمیشہ فوراً ٹنکچر آئیوڈین لگا دینا چاہیئے۔ کوئی گھر ایسا نہیں ہونا [illegible] ٹنکچر آئیوڈین نہ ہو۔ اور معمولی سے زخم اور چھلے ہوئے مقام پر بھی فوراً ہی آئیوڈین لگا دینا چاہیئے۔ اگر زیادہ چوٹ آئی [illegible] وغیرہ بھر گئی ہو تو ٹیٹنس کے حفظ ما تقدم کا انجکشن بھی ضرور لگا دینا چاہیئے۔ اگر یہ بیماری ہو جائے تو بہت [illegible] علاج بھی بہت تکلیف دیتا ہے اور دو ایک دن میں ڈھائی تین سو روپیہ کے انجکشن لگ جانے کے بعد بھی [illegible] بچہ بچتا نہیں۔ معمولی احتیاط کیجئے اور ہر تازہ زخم پر ضرور آئیوڈین لگائیے اور اگر ڈاکٹر کہے تو [illegible] سے بچنے کے لئے لگوا لیجئے۔

[illegible] عام بیماریوں کے متعلق مختصر وہ معلومات ہم پہنچا دی ہیں جن کا معلوم کرنا، یاد رکھنا اور [illegible] استعمال کرنا آپ کا فرض ہے۔ امید کہ آپ معمولی احتیاط کر کے خطرناک بیماریوں سے [illegible] کی پوری کوشش کریں گی۔

نصاب [illegible]

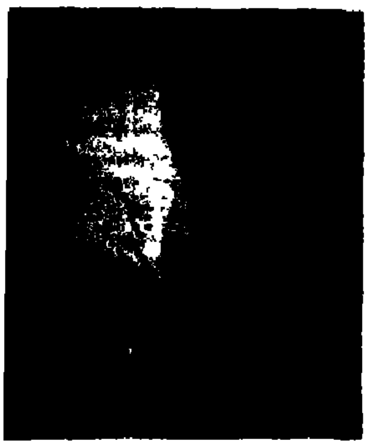


علی الصباح مور کا ناچ

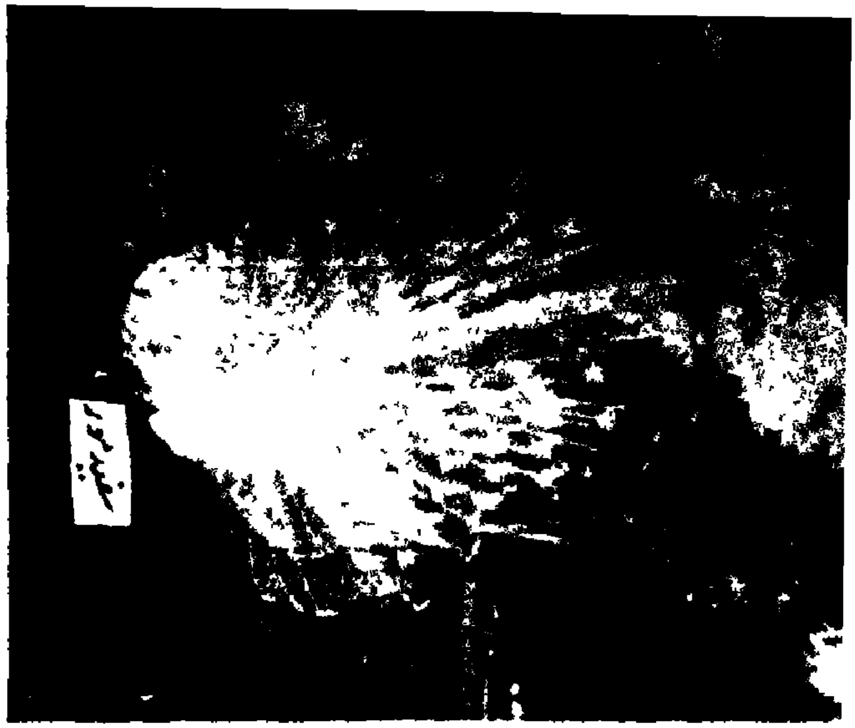














مکان کی محبت

[illegible] کے صحت میں [illegible] رہا [illegible]
[illegible]
[illegible] ایک پہلو ہے [illegible] اخلاق کی [illegible]
[illegible] کہ انسان سے [illegible] ہم [illegible] کے مکان سے [illegible] ہے اور اس کے [illegible]
[illegible] تکلیفیں برداشت کرتے [illegible] اور قسم قسم کی تکلیفیں [illegible] ایک [illegible] کا نام [illegible]
[illegible] سے [illegible] کی بدولت نفرت ہو جاتی ہے اور ان کے سائے سے [illegible]
[illegible] کے کیا معنی [illegible] عقل ناقص ہے تو اس کی وجہ [illegible] ہے کہ [illegible] سے زیادہ [illegible]
مکان کی محبت ہوتی ہے جس کے پیچھے ہم دنیا بھر کی [illegible] کو چھوڑنے پر تیار نہیں ہوتے [illegible]
[illegible] مکان چونکہ سب [illegible] کی مشترکہ میراث ہوتا ہے اس لئے ہر شخص اپنے [illegible] سے [illegible]
[illegible] کو [illegible] چھوڑے۔ [illegible] چھوڑ [illegible] اس سے زیادہ [illegible] نقصان [illegible]
[illegible] نقصان [illegible] بلکہ [illegible] انسان کے [illegible]
[illegible] ہر شخص اپنے [illegible]
[illegible] ایک [illegible] کرنے کے بعد [illegible] مکان [illegible]
[illegible]

توقع کی جا سکتی ہے عورت مرد کی کوئی تخصیص نہیں اگر کسی مرد بچے کو بھی شروع سے اسی طرح رکھا جائے تو وہ بھی ایسا ہی ہوگا۔ نتیجہ اس کا یہ ہے کہ امراض اس وبا کی طرح پھیلتے جاتے ہیں اور جتنی زیادہ ان کی روک تھام کی تدبیریں کی جاتی ہیں اسی قدر زیادہ بڑھ رہے ہیں اور زیادہ تر بدنصیب عورتیں ہی اس کا شکار ہو رہی ہیں۔ کہنے والے ضرور کہتے ہیں کہ ذرا کسی سناٹوریم میں جا کر دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ عورتوں سے زیادہ مرد مریض ہوتے ہیں۔ مگر اس کی وجہ یہ ہے کہ عورتوں کی بھالی سناٹوریم تک مشکل ہی ہوتی ہے کیونکہ اول تو پردے کی سخت پابندی ان کو مشکل ہی سے اجازت دیتی ہے دوسرے ان کی جان بھی اتنی زیادہ قیمتی نہیں سمجھی جاتی کہ اس کو بچانے کے لئے سناٹوریم کے بھاری اخراجات برداشت کئے جائیں غالباً اسی وجہ سے سناٹوریموں میں مردوں کی تعداد زیادہ اور عورتوں کی کم نظر آتی ہے۔ لیکن اصلیت اس کے برعکس ہے۔ مرد بھی آخر بچ تو سکتے ہی نہیں کیونکہ زیادہ نہیں تو کم از کم چوبیس گھنٹوں میں سے چودہ پندرہ گھنٹے تو انہیں بھی ان ہی تنگ و تاریک اور غلیظ گھروں میں گزارنے پڑتے ہیں۔ جہاں ایک دق ہی کیا ہزارہا قسم کے جراثیم پنپتے پڑے ہوتے ہیں۔ کیونکہ مکانوں کی تنگی تاریکی آدمیوں اور اسباب کی زیادتی کے سبب ان کی صفائی ناممکن ہوتی ہے پھر حفظان صحت کے اصولوں کی ناواقفیت کے باعث کسی چھوت دار مریض کو علیحدہ نہیں رکھا جاتا اور نہ ان حالات میں علیحدہ رکھنا ممکن ہی ہے۔ تندرست اور مریض ایک ہی جگہ رہتے ہیں بلکہ اکثر تو یہ دیکھا گیا ہے کہ مریض ماں کے ساتھ ایک چارپائی ایک بستر میں دو دو تین تین بچے سوتے ہیں۔ مریض نے تھوک تھوک کر اپنے پلنگ کے آس پاس کی تمام زمین اور دیواریں رنگ رکھی ہیں جو خشک ہونے کے بعد ہوا سے اڑ کر تمام گھر بلکہ محلہ میں پہنچ رہا ہے مگر غریبوں کو بالکل خبر نہیں کہ ہم خود دوسروں کے لئے کس قدر زہر پاشی کر رہے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ ایک مریض قبر کا کونا بساتا ہے تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا ہے اور اس طرح ہر گھر میں ایک نہ ایک مستقل مریض رہتا ہے۔ میں نے ایک نہیں بہت سے گھر ایسے دیکھے ہیں کہ نیچے اوپر دو چھوٹے چھوٹے کمرے ہیں جو اسباب سے پٹے پڑے ہیں نیچے کے کمرے کے آگے ایک مختصر سا دالان ہے اسی میں ایک طرف چولہا ہے باقی جگہ میں تین چار پلنگ جن پر چھ تین آدمی سوتے ہیں۔ ان ہی میں ایک پلنگ مریض کا ہے جس کے سرہانے مرغیوں کا کھانچا ہے آگے چار پانچ چارپائیوں کا صحن ہے جس کے چاروں طرف اونچی اونچی دیواریں ہیں جن کی وجہ سے گرمیوں میں تو خیر مگر جاڑوں میں تو دھوپ کا زمین پر قطعی گزر نہیں دوپہر کو ذرا دیر کو دیوار پر آئی اور تین بجے رخصت ہوئی۔ سیل کی یہ حالت ہے کہ بغیر برسات کے دالان اور کمرے کی زمین میں پھسلن ہے۔ گرمیوں میں ہوا کی قلت سے دم گھٹتا ہے اور کبھی سخت آندھی آتی ہے تو ایسے گھروں میں معلوم ہوتا ہے کہ ان [illegible] ایک [illegible] جھونکا آجاتا ہے۔ کتنا ہی گھر والوں کو سمجھایا کہ خدا کے بندو اپنے اور اپنے معصوم بچوں کے [illegible] تنگ کو چھوڑ کر چاہے ایک پھونس کا جھونپڑا ہی کیوں نہ ہو کھلا ہوا مکان بنا کر رہو مگر ان [illegible] کی ہڈیاں بیچتے ہیں کچھ چھوڑیں۔ حالانکہ آس پاس کے مکاندار اپنے مکانوں کو بڑھانے کے لئے ان [illegible] [illegible] بھی اچھا آباد بستی زمین لے کر اس سے [illegible]

مفت بخشی ہوا اور روشنی جیسی نعمتوں کا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں مگر جب مکان کی محبت ان کی اجازت نہ دے اور وہ دنیا بھر کی تکلیفیں اٹھائیں گے اپنی آمدنی میں سے آدھی حکیم ڈاکٹروں اور دوا فروشوں کی نذر کریں گے اور اس کے بعد بھی اپنی اور اپنے عزیز بچوں کی جانیں ان باپ دادا کی ہڈیوں پر قربان کریں گے اور واقعی اپنا وہ قول پورا کریں گے کہ جیتے جی تو باپ دادا کی ہڈیاں نہیں چھوڑ سکتے۔ گویا ہمارے مرحوم بزرگوں نے یہ ہمارے لئے مکان نہیں بلکہ قبریں بنائی تھیں جن سے ہم نکل ہی نہیں سکتے۔ اور ان پر اپنی جان قربان کر دینا ہمارا فرض ہے۔ ضرورت ہے کہ اس رسم بد کے لئے زبردست احتجاج کیا جائے اور جلد سے جلد اس کا خاتمہ کر کے جسمانی اور روحانی تکالیف سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ خداوند کریم ہم ہندوستانیوں پر رحم کر کے عقل سلیم فرمائے تاکہ اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو تنگ و تاریک قید خانوں میں مقید نہ کریں بلکہ علیحدہ علیحدہ کھلے مکانوں میں رہ کر خدا کی دی ہوئی نعمتوں سے مالا مال ہوں۔ آمین۔

ظفر جہاں بیگم

پھول

"ہائے ——!" مایوسانہ لہجے میں تقریباً نصف شب کو دولہا نے لیمپ کی مدہم روشنی میں گھونگٹ اٹھا کر دیکھا اور ایک ٹھنڈا سانس لے کر کہا۔

"ہم نے کچھ سمجھا وہ کچھ نکلے بڑا دھوکا ہوا"

"مجھے اس کی خبر نہ تھی میں نے اپنی بہنوں کی زبانی سنا تھا کہ میری دلہن بہت حسین ہے والدہ نے بھی مجھے یہی امید دلائی تھی کہ میری [illegible] صورت کے لحاظ سے بہت حسین ہے"

گھونگٹ نکالے ہوئی دلہن کا دل ان الفاظ کے ہتوڑے سے کانچ کی طرح چور چور ہو گیا متاہلانہ زندگی کا آغاز ایک "ہائے" سے شروع ہو کر نہ معلوم کس بدنصیبی پر ختم ہوگا؟ وہ بیچاری اس بات پر غور بھی نہ کر سکی۔

اگر زمین شق ہو جاتی تو وہ اس میں سما جانے کو تیار تھی یا کہیں قریب کنواں باولی ہوتی تو وہ ضرور اس میں کود پڑتی۔ انتہائی غم کی لمحوں میں جان پر کھیل جانا کوئی مشکل نہیں۔ دولہا کمرۂ عروسی سے چپ چاپ نکل گیا۔ یہ شب عروسی تھی ——!

ماں باپ نے پیار سے لڑکی کا نام پھول رکھا تھا لیکن بدنصیبی نے اسے دھول کے لقب سے سرفراز کیا رنگ و روپ بھی نہ تھا لوگوں کی نظریں اپنے میں جذب کرنے کے انداز اس نے سیکھے نہ تھے دھوکا دہی سے اسے نفرت تھی۔

وہ ایک شریف خاندان۔ نیک خصلت لڑکی تھی مزاج میں سادگی تھی اور دل میں شوہر پرستی کا جذبہ لیکن اُسے آنکھیں نہ دیکھ سکیں۔

پھول [illegible] کے مرجھا گئی لیکن وہ سنگدل نہ آیا نئی روشنی کا پرستار ایک شوخ و شنگ دلہن چاہتا تھا مانا [illegible] پھول نظر آتے ہیں لیکن حیف ہے ہمارے رسم و رواج پر ——!

(ترجمہ)

تقی علی ہاشمی

آفرینش اسلام میں پہلا ہاتھ عورت کا

جن کا اسم گرامی بی بی خدیجۃ الکبریٰؓ اور لقب طاہرہ ہے۔ خویلد جیسے ملک التجار رئیس عرب کی دختر۔ قریشی النسل۔ اور خاتم الانبیا۔ حبیب کبریا۔ حامل قرآن بانیٔ اسلام محمد مصطفےٰ صلعم کی سب سے پہلی حرم محترم ہیں۔

دنیا کی مذہبی تاریخ پر نظر ڈالی جائے۔ تو اس کے اوراق صنف نازک کے کارناموں سے بالکل خالی نظر آتے ہیں۔ مصر اس سلسلہ میں آسیہؓ بنت مزاحم کو پیش کرے گا۔ تورات مریمؓ صدیقہ اخت ہارون کو آگے بڑھائے گی۔ ناصرہ مریمؓ عذرا کو سامنے لائے گا۔ تو رامائن سیتاجی وغیرہ کو۔ لیکن کیا ان نیک صفات خواتین کے کوئی مذہبی واصلاحی کارنامے تاریخی اوراق پر محفوظ ہیں؟

اسلام سے پہلے دنیا نے جس قدر ترقی کی۔ وہ صرف ایک صنف یعنے مردوں کی کارگزاریوں کا نتیجہ مانی جاتی رہی مختلف اقوام و مذاہب کے عظیم الشان کارہائے نمایاں موجود ہیں۔ لیکن ان میں صنف نازک کا دخل مانا نہ گیا۔ گو وہ ہر وقت شریک رہی۔ اسلام آیا اور ایسے ساعت مسعود میں ایک مقدس ہستی کے ساتھ آیا۔ کہ اس نے کفر و ضلالت کے تاریک گھٹاؤں میں مرد و عورت دونوں صنفوں کو ایک دوسرے کا لباس ٹھیرا کر ایک صنف میں کھڑا کر دیا بس اسی مساوات کا نتیجہ کہ اسلام نے جن ہستیوں کو اپنے کنار عاطفت میں جگہ دی۔ اس میں پرورش پا کر جو قابل تحسین کارہائے نمایاں اس جنس لطیف نے انجام دیئے۔ اسے اسلامی تاریخ کے اوراق سنہری الفاظ میں ہمیشہ چمکانے کے لئے موجود ہیں۔

چنانچہ ان ہی اوراق سے ہم سالگرہ نمبر کے لئے ایک ایسا تاریخی واقعہ پیش کرتے ہیں۔ جو صنف نازک کی عزت و وقار اور دونوں جہان کی کامیابی و سرفرازی کو لئے ہوا ہے۔ گو کسی عورت پر پیغمبری نازل نہ ہوئی مگر پیغمبری و نبوت کی تائید و تقدیم میں سب سے پہلے ایک عورت کا ہی قدم بڑھا اور اس کی مدد و معاونت اور اقدام نے اسلام کا بول بالا کر دیا کہ ایام جاہلیت کے کفر و الحاد اور انسانیت سوز مخرب اخلاق حالات میں ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسی ایک عورت کے نازک دل و دماغ نے ہی اسلام کی دعوت کو سب سے پہلے قبول فرما کر افضل المتقدمین مسلمانوں کی فہرست میں سب سے اول اپنا اسم گرامی لکھوا لیا۔ اور دنیا میں عورتوں کو ناقص العقل و کمزور رکھنے والوں پر ثابت کر دیا۔ کہ عورت کا دل و دماغ فطرتاً نازک ہوتا ہے۔ اس لئے اس کے ذہن میں جتنی تدبیریں و تجویزیں پیدا ہوتی ہیں۔ وہ پاکیزہ و لطیف ہوتی ہیں۔ اور ہر اچھی و نیک بات کو وہ فوراً قبول کرنے کا مادہ رکھتی ہے چنانچہ دنیا اس بات کو مانتی ہے کہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آغاز اسلام میں تائید نبوت و رسالت کے لئے کیا کیا اور کیسی کیسی کوششیں فرمائیں۔ کہاں کہاں پیڑا اور کس قدر تن، من، دھن سے اپنے کو نثار کیا۔ تمام مورخ اس بات پر متفق ہیں کہ بی بی خدیجہؓ طاہرہ رسالت مآب کی کامیابی کا ایک قوی ذریعہ اور مضبوط بازو تھیں۔ آپ کا پیغمبر آخر الزماں سے مناکحت کا فخر حاصل کرنے کا اصل مفہوم بھی یہی تھا کہ انوارِ نبوت کی تجلی سے آپ فیض یاب ہو سکیں۔ کیونکہ جن باتوں کے نشانات آپ نے کاہنہ عورتوں و مردوں سے سنے تھے وہ سب حضور انور کی ذات میں پائے جاتے تھے۔ اب جو اس قسم کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ تو بڑی مسرت و ثابت قدمی سے آپ اپنے سرتاج دارین کے اطمینان و کامیابی میں امداد کے لئے کوشاں رہیں آپ ایسی مستقل مزاج اور راسخ الاعتقاد۔ زمانہ کی نشیب و فراز سے کماحقہٗ واقف۔ نیک و بد، حق و باطل میں تمیز کرنے والی صاحب تدبّر و معاملہ فہم خاتون تھیں۔ کہ جن مشکلات میں ایسے اولوالعزم رسول کے پائے ثبات ڈگمگا جاتے۔ آپ ہی ان کی ہمت افزائی فرماتیں۔ کیونکہ آپ کو عرب کے اعتقادات و رسوم سے کافی تجربہ تھا اور ان کی کتابوں سے آپ بہت کچھ معلومات حاصل کر چکی تھیں۔ بس خدائے قدیر نے اپنے انتظامی کڑیوں کے ذریعہ آغاز نبوت یا اسلام کے امور کی انجام دہی کے لئے مخصوص حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو پیدا کر کے حضور انور کے رشتہ مناکحت میں منسلک کر دیا۔ جب دعوت اسلام کا وقت آیا تو سرور کائنات صلعم کا زیادہ وقت خوف خدا اور احتساب نفس میں گزرنے لگا۔ جب وحی نازل ہوتی تو آپ کمبل اوڑھ کر لیٹ جاتے اور دیر تک اس کے اثر میں مغلوب رہتے جب کبھی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو گھبراہٹ و پریشانی ہوتی تو خاتون حجاز بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا تشفی بخش طریق سے آپ کو اطمینان دلاتیں۔ اسی طرح آپ ایک روز ملکۂ عرب بی بی خدیجۃؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے محل میں آرام فرما رہے تھے۔ کہ یکایک جبرئیل امین وحی کے ساتھ نمودار ہوئے اور فرمایا: "یا ایھا المدثر قم فانذر" یعنی اے کمبل اوڑھنے والے اٹھ اور اپنی قوم کو عذاب الٰہی سے ڈرا۔ اپنے پروردگار کی بڑائیاں بیان کر الخ۔ جب یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ تو آپ گھبرا کر اٹھ بیٹھے۔ کمبل کو ایک طرف پھینک دیا۔ اور اپنی معاون بی بی کو آپ کی نگاہیں بہ نظر تجسس دیکھنے لگیں۔ کہ اس وقت بی بی خدیجہؓ مکان کے دوسرے حصہ میں کسی کام کو گئی ہوئی تھیں۔ یکایک جو آئیں تو دیکھا کہ حضورؐ نہایت بے صبری سے کچھ تلاش کر رہے ہیں۔ پوچھا کہ حضور کس فکر میں ہیں۔ کیا کسی شے کی ضرورت ہے؟

آپ نے فرمایا نہیں خدیجہ! مجھ پر ابھی یہ وحی نازل ہوئی ہے۔ اس لئے میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ سب سے پہلے میری دعوت اسلام کو کون قبول کرتا ہے۔ اور کون سلسلۂ اسلام میں داخل ہو کر سب سے اول تقدیم اسلام کا ثبوت دیتا ہے۔ آپ نے وحی کے تمام الفاظ یعنی سورۂ مدثر پڑھ کر سنا دی۔

ام المومنین حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی تعظیم سے اپنے واجب الاحترام شوہر کی نورانی صورت پر نظریں لگائے حقیقت کے کانوں سے داعیٔ اسلام کا برملا دعوت سن رہی تھیں۔ کہ انہیں ایک پرکیف پھریری سی جسم میں محسوس ہوئی آنکھوں میں خوشی و شادمانی کے آنسو ڈبڈبا گئے۔ اور قلب طاہرہ میں ایک عجیب کیفیت پیدا ہوئی۔ آپ دوڑ کر شہنشاہ کون و مکان کے

قدموں میں گر پڑیں۔ اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں سب سے پہلے آپ کی نبوت و رسالت کی گواہی دیتی ہوں۔

"اشھدُ ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمد الرسول اللہ"

جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اس اقدام پر بے حد خوش ہوئے۔ اور بڑی مسرت سے اپنی محبوب بی بی کا سر مبارک اپنے قدموں سے اٹھایا۔ اور گلے سے لگا کر دعائے خیر و برکت دی اور اپنی کامیابی پر شاداں و فرحاں دعوت اسلام کے لئے باہر تشریف لے گئے۔

مثل مشہور ہے کہ اصلاح پہلے اپنے گھر سے۔ اسی اصول کے مطابق دعوت اسلام و قبول اسلام کی ابتدا بھی گھر سے ہی شروع ہوئی۔ اور ام المومنین کے مسلمان ہونے پر سرور کائنات صلعم کے متعلقین میں بھی قبول اسلام کا جوش پیدا ہوا۔ پھر کیا تھا مردوں میں سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پھر زید بن حارث اور حضرت ابوبکر صدیق مسلمان ہوئے۔ ان کے بعد حضرت عثمان بن عفان۔ زبیر بن العوام۔ طلحہ بن عبد اللہ۔ سعد بن ابی وقاص اور عبد الرحمٰن بن عوف نے کلمۂ شہادت پڑھ لیا۔

اب مکہ میں ہر طرف ایک عجیب قسم کی اضطراری ہل چل مچ گئی۔ کفار عرب کے سوا ام المومنین کے خویش و اقارب بھی بے طرح آپ کو طعن و تشنیع دینے لگے۔ کوئی کہتا محمدؐ (نعوذ باللہ) پاگل ہے۔ مجنون ہے۔ کوئی کہتا جادوگر ہے کہ جو اس سے نظر ملاتا ہے اسی کا ہو جاتا ہے مگر یہ خویلد کی بیٹی کو کیا ہو گیا کہ ایسے امی۔ یتیم مسکین شخص پر جان مال برباد کر کے اس کی حمایت کر رہی ہے۔ کوئی کہتا کہ آنحضرت کی محبت میں مغلوب ہو کر حضرت خدیجہ آنکھیں بند کر کے سب کچھ کر رہی ہے ورنہ عبد اللہ کے یتیم میں دھرا کیا ہے۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ ام المومنین ان باتوں کو اپنے کانوں سنتیں۔ لیکن کسی کی پرواہ نہ کرتیں۔ بلکہ آپ کو بے انتہا مسرت اور فخر تھا کہ وہ پہلے پہل ایمان کی دولت سے مالا مال ہوئیں۔ جس وحدہٗ لاشریک کے مذہب کی طرف آپ نے قدم پہلے بڑھایا وہ سچا اور برحق ہے۔ اور اس میں وہ صداقت بھری ہوئی ہے کہ آخر کار تمام عرب ایک دن اسی کے آگے سر نیاز جھکا دے گا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ جب کبھی حضور ان باتوں سے کبیدہ خاطر ہو جاتے۔ تو آپ تشفی بخش الفاظ میں فرماتیں کہ یا رسول اللہ آپ رنجیدہ کیوں ہیں؟ "ما یاتیھم من رسولٍ الا کانوا بہ یستھزءُون" یعنے کیا کوئی ایسا رسول آج تک آیا بھی ہے جس کا لوگوں نے تمسخر نہ اڑایا ہو۔ پس آپ کی ان حوصلہ افزا جملوں سے حضور انور کی ہمت کچھ مضبوط ہو جاتی اور تبلیغ کا جوش دوبالا ہو جاتا۔ پس آپ کا قبول اسلام معترضین کے اعتراض کے مطابق محض غلبۂ محبت کا نتیجہ ہرگز نہ تھا کیونکہ جسے جس سے محبت ہوتی ہے۔ وہ بلا چون وچرا آنکھیں بند کر کے اپنے محبوب کی ہر اچھی بری بات کو مان کر پیروی کرتے ہیں۔ بی بی حضرت خدیجہ کی محبت نے اندھی تقلید نہیں کی۔ بلکہ بڑی تحقیق و تلاش اور غور و فکر کامل کے بعد آپ نے اس سعادت دارین کو حاصل کیا جس کے شوق و انتظار میں آپ بیچین تھیں۔ وقت کے آتے ہی آپ فوراً پیش قدمی کے لئے آمادہ ہو گئیں۔ کہ آپ ہر معاملہ کی تہہ کو پہنچنے والی خاتون تھیں۔ دولت و ثروت کی فراوانی نے آپ کو خوشامد سے بھی بے نیاز کر رکھا تھا کیونکہ خاندان قریش میں آپ سے زیادہ کوئی دولت مند نہ تھا۔ نیک خصال و شریف الخیال تھیں اور اس پایہ کی کہ آپ طاہرہ جیسے ممتاز و مقدس لقب سے عرب میں کالی تعلیم فی

جاتی تھیں۔ یہی ان سب صفات کے ساتھ آپ خاوند کی فرمانبردار اور جان نثار بھی ضرور تھیں۔ مگر ہر امر میں تحقیق و تنقید کے بعد۔ ورنہ اگر محبت کی گرویدگی میں بے سوچے سمجھے آپ کو ایمان لانا مقصود ہوتا۔ تو نصرانیوں۔ راہبوں کاہنوں کے پاس جا جا کر کیوں تسلی کر لیتیں۔ ورقہ اور عداس کے نزدیک کیوں آپ اور اپنے ساتھ رسول کریم کو لے جا کر اطمینان حاصل کیا جاتا۔ یہ تو رشک و حسد میں بہت کچھ جلے کٹے الزامات تھے جس کی آپ مطلق پروا نہ کرتے اپنے تقدیم اسلام و خوش نصیبی پر نازاں تھیں۔ کہ دنیوی جاہ و دولت کے ساتھ لازوال دولت اسلام سے بھی آپ کو خدا نے بہرہ اندوز فرمادیا۔

ادھر نبی برحق صلعم بے شمار پریشانیوں کے ہوتے ہوئے اس بات سے بے حد مسرور تھے کہ جس شریعت کی تبلیغ کے لئے آپ دنیا میں مبعوث ہوئے تھے۔ اس کی سب سے پہلے سب سے بڑی معاون آپ کی ہی اہلیہ محترمہ ثابت ہوئیں جنہوں نے اپنی رفاقت کا حق عمر بھر تائید نبوت و رسالت کے ساتھ ادا کیا۔ آغاز تبلیغ میں جو جو مشکلات حائل تھیں۔ انہیں آسان کرنے میں اسی ایک عورت کا ہاتھ بڑے استقلال و تدبر سے کام کر رہا تھا جس کے معترف اور قدردان حضور انور صلعم عمر بھر رہے۔

چنانچہ ایک مرتبہ سرور کائنات صلعم نے فرمایا کہ "جب میں کفار سے کوئی بات سنتا جو میرے دل پر ناگوار اثر کرتی۔ تو میں خدیجہ سے کہتا تھا۔ اور وہ اس طرح سمجھاتی تھیں کہ میرے دل کو ان کی باتوں سے تسکین حاصل ہو جاتی۔ اور میرے لئے کوئی صدمہ ایسا نہ ہوتا کہ خدیجہ کی تشفی سے ہلکا و آسان نہ ہو گیا ہو۔

آنحضرت صلعم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد مفاد اسلام کے لئے دس نکاح کئے۔ لیکن آپ کی یاد بڑی تعظیم و قدردانی کے ساتھ ہمیشہ کیا کرتے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ آپ کی محبت ایسے اولوالعزم پیغمبر کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا دیتی۔

ثبوت کے لئے ذیل میں چند احادیث شریف کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے جو اس ذات مقدس کی محبت۔ قدردانی اور فضیلت کے لئے بہت بڑا امتیازی درجہ رکھتی ہیں کہ خدائے بزرگ و برتر اور اس کے محبوب رسول اللہ صلعم کے نزدیک کس قدر ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ممتاز درجہ ہے۔

بخاری شریف میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب جناب رسول خدا گھر میں تشریف لاتے تو بی بی خدیجہ رضہ کا ذکر کر کے بہت کچھ تعریف فرماتے۔ ایک دن حضورؐ نے ان کی تعریف شروع کر دی۔ مجھے رشک ہوا اور میں نے کہا یا رسول اللہ وہ تھیں کیا۔ ایک بڑھیا بیوہ عورت تھیں۔ خدا نے آپ کو ان کے بعد ان سے بہتر عورت عنایت کی۔ آپ کو بار بار ان کا ذکر نہ کرنا چاہیئے۔ یہ سن کر پیغمبر اسلام کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا اور فرمانے لگے کہ خدا کی قسم مجھے خدیجہؓ سے اچھی بیوی نہیں ملی۔ وہ مجھ پر ایمان لائیں جبکہ سب لوگ کافر تھے۔ انہوں نے ہی میری تائید و تصدیق کی جبکہ سب لوگ مجھے جھٹلاتے تھے۔ انہوں نے اپنا زر و مال مجھ پر قربان کر دیا جبکہ تمام لوگوں نے مجھے محروم کر رکھا تھا۔ اور خدا نے ان ہی سے مجھے اولاد بھی دی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں شرمندہ ہو گئی۔ اور اس روز سے عہد کر لیا کہ اب نبی کریم صلعم کے سامنے کبھی انہیں ایسا ویسا نہ کہوں گی۔

بخاری شریف میں ہی ایک حدیث ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ان کی بہن ہالہ حضور صلعم

ملنے آئیں۔ اور اذن کے اصول کے مطابق اندر آنے کی اجازت مانگی۔ ان کی آواز حضرت خدیجہؓ سے ملتی جلتی تھی۔ حبیب رسول کریمؐ کے کانوں میں ان کی آواز آئی تو حضرت خدیجہ رضؓ یاد آگئیں۔ اور آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں۔ یہ کہتے ہوئے آپ جلد اُٹھے کہ ہالہ ہوں گی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ اس وقت موجود تھیں۔ انہیں رشک ہوا لیکن آپ نے فرمایا کہ "خدا نے مجھے ان کی محبت ایسی ہی دی ہے"۔ اسی محبت کا یہ ثبوت تھا کہ حضور انورؐ نے ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں کسی دوسری شادی کا خیال تک نہ کیا اگرچہ آپ عمر میں حضورؐ سے زیادہ تھیں اور بیوہ بھی تھیں۔ وفات کے بعد بھی جب حضورؐ قربانی یا کوئی جانور ذبح فرماتے۔ تو آپ ام المومنین کی سہیلیوں اور رشتہ داروں کو ڈھونڈھ ڈھونڈ کر گوشت پہنچاتے۔

بخاری شریف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "فرمایا نبی صلعم نے کہ سب سے بہتر اس امت کی عورتوں میں خدیجہ رضؓ ہیں۔ اور گذشتہ امت میں مریم علیہا السلام"۔

سب پر طرۂ امتیاز آپ کے حق میں یہ فرمان الٰہی دیکھئے۔ کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل امین رسول اللہ صلعم کے پاس آئے اور فرمایا کہ "خدیجہ رضؓ برتن میں کچھ لا رہی ہیں۔ انہیں خدائے بزرگ کا اور میرا سلام پہنچا دیجئے"۔ (بخاری شریف)

اسی طرح ایک بار حضرت جبرئیلؑ رسالت مآب صلعم کے نزدیک بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ خدیجہ رضؓ تشریف لائیں۔ تو فرمایا ان کو جنت میں ایسا گھر ملنے کی بشارت سنا دیجئے جو موتی کا ہوگا۔ اور جس میں شور و غل اور محنت و مشقت نہ ہوگی"۔

بہنو! یہ تقدیم و تائید اسلام کا سنہری واقعہ صنف نسواں کی عزت و وقار کے لئے کیا حکم رکھتا ہے؟ کہ ہماری ہی صنف سے ایک محترم و مقدس خاتون نے اس فضیلت کا درجہ حاصل کر کے مقبول خدا و رسول اور خلائق ہو گئیں۔ اور اگرچہ نبی رسول نہ ہوئیں۔ مگر تائید و تصدیق اور تقدیم نبوت و رسالت میں مردوں سے بڑھ کر ایک عورت ہی کی ذات معاون ثابت ہوئی جس نے آفرینش اسلام کے مشکل سے مشکل مراحل طے کر کے تمام دنیا کو آفتاب رسالت کی ضیا گستر شعاعوں سے منور کر دیا۔ اور دنیا کو بتا دیا کہ عورت کو خدائے قدیر نے بے بہا جوہر اور طاقت عطا فرمائی ہے۔ بشرطیکہ ان کے رسوخ۔ اقتدار۔ مراتب و حقوق کو برقرار رکھ کر اس سے کام لیا جائے۔

پس ہمارے لئے ام المومنین حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اسوۂ حسنہ شمع ہدایت ہے۔ اور ہمارے مردوں کے لئے ہمارے شہنشاہِ کون و مکاں پیغمبر آخر الزماں کا طرز عمل سبق آموز ہے کہ ایسے نیک و پروانہ صفت بیبیوں کی قدر و توقیر زندگی میں تو کیا دنیا سے اُٹھ جانے کے بعد بھی کی جاتی ہے۔

سردار محمدی بنت نواب آصف والی

خاتونِ ہندی سے

(از مولانا موسیٰ، صدیقی، لکھنوی (مدراس))

اُٹھ اے خاتونِ مشرق، آہ اے ہندوستاں والی
کہ اب دیکھی نہیں جاتی ہے ہم سے اپنی پامالی

خدا کی شان، یہ افلاس، اس زرخیز خطے میں
نہ تیری ناک میں نتھ ہے، نہ تیرے کان میں بالی

سپاہی تھا سلمان، عالم و صنّاع و تاجر تھا
کبھی اس نے بھی پایا تھا جہاں میں رتبۂ عالی

قدم رکھا ہے لیکن جب سے اس تہذیبِ مغرب نے
وطن کو ناز تھا جس پر، ہوئی رخصت وہ خوش حالی

پریشاں ہیں، مصیبت میں ہیں، ننگے اور بھوکے ہیں
وہ ہندی ہوں کہ سندھی ہوں، وہ پربی ہوں کہ بنگالی

یہ حالت قوم کے مردوں کی اب دیکھی نہیں جاتی
کوئی بیڑی بناتا ہے، کوئی کرتا ہے حمالی

کوئی ہوٹل میں نوکر، کوئی چپراسی ہے دفتر میں
کوئی گاڑی چلاتا، صاف کرتا ہے کوئی نالی

کوئی جاروب کش، کوئی مؤذن، کوئی ملّا ہے
مجاور کوئی قبروں کا، کوئی کرتا ہے غسّالی

کوئی پھیری لگا کر بیچتا ہے چائے اور شربت
کوئی بیچارہ بازاروں میں کر لیتا ہے دلّالی

غرض ذلت کے پیشے جس قدر ہیں، ہم میں وہ سب ہیں
حسب پر ناز ہے پھر بھی کہ ہیں سادات ٹکسالی

حصولِ علم و حکمت ہو گیا دل سے فنا یکسر
حقیقت تو یہ ہے اپنی جہالت کی سزا پالی

یہ کیسا انقلاب آیا ہے آئینِ حمیّت میں
اُسی پر فخر کرتے ہیں، سمجھتے تھے جسے گالی

یتامیٰ اور بیوائیں گدائی کرتی پھرتی ہیں
نہیں کوئی، کرے اِن ننھے پودوں کی جو رکھوالی

[غ]رض میں کیا کہوں حالت ہو کتنی دردناک اُن کی
نہ گالوں پر رہی سرخی، نہ ہونٹوں پر رہی لالی

[پی]ام زندگی دیتی ہیں موجیں موسمِ گل کی
نمو کا جوش ہے گلشن میں، پر کوئی نہیں مالی

[ہم]ارے رہنما سب بندۂ اغراض ذاتی ہیں
نہ سیّد سا کوئی مخلص نہ اکبر ہے نہ اب حالی

[ہ]زاروں میں نظر آئیں گے بس دو چار ہی ایسے
ذرا اچھی نظر آتی ہے جن کی حالتِ مالی

دیا ہے جن کو حق نے دولت [illegible] اور عزت بھی
نمایاں موٹر و بنگلے سے کچھ ہوتی ہے خوش حالی

[illegible] اسراف اور فیشن پرستی سے پریشاں ہیں
سروں پر اُن کے بھی چھائی ہے نکبت کی گھٹا کالی

[illegible] دولت اور امارت ہے
بلا سے اُن کی، اگر ہو ملک اور ملت کی پامالی

[illegible]
[illegible]

نہ اِن کو ہوش آتا ہے۔ نہ تم کو جوش آتا ہے ہوئے ذوقِ عمل سے آہ کیا دونوں کے دل خالی
یہ حالت دیکھ کر روتی ہیں آنکھیں خون کے آنسو لگی ہے آگ گھر میں، خوش گھڑی ہو دور گھر والی
کرے بیدار کون اِن نیند کے ماتوں کو غفلت سے بتائے کون اِن کو، اِن کی بدحالی، بداعمالی
نہیں اُٹھتے یہ ظالم آہ اپنے خوابِ شیریں سے بجائے جا رہا ہے گو جرس، فطرت کا گھڑیالی
پلٹ دے ان کی کایا، پھیر دے رُخ اِن کی فطرت کا اُلٹ دے تختۂ ذلت مٹا دے یہ زبوں حالی
مجھے معلوم ہے جو تجھ میں غیرت اور حمیت ہو کہ جب چاہا ہے تو نے مرد کی دنیا بدل ڈالی
مجھے مردوں سے کچھ کہنا نہیں، کہنا تجھی سے ہے تری جرأت مسلم، گو کہ تو نازوں کی ہے پالی

خدارا جلد تر تو انقلاب ذوق پیدا کر
اُٹھ اے خاتونِ مشرق اپنی فطرت کو ہویدا کر

شامِ زندگی کا اٹھارواں ایڈیشن

اس کتاب سے زیادہ گذشتہ اٹھارہ سال میں اردو کی کوئی کتاب مقبول نہیں ہوئی۔ اٹھارہ دفعہ چھپ چکی ہو لیکن مانگ کا وہی حال ہو جو شروع میں تھا۔ جو مرد چاہتے ہیں کہ ان کی بیویاں ان کے مزاج کے موافق ہوجائیں شامِ زندگی کو انہیں پڑھواتے ہیں، اور جو عورتیں آرزو رکھتی ہیں کہ ان کا گھر رشک جنت بن جائے وہ شامِ زندگی کو پڑھتی ہیں اور اس کی مدد سے اپنے خاوندوں کا دل موہ لیتی ہیں جنہیں اولاد کی تربیت کا خیال ہو ان کے نزدیک بھی اس کام کے لئے شامِ زندگی سے بہتر اتالیق نہیں ہے۔ شامِ زندگی میں قصے کے طور پر ایک لڑکی کا حال لکھا ہے کہ اس نے شادی سے لیکر مرنے کے وقت تک کیونکر زندگی بسر کی۔ زندگی کے کسی شعبہ اور حیات کے کسی مرحلہ کو جس سے ہوکر انسان گزرتا ہو نظر انداز نہیں کیا گیا۔ پھر پیرایہ اس قدر دلچسپ کہ چند صفحے دیکھ کر کتاب ہاتھ سے چھوڑ دیجئے تو ہم قیمت مع محصول واپس دینے کو تیار ہیں اور موثر اتنی کہ قوم نے اسی کی وجہ سے مصنف کو مصورِ غم کا خطاب دیا تھا ہر سطر آنکھوں کو پرنم کر دیتی ہو۔ غرض شامِ زندگی بڑی ہی کامیاب کتاب ہو۔ کسی اعتبار سے کوئی عیب اس میں نہیں ملتا۔ محاسن ہی محاسن ہیں۔ ایک جلد طلب فرمالیجئے۔ آپ کے تمام خاندان اور احباب میں پہنچ جائے گی۔ عورت اور مرد سب اس پر شیدا ہوجاتے ہیں۔ تمہارے گھر کا علاج۔ تمہارے دل کا بہلاوا۔ تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک شامِ زندگی اور صرف شامِ زندگی ہے۔ شامِ زندگی نے سینکڑوں جاہلوں کو انسانیت سکھا دی۔ لا مذہبوں میں مذہبیت پیدا کر دی اور گم گشتہ راہوں کو راہ پر لگا دیا۔ جو شخص شامِ زندگی سے محروم رہے شامِ زندگی سے فائدہ حاصل نہ کرے اس کی تقدیر ہے ورنہ شامِ زندگی نے دیدہ [illegible] سے ہر۔ بہترین قسم کا چکنا ولایتی کاغذ اعلیٰ درجہ کی لکھائی چھپائی قیمت [illegible]

آدمی بات سے پہچانا جاتا ہے

غالباً بہت سی بہنوں نے یہ فقرہ بارہا سنا ہوگا۔ بچوں کی کتابوں میں جو قصّے عموماً درج کئے جاتے ہیں ان میں اس اندھے فقیر کا قصہ بھی ہوتا ہے جس نے بادشاہ، وزیر، اور غلام کا فرق ان کے طرزِ تخاطب سے معلوم کر لیا تھا۔ کہنے کو تو یہ قصہ بچوں کا ہے مگر اس میں بڑوں کے لئے بھی ایک دفتر نصیحت پنہاں ہے۔ سچ ہے آدمی بات سے پہچانا جاتا ہے۔ جو لوگ واقعی بلند مرتبہ و اعلیٰ نسب ہیں ان کا لہجہ نرم اور ان کی گفتگو شیریں ہوتی ہے۔ ان کے کلام میں نخوت نہیں ہوتی یا کم سے کم سے نہیں ہونی چاہئے۔

ہندوستان اخلاق کا گہوارہ اور تہذیب کا مسکن ہے۔ یہاں ہمیشہ سے یہ دستور ہے کہ جو لوگ جتنے کم حیثیت ہیں انھیں اتنے ہی زیادہ ادب و تعظیم سے مخاطب کیا جائے۔ فقیر کو داتا۔ اندھے کو حافظ۔ بڈھے کو بڑے میاں کہا جاتا ہے۔ نوکر سے شریف مرد "بھئی" اور ماماؤں سے بیویاں "بوا" کہہ کر بات کرتی تھیں۔ بچے گھر کی بڑھیا پرانی ماماؤں کو نام لے کر نہیں بلاتے تھے۔ چھوکرے چھوکریاں گھر والیوں کو اماں، خالہ جان، آپا۔ وغیرہ کہا کرتی تھیں۔ اور وہ اس میں اپنی کسرِ شان نہیں سمجھتی تھیں۔ نوکر کے ہاتھ سے بھی پانی لے کر سلام کرنے کا دستور تھا اور چوڑیاں پہن کر یا سر گوندھوا کر تو سلام کرنا فرائض میں سے شمار ہوتا تھا مگر کب؟ یہ کس زمانہ کا ذکر ہے؟ یہ کس دور کی باتیں ہیں؟ وہ لوگ نہ رہے۔ وہ سماں اور وہ رسوم نہ رہیں۔ ان کے دیکھنے والے بھی اٹھتے جا رہے ہیں۔ مگر مشرقی تہذیب کے یہ جواہر ریزے، آہ کیا ہمیشہ کے لئے کھو جائیں گے؟ کیا کوئی ان انمول موتیوں کو جمع کرنے کی کوشش نہ کرے گا؟ یہ زمانہ قومی بیداری کا ہے۔ ینگ انڈیا کو اپنے ملک کے روپیہ کا باہر جانا نامنظور ہے۔ وہ اپنی صنعتوں کے مٹ جانے کا ماتم کر رہی ہے مگر کیا وہ اپنی تہذیب کو جانے دے گی؟ کیا وہ اپنی قومی خصوصیات کو فنا ہونے سے نہ بچائے گی؟ اسے کب یہ احساس ہوگا کہ اخلاق کا جو معیار ہندوستان میں رائج ہے وہ بہترین ہے اس کو ترک کر کے ہم ترقی نہیں کر رہے بلکہ تنزل کی طرف قدم اٹھا رہے ہیں۔ اس ایک طرزِ گفتگو ہی کو لیجئے "آیا جلد پانی لاؤ" زیادہ بھلا معلوم ہوتا ہے یا "ممّی بی ذرا پانی کا گلاس تو لا دو؟"

ہم نے آج کل کیا بھونڈا اکھڑ طریقہ بات کرنے کا نکالا ہے بقول شخصے بات کیا کی گویا پتھر کھینچ مارا۔ برابر یا اپنے سے بڑے درجے کے لوگ سے تو ہم بہت گھل گھل کر ملتے ہیں۔ "آیئے" "تشریف لائیے" "بہت دنوں سے آپ کا انتظار تھا" اور کیا اور کیا مگر نوکروں سے بات کرنے کا کیا طریقہ ہے: "ارے فلاں جلدی آؤ" "مر گیا کمبخت کدھر مر گیا" [illegible] غریبوں کا بیچاروں کا ہی کیا خیال سے بات کرنے میں عار ہے انہیں نوکروں سے صلواتیں سنائی جاتی ہیں اس کا احساس بھی نہیں [illegible] اپنے سے کم درجے کے لوگوں سے بے تہاشہ ادب فراخ دلی کی پہچان ہے کہ غریبوں سے

جھک کر ملیں اور مسکینوں سے ادب سے بولیں۔

ہمیں غور کرنا چاہئے کہ وہی کورانہ مغربی تقلید اس عجیب طرز گفتگو کی بھی ذمہ دار ہے۔ انگریز ہندوستانیوں سے اکھڑی اکھڑی باتیں کرتے ہیں تو ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہماری زبان نہیں آتی وہ صرف الگ الگ الفاظ یا دو دو ہی بول سکتے ہیں۔ زبان کی یہ باریکیاں جیسے "ذرا" "مہربانی" "دیناتو" وغیرہ سے وہ واقف نہیں۔ دوسرے محکوم قوم سے جو حقارت ان کے دل میں ہے اس کا اظہار اس قسم کے الفاظ سے کرتے ہیں۔ اپنی زبان میں اور اپنی قوم سے وہ کبھی اس طرح نہیں بولتے۔ ان کے یہاں بھی یہ بات ضرب المثل ہے کہ پشتوں کے امیر اور اصلی شریف نوکروں، ماتحتوں، دوکانداروں سے ہمیشہ نرمی سے بولتے ہیں اور دوون کے امیر اکڑ کر۔

نرم لہجہ کی گفتگو سننے میں اچھی معلوم ہوتی ہے۔ بولنے والے کی عزت دل میں پیدا کراتی ہے اور اس کی طبیعت و فطرت کے جانچنے کے لئے بہترین چیز ہے۔ بات کرنے کا سلیقہ بچپن میں سکھایا جاتا ہے۔ بڑوں سے اس بارے میں کچھ کہنا اچھا نہیں معلوم ہوتا مگر اس زمانے میں چونکہ بڑے خود اس عیب میں مبتلا ہیں اس لئے یہ مضمون بجائے "بنات" کے "عصمت" کے لئے لکھ رہی ہوں۔

شاید یہ خیال کر کے اس طرح کی گفتگو کی جاتی ہے۔ کہ ان کی بات کے طریقے سے لوگ یہ سمجھ لیں کہ یہ دقیانوسی خیالات کے نہیں بلکہ نئے فیشن کے ہیں۔ اگر چہ واقعی یہی وجہ ہے کہ لوگ یہ نتیجہ اخذ کریں تو وہ اپنے مقصد میں بدرجہ اتم کامیاب ہیں کیونکہ مہذب گفتگو "جاہلوں" کی خصوصیات میں سے سمجھی جانے لگی۔ اور اگر اتفاقاً کوئی نئے فیشن کے مرد یا عورت پرانے طرز پہ باتیں کریں تو بہ نظر استعجاب دیکھے جاتے ہیں اور میں نے خود اپنے کانوں سے ان کے متعلق لوگوں کو کہتے سنا ہے کہ "ارے فلاں نے تو کچھ اس طرح سے باتیں کیں گویا انگریزی پڑھے ہوئے ہی نہیں ہیں۔ افسوس! گویا انگریزی پڑھنے کے لوازمات میں سے یہ ہے کہ اپنی زبان اور اپنی تہذیب کو بھول جاؤ۔

کاش ہم کو گفتگو کرتے وقت اس کا اندازہ ہو کہ ہماری کرخت کلامی سننے والوں پر کتنا بڑا اثر ڈالتی ہے اور کیسے حقارت اور نفرت کے جذبات ہماری طرف سے پیدا کراتی ہے۔ اور نرم لہجہ، ذرا سا باادب طرز تخاطب کس طرح سننے والوں کے دل موہ لیتا اور ہمارا مداح بنا دیتا ہے۔ تو ہم کبھی اس قدر آسان ہر دل عزیزی کے ذریعے کو نہ چھوڑیں۔

شائستہ سہروردی۔ بی۔ اے

پریذرو ڈ اشیا

جاپان سرد ملک ہے اس لئے گرم ممالک کی طرح ہر قسم کی پیداوار خاطر خواہ ناممکن ہے۔ چاول کی سال میں صرف ایک فصل ہوتی ہے۔ پکانے کی ترکاریاں اور پھل بھی موسم سرما میں نہیں اُگ سکتے۔ سوائے چند ساگ وغیرہ کے تمام کھیت اور میدان برف سے پٹے ہوتے ہیں۔ پھل اتنے کم ہیں کہ ان کی قسمیں چاہیں آپ انگلیوں پر گن لیجئے۔ گائے بھینس۔ بھیڑ بکری بھی کافی تعداد میں موجود نہیں۔ البتہ مچھلی کا ذخیرہ لاتعداد ہے۔ ملک کے اطراف میں سمندر پڑا لہریں مار رہا ہے جس میں سینکڑوں قسم کی اور کثرت سے مچھلی پیدا ہوتی ہے۔ اور یہی ان لوگوں کی محبوب خوراک ہے۔

اس قلیل پیداوار سے جاپانی قوم جیسا کچھ فائدہ اٹھا رہی ہے کون نہیں جانتا۔ دور اندیش اور عقل کے پتلے ہیں۔ ایک فلاسفر نے اپنا تجربہ لکھا ہے کہ جاپانیوں کے دماغ میں عقل کے خط بہ نسبت دوسری اقوام کے زیادہ پائے جاتے ہیں۔ اب خدا ہی جانے کہ قدرت نے عقل کا خط زیادہ عطا کیا ہے یا عقل کو استعمال میں لانے کی قوت۔ بہرحال یہ تو ماننا پڑے گا کہ یہ قوم نہایت سمجھداری سے کام کر رہی ہے۔

ذرا غور تو کرئیے کیا جاپان کیا جاپان کی پیداوار۔ مگر جو کچھ پیدا ہوتا ہے اس سے قوم پل رہی ہے اور دوسرے ممالک سے چاندی رول رہی ہے۔ ملک میں پھلوں، ترکاریوں، مچھلی، گوشت، سب کو پریذروڈ (یعنی محفوظ جوں کے توں) کرنے کے کارخانے موجود ہیں۔ ان میں مرد عورتیں کام کرتے ہیں۔ کبھی کبھی یہ کارخانے سینما کی نیوز میں دکھائے جاتے ہیں۔ پھلوں کو اس خوبی سے پریذروڈ کرتے ہیں کہ ان کی تازگی اور مٹھاس خراب نہ ہو۔ ڈبوں کی ہوا خارج کر کے پھلوں کو نیم شیریں پانی میں ڈال کر منہ خام کر دیتے ہیں۔ ترکاریاں۔ مچھلی۔ گوشت نیم نمکین پانی میں ڈال کر منہ خام کرتے ہیں۔

پھلوں میں زیادہ تر آڑو۔ آلوچا۔ ناشپاتی۔ سیب۔ انناس۔ نارنگی۔ لوکاٹ۔ سکورام بودھ چری (پھل)، چیسٹ نٹ وغیرہ۔ پکانے کی ترکاریوں میں مٹر کی پھلی۔ سویابین۔ بانس کا پھول۔ وغیرہ۔ مچھلی ہر قسم کی لیکن سامن زیادہ پریذروڈ کی جاتی ہے۔ اس کی ہڈی اور کانٹا تک رائی سے کائی ہو جاتا ہے۔ خوش ذائقہ ہوتی ہے۔ بشرطیکہ بہت پرانی نہ ہو۔ پریذروڈ گوشت گلا ہوا ہوتا ہے۔ ڈبہ کھولئے اور نوش کر لیجئے۔ تمام پریذروڈ ڈبوں پر علیحدہ علیحدہ ہر اشیاء کے لیبل مع تصویر و نام کے لگا کر چلتا کرتے ہیں۔ پریذروڈ اشیاء باہر کثرت سے جاتی ہیں اور خود جاپان میں استعمال ہوتی ہیں۔ ہر محلہ میں چھوٹی سی چھوٹی دکان پر پریذروڈ چیزیں موجود ہوتی ہیں۔ جب لوگ پکنک کو جاتے ہیں پریذروڈ ڈبے ساتھ لے جاتے ہیں۔ جہازوں پر بھی ڈبے استعمال ہوتے ہیں

جاپانی قوم خدا کی نعمتوں کی انتہائی قدر کرتی ہے کسی چیز کو ضائع نہیں کرتی۔ چیزوں کو پھینکنے سڑنے کی بجائے

آیندہ استعمال کے قابل بنایا جاتا ہے۔ موسم میں تازی چیزیں کھاتے ہیں اور بغیر موسم کے پریزرروڈ۔ اس کے علاوہ بانکر تجارتی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ان کارخانوں سے کتنے بیکار روزی کماتے ہیں اور ملک میں روپے کی بڑھوتری الگ ہوتی ہے۔

ہندوستان کس قدر وسیع اور زرخیز ملک ہے اس کی زمین سونا اگلتی ہے۔ مگر افسوس کہ ہم میں سمجھ نہیں جو فائدہ اٹھائیں۔ ہماری کاشت آج بھی اس پرانے ڈھپر پر چل رہی ہے جیسی سو برس پہلے تھی۔ غریب زمیندار حد سے زیادہ محنت شاقہ کے باوجود قلاش ہیں بے چاروں کو نہ جدید کاشت کاری کے طریقے معلوم اور نہ جدید اوزار ہی ملک میں ہیتا وہی سر سے کنواں کھودنا اور ادندھا سیدھا پیٹ بھرنا۔

ہندوستان میں بیسیوں قسم کے کثرت سے پھل پیدا ہوتے ہیں۔ آم جیسی نعمت کا عطیہ قدرت نے ہندوستان ہی کو عطا کیا ہے۔ کتنی قسم کا اور کس کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔ کتنا نفیس اور کیسا خوش ذائقہ پھل ہے۔ بڑی بوڑھیاں تو اسے جنت کا میوہ کہتی ہیں۔ اور سچ کہتی ہیں۔ غیر ممالک کے لوگ اس کی صورت سے بھی آشنا نہیں۔ خوش قسمتی سے جن اصحاب نے ہندوستان میں اسے کھالیا ہے وہ آج تک ہونٹ چاٹتے ہیں اور انتہائی تعریف کرتے ہیں اگر صرف اس کو پریزروڈ کیا جائے تو ہندوستانیوں کو کس قدر تجارتی فائدہ ہو۔ علاوہ اس کے بہت سے پھل پریزروڈ کئے جا سکتے ہیں مجھے خوب یاد ہے برسات میں بیماری پھیلنے کے خوف سے میونسپلٹی بہت سے پھلوں کو مثلاً امرود، انار، ناشپاتی، آم کو کھتوں میں گڑوا دیتی ہے۔ کیونکہ کثرت سے پیدا ہوتے ہیں اور خوف ہوتا ہے کہ سڑنے سے بیماری پھیلے گی اور لوگ کھاتے بھی کثرت سے۔

کاش ملک کے مدبرین اور غور و فکر کرنے والے قدرت کے ان بیش بہا عطیوں کی قدر کریں اور ان کو بجائے زمین میں دفن کرنے کے پریزروڈ کرنے کا انتظام کریں۔ پریزروڈ کے کارخانوں میں بیکار لوگ بھرتی ہو جائیں اور وہ کچھ پیدا کر سکیں۔ ادھر ملک میں تجارت ترقی کرے۔ میں جب کبھی سینما کی نیوز میں پریزروڈ کارخانوں کو دیکھتی ہوں تو انتہائی روحی تکلیف ہوتی ہے اور بجائے تفریح کے میرا بہت سا وقت کوفت میں گزرتا ہے۔ فوراً ہندوستان میں پھلوں سے گڑے ہوئے کھتے آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں۔ اور سوائے اپنے ملک اور لوگوں کی عقل پر ماتم کرنے کے کچھ بن نہیں پڑتی۔

مسز برلاس از جاپان

ہمارا روحانی لباس

عربی کی ایک مثل ہے کہ الناس باللباس یعنی آدمی لباس سے ہے اور یہ بھی ٹھیک کہ انسان اور حیوان میں ایک نمایاں فرق ہے اور جس کے پاس یہ نہیں وہ درحقیقت جامۂ انسانیت سے عاری ہے جس زمانے میں کپڑا نہیں بنا تھا لوگ درختوں کی چھال اور جانوروں کی کھال سے اپنا تن ڈھانکتے تھے اور جب سے کپڑا بنا ہے ہر وقت اس کی خوشنمائی اور خوبصورتی کی فکر میں رہتے ہیں ہزاروں قسم کے کپڑے بنے طرح طرح کے لباس ایجاد ہوئے اور سچ پوچھئے تو لباس کی تراش خراش اور اس کی آرائش کا فن ہر زمانے میں اور تمام فنون سے بڑھ چڑھ کر رہا ہے لیکن ابھی تک کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اب وہ تکمیل کو پہونچ گیا اور اس میں آیندہ اور محنت کی ضرورت نہ ہوگی۔ لباس ہی قومیت کی پہچان ہے یہی تہذیب و تمدن کی نشانی ہے اسی سے امیری غریبی کا اظہار ہوتا ہے اور اسی سے انسان کے سلیقے اور مزاج کی نفاست کا اندازہ لگایا جاتا ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ کسی شخص کو دیکھ کر جن جن چیزوں سے اس کی حیثیت عادات و مزاج کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے ان میں سب سے پہلی چیز لباس ہے تو بیجا نہ ہوگا۔ اور یہی وجہ ہے کہ عام طور پر لوگ کھانے پینے پر اتنی توجہ نہیں کرتے جتنی لباس پر۔ اور کہتے ہیں کہ پیٹ کا کھایا کوئی نہیں دیکھتا مگر تن کا پہنا سب دیکھتے ہیں۔ کوئی غریب سے غریب بھی ہوتا ہے تو وہ بھی ایک آدھ جوڑا ضرور ایسا رکھتا ہے جو چار آدمیوں کے سامنے پہن سکے اور جہاں تک ہوسکتا ہے اس کی خوشنمائی اور آرائش کی فکر کرتا ہے محنت اور کوشش کا تو ذکر ہی کیا اسے اپنی حیثیت سے زیادہ دام بھی خرچ کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوتا اور پھر تیاری کے بعد اس کی حفاظت و احتیاط میں وہی سرگرمی ہوتی ہے کہ اپنی تکلیف و پریشانی گوارا مگر کپڑے جان کے برابر رکھے جاتے ہیں کہیں ان میں شکنیں نہ پڑ جائیں کہیں کوئی داغ دھبا نہ لگ جائے اور اگر کہیں کوئی بے احتیاطی ہوگئی یا بدرجہ مجبوری کہیں ایسے استعمال کرنے پڑے کہ میلے ہوگئے تو فوراً ان کی درستی اور صفائی کی فکر پڑتی ہے اور جب تک وہ ٹھیک ٹھاک ہوکر رکھ نہ دئے جائے چین نہیں آتا اگر دھوبی اچھی طرح صاف کرکے نہ لائے یا ٹھیک استری نہ کرے تو اس پر اعتراض ہوتا ہے اور دوبارہ بھیجے جاتے ہیں اور اگر کہیں اس کی غفلت سے کوئی کپڑا پھٹ جائے یا اور کسی طرح خراب ہوجائے تو ایک آفت آجاتی ہے اور بعض لوگ تاوان تک بھروا لیتے ہیں۔ ان سب باتوں پر غور کیجئے اور پھر اس پر نظر ڈالئے کہ اس جسم فانی کے لئے جسے [illegible] خاک میں ملنا ہے اور جس کے تمام اثرات اسی فانی دنیا تک محدود ہیں ہم کیا کیا تکلیفیں اٹھاتے ہیں [illegible] ہونے والی ہے اور جس کی زینت و آرائش سے ہم دونوں جہاں میں مقبول ہوسکتے ہیں کس قدر [illegible] کی تیاری میں کبھی غور نہیں کرنا چاہتے [illegible] کا خوف ہے [illegible]

رنگ جس کی زیب و زینت ہے سچائی خلوص جس کی صفائی اور ہمدردی و خدمت خلق خوشنمائی ہے گویا ہم مکان کو آراستہ کرتے ہیں اور مکین کی پروا نہیں کرتے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ طریقہ بالکل خلاف عقل ہے بھلا اگر کوئی شخص اپنے گھر کو قیمتی شیشہ و آلات سے سجائے نفیس ریشم کے زرتار پردوں اور اعلیٰ درجے کے ایرانی قالینوں سے اُسے آراستہ کرے اور پھر اس میں خود کھدر کے موٹے جھوٹے میلے کچیلے کپڑے پہن کر بیٹھ جائے تو دیکھنے والے اُسے کیا کہیں گے؟ ضرور ہنسیں گے اور کہیں گے کہ اس کی عقل ماری گئی ہے لیکن اگر سچ پوچھئے تو یہ ہنسنے والے اپنے اوپر آپ ہنستے ہیں اور چشم بصیرت سے کام نہیں لیتے جس سے ان کی اصلی صورت نظر آسکتی ہے۔ اور پھر کوشش و محنت سے ٹھیک ہوسکتی ہے۔ دنیا میں ایسے ایسے لوگ بھی گزرے ہیں جنھوں نے اپنی ریاضت سے قیافہ کے علم کو غلط ثابت کر دکھایا ہے علم ادب کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ارسطو ایک ایسے پہاڑ پر رہتا تھا جس پر چڑھنے کا صرف ایک ہی راستہ تھا اس راستے پر اس نے ایک مصور کو مقرر کر دیا تھا کہ جو شخص اس سے ملنا چاہے اس کی تصویر بنا کر پیش کرے جب وہ تصویر اس کے سامنے آتی تو اس کے قیافے پر غور کرتا کہ آیا یہ شخص مجھ سے مل کر کچھ فیض حاصل کرسکتا ہے یا نہیں؟ اگر اس قابل ہوتا تو وہ ملاقات کے لئے بلوا لیتا ورنہ انکار کر دیتا ایک مرتبہ اس نے کسی کی تصویر دیکھ کر اس کو رخصت کرنے کا حکم دیا تو اُس شخص نے ملاقات پر اصرار کیا اور کہا کہ میری سیرت و حالات میرے قیافے کے مطابق نہیں ہیں بلکہ اس سے بہت بہتر ہوگئے ہیں اور میں نے یہ بات بڑی کوشش سے حاصل کی ہے کہ اپنے آپ کو اس برگزیدہ ہستی کی صحبت میں رہنے کے قابل بنا لیا ہے ارسطو نے یہ سن کر کہا کہ بے شک ایسا ہوسکتا ہے اور اسے بلا کر اپنا شاگرد کر لیا۔ اسی طرح اگر ہم بھی اپنی روح کی آرائش کی طرف متوجہ ہوں تو اس سے بہت کم محنت میں اسے اچھی حالت میں لاسکتے ہیں جتنی جسمانی آرائش کے لئے اٹھایا کرتے ہیں اور اس وقت اس ظاہری بناؤ سنگھار کی اتنی زیادہ ضرورت بھی باقی نہیں رہے گی۔ کیونکہ ایک خوبصورت و خوش لباس آدمی جہاں بیٹھے گا اچھا ہی معلوم ہوگا اور مکان کو خود اس کی ذات سے رونق حاصل ہوگی خداوند کریم ہمیں توفیق دے کہ ہم اس کے اس پاک اور مقدس عطیہ کو اس کی عبادت اور رضامندی کے کاموں سے اور زیادہ مقدس اور پاکیزہ بنا کر اس کی درگاہ میں مقبولیت کا شرف حاصل کریں۔ آمین۔

۱۰۹

تاج پوشی

تاج پوشی سے پہلے یہ رات تھی ــــــ یعنی آنے والی صبح کو نوعمر بادشاہ تاج شاہی سے سرفراز ہونے والا تھا نوجوان بادشاہ آراستہ خوابگاہ میں تنہا جلوہ آرا تھا۔ اراکین سلطنت اور معززین درباری آداب شاہانہ بجالا کر رخصت ہو چکے تھے۔
کم سن بادشاہ نے عہد طفلی سے گزر کر ابھی گلشن شباب میں قدم رکھا ہی تھا۔ عمر کا سولھواں سال تھا مجلس برخاست ہو جانے سے اُسے اطمینان سا محسوس ہونے لگا۔ رات کا گہرا سکوت اور سکون مطلق کی ہیبت ناک تاریکی کائنات کا ذرہ ذرہ ایک سکتہ میں تبدیل ہو رہا تھا۔ وہ نرم زرکار مخملی گدیلے پر دراز ہو گیا۔ اس کی آنکھیں تو گرفتار آہوئے صحرا کی طرح خوف زدہ اور کسی گہری حقیقت کی جستجو میں بے قرار معلوم ہوتی تھیں۔

درحقیقت یہ نوجوان صحرائی تھا۔ ایک گڈریئے نے اُسے پالا تھا۔ وہ ہمیشہ ان دونوں میاں بیوی کو اپنے والدین سمجھتا رہا۔ مگر وہ ایک بادشاہ کی اکلوتی لڑکی کا فرزند تھا۔ شہزادی نے خاندانی روایات کے خلاف ایک حسین مطرب سے جو باکمال مصور بھی تھا شادی کر لی تھی شاہی گھرانے میں یہ داماد ہرگز قابل پذیرائی نہ تھا۔

بعض کہتے ہیں کہ اس کی ساحرانہ بربط نوازی نے شہزادی کے دل کو مسخر کر لیا تھا۔ اور بعض کا بیان تھا کہ وہ مطرب نہیں بلکہ مصور تھا جو کسی دلکش مرقع کی تیاری میں مصروف تھا۔ شہزادی کا حسن اس کے لئے جان گسل ثابت ہوا۔ اور وہ ناتمام تصویر خانقاہ میں چھوڑ کر یکایک نگاہ و عالم سے مستور ہو گیا!

(۲)

بچہ جب سات دن کا ہوا تو ایک روز جبکہ شہزادی سو رہی تھی۔ شاہی فرمان اور حکومت کی ظلم آفرینی سے ننھے معصوم کو گڈریئے کے سپرد کر دیا گیا۔

غریب گڈریا جس کا کوئی بچہ نہ تھا اس نعمت گراں بہا کو پا کر بہت خوش ہوا .... اس کی دنیا اولاد کی مسرتوں سے خالی تھی۔

بدنصیب شہزادی بچے کے غائب ہو جانے کا علم ہوتے ہی شدت غم سے فوت ہو گئی۔ کسی نے کہا کہ مہلک عارضہ نے اس کا کام تمام کیا۔ لیکن عام طور پر یہ خیال تھا۔ کہ اُسے کوئی ایسا زود اثر سم قاتل پلا دیا گیا تھا جس نے چشم زدن میں اس کا رشتۂ حیات منقطع کر دیا۔

کر[illegible] دیکھئے کہ سنگ دل مہاری جو بچے کو اُٹھا کر شاہی حکم کے بموجب گڈریئے کے جھونپڑے پھینک آیا تھا۔ [illegible] ہی [illegible] ہو گیا۔

بستے ہیں شہر سے دور کسی معمولی قبرستان میں شہزادی کی لاش دفن کردی گئی۔ اور اس کے ساتھ ایک خوبصورت پردیسی نوجوان کو بھی جو پابہ زنجیر لایا گیا تھا۔ دراصل یہی بدنصیب شہزادی کا غریب شوہر تھا... جس کا فقط یہی ناقابل معافی جرم تھا کہ وہ شاہی خاندان کا رُکن نہ تھا۔

مگر جب بادشاہ! ظالم اور حریص بادشاہ کی آخری گھڑی سر پر آپہونچی۔ تو اُسے اپنا ظلم یاد آیا۔ اس لئے نہیں کہ حق بحقدار رسید کے مسئلہ پر عملدرآمد کرے۔ بلکہ اس خیال سے کہ سلطنت اس کی نسل سے نکل نہ جائے اس نے اس نو عمر ستم رسیدہ بچے کو گڈریئے کے جھونپڑے سے طلب کیا۔ اور ارکین سلطنت کے روبرو اپنا جانشین مقرر کر گیا۔

(۳)

قسام ازل نے خوبصورتی کا ذوق اور نرم دلی کا مادہ نوجوان بادشاہ میں خصوصیت سے ودیعت کیا تھا۔ وہ ہر خوبصورت چیز کا پرستار تھا جس وقت گڈریئے کی گدڑی اتار کر اُسے لباس شاہانہ پہنایا گیا وہ فرط مسرت سے اُچھل پڑا۔ البتہ کبھی کبھی اُسے اپنی صحرائی آزادی شاہانہ پابندیوں کے مقابلہ میں یاد آتی۔ اور اُس کی شاعرانہ محسوسات کو مضمحل کر دیتی۔ جس وقت مجلس حکومت برخاست ہو جاتی وہ سارے محل میں آہوئے صحرا کی طرح گشت لگاتا۔ اور گلشن کی رنگ آمیزیوں سے محظوظ ہوتا۔ پیش خدمت آگے پیچھے زرق برق وردیوں میں دست بستہ حکم کے منتظر کھڑے ہوتے۔ مگر وہ کسی اور چیز کا متلاشی تھا۔ وہ کائنات کی دلفریب سحر طرازیوں سے تنہا لطف اندوز ہونے کے لئے بے چین رہتا۔

اس کے متعلق عجیب روایات مشہور تھیں کہتے ہیں کہ شہریوں کی جانب سے صدر مجلس (میئر) جب سپاسنامہ پیش کرنے کے لئے حاضر ہوا تو وہ اس وقت بھی ایک دلکش تصویر کے مطالعہ میں محو تھا۔ اسی طرح ایک مرتبہ مسلسل کئی گھنٹے تک وہ غائب رہا۔ قلعہ میں کھلبلی مچ گئی۔ آخر کار بڑی جستجو کے بعد محل کے ایک گوشے میں ایڈونیس کے ایک جواہر پوش مجسمے کے سامنے تصویر حیرت بنا پایا گیا۔

غرضکہ ہر وہ شے جس میں حُسن اور شان دلربائی نمایاں ہوتی اس کی مطمح نگاہ بن جاتی تھی۔ اس نے بے شمار سوداگر اطراف و جوانب کے ملکوں اور غیر شہروں میں نادر و قدیم اشیاء بیش قیمت جواہرات اور عجائبات کی فراہمی کے لئے روانہ کر دیئے۔

(۴)

اس کو سب سے زیادہ اس شاہانہ لباس کی فکر تھی۔ جو وہ جشن تاجپوشی کی تقریب میں زیب تن کرنے والا تھا۔ اس دلفریب سنہری قبا پر جس کے زرکار حاشیئے جگمگا رہے تھے بیش قیمت تابناک جواہرات سے جا بجا گُل افشانیاں ہو رہی تھیں۔ لعل بدخشاں سے مرصع تاج اور بے بہا موتیوں سے جڑا ہوا عصا اس کی پُر امنگ طبیعت میں ہلچل ڈال رہا تھا۔ عید سے بڑھ کر خوشیاں اُس کے دل میں گُدگُدا رہی تھیں۔ اور تبسم اس کے ہونٹوں پہ کھیل رہا تھا۔ وہ نہایت آرام سے کوچ پر نیم دراز دل خوش کن خیالات میں محو تھا۔ سامنے آتش دان روشن تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ کیسی کیسی جانفشانیوں سے کیسے کیسے کاریگر

اور آرائش اس کے ملبوس کی تیاری میں مصروف ہیں ہزاروں درخشاں جواہرات سیکڑوں گوہر آب دار جن کا ثانی ملنا ممکن نہیں بے شمار زر و جواہر لٹا کر مہیا کئے گئے ہیں ——— صرف اس مبارک گھڑی کے لئے. جبکہ تاج شاہی اس کے سر پر رکھا جائے گا۔

اس وقت وہ اپنے شاعرانہ تخیل میں شاہانہ لباس سے آراستہ معبد میں مقدس قربان گاہ کے آگے سر تسلیم خم کئے مؤدب کھڑا تھا۔ لیکن کچھ دیر استغراق کے بعد وہ یکایک چونک پڑا جبین منقش در و دیوار پر نگاہ ڈالی۔ دیبا اور حریر کے خوبصورت پردے اور ارغوانی ریشم کے نرم و گداز بستر۔ پھولوں کی شامہ نواز دلفریب خوشبو اُسے ایک طرف محو خواب کرنے پر مُصر تھی تو دوسری طرف نوعمری کی پُر لطف اُمنگیں جشن و مسرت کی ولولہ انگیزیاں اس اہم وقت کو زندہ دلی سے گزارنے کی متمنی۔

ہلکی سیماب وار چاندنی میں معبد کا گنبد دریا کے کنارے ایک مرمریں بُلبلے کا منظر پیش کر رہا تھا۔ البتہ کبھی کبھی بُلبُل کے دل خراش نالے اس پُر کیف خاموشی میں دخل اندازی کرتے بُرے معلوم ہوتے۔ کوئل بھی دُور کسی گلستاں میں زمزمہ سنج تھی چنبیلی کی خوشبو مشام جاں کو معطر کر رہی تھی۔ اس نے خدام طلب کئے. شب خوابی کا لباس زیب تن کیا۔ اور بستر استراحت پر دراز ہوگیا۔ مگر آہ! وہ آرام کی پیاری نیند اب کہاں نصیب! خواب کی سرزمین میں وہ بے کنارہ تیرتا جا رہا تھا!!

(۵)

عالم رویا میں وہ کیا دیکھتا ہے. کہ ایک ایسی جگہ کھڑا ہے۔ جہاں بے شمار چرخوں اور کرگھوں کی آواز سامعہ خراشی کر رہی تھی. زرد اور لاغر کاریگروں اور مزدوروں کی ان تھک محنت افسوس ناک منظر پیش کر رہی تھی. کہیں مصیبت زدہ غریب عورتیں سوزن کاری میں مصروف تھیں. فضا میں اس قدر عفونت تھی کہ یہاں ٹھیر کر سانس لینا دشوار تھا۔

بادشاہ ایک نوربافت کے قریب پہنچ کر ٹھیر گیا.

"کیا دیکھتے ہو؟" نوربافت نے چیں بجبیں ہو کر کہا۔

"کیا مالک نے ہماری ٹوہ لینے کے لئے بھیجا ہے؟" دوسرا بولا۔

"کون مالک؟" بادشاہ نے تعجب سے پوچھا۔

"ہمارا مالک اور کون؟" نوربافت نے حقارت اور تلخی سے جواب دیا "گوکہ ہم ہی جیسا وہ بھی آدمی ہے۔ فرق اتنا ہے کہ قیمتی کپڑے پہنتا ہے۔ اور ہم چیتھڑے لگائے ہوئے ہیں۔ ہم فاقہ کشی سے نیم جاں ہیں۔ وہ پلاؤ قورمے سے بھی سیر نہیں ہوتا"

"خدا کی تمام سرزمین آزاد ہے کوئی کسی کا غلام نہیں" بادشاہ نے کہا۔

[illegible] ہم ہرگز آزاد کہلانے کے مستحق نہیں [illegible]

جنگ آزمائی کے موقع پیش نہ کر دیے فتنہ ہوتا ہے۔ اور امن کے دور میں امیر غریبوں پر غالب آتا ہے۔ ہمیں پیٹ کی خاطر کام کرنا ہی پڑتا ہے۔ خواہ کتنی ہی حوصلہ شکن مزدوری ملے۔ وہ ہماری محنت کا پھل کھاتے ہیں۔ اور ہمارے بچے بھوکے کملا جاتے ہیں۔ ہماری جانیں قبل از وقت بے انتہا تکالیف جھیل کر ختم ہو جاتی ہیں۔ ہم فصل بوتے اور کاٹتے ہیں۔ مگر پھر ہم ہی دانے دانے کو ترستے ہیں لوگ ہمیں اس لئے آزاد خیال کرتے ہیں کہ ہماری قید بے زنجیر ہے۔"

"کیا یہی حالت سب کی ہے؟" بادشاہ نے افسردہ ہو کر پوچھا۔

"ہاں سب کی یہی حالت ہے؛ بچے ہوں یا بوڑھے۔ سوداگر ہمیں پیسے ڈالتے ہیں۔ خدا ترس عابد وزاہد اپنی تسبیح ہلاتے ہماری طرف سے بے دیکھے گزر جاتے ہیں۔ ہماری تنگ و تاریک گلیوں میں عسرت منڈلاتی ہے۔ ہم فاقہ سے سوتے ہیں اور فاقہ سے جاگتے ہیں۔ مگر تمہیں اس سے سروکار؟

تمہاری حالت اور ہے۔ شاید تم سرمایہ دار ہو گے اس لئے خوش اور مطمئن معلوم ہوتے ہو" یہ کہہ کر وہ کام میں مصروف ہو گیا۔ بادشاہ نے دیکھا کہ سنہرے تاروں سے کپڑا بنا جا رہا ہے وہ خوف زدہ ہو گیا اور پوچھا "یہ تم کیا بن رہے ہو؟"

"یہ نوعمر بادشاہ کی تاج پوشی کا لباس ہے۔" نورباف نے جواب دیا۔ بادشاہ چیخ اٹھا۔ اور آنکھ کھل گئی۔ چاند کی روشنی دریچے سے اندر آ رہی تھی وہ بدستور اپنے بستر پر تھا وہ پھر خواب کے جزیرے میں جا پہنچا۔ کیا دیکھتا ہے۔ کہ بڑی سی کشتی پر سوار ہے۔ تقریباً سو غلام اُسے چپوؤں سے چلا رہے تھے۔ قریب ہی کشتی کا مالک قالین پر متمکن تھا۔ اُس کا خوفناک آبنوسی رنگ سُرخ ریشمی دستار اور کانوں میں بڑے بڑے نقرئی دُرّ ایک ہیبت شان پیدا کر رہے تھے۔ وہ ہاتھ میں ایک ترازو لئے ہوئے تھا۔ غلام بالکل برہنہ تھے۔ صرف ایک ایک لنگوٹی بندھی تھی۔ زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے وصوب کی تمازت سے ان کی حالت دگرگوں ہو رہی تھی۔ حبشی سپاہی ہاتھوں میں کوڑے لئے زد و کوب کرنے کو تیار تھے۔ وہ اپنے کمزور بازوؤں سے حتی المقدور تیزی سے چلانے میں مصروف تھے۔

کشتی سمندر میں پہنچی ہلکی ہلکی ہوائیں چل رہی تھیں۔ سُرخ بادبان ہوا میں لہرانے لگا۔ دفعتہً ۳ فوجی سوار ساحل پر نمودار ہوئے اور اپنے نیزوں سے حملہ آور ہو گئے۔ کشتی کا مالک فوراً سنبھل گیا۔ اور تیر و کمان درست کر کے ایسا تاک کر نشانہ لگایا کہ ایک سوار اسی وقت گر پڑا۔ باقی دونوں اُلٹے پاؤں بھاگے۔ پھر ایک عورت زرد نقاب ڈالے اونٹ پر سوار آہستہ آہستہ گزرتی دکھائی ..... وہ حسرت بھری نگاہوں سے پلٹ کر اس بے جان سوار کو دیکھتی جاتی تھی۔ آنکھیں جوشِ غم سے سُرخ ہو رہی تھیں۔

(۷)

جب کشتی لنگر انداز ہوئی۔ حبشی غلام ایک مضبوط رسی کی کمند اٹھا لائے۔ اور کشتی کنارے باندھ دی۔ پھر ایک نوجوان غلام کو زیر دستی [illegible] کے ناک [illegible] ن کے سوراخوں میں موم لگا دیا کمر میں وزنی پتھر باندھا اور اُسی رسی سے جکڑ کر

بیتا ہوا سمندر میں اُتار دیا گیا۔ چند بلبلے اُٹھتے دکھائی دیئے۔ اور غلام سمندر کی گہرائیوں میں غائب ہوگیا۔ لیکن کچھ دیر بعد رسّی کو اوپر کھینچ لیا جس کے ساتھ ہانپتا کانپتا غلام بھی اوپر نمودار ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک موتی تھا۔ سردار نے جھپٹ کر موتی چھین لیا۔ غریب غلام کو پھر پانی میں غوطہ دیا گیا۔ اُس وقت دوسرے غلام چپّوؤں پر ٹیک لگائے اونگھ رہے تھے۔ بار بار وہ مظلوم موتی لاتا۔ اور غوطے کھاتا رہا۔ آخر کار سردار نے ان تمام موتیوں کو جمع کرکے ایک سبز تھیلے میں بند کردیا۔

بادشاہ یہ تمام ماجرا دیکھتا رہا۔ وہ کچھ بولنا چاہتا تھا۔ مگر منہ سے آواز نہ نکلتی تھی۔ حبشی آپس میں کچھ بڑبڑا رہے تھے۔ غوطہ خور آخری مرتبہ جب باہر آیا تو اُس کے ہاتھ میں ایسا نایاب موتی تھا جس کی نظیر دنیا میں نہ مل سکتی تھی۔ اب اس کا چہرہ پیلا تھا۔ وہ آتے ہی عرشے پر گر پڑا۔ ناک اور کانوں سے خون جاری تھا۔ اعضا میں تشنّجی کیفیت پیدا ہوگئی وہ دیکھتے دیکھتے تڑپ کر ٹھنڈا ہوگیا۔ حبشیوں نے بے دردی سے اس کی لاش اُٹھا کر سمندر میں پھینک دی۔ کشتی کا سنگدل مالک ہنسنے لگا۔ پھر موتی کو للچائی ہوئی نگاہ سے دیکھا۔ آنکھوں سے لگایا۔ اور فرطِ مسرت سے اُچھل اُچھل کر بار بار چلّاتا تھا۔ آہا ہا! یہ بادشاہ کی صولجان میں جڑا جائے گا! عصائے شاہی کی زینت بڑھائے گا! بادشاہ یہ سُن کر خوف زدہ ہوگیا اُس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ آنکھیں کھلیں تو بدستور محل میں تھا۔ جھروکے سے دکھائی دے رہا تھا کہ افق پر شادمان اپنے خفیف تبسّم سے عالمِ بیداری پیدا کرنے کی کوشش میں مصروف ہے!

بادشاہ کی آنکھ پھر لگ گئی۔ کیا دیکھتا ہے۔ کہ ایک دہشتناک جنگل میں سراسیمہ دوڑ رہا ہے سانپ اُسے دیکھ کر پھنکارنے لگے۔ شوخ طوطے سرسبز ڈالیوں پر پھدک رہے تھے درختوں پر بندروں کا ہجوم تھا۔ ایک مقام پر خشک ندی دکھائی دی وہاں بڑی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ لوگ زمین کھود رہے تھے۔ دُور ایک مہیب غار تھا۔ بادشاہ نے دیکھا کہ اس میں سے موت اور لالچ منہ نکالے اس جمِ غفیر کو تک رہے ہیں۔ اور آپس میں اس طرح ہمکلام ہیں۔

موت:"میں بہت تھک گئی ہوں۔ اپنے چوتھائی آدمی دیدے میں چلی جاؤں گی!"

لالچ:"واہ! یہ میرے فرماں بردار نوکر ہیں۔ تجھے کیوں دیدوں؟"

"تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟" موت نے مسکرا کر سوال کیا۔

"مکئی کے ۳ دانے مگر تجھے اس سے غرض؟" لالچ نے جھنجھلا کر جواب دیا۔

"ایک دانہ مجھے دیدے میں اپنے باغ میں لگاؤں گی۔" موت نے کہا۔

"تجھے کچھ نہیں دوں گا" یہ کہہ کر لالچ نے اپنا ہاتھ دامن میں چھپالیا۔

موت نے مسکرا کر ایک پیالہ نکالا اور چشمے میں ڈبو دیا۔ یکایک لرزہ پیدا ہوا اور تہائی مزدور چشمِ زدن میں مر گئے لالچ نے سر پیٹ لیا اور رو کر کہا: "ہائے تو نے یہ کیا ستم کیا؟ میرے مزدور کیوں مار ڈالے۔ کمبخت دُور ہو کیا تجھے میرا ہی کام نہیں ملتا؟"

"جب تک تو ایک دانہ میرے سامنے نہیں کرے گا میں نہیں جاؤں گی" یہ کہہ کر زہر خند کے ساتھ ایک پتھر موت نے جنگل کی طرف پھینکا۔ جھاڑیوں سے آتشی لباس پہنے بخار نمودار ہوا فوراً تمام باقی ماندہ مزدور مر کر ڈھیر ہو گئے۔ لالچ نے سر پہ خاک ڈالنا اور رونا شروع کیا۔ موت اکڑ کر بولی جب تک تو ایک دانہ نہ دے گا میں تیرا پیچھا نہ چھوڑوں گی۔

"میں کچھ نہیں دوں گا" لالچ نے کڑک کر جواب دیا۔ موت نے قہقہہ مار کر سیٹی بجائی فوراً ایک عورت ہوا پہ اڑتی ہوئی حاضر ہوئی اس کی پیشانی پہ "بلائے آسمانی" تحریر تھا دیکھتے دیکھتے گدھ ٹڈی دل کی طرح آسمان پہ منڈلانے لگے۔ پہاڑی کے نشیب میں طوفان برپا ہو گیا اب ایک انسان بھی زندہ باقی نہ رہا۔ لالچ چیخ مار کر جنگل سے کہیں بھاگ گیا۔ اور موت اپنے صبا رفتار سرخ گھوڑے پہ اُس کے عقب میں روانہ ہوئی۔

(۸)

اب اپنے اپنے بھٹوں سے خونخوار درندے خونچکاں زمین کو سونگھتے نکلے۔ نوعمر بادشاہ نے رو کر پوچھا "یہ کون ہیں اور کیا ڈھونڈھ رہے ہیں؟"

"بادشاہ کے تاج کے لئے یاقوت!" ایک طرف سے آواز آئی۔ بادشاہ نے مڑ کر دیکھا کہ ایک درویش ہاتھ میں آئینہ لئے کھڑا ہے۔

"کس بادشاہ کے لئے؟" بادشاہ نے خوف سے کانپتے ہوئے پوچھا۔

"آئینہ میں دیکھ لے" درویش نے جواب دیا۔

بادشاہ نے آئینے پہ نگاہ ڈالی تو خود اپنی ہی تصویر دکھائی دی وہ بے اختیار چیخ اٹھا اور آنکھ کھل گئی۔ اُس وقت آفتاب کی شعاعیں شبنم میں نہائے درختوں کو درخشاں لباس پہنا رہی تھیں۔

(۹)

ارکینِ سلطنت علی الصبح حاضر ہوئے، خدمتیوں نے شاہانہ لباس، تاج اور عصا پیش کیا بادشاہ نے دیکھا کہ زرنگار لباس واقعی بہت دلکش ہے۔ اور تاج و عصا انمول جواہرات سے مرصع مگر اُسے اپنا خواب یاد آیا۔ اُس نے نفرت سے منہ پھیر لیا۔

"یہ سب لے جاؤ" اس نے حکم دیا "میں کچھ نہیں پہنوں گا۔ تاج پوشی ہونا نہیں۔ یہ کپڑا مصیبت اور مشقت کے ہاتھوں سے بنا گیا ہے۔ یاقوت خون آشام ہیں۔ موتیوں میں موت چھپی ہوئی ہے!"

پھر اس نے مصاحبوں سے اپنے تینوں خواب بیان کئے۔ وہ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے کہنے لگے شاید اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے ورنہ خواب کو اتنی اہمیت نہ دیتا۔

"جہاں پناہ!" وزیر نے عرض کیا، "وسوسے دل سے نکال دیجئے۔ خلعت زیب تن کر کے تاجِ شاہی فرقِ مبارک پر رکھیے۔ اور صولجان کی حکومت سنبھالئے۔ جب تک اعلیٰ حضرت شاہانہ پوشاک سے آراستہ نہ ہوں گے۔ تاج پوشی کی رسوم کیونکر ادا ہوں گی؟ رعایا کس طرح جانے گی یہ ہمارا بلند اقبال شہنشاہ ہے۔"

"رعایا نہیں پہچانے گی؟" بادشاہ نے تعجب سے پوچھا "میرا تو خیال تھا کہ بادشاہ کی صورت ہی میں کچھ شناخت ہوگی خیر جو ہو میں اس لباس تاج اور عصا کو دُور سے سلام کرتا ہوں۔ مجھے ایسی بادشاہی اور ظلم و ستم کی حکومت نہیں چاہیئے۔ اگر بغیر اس خلعت کے تاج پوشی نہیں ہوسکتی تو نہ ہو۔ گدڑی پہن کر میں اس محل میں آیا تھا وہی لے کر گڈریئے کے جھونپڑے میں واپس جاؤں گا۔"

یہ کہہ کر وہ اپنے ایک ہم عمر خادم کو لے کر اُٹھا صندوق سے اپنی گدڑی نکالی۔ چراگاہ کا پُرانا سونٹا ہاتھ میں لیا جس سے گلہ بانی کیا کرتا تھا۔ پھر روش پر سے موتیا کی ایک بیل توڑ کر سر کے گرد لپیٹ لی اور خادم سے کہا "یہ ہے میرا خلعت تاج اور عصا!"

(۱۰)

وہ اسی شان سے ایوانِ شاہی میں داخل ہوا جہاں ارا کینِ سلطنت اور اعیانِ مملکت رسوم تاج پوشی سرانجام دینے کے منتظر تھے۔ امراء و وزراء اس ہیئت کذائی پر انگشت بدنداں رہ گئے۔

"جہاں پناہ!" سب نے بیک زبان کہا "لوگ اپنے شہنشاہ کے پُرشوکت جلوے کے منتظر ہیں یہ لباس فقیرانہ ہرگز مناسب نہیں۔"

مگر اس نے ایک بشنی گھوڑے پر سوار ہو کر معبد کو روانہ ہوگیا جہاں تاج پوشی کی رسم ادا ہونے والی تھی۔ صرف نوجوان خادم ہمرکاب تھا۔ راستے پر رعایا شاہی سواری کی منتظر تھی۔ اس وضع میں اپنے فرمانروا کو کسی نے نہ پہچانا۔ بادشاہ نے خود اُن سے کہا "میں ہی تمہارا بادشاہ ہوں" پھر اپنا خواب سنایا سب مبہوت رہ گئے۔

"حضور!" ایک بوڑھے آدمی نے آگے بڑھ کر عرض کیا "امیروں کی امارت ہی سے دنیا قائم ہے۔ فرماں برداری مشکل ضرور ہے مگر اُسی سے ہمارا پیٹ چلتا ہے اعلیٰ حضرت شان و شوکت سے تخت نشین ہوں ہم پر کیا گذرتی ہے اس کی کچھ فکر نہ کریں۔"

"نہیں!" بادشاہ نے جوش سے جواب دیا "امیر اور غریب سب برابر کے انسان ہیں کسی کو حق نہیں کہ خدا کے بیشمار بندوں کو لوٹ کر عیش کرے!"

بادشاہ جب معبد میں پہونچا دربان اُسے روکنے لگے کیونکہ وہ شاہی سواری کے منتظر تھے نہ کہ گڈریئے کی آمد کے جب مقدس پیشوائے دین نے بادشاہ کو اس لباس میں دیکھا تو حیرت سے کہنے لگا!

"محترم فرزند! یہ کیا ہے۔ تاج کہاں ہے تخت نشینی کیونکر ہوگی۔ عصا کیا ہوا اب میں کیا تیرے ہاتھ میں دوں گا۔ آج [illegible] طرح یہ گدڑی تک آ پہنچی؟"

خوشی میں غم کو نہ بھولنا چاہئے"۔ بادشاہ نے جواب دیا اور اپنا پورا خواب بیان کیا۔

"میرے بچے!" مقدس پوپ نے طویل خاموشی کے بعد کہنا شروع کیا "میں بوڑھا ہوں اور دنیا کے نشیب و فراز سے واقف۔ تمام آدمی گناہوں سے آلودہ ہیں۔ دنیا ہمیشہ سے ایسی ہی ہے۔ انسان، حیوان حتیٰ کہ کیڑے مکوڑے تک اس قانون قدرت سے مستثنیٰ نہیں۔ شیر جھاڑیوں میں بے خبروں کی گھات میں چھپا رہتا ہے۔ جنگلی سور ہرے بھرے کھیت برباد کر ڈالتے ہیں۔ بحری قزاق سمندروں میں بے گناہ مسافروں اور جہازرانوں کا خون کرتے ہیں۔ جذامی شہر سے دور کس مپرسی کے عالم میں پڑے ایڑیاں رگڑ رہے ہیں۔ کیا تم دنیا کی ذہنیت کو بدل سکتے ہو؟ جذامی کو اپنے ساتھ سُلانا پسند کرو گے۔ غلیظ بھکاری کو اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھاؤ گے؟ کیا خونخوار شیر اور جنگلی سور تمہاری حکمرداری قبول کریں گے۔ اگر یہ سب ممکن نہیں تو پھر یہ درد و غم فضول ہے۔ بادشاہانہ لباس پہن کر آؤ تاکہ تخت نشینی کی رسم ادا کی جائے"۔

"مقدس باپ! کیا آپ اس پُرعظمت عبادت خانے میں سچ کہہ رہے ہیں؟ اچھا میں دیکھتا ہوں"۔ یہ کہہ کر نوجوان بادشاہ قربان گاہ پر چڑھ گیا حریم مقدس کے آگے سرنگوں کھڑا ہو گیا ایک سکتے کا عالم حاضرین پر طاری ہو گیا۔ علاوہ ازیں غریب پرور شہنشاہ مناجات میں مصروف تھا! یکایک شور مچا اور لوگ تلوار چمکاتے معبد میں شور مچاتے گھس آئے۔

کہاں ہے وہ دیوانہ گدڑی پوش بادشاہ؟ کدھر ہے سلطنت کو بے حرمت کرنے والا ہم اس خائن کی جان لیں گے..... ہاں اس کو تکا بوٹی کر ڈالیں گے"!

بادشاہ نے جس کے باطنی کمالات اب انتہا کو پہنچ چکے تھے شور سُن کر سر اُٹھایا۔ اس وقت آفتاب عالمتاب کی سنہری ضیا تاب کرنیں رنگین شیشوں سے چھن چھن کر ایک عجیب سماں پیش کر رہی تھیں۔ بادشاہ فرشتہ نور معلوم ہو رہا تھا اُس کے سر پر حسین موتیا کی سفید بیل تاج سے زیادہ تابناک دکھائی دیتی تھی وہ گدڑی میں بھی شاہانہ خلعت سے آراستہ نظر آ رہا تھا۔ اچانک ایک دلکش پُرکیف موسیقی شروع ہو گئی سب پر ایک وجد کی سی کیفیت طاری تھی — فرشتے ہاں آسمانی معصوم فرشتے سُروں کے ترانے الاپ رہے تھے۔ سرکش باغی بھی حیران اور ششدر رہ گئے۔ مذہبی پیشوا پر بھی ایک مردنی سی چھا گئی اور اُس کی مرتعش آواز یہ کہتی سنائی دی۔

"تو ہمارے وہم و گمان سے برتر تاجدار ہے"!

بادشاہ قربان گاہ سے اُترا اور مجمع کو چیرتا شاہی محل میں چلا گیا کسی کو آنکھ اُٹھانے کی بھی جرأت نہ ہوئی۔

"وہ نورِ مجسم معلوم ہو رہا تھا"!

(آسکر وائلڈ)

جمیلہ بیگم کلکتہ

دُھوپ

بارش کے بعد نکلی ہے کیا زر نگار دُھوپ
برسا رہی ہے دشت و چمن پر نکھار دُھوپ

ذرّے زمیں کے صورتِ گوہر چمک اُٹھے
دامانِ کوہسار میں پتھر چمک اُٹھے!

پاکیزہ مثلِ دامنِ پاکاں یہ دُھوپ ہے
حُسنِ عمل کی طرح درخشاں یہ دُھوپ ہے

تصویرِ حُسن، آبِ گہر سے دُھلی ہوئی
یا ہے کوئی حسین حقیقت کُھلی ہوئی!

افسوں گری کرشمۂ خوباں کی اس میں ہے
جاں پروری تبسّمِ جاناں کی اس میں ہے

سرمایۂ نشاط ہے یہ دل پذیر دُھوپ
قوت فزائے دل ہے کہ ہے جوئے شیر دھوپ

پیہم تھرک تھرک کے ہے سُورج چمک رہا
یا چشمہ نُور کا ہے فلک پر چھلک رہا

دُھل کر ہوئی فضائے چمن خوشگوار اور
اس دُھوپ میں ہے سبزہ و گُل کی بہار اور

دشت و جبل ہیں دعوتِ نظارہ دے رہے
پردہ اُٹھا ہے شاہدِ فطرت کے حسن سے

اُجلا ہر ایک منظرِ زیبا ہے دہر کا
بدلا ہوا سماں نظر آتا ہے دہر کا!

ہر چیز پر ہے سحر فشاں اس طرح یہ دُھوپ
یکسر بدل گیا ہے زمانے کا رنگ رُوپ

شہروں میں تابناک در و بام و کاخ ہیں
جنگل میں پاک و صاف بُن و برگ و شاخ ہیں

گرمی سی آ گئی ہے نوائے حیات میں
ہنگامہ ہے بپا چمنِ شش جہات میں

پیدا در اصل دھوپ نے کر دی ہے بات اَور
ورنہ نظر ہے اَور نہ ہے کائنات اور

گرمی ہو یا کہ سردی ہو، سایہ ہو یا دُھوپ!
سب ہیں اُسی کے پرتوِ لطف و کرم کے رُوپ!

تلوک چند محروم

ابرکؔ کی کان

صوبہ بہار میں چھوٹے ناگپور کا علاقہ پہاڑوں کے مناظر آبشاروں اور گھاٹی والی سڑکوں کے لئے سارے صوبہ میں مشہور ہے۔ بس یوں سمجھئے کہ یہ خطہ یہاں کا کشمیر ہے، مگر اپنے معدنی کانوں کے لئے اس کی شہرت دُور دُور پھیلی ہوئی ہے۔ لوہے کی متعدد بڑی بڑی کانیں یہاں ہیں۔ دنیا کا مشہور ٹاٹا کا کارخانہ اسی چھوٹے ناگپور میں واقع ہے۔ کوئلہ کی علاحدہ کتنی کانیں یہاں ہیں۔ اس کے علاوہ اور بیسیوں معدنیات کم و بیش مقدار میں یہاں سے نکلتی ہیں حتیٰ کہ سونا بھی پایا جاتا ہے اگرچہ بہت کم مقدار میں۔ اسی علاقہ کے ہزاری باغ ضلع میں (ہزاری باغ نہیں بلکہ باگھ کیونکہ یہ جگہ جنگل اور شیروں کے لئے مشہور ہے) کوہ باغوں کے لئے ایک جگہ ہے کوڈرما جو کہ اپنے ابرک کی کانوں کے لئے صرف ہندوستان میں نہیں بلکہ دنیا بھر میں مشہور ہے۔ ابرک اتنی مقدار میں اور ایسی اچھی کسی اور جگہ سے نہیں نکلتی۔ کوڈرما اگر ایک معمولی سی جگہ ہے مگر صرف ان ابرک کی کانوں کی وجہ سے ای۔ آئی۔ آر۔ کی گرینڈ کارڈ لائن پر ایک بڑا اسٹیشن ہے۔

سنتے ہیں تھوڑی بہت ابرک مدراس سے بھی نکلتی ہے۔ شاید کسی قدر گدھور (راجپوتانہ) میں بھی پائی جاتی ہے۔ ایک انگریز سے معلوم ہوا کہ برازیل (امریکہ) میں اس کا پتہ چلا ہے اور وہاں سے بھی اب بازار میں ابرک کافی مقدار میں آنے کی اُسے بہت اُمید ہے۔ ہماری دانست میں اب تک تو صرف کوڈرما ہی وہ جگہ ہے جہاں سے دنیا بھر کی ابرک کی بیشتر ضرورتیں پوری ہوتی ہیں۔ اس سال اپنے صاحب کے ساتھ میں دورہ پر آئی ہوئی ہوں اور یہاں کا تذکرہ امید ہے کہ عصمتی بہنوں کے لئے خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

شاید آپ یہ دریافت کریں کہ ابرک ہے ہی کون سی ایسی کارآمد شئے جس کے لئے ساری دُنیا کوڈرما کا زیر احسان ہے۔ صرف چمک پیدا کرنے کے لئے تھوڑے بہت سفوف کی البتہ ضرورت ہوتی ہے۔ مکانوں میں چونہ یا رنگ کے ساتھ اس کا سفوف ڈالا جاتا ہے تاکہ ذرا چمک آجائے۔ رنگریز کپڑے ساڑھیاں رنگ کر ابرک کا سفوف چمک کے لئے چھڑک دیتے ہیں۔ کبھار بھی دیوالی کے کھلونوں پر اور مٹی کے دیگر برتنوں پر اسی غرض سے اس کا استعمال کرتے ہیں۔ اور بس۔

ہم بھی ابرک کو کوئی ایسی کارآمد شئے نہ جانتے تھے مگر یہاں آکر معلوم ہوا کہ بیسویں صدی کی ایجادات میں اس کی بڑی ضرورت ہے۔ سائنس والوں نے اس کی مختلف خصوصیات دریافت کی ہیں اور اس کی ہر خاصیت سے کچھ نہ کچھ فائدہ اٹھایا ہے مثلاً اس آسانی سے اس کا آتنا باریک ورق ہو جاتا ہے کہ جب تک آپ نے دیکھا نہ ہو اس کی باریکی کا اندازہ نہیں کر سکتیں [illegible] بہلا ورق کو بیسیوں بنا کر دکھایا گیا ہے۔ ولایت میں اس کا اس سے باریک ورق بنتا ہے [illegible] سے گذر سکتی ہیں مگر گرمی کی لہروں کو جذب کر لیتا ہے بجلی کی لہریں اس سے نہیں گزر سکتیں [illegible] کام ہیں۔ اڈیٹر

ہو جاتا ہے اور پھر یہ پتلا سا ورق آسانی سے موڑ لیا جاتا ہے یک بیک گرمی پہنچنے یا کسی اچانک صدمہ سے شیشہ کی طرح ٹوٹتا نہیں اور نہ تڑاق سے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر پھیل جاتا ہے۔ یہ جلتا یا پگھلتا نہیں ہے۔ لالٹینوں اور گیس بتیوں میں شیشوں کی جگہ ابرک کا استعمال تو آپ نے بھی دیکھا ہو گا۔ موٹروں میں جو سیفٹی گلاس ہوتے ہیں مختلف اشیاء سے تیار کئے جاتے ہیں جس میں ابرک بھی ایک جزو ہے۔ کارخانوں میں جو بڑے بڑے چولھے ہوتے ہیں جنہیں فرنیس کہتے ہیں۔ اُن میں بھی ابرک کی سطح رکھی جاتی ہے۔ آئینہ سازی میں بھی اس کا استعمال ہے اور بعض قسم کے پالش میں بھی۔ گراموفون کے ساونڈ بکس میں ایک پتلا سا ورق ابرک کا لگایا جاتا ہے۔ بجلی بنانے والی مشینوں میں اس کا استعمال کثرت سے ہے یعنی ڈائنمو میں اور خدا جانے کہاں کہاں جس کا مجھے تو علم نہیں۔

آپ یہ نہ سمجھیں کہ ابرک یوں ہی زمین پر پڑی پائی جاتی ہے جسے اُٹھا کر اور بوروں میں کس کر ولایت روانہ کر دیا جاتا ہے یہاں آ کر تو ہم نے ایسا ہی سمجھا تھا کیونکہ جہاں دیکھو منوں ٹنوں ابرک کا ڈھیر پڑا ہوا ہے جو دھوپ میں چمک چمک کر اطراف و جوانب میں ایک خاص شان پیدا کرتا ہے۔ فوٹو ملاحظہ ہو۔ یہ جو ڈھیر نظر آتا ہے محض ردی ابرک کا ہے۔ سائنس کی ضرورتوں کے لئے جو ابرک نکلتی ہے وہ بڑی مشکل سے اور بڑے خرچ سے پہاڑ پر سُرنگ کھود کر چٹان کاٹ کر نکالی جاتی ہے۔ ہم ایک کان دیکھنے گئے تھے مگر وہاں جا کر جو حالت معلوم ہوئی تو صاحب نے مجھے اندر جانے سے روک دیا اور خود گئے۔ اس لئے کان کی حالت چشم دید نہیں بلکہ صاحب کے بیان پر مبنی ہے۔ یہ کانیں عموماً بلکہ یوں کہئے کہ ہر ایک کان گھنے جنگل کے اندر پہاڑوں پر واقع ہے۔ گھنے جنگل کا سماں یوں ہی کیا کم وحشتناک ہوتا ہے کہ ان پہاڑوں پر ایک تنگ سُرنگ میں تین چار سو فٹ نیچے اُتر کر آدمی تفتیش کرے کہ ابرک کیونکر نکلتی ہے۔ بہرحال صاحب اس سُرنگ میں اُترے اور کان کے منیجر وغیرہ درجنوں موم بتیاں لے کر ساتھ ہوئے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ باوجود جا بجا اوپر کھلی ہوئی ہونے کے سُرنگ کے اندر اس قدر اندھیرا ہے کہ روشنی بغیر ایک قدم چلنا مشکل۔ یہ سرنگ کچھ مغل وقتوں کی سی سرنگ نہیں کہ گھوڑا دوڑاتے ہوئے چلے گئے۔ ایک تنگ کنواں نما سُرنگ ہے جس میں لکڑیوں کی سیڑھیاں نیچی اُترتی چلی گئی ہیں۔ ایک ایک سیڑھی بیس پچیس فٹ لمبی ہوتی ہے ایک سے اتر کر دوسری پھر تیسری۔ یہ سیڑھیاں کچھ ایسی گھومتی ہوئی نیچے اُترتی ہیں کہ انجان آدمی باوجود روشنی کے جلدی نہیں اتر سکتا۔ صاحب کی سہولت کے لئے دو آدمی آگے موم بتی لئے ہوئے چلتے تھے اور دو پیچھے۔ کسی جگہ آگے کے آدمی جو ذرا تیزی سے آگے بڑھ گئے اور پیچھے والے خدا جانے کیوں پیچھے رہ گئے تو صاحب بچارے اندھیرے میں دیوار کا سہارا لئے یعنی کسی چٹان کو پکڑے سیڑھی پر کھڑے ہیں کیونکہ ذرا پاؤں غلط پڑے تو پندرہ بیس فٹ نیچے جا کر پڑیں مگر اسی اندھیرے میں مزدوروں کو انہوں نے بآسانی چڑھتے اُترتے دیکھا۔ صاحب کو جنگل میں شکار کے پیچھے پھرنے کی عادت سے یہ فائدہ ضرور ہو گیا ہے [illegible] اندھیرے میں معلوم ہو کہ ان کی طرح ان کو بھی وقت نہیں ہوتی مگر وہاں پہ بھی تنگ آ گئے تھے۔ کچھ آگے چل کر صاحب کو معلوم ہوا [illegible]

ٹھیوانے سے پانی سب اوپر کھینچ گیا پھر بھی آدمی بھیگ ہی جاتا ہے۔ ٹھنڈک اس قدر کہ کچھ دیر کھڑے رہئے تو ٹھٹھر جائیے۔ کام اس طور سے ہوتا ہے کہ بارود سے اندر ہی اندر پہاڑ اڑایا جاتا ہے جب چٹان پھٹ جاتی ہے تو اُس میں سے مزدور ابرک کے ٹکڑے علیحدہ کرتے ہیں۔ اگر ابرک کا کوئی بڑا ٹکڑا ہو تو مختلف اوزاروں سے چٹان کاٹ کر بڑی حفاظت سے اُسے مزدور نکالتے ہیں۔

کان کے ماہروں اور اس علم کے سائنس دانوں کا کام ہے کہ یہ پتہ لگائیں کہ ابرک کہاں نکلے گی اور کس قسم کی اور کس مقدار میں۔ اس کے بعد امتحاناً ایک چھوٹا سا غار کھود کر یہ پتہ لگاتے ہیں کہ ابرک کی سلیں اوپر سے نیچے کس طرف کو گئی ہیں۔ اُسی کے مطابق سُرنگ کھودنا شروع کرتے ہیں جب تک مٹی رہی یا نرم پتھر رہا تو کدال وغیرہ سے کام کرتے رہتے ہیں۔ سہارے کے لئے لکڑیوں کے ستون ڈالتے جاتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ مزدوروں کی آمدورفت کے لئے بیس پچیس فٹ لمبی لکڑی کی سیڑھیاں سرنگ میں اُتارتے جاتے ہیں۔ جب سخت پتھروں سے واسطہ پڑتا ہے تو چھینی سے آہستہ آہستہ چٹان کاٹتے ہیں یا بارود سے اُڑاتے ہیں۔ مشین سے بھی کاٹتے ہیں۔ مشین سے کاٹنے میں چونکہ خرچ زیادہ ہوتا ہے اس لئے عموماً بارود ہی سے اُڑاتے ہیں اور معمولی کدال، چھینی وغیرہ سے کام لیتے ہیں اگرچہ اس صورت میں وقت کچھ زیادہ لگتا ہے غرضکہ جیسے جیسے ابرک کی سلیں جاتی دکھائی دیتی ہیں سُرنگ اُسی طرح ٹیڑھی بانکی اوپر نیچے کٹتی جاتی ہیں۔ ساتھ ہی جا بجا ہوا کی آمدورفت کے لئے اور مال (یعنی ابرک مٹی پتھر وغیرہ) نکالنے کے لئے سرنگ تک غار بھی کھودتے جاتے ہیں غرضکہ کچھ اس طرح یہ سرنگ کٹی ہوتی ہے اور اتنے غار جا بجا ہوتے ہیں کہ سُرنگ کے اندر جا کر بس بھول بھلیاں سی معلوم ہونے لگتی ہے۔ سرنگ جیسے کٹتی جاتی ہے ابرک بھی نکلتی جاتی ہے اگرچہ عمدہ قسم کی ابرک سطح پر کم ہوتی ہے۔ چونکہ کسی مشین کا لگانا اور چلانا بہت خرچ طلب ہے اس لئے بجلی کی روشنی وغیرہ کا انتظام یہاں کسی کان میں بھی نہیں، موم بتیوں سے کام لیتے ہیں اور باوجود اس کثرت سے موم بتیاں جلانے کے کفایت رہتی ہے۔

اب آپ نے سمجھ لیا ہوگا کہ کس محنت اور خرچ سے ابرک نکلتی ہے خرچ کا اندازہ آپ شاید نہ لگا سکیں مگر محنت ایسی ہی ہے کہ اب تک فرہاد کا نام زندہ ہے۔ خرچ اتنا ہی ہے کہ باوجود ہر قسم کی کفایت شعاری کے ابرک کے کان والوں کو کچھ زیادہ فائدہ نہیں۔ کم سے کم صاحب کو تو ان سب نے یہی بتایا۔ مگر ابرک بکتی ہے بہت مہنگی یعنی ہزار ڈیڑھ ہزار روپیہ من اور ہوتی ہے کافی بھاری۔ یہ اتنی قیمتی ہوتی ہے کہ کان کی حفاظت اس طرح کرتے ہیں جیسے سونے کی کان ہو۔ ایک آدمی محض اس لئے تعینات ہوتا ہے کہ کان سے جو مزدور نکلیں ان کی جیبیں کپڑوں کو ٹٹول کر دیکھے کہ کچھ ابرک تو نہیں چرا کر لئے جا رہا ہے صاحب جب کان دیکھ کر واپس آئے تو منیجر نے مقفل کوٹھری کھول کر ابرک کے ایسے بڑے بڑے ٹکڑے دکھائے کہ ہم دیکھ کر حیران رہ گئے صاحب نے ایک چھوٹا سا ٹکڑا کوئی دس گیارہ انچ لمبا اور کوئی دو انچ دبیز بطور نمونہ اُٹھا کر چپراسی کے حوالہ کیا کہ موٹر میں ساتھ رکھ لے منیجر نے نہایت پھرتی سے اس ٹکڑے کو چپراسی کے ہاتھ سے لے کر ڈھیر میں ملا دیا اور کہنے لگا کہ اس کی قیمت تقریباً سو روپیہ ہوگی

نمونہ کی غرض سے اُس نے ہمیں چار پانچ انچ کے چند ٹکڑے لاکر دئے۔ تاکہ چوری نہ ہو اور ٹوٹ کر خراب نہ ہو جائے موٹر لاریوں پر لادکر کان کے نکلے ہوئے ابرک کے ٹکڑے کارخانہ کے گودام میں جمع کئے جاتے ہیں۔ اس کارخانہ میں ان ٹکڑوں کو احتیاط سے تراش کر مختلف ناپوں اور مختلف قسموں میں چھانٹ کر ولایت روانہ کیا جاتا ہے

کام صبح نو بجے سے لے کر چھ بجے شام تک اور پھر نو بجے رات سے لے کر چھ بجے صبح تک ہوتا ہے دن کے مزدور الگ اور رات کے مزدور الگ۔ پندرہ بیس کمپنیاں یہاں پر کام کر رہی ہیں اور اس کثرت سے کانیں اور کارخانے ہیں کہ آدمی اگر ان سب کو دیکھنا چاہے تو دو چار مہینے میں فرصت ہو۔ پہلے تو یہ سب کارخانے انگریزوں کے ہاتھوں میں تھے مگر اب ہندوستانی بھی کافی تعداد میں کارخانوں کے مالک ہیں۔

کان سے ابرک نکلنے کے حالات معلوم ہونے کے بعد اب سنئے کہ وہاں سے نکل کر کارخانے میں پھر یہ ابرک کے ٹکڑے کس طرح تراشے چھانٹے اور تقسیم کئے جاتے ہیں۔ کان سے نکالتے وقت کوشش تو یہ ہوتی ہے کہ بڑے سے بڑے ٹکڑے نکالے جائیں۔ پھر بھی کسی خاص قسم یا ناپ کے ٹکڑوں کا نکلنا قطعی ناممکن ہے۔ کان سے نکلتے ہوئے ابرک کے ٹکڑے عموماً ایک یا ڈیڑھ انچ دبیز ہوتے ہیں اور بہت مختلف ناپ اور قسموں کے بھی ہوتے ہیں۔ فروخت کے پہلے کارخانے میں چاقو یا کسی نوک دار چیز سے ان دبیز ٹکڑوں کو چیر کر پتلا پتلا (تقریباً ۱/۸ انچ موٹا) بنا کر ان کے کنارے چھیل چھال کر ان کی مختلف قسموں میں تقسیم ضروری ہے۔

ان قسموں کی تفصیل یوں ہے کہ رنگ کے لحاظ سے ابرق کی تین قسمیں ہیں سبز (یہ سب سے گھٹیا قسم ہے) سفید (یہ دوسرے نمبر پر ہے) زردی مائل سُرخ (یہ بہت ہی عمدہ قسم ہے) اور اسی رنگ یعنی زردی مائل سُرخ رنگ کی ابرک ہی یہاں (کوڈرما میں) زیادہ تر پائی جاتی ہے اور پہلی دونوں قسموں کی بہت کم۔ زردی مائل سُرخ رنگ کی ابرک کی صفائی اور عمدگی کے لحاظ سے بالفعل آٹھ تجارتی قسمیں ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ بالکل صاف۔ صاف۔ ذراسی داغدار۔ داغدار۔ داغدار پھر بھی اچھی۔ داغدار۔ بالکل داغدار۔ سیاہ۔ سیاہ اور داغدار۔ اس تعداد میں وقتاً فوقتاً اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ یعنی سفید۔ سبز۔ اور زردی مائل سرخ رنگ کی آٹھ قسموں کو پھر ناپ کے لحاظ سے گیارہ قسموں میں تقسیم کرتے ہیں۔ قسمیں یہ ہیں۔ [illegible] خاص درجہ سوئم۔ خاص درجہ دوئم۔ خاص درجہ اول۔ [illegible] سب سے چھوٹا ہوتا ہے سوا انچ مربع اور خاص درجہ اول سب سے بڑا ستر انچ مربع سے زیادہ اور بقیہ نمبر سب درمیانی سائز ہیں۔ چنانچہ ابرک کے ٹکڑے فروخت کرنے سے قبل ایک سو دس قسموں میں علٰحدہ علٰحدہ تقسیم کر دئے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ کام بہت اُلجھاؤ کا ہے مگر ایک ترتیب سے کیا جاتا ہے اور کام ایسی سہولت سے ہوتا رہتا ہے کہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہیں پر اُلجھن نہیں ہوتی نہ یہ دقت پیش آتی ہے کہ کسی خاص ٹکڑے کو کسی قسم میں رکھا جائے اس کی بڑی وجہ تو یہ ہے کہ کل تقسیم ایک جگہ پر نہیں ہوتی بلکہ کئی مقاموں پر درجہ بدرجہ ہوتی رہتی ہے۔ سب سے پہلے تو کان سے نکلے ہوئے ٹکڑوں کو وہیں کے گودام میں ناپ کے لحاظ سے تین قسموں میں سرسری طور پر تقسیم کروا لیتے ہیں کارخانے میں بھی چھوٹے سائز کے ٹکڑوں کو یعنی [illegible] کے ٹکڑوں [illegible] کرنے کے لئے الگ مکان ہوتا ہے اور درمیانی سائزوں یعنی [illegible] کے لئے الگ مکان

ہوتا ہے اور بڑے سائزوں یعنی تینوں خاص نمبروں کے ٹکڑوں کے لئے الگ مکان ہوتا ہے اور پھر ان مکانوں میں بھی کام درجہ بدرجہ ہوتا رہتا ہے۔

کان کے اندر ابرک کے ٹکڑے بارود سے چٹان اُڑا کر نکالے جاتے ہیں۔ ویسے ہی چھوٹے بڑے ٹکڑے بلکہ گرد مٹی پتھر سب ساتھ ہی ملے جلے کان کے اوپر پہنچا دئے جاتے ہیں جہاں ایک مکان میں ان کو جمع کرکے مٹی پتھر وغیرہ سے الگ کرتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ مزدور جو کہ عموماً عورتیں ہوتی ہیں اس مٹی پتھر کے ڈھیر سے ابرک کے ٹکڑوں کو چُن چُن کر اور ساتھ ہی ناپ کے لحاظ سے تین قسموں میں سرسری طور پر تقسیم کرکے الگ الگ رکھتے چلے جاتے ہیں۔ مٹی پتھر کا ڈھیر ویسا ہی پڑا رہتا ہے جسے بعد کو باہر پھنکوا دیا جاتا ہے۔ دن بھر کے کام سے جو ابرک نکلتا ہے۔ اُسے یوں سرسری تقسیم کرکے وزن کرکے الگ الگ تھیلوں میں بند کرکے لاکھ سے مہر جاوی جاتی ہے جیسے ڈاک کی ہوتی ہے۔ ہر تھیلے پر نمبر لگا کر ایک لیبل بھی لگا دیا جاتا ہے کہ اس میں چھوٹے سائز کے ٹکڑے ہیں یا درمیانی سائز کے یا بڑے سائز کے اور کتنے وزن کے ہیں اس کے علاوہ لیبل پر کان کا نام اور جس تاریخ میں یہ ابرک نکالی گئی ہے وغیرہ وغیرہ بھی لکھ دیا جاتا ہے تاکہ منیجر ہر روز کے کام کا حساب کر سکیں۔ یہ سربمہر تھیلے عموماً موٹر لاریوں پر کارخانے کے گودام میں پہنچا دئے جاتے ہیں۔ یہاں ایک آدمی ان تھیلوں کو لیبل پڑھ پڑھ کر چھوٹے ٹکڑوں والے تھیلے الگ۔ درمیانی ٹکڑوں والے تھیلے الگ۔ اور بڑے ٹکڑوں والے تھیلے الگ رکھوا دیتا ہے۔ چونکہ کان ہی پر سے علٰحدہ علٰحدہ ان تھیلوں کو رکھ کر لاتے ہیں۔ اس لئے گودام پر یہ کام بہت سہولت اور جلدی سے ہوتا ہے۔

کارخانے کے تین الگ الگ حصے ہوتے ہیں۔ بلکہ اکثر کارخانوں میں تین جدا جدا مکان ہی ہوتے ہیں۔ ایک جگہ صرف چھوٹے سائز کے ٹکڑے (یعنی ۵ و ۶ و ۷ و ۸)۔ دوسری جگہ صرف درمیانی سائز کے ٹکڑے (یعنی ۲ و ۳ و ۴ و ۵)۔ اور تیسری جگہ صرف بڑے سائز کے یعنی تینوں خاص نمبر والے ٹکڑے تراشے چھانٹے اور تقسیم کئے جاتے ہیں۔ گودام سے چھوٹے ٹکڑوں والے تھیلے حسبِ ضرورت کارخانہ کے اُس حصہ میں بھیج دئے جاتے ہیں جہاں صرف چھوٹے ٹکڑے تراشے چھانٹے اور تقسیم کئے جاتے ہیں اور درمیانی ٹکڑوں والے تھیلے اُس حصہ میں جہاں صرف درمیانی ٹکڑے اور بڑے ٹکڑوں والے جہاں صرف بڑے ٹکڑوں کا کام ہوتا ہے۔ ہر ہر حصہ میں کام کرنے والوں کی پانچ مختلف جماعتیں ہوتی ہیں۔ اور ہر ایک جماعت کا کام مختلف ہے۔ ہر ابرک کے ٹکڑے کو اپنی منزل پر پہنچنے کے لئے ان پانچوں جماعتوں سے باری باری گزرنا پڑتا ہے۔ پہلی اور دوسری جماعت میں مرد و عورت بچے سب ہی کام کرتے ہیں جو سیدھا سادا آسان ہوتا ہے۔ تیسری اور چوتھی جماعت کے لئے کام سیکھے ہوئے مزدور ہوتے ہیں اور پانچویں جماعت میں تو صرف ماہر ہی کام کرتے ہیں۔ چوتھی جماعت تک تو کارخانہ کے ہر حصے میں کام ایک ہی سا ہے اور کسی ایک حصے کے کام کا تذکرہ کافی ہے۔ لیکن پانچویں جماعت کا کام ابرک کے سائز کے مطابق جدا ہوتا ہے۔ چنانچہ اس جماعت کا کام ہر حصے کے لئے مختلف ہے۔

[illegible] جماعت کا کام یہ ہے کہ کان سے آئے ہوئے ٹکڑوں کو جو عموماً ایک یا ڈیڑھ مربع انچ دبیز ہوتے ہیں چاقو کی [illegible]

چیر چیر کر پانچ چھ پتلے پتلے ٹکڑے بنا ڈالے کیونکہ ایک انچ دبیز ٹکڑے آسانی سے تراشے چھانٹے نہیں جا سکتے ہیں ساتھ ہی اس کا لحاظ بھی رکھا جاتا ہے کہ کوئی داغدار یا ٹوٹا ہوا ورق کسی ٹکڑے کے اندر خواہ مخواہ نہ رہ جائے۔ اس طرح سے دبیز ٹکڑوں کو چیرتے ہیں کہ حتی الوسع ایسے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے الگ ہو جائیں۔ یہاں سے جو ٹکڑے آگے والی جماعت یعنی دوسری جماعت کو بھیجے جاتے ہیں وہ تقریباً چوتھائی انچ دبیز ہوتے ہیں۔ اور کسی قدر صاف بھی مگر کنارے کھردرے رہتے ہیں جیسے کان سے کھد کر نکلتے تھے۔

دوسری جماعت کا کام یہ ہے کہ ان کھردرے کناروں کو کسی استرے جیسے تیز اوزار سے چھیل کر خوشنما اور سڈول بنا ڈالے اس کام کے لئے ہر مزدور کے سامنے لکڑی کی آٹھ یا نو انچ لمبی میخ گڑی رہتی ہے جس سے اڑا کر ابرک کے ٹکڑوں کو تراشا جاتا ہے۔ اس کام کو کرتے وقت ہر ردی داغدار ورق قطعی الگ کر ڈالتے ہیں یا کوئی بال پڑا ہوا یا ٹوٹا ہوا ورق ہوا تو اُسے بھی الگ کر ڈالتے ہیں۔ ایسا کرنے میں ٹکڑے خود ہی بہت پتلے پتلے بن جاتے ہیں۔ گنجفوں کے پتے جیسے ان کی موٹائی تقریباً انچ کا سولھواں حصہ ہوتی ہے۔ اس جماعت میں ان ابرک کے ٹکڑوں کو رنگوں کے لحاظ سے بھی تقسیم کر ڈالتے ہیں جس غرض سے ہر مزدور کے پاس تین ٹوکریاں ہوتی ہیں۔ ایک میں وہ زردی مائل سُرخ رنگ کے ٹکڑوں کو رکھتا جاتا ہے۔ دوسری میں سفید۔ تیسری میں سبز۔ ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے کہ ساری سل سفید یا سبز رنگ کی ابرک کی نکل آئے بلکہ عموماً گھٹیا قسم کی ابرک میں بھی کسی قدر زردی مائل سُرخ رنگ کی ابرک ملی رہتی ہے۔ رنگوں کی تقسیم اسی لئے اس جماعت کے ذمہ ہے کیونکہ ٹکڑے چیرتے وقت ہر سہ رنگ کی ابرک بآسانی یہاں الگ کر لی جا سکتی ہے۔ یہاں سے جو ٹکڑے آگے یعنی تیسری جماعت کو بھیجے جاتے ہیں وہ بہت پتلے پتلے ٹکیوں جیسے۔ کنارے بھل ترشے ہوئے مگر ہر ناپ کے ملے جلے ہوتے ہیں البتہ ہر سہ رنگ کے ٹکڑے الگ الگ تین ٹوکروں میں رکھے ہوتے ہیں۔ اور یہ ٹوکریاں تیسری جماعت کو بھیج دی جاتی ہیں۔

تیسری جماعت والوں کا کام یہ ہے کہ ناپ کے لحاظ سے ان کی تقسیم کر ڈالیں۔ اس جماعت کو فرسٹ سارٹنگ ڈیپارٹمنٹ کہتے ہیں یعنی ابتدائی تقسیم الگ کرنے والی جماعت۔ چونکہ ہر حصے میں صرف چار سائزوں یا نمبروں کو الگ کرنا ہے اس لئے ہر ٹوکری کے گرد چار آدمی بیٹھ جاتے ہیں ہر ایک کے پاس ایک چھوٹی ٹوکری ہوتی ہے۔ ہر شخص ایک خاص نمبر یا سائز کے ٹکڑے بیچ والی ٹوکری سے چن کر اپنی ٹوکری میں رکھتا جاتا ہے۔ مثلاً اُس حصہ میں جہاں کہ صرف درمیانی سائزوں کا کام ہوتا ہے ایک آدمی صرف ۲ دوسرا صرف ۳ تیسرا صرف ۴ اور چوتھا صرف ۵ چن چن کر اپنی ٹوکری میں رکھتا جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے گنجفے کے پتے پھینکے جا رہے ہوں۔ کام بہت تیز نہیں ہوتا ہے کیونکہ ساتھ ہی ہر ٹکڑے کا معائنہ کرتے جاتے ہیں۔ اگر کوئی ورق بال پڑا ہوا یا کنارے سے بہت پھٹا ہوا ہوتا ہے تو چاقو سے تراش کر یا چیر کر الگ کر دیتے ہیں۔ چنانچہ یہاں بھی تراش چھانٹ ہوتی رہتی ہے اور کترن نکلتی ہی رہتی ہے۔ ہر ٹوکری پر نمبر لگا دیا جاتا ہے کہ اس میں کس سائز کے ٹکڑے ہیں۔ یہاں سے [illegible] ٹوکریاں [illegible] بھری ہوئی سیدھی پانچویں جماعت کو بھیج دی جاتی ہیں [illegible] ٹکڑوں کو چوتھی جماعت

[illegible] ٹ کے ابرک والی ٹوکریاں نمبر لگی ہوئی رکھ دی جاتی ہیں۔

[illegible] جاعت کو سکنڈ سارٹنگ ڈیپارٹمنٹ کہتے ہیں یعنی تقسیم ثانیہ کرنے والی جاعت۔ اس جاعت [illegible] [illegible] ٹوکریوں کی ابرک کے ہر ٹکڑے کو بغور دیکھ بھال کر اُس کی عمدگی کے لحاظ سے اُن آٹھ قسموں میں تقسیم کر [illegible] [illegible] کر کے رکھ دی جاتی ہوں۔ یہ قسمیں یوں ہیں۔ بالکل صاف۔ صاف۔ ذرا سی داغدار۔ داغدار مگر اچھی۔ داغدار۔ بالکل داغدار [illegible] [illegible] بالکل صاف سب سے عمدہ قسم ہے اور سیاہ اور داغدار سب سے کمتر باقی درجہ بدرجہ ہیں۔ اگر کسی ٹکڑے کا [illegible] کو بقدر تراش چھانٹ سے نکالا جاسکتا ہے اور تب وہ ٹکڑا اعلیٰ قسم میں شامل کیا جاسکتا ہو تو ایسے ٹکڑوں کو تراش کر [illegible] ٹوکری میں ڈال دیتے ہیں جہاں سے بعد کو وہ اعلیٰ قسم میں شامل کر لیا جاتا ہے۔ اس جاعت کی عموماً دو ٹولیاں ہوتی ہیں۔ چار [illegible] ایک ٹولی علٰحدہ کرتی ہے اور چار قسمیں دوسری ٹولی۔ کام بڑے سائز کے ٹکڑوں سے شروع کرتے ہیں اور اس کے بعد [illegible] کے نیچے نمبر والی ٹوکریوں کی ابرک علٰحدہ کرتے ہیں اور اس کے بعد اس سے بھی نیچے نمبر والی ٹوکری اسی طرح کام کرنے [illegible] ان کو سہولت ہے یہاں سے یہ تقسیم شدہ ٹکڑے پانچویں جاعت کو بھیج دئے جاتے ہیں اس جاعت کو سیلس ڈیپارٹمنٹ یعنی محکمہ فروخت کہتے ہیں۔

جیسا میں اوپر لکھ چکی ہوں یہاں صرف ماہر ہی کام کرتے ہیں۔ ان کا کام یہ ہے کہ سمندر پار یورپ۔ جاپان۔ امریکہ وغیرہ [illegible] ہو اُسے پورا کریں اور ان ابرک کے ٹکڑوں سے ایسی چیزیں بنائیں جن کی فروخت بہ آسانی ہو سکے۔ چھوٹے اور درمیانہ سائزوں کی پانچویں جاعت یعنی محکمہ فروخت میں تقسیم ہوتے ہوتے چالیس مختلف قسموں کی ابرک کی ٹوکریاں ہو جاتی ہیں۔ بڑے سائز کی پانچویں جاعت میں تیس ہی اقسام ہوتے ہیں۔ اس جاعت میں آٹھ دس آدمی عموماً کام کرتے ہیں اور ہر شخص کو چار یا پانچ قسموں سے سروکار رہتا ہے یہاں کا کام ہر سہ حصہ کے لئے جداگانہ ہے اور ان کی تفصیل بھی جُدا جُدا ہے۔

اس جاعت کے کام کے پہلے یہ بتا دینا ضروری ہے کہ اس قدر جو تراش چھانٹ ہوتی ہے اُس ردی کترن کا کیا [illegible] [illegible] یہ ردی ٹکڑے سب جگہوں سے اکٹھے کر کے ایک علٰحدہ مکان میں جمع کئے جاتے ہیں۔ جسے [illegible] Splitting Department [illegible] کو الگ الگ کرنے والی جاعت کہتے ہیں۔ یہاں کام کرتے وقت سفید اور سبز رنگ کے ٹکڑے الگ کر دیتے ہیں [illegible] [illegible] اس کام کا نہیں ہوتا۔ زردی مائل سُرخ رنگ کے ٹکڑوں میں بھی سیاہ اور بہت داغدار ٹکڑے [illegible] [illegible] ورق بنانے کے لئے زردی مائل سُرخ رنگ کی ابرک کی صرف عمدہ [illegible] [illegible] سفید ردی ٹکڑے یہاں سے چھانٹ کر جدا کرنے کے لئے [illegible] [illegible] بنانے کا کام [illegible] بہت باریک [illegible]



ابرق کی کان



ابرق کی کان



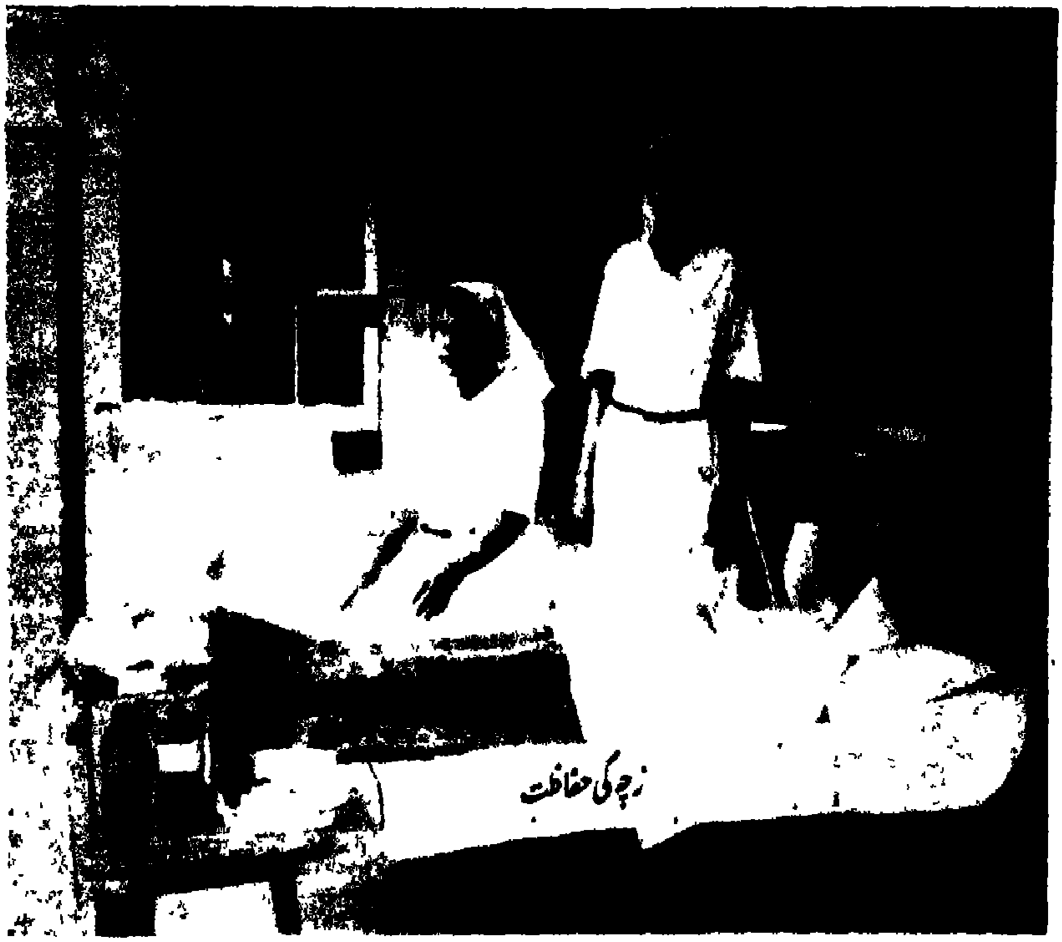






(۱) ان ٹوکریوں میں ابرق کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے تراش چھانٹ کر رکھے ہیں اور یہ ٹوکریاں ابتدائی قسمیں الگ کرنے والی جماعت کو بھیجی جا رہی [illegible] الگ کیا جا رہا ہے اور تراشش چھانٹ بھی ہو رہی ہے (۳) ابرق کے ٹکڑوں کی درستگی اور تقسیم ایک ساتھ ہو رہی ہے [illegible] ورق علیحدہ کئے جا رہے ہیں

مسز احسن۔ کراچی



زچہ کی حفاظت





[illegible] بہت باریک ہوتے ہیں اس لئے چھان کر الگ الگ کرنا مشکل ہے۔ مختلف ناپ کی چھلنیوں کے ذریعے [illegible] الگ کیا جاتا ہے۔ اس کام کے لئے چار سائز کی چھلنیاں ہوتی ہیں۔ ۱۰، ۲۰، ۴۰ اور ۶۰ میش نمبر کے [illegible] کے ضمن میں اوپر لکھے جا چکے ہیں۔ نمبر ۱۰ چھلنی سے ۱۰ میش سائز کے ورق اوپر رہ جاتے ہیں اور چھوٹے سائز [illegible] جاتے ہیں۔ انہیں پھر نمبر ۲۰ کی چھلنی سے چھانتے ہیں جس پر ۲۰ میش سائز کے ورق اوپر رہ جاتے ہیں اور چھوٹے سائز [illegible] جاتے ہیں۔ اسی طرح نمبر ۴۰ کی چھلنی سے اور اس کے بعد نمبر ۶۰ کی چھلنی سے چھانتے ہیں۔ نمبر ۶۰ کی چھلنی سے جو ورق نیچے [illegible] جاتے ہیں ان کا سفوف بنتا ہے۔ سفوف بنانے کی ایک مشین ہے۔ اس سفوف کو ابرک والے اصطلاحاً میدہ کہتے ہیں۔ یہاں [illegible] موٹا پسا ہوا اور باریک پسا ہوا سفوف چھلنیوں سے چھان کر الگ الگ کر لیا جاتا ہے۔ بالکل یہ سفوف کارخانے ہی میں خرچ ہوتا ہے۔ کہیں سمندر پار بھیجا نہیں جاتا کیونکہ امریکہ میں بہت ہی عمدہ سفوف بنتا ہے وہیں سے اور جگہوں کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔ کارخانے میں اس سفوف کا مصرف یہ ہے کہ ورق بناتے وقت ہر ورق پر اس سفوف کو چھڑک دیا جاتا ہے کہ ورق آپس میں مل نہ جائیں۔ اگر ابرک کا سفوف نہ چھڑکا جائے تو ابرک کے ورق خود بخود مل کر پھر ایک سے ہو جائیں۔ اسی غرض سے ورق بنانے والی جماعت کے ہر مزدور کے پاس ابرک کے سفوف سے بھری ہوئی ایک چھوٹی سی تھیلی یا پوٹلی ہوتی ہے۔

ان ورقوں کے بنانے کا قصہ بھی خالی از دلچسپی نہیں۔ ہندوستان میں یہ ورق پہلے نہیں بنتے تھے وہ محض اس لئے کہ یہاں یہ گمان بلکہ یقین تھا کہ سمندر پار عمدہ مشینوں کے ذریعہ بہت ہی باریک اور عمدہ ورق بنتے ہوں گے مگر جب [illegible] سمندر پار کے کارخانوں کو دیکھنے گئے تو پتہ چلا کہ ہندوستان کے مانند باریک ورق وہاں نہیں بنتا۔ وہاں مشین سے ورق بناتے ہیں۔ اس لئے کہیں پر موٹا کہیں پر پتلا رہ جاتا ہے اور ٹوٹ ٹوٹ کر کثرت سے خراب بھی ہوتا ہے۔ یہاں غریب ہندوستانی عورتیں دیدہ ریزی سے ایک ایک ورق نہایت آہستہ آہستہ احتیاط سے نکالتی ہیں۔ یہ جاننے کے بعد کارخانے والے ابرک کے اُن ٹکڑوں کا جو بیکار پڑے ہوئے تھے اب مصرف میں لینے لگے ہیں۔ ان ورقوں کو اصطلاح میں [illegible] کہتے ہیں [illegible] میں سمندر پار ورق بھیجے جاتے ہیں۔ وہاں ان کا یہ مصرف ہے کہ ان کو مشین سے دبا دبا کر اور شاید کچھ مسالا بھی لگا کر ابرک کی چادریں بناتی ہیں اور یہ ورق اس طرح آپس میں مل جاتے ہیں کہ کہیں پر نشان نہیں رہتا ہے۔ ابرک کی چادریں یہاں [illegible] قسم کی نہیں۔ اسی سے [illegible] کے شیشے بنائے جاتے ہیں اور ہندوستانی بنے ہوئے ایسے شیشے [illegible]

[illegible]

[illegible] ہر حصے کے لئے [illegible]

[illegible] کے پہلے ایک بار پھر [illegible]

چھوٹے سائز کے ٹکڑے بنا دینے سے دام زیادہ ملنے کا امکان ہے تو یہاں ایسے ٹکڑے تراش کر چھوٹے کر دئے جاتے ہیں مگر ایسا نہیں کرتے کہ خاص نمبر کے کسی ٹکڑے کو چھوٹا کر کے درمیانی سائز والوں میں ملا دیں کیونکہ خاص نمبروں کے اور درمیانی سائزوں کے دام میں بہت تفاوت ہے۔ درمیانی سائز یعنی ۱۰ تا ۱۲ کے ٹکڑے جب چالیس قسموں میں تقسیم ہو کر وہاں کی پانچویں جماعت میں آتے ہیں تو ان میں سے تختیاں اور پتیاں بنانے کے قابل ٹکڑے علیحدہ کر لیتے ہیں۔ ابرک کے چوکھونٹے ٹکڑوں کو جو کہ عموماً تین یا چار انچ لمبے اور دو یا ڈیڑھ انچ چوڑے ہوتے ہیں اصطلاحاً ڈسک Disco یعنی تختی کہتے ہیں۔ ان تختیوں کے آرڈر میں ناپ موٹائی کی خصوصیت بھی ہوتی ہے۔ اس لئے ہوشیاری سے ایسے ٹکڑوں کا انتخاب کرتے ہیں کہ آرڈر کے مطابق تختیاں کاٹتے ہیں۔ جہاں تک کم ابرک ضائع ہو۔ یہ تختیاں مشین سے کٹتی ہیں اور ہر تختی کی دبازت ایک آلہ سے ناپی جاتی ہے بڑے ناپ کی تختیاں خاص نمبر کے ٹکڑوں سے تراشی جاتی ہیں۔ مگر بہت کم۔ شاید سمندر پار والے اس کام کو خود ہی کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ ابرک کے تین یا چار انچ لمبے بیضاوی شکل کے ورقوں کو پتیاں یا تجارتی اصطلاح میں بک لیف Book-Leaf کہتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ ان پتیوں کو کتابوں کے ورقوں کی طرح الٹا پلٹا اور موڑا جا سکتا ہے۔ ان پتیوں کے آرڈر میں محض لمبائی اور تعداد یا وزن کی خصوصیت ہوتی ہے۔ آرڈر کے مطابق پتیاں بنانے کے قابل ابرک کے لمبے لمبے ٹکڑے علیحدہ کر کے اور اگر ضروری ہو تو بعض ٹکڑوں کو تراش کر بھی کارخانہ کے اس حصہ میں بھیج دئے جاتے ہیں۔ جہاں ورق بنتے ہیں جس کا تذکرہ اوپر کیا جا چکا ہے۔ باقی ٹکڑوں کو خاص نمبروں کے ٹکڑوں کی طرح دیکھ بھال کر اور بعض کو تراش کر بھی لکڑی کے بکسوں میں رکھ کر بھیجنے کے لئے بند کر دیا جاتا ہے۔ چھوٹے سائز یعنی ۱۳ تا ۱۶ کے ٹکڑے جب تقسیم ہو کر وہاں کی پانچویں جماعت میں آتے ہیں تو اس جگہ بہترین اور بدترین ٹکڑے والی ٹوکریاں تو الگ رکھ دی جاتی ہیں۔ بہترین ٹکڑے تو اس لئے علیحدہ کر لیتے ہیں کہ ان کو اسی صورت میں بیچنے میں فائدہ اور بدترین اس لئے کہ ان کی کوئی چیز نہیں بنائی جاتی۔ اور بقیہ سے واشر Washer یعنی پیچوں کے نیچے دبانے کے لئے چھوٹے چھوٹے گول ٹکڑے بنتے ہیں۔ یا ورق بنانے کے لئے کارخانے کے اس حصہ میں بھیج دئے جاتے ہیں۔ جہاں ورق بنتا ہے۔

اس کارخانہ میں جو بات ہمیں بہت پسند آئی وہ یہ ہے کہ سارا کارخانہ ہم جیسی بھی بڑے اطمینان سے دیکھ سکتی ہیں۔ کوئی ایسی مشین نہیں ہے جسے دیکھتے ہی ڈر معلوم ہو اور کپڑوں کے پھنسنے اور پھٹنے کا اندیشہ ہو۔ یہاں سے مزدور جب کام کر کے نکلتے ہیں تو بہت صاف ستھرے رہتے ہیں۔ بہت کی شکل ان کی نہیں ہوا [illegible] جیسا کہ ہم نے [illegible] کے کارخانوں میں دیکھا ہے کہ کارخانے سے نکلتے ہی نہا لینا نہایت ضروری ہے۔ کارخانہ کے منتظم کی ہم از حد شکر گزار ہیں کہ اپنا وقت ضائع کر کے اس تفصیل سے کارخانہ دکھایا [illegible] تجربہ میں بھی ہمیں بہت مدد ملی۔

آخری کلی

میں اپنی بے شمار معصوم و چنچل سہیلیوں کے جھرمٹ میں محبت کا ننھا سا نرم و نازک پودا بازوئے شوق میں سنبھالے ہوئے کسی حسین و بہترین خطۂ زمین کی تلاش میں سرگرداں تھی ...... جا رہی تھی... چلی جا رہی تھی ...... اس طرح کہ دنیا مافیہا کی خبر نہ تھی۔ میری سہیلیوں نے بہت سے ہرے بھرے باغ پسند کئے نرم اور خوشبودار وادیاں انتخاب کیں لیکن آہ مجھے ان میں کوئی حصۂ اراضی پسند نہ آیا ....

سہیلیاں میری کج فہمی پر بے اختیار ہنستی تھیں اور پیاری پیاری کیاریاں تلاش کرکے اپنے اپنے پودے اور شاخیں لگاتی چلی جا رہی تھیں۔ لیکن میرا پودا ہنوز میری گود میں تھا۔ دن ڈھل رہا تھا کہ آخر میں منزلِ مقصود تک پہونچ ہی گئی۔ میری زمین ان سب سے زیادہ شاداب تھی، سرسبز تھی اور دل فریب! اس کے چاروں طرف خوشبودار سُرخ و سفید پھولوں کے بے شمار درخت تھے۔ آہ۔ میں نے پورے ذوق و شوق سے اپنا پودا لگا دیا۔ روزانہ میں اپنی ننھی سی گگری میں پانی لے کر جانے لگی اور اپنے پیارے، نخل، آرزو کو سینچ کر گھنٹوں اُس سے باتیں کرتی اور اُس کی نئی نئی پتیاں روز گنگراتی۔

مجھے اپنے پودے میں محبت کی کلیاں لگنے کا سخت انتظار تھا۔ میری سہیلیوں کے پودوں میں کلیاں بھی آگئیں اور پھول بھی کھلنے لگے۔ لیکن میرا درخت ہنوز سُونا پڑا تھا میری سہیلیوں نے مجھ سے کہا کہ تمہارے کنج میں گلاب کا ایک نیا سُرخ پھول کھلا ہے۔ میں جھنجلائی کہ گلاب اور یاسمن سب کھل رہے ہیں لیکن آہ میرا ہی پھول نہیں کھلتا۔ آخر میں اپنی خالی گگری لے کر چلی۔ آج میں اُس پانی سے بدظن ہوگئی تھی۔ اب میرا کچھ اور ہی ارادہ تھا..

اب میں روزانہ تمام دن مئی کی سخت ترین دھوپ میں کھڑی تھی۔ ٹھنڈے ٹھنڈے لپسینہ کی رو تمام دن میرے جسم سے گذرتی اور میری جبینِ حسرت سے قطراتِ عرقِ شبنم کی خاموش بوندوں کی طرح بہتے رہتے۔ بلکہ اس طرح جیسے زخمِ جگر سے خونِ دل کے قطرے رستے رہتے ہیں۔

میں اس تقاطرِ سوز سے شام تک اپنی گگری بھر ہی لیتی اور پھر دوسرے دن۔ ہاں علی الصباح اس پانی سے اپنا پودا سینچنے جاتی .....

میرے درخت میں کلیاں آنا شروع ہوگئیں..... میری مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ میں مطمئن تھی اور اپنی محبت کے پھول کا بے تابانہ انتظار کر رہی تھی۔

* *

گر آہ کیسے کہوں. جو کلی کھلنے کو ہوتی وہ کھلنے سے پہلے ہی مُرجھا کر نیچے گرجاتی...... آخر میں نے مایوس ہو کر اپنی محبت کی نامراد کلیوں کو اپنے رقیق آنسوؤں کی شبنم سے آبگوں کرنا شروع کیا. اب صبح وشام میرا یہی کام تھا اور محبت کے پھول کا سخت ترین انتظار. رفتہ رفتہ تمام کلیاں مرجھاتی چلی گئیں. اور پودا ایک نوجوان بیوہ کی طرح سوگوار نظر آنے لگا مگر اب بھی ایک ننھی کلی مجھے برابر تسکین دے رہی تھی. میں اُس کی نشوونما میں نہایت مضطربانہ ساعی رہی. یہاں تک. کہ وہ پُرارمان شام آگئی جس کی صبح آہ. آرزوں سے لبریز تھی. اور تمناؤں کا مرجع. صبح کا نور پاش ستارہ میری صبح آرزو کی طرح مسکرا رہا تھا. چمک رہا تھا. کہ میں دیوانہ وار اپنے کنج میں پہونچی. مگر وہاں. آہ وہاں. اگر میری نظر صحیح کام کر رہی تھی تو میرا پیارا شگوفہ میری کھلنے والی کلی. کھلنے سے قبل ہی مُرجھا کر سرنگوں تھی جُھکی ہوئی تھی. اور مُردہ. میں نے کانپتے ہوئے ہونٹوں سے اس کو پیار کر لیا. اور ڈوبتے ہوئے دل سے اُسے شاخ سے علیحدہ کر دیا. اب جب کبھی میں اپنی محبت کے مزار پر جاتی ہوں تو میری سہیلیوں کے گنج ہائے گل سے مسکراتے ہوئے پھول مجھے آوازیں دے کر عہدِ ماضی کی یاد دلاتے ہیں. لیکن میں مڑ کر نہیں دیکھتی کیونکہ مجھے اُن سے کیا واسطہ! مجھے تو اپنی محبت کی آخری کلی کے مزار پر آنسو کا ایک قطرہ نثار کرنا ہے. یہی میری حیاتِ بے کار کا مقصد ہے اور یہی میری سعیِ بے ثمر کا ثمر. !!

آمنہ عفت

شعلہ کی دُعا

الٰہی سیم و زر کے زیوروں سے مجھکو نفرت ہو — مرا گہنا حیاداری مری پوشاک عصمت ہو
دمک جو زیوروں میں ہے جھلک ہے بے وقاری کی — چمک آئینۂ دل میں ہو میرے دلفگاری کی
مرے دل کو رہے مرغوب زیور دردمندی کا — مجھے لاحق نہ ہو یا رب مرض زیور پسندی کا
نہ ہو جائے نظر یا رب مری محدودِ آرائش — مرے آنچل کے سایہ کو بنا دے ظلِ آسائش
نہیں درکار مجھکو یا الٰہی جھومکے بالی — حیا کے موتیوں سے کاش بھر دے دامنِ خالی
مجھے توفیق دے ماں باپ کی خدمت گزاری کی — مجھے ہمت عطا کر بھائیوں پر جان نثاری کی
ملے ہاتھوں کو زیور یا الٰہی دستکاری کا — مرے ذہنِ رسا کو دے سلیقہ خانہ داری کا
رگوں میں ہو مری سب کی محبت کا لہو جاری — بڑوں کی مجھ سے خدمت ہو سکے چھوٹوں کی غمخواری
الٰہی غمگساری کا اثر دے شیر مادر میں — فضا امن و امان کی کاش پیدا ہو مرے گھر میں
مرے ماتھے پہ ٹیکی باعثِ خلجان ہے یکسر — مگر میں مانگتی ہوں تجھ سے یا رب عقل کا جھومر
مجھے علم و عمل کے قیمتی گہنے عنایت کر — میسر مجھ کو اے ستار پوشاکِ شرافت کر
الٰہی شمعِ دانش خانۂ دل میں فروزاں کر — چراغِ عقل کو ظلمت کدوں میں نور افشاں کر

تری رحمت کی چوکھٹ پر جھکاتے ہیں جبینوں کو
الٰہی ڈھانپ لے دامن میں ہم پردہ نشینوں کو

عبدالرب صوفی

کھانے پینے کی تفریحی اشیاء

ازجناب ڈاکٹر سید ممتاز حسین صاحب ام ۔ بی ۔ بی ایس

اس خوراک کے علاوہ جس پر ہماری زندگی کا انحصار ہے اور جو ان اجزا پر مشتمل ہے جن کا ذکر کسی گذشتہ اشاعت میں ہوچکا ہے، اور بھی ایسی اشیاء ہمارے خورونوش میں داخل ہیں، جو محض شوقیہ اور رسماً استعمال میں آتی ہیں۔ ہر ملک بلکہ ہر قوم کے ہاں ایسی اشیاء ہیں جو وہ تفریحاً کھاتے پیتے ہیں۔ اگرچہ براہ راست یہ اشیاء خوراک کے اہم اجزا نہیں ہوتیں تاہم ان کے ہمراہ ہونے کی وجہ سے باقی کھانا بھی خوشگوار معلوم ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں ان میں سے اکثر بھوک تیز کرکے قوت ہاضمہ کی امداد کرتی ہیں۔ ان میں جو اشیاء بہت زیادہ مستعمل ہیں ان پر مختصر تبصرہ کیا جائے گا۔

ہوادار پانی یعنی سوڈا واٹر وغیرہ سوڈا واٹر۔ پانی میں کاربن ڈائی آکسائڈ گیس حل کرنے سے بنتا ہے۔ اس میں سیکرین اور پھلوں کا رس یا محض ان کی خوشبو ملا کر مختلف قسم کے میٹھے پانی تیار کئے جاتے ہیں۔ یہ گیس معدے میں جاکر پانی سے علیحدہ ہوتی ہے۔ اس وقت اس کا معدے پر قدرے مفید اثر پڑتا ہے جس کی وجہ سے ہاضمہ کو ایک خفیف سی مدد پہنچتی ہے۔ دودھ کے ساتھ ملانے سے دودھ قدرے لطیف اور زود ہضم ہوجاتا ہے ان فائدوں کے علاوہ میٹھے پانی مفرح ہوتے ہیں۔ اور پیاس کو رفع کرتے ہیں۔ ان کے استعمال میں خطرات یہ ہیں کہ اکثر اوقات ان کے تیار کرنے والے صفائی کا خیال نہیں رکھتے ہیں۔ بوتلوں کی صفائی بہت ناقص ہوتی ہے۔ پانی کے متعلق کوئی احتیاط نہیں کی جاتی۔ چنانچہ عموماً اس قسم کے پانی میں جراثیم موجود ہوتے ہیں۔ ہیضہ اور دوسرے وبائی امراض جو کھانے پینے کی اشیاء کے ذریعے پھیلتی ہیں۔ اکثر ان بوتلوں کی وجہ سے بڑھتی اور پھیلتی ہیں۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ ان کے کارخانہ والوں کی بڑی سختی سے نگرانی کی جائے کہ پانی عمدہ اور صاف استعمال کریں۔ مشینوں کو اچھی طرح سے صاف کیا جائے۔ علی ہذا القیاس بوتلیں اُبلتے ہوئے پانی میں صاف ہوا کریں۔

اس پانی میں غذائیت بالکل نہیں ہوتی۔ مٹھاس سیکرین کے سبب سے ہوتی ہے نہ کہ شکر کے سبب سے۔ شکر میں غذائیت ہے۔ سیکرین میں نہیں۔ پس اپنی قیمت کے مقابلہ میں ان کا فائدہ کم ہے۔ شربت کسی قسم کا ہو۔ اس سے کہیں بہتر اور فائدہ مند ہے۔ کیونکہ مفرح ہونے کے علاوہ شربتوں میں غذائیت بھی ہوتی ہے۔ اس لئے ہم ہمیشہ ہوادار پانی پر شربت کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہ ایک عام خیال ہے کہ کاربالک ایسڈ گیس سے جراثیم ہلاک ہوجاتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ یہ امر مشاہدہ میں آچکا ہے کہ تپ محرقہ کے جراثیم سوڈے کی بوتل میں گیارہ دن تک زندہ رہ چکے ہیں۔

چائے۔ چائے دنیا کے اکثر حصوں میں استعمال ہوتی ہے۔ چائے کی کاشت زیادہ تر چین، جاپان، دارجیلنگ

آسام ہندوستان میں ہوتی ہے۔ چائے کے پودے کی چوٹی کے پتوں میں زیادہ رس ہوتا ہے اور یہ ہی زیادہ قیمتی ہوتے ہیں۔ سیاہ چائے اور سبز چائے کا فرق پتوں کے اکٹھا کرنے کے وقت احسان پر پہلے کے عمل پر ہوتا ہے۔ سیاہ چائے کے پتوں کو خمیر کیا جاتا ہے جس سے اس کا ٹینک ایسڈ (قابض مادہ) ناقابل حل ہو جاتا ہے۔ سبز چائے چھوٹے پتوں سے حاصل کی جاتی ہے۔ اور ان کو بھون لیا جاتا ہے۔ پس ان دونوں میں فرق یہ ہوا کہ سبز چائے میں ٹینک ایسڈ زیادہ ہوتا ہے اور کیفین (چائے کا اصل یا روح) کم ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کا محرک اثر کم اور قابض اثر زیادہ ہوتا ہے۔

چائے کے اجزا اوسطاً یہ ہیں۔

کیفین	۱ سے ۴ فی صدی		خوشبودار روح		۰۶ فی صدی
تھیوفلین	بہت خفیف		ٹینک ایسڈ		۱۳ ۱۲ "

چائے پکانے سے پتوں کے وزن کا چوتھا حصہ پانی میں حل ہو جاتا ہے۔ کیفین بہت جلدی اور ٹینک ایسڈ بہت دیر میں حل ہوتا ہے پس جتنی دیر تک چائے پکتی رہے ٹینک ایسڈ اتنا ہی زیادہ حل ہوگا۔

پکانے کا طریق چینی لوگ چائے کو بہت تھوڑے عرصہ کے لئے گرم پانی میں رکھتے ہیں۔ اس سے کیفین کی بہت کافی مقدار حاصل ہو جاتی ہے۔ اور اس کے برعکس ٹینک ایسڈ بہت خفیف مقدار میں آتا ہے چائے پکانے کا بہترین طریقہ یہی ہے۔ چائے کو پانچ منٹ تک گرم پانی میں رکھنا چاہیئے اس سے زیادہ عرصہ نہیں لگنا چاہیئے اگر اس سے زیادہ عرصہ لگے تو نہ صرف غیر ضروری اور نسبتاً مضر اجزا اس میں حل ہو جاتے ہیں بلکہ یوں بھی چائے کی خوشبو کم ہو جاتی ہے اور ذائقہ بگڑ جاتا ہے۔ چائے کو ابال کر بھی نہیں تیار کرنی چاہیئے کیونکہ اس سے بھی یہی نقائص پیدا ہوتے ہیں۔

قہوہ پنجاب کے عام گھروں میں بغیر دودھ کے چائے کو قہوہ کہا جاتا ہے لیکن یہ صحیح نہیں۔ قہوہ چائے سے بالکل مختلف چیز ہے۔ یہ ایک پودے کے بیج ہوتے ہیں جن سکھا کر بھون لیا جاتا ہے اور پھر پیا جاتا ہے۔ قہوہ کے اہم اجزا بھی وہی ہوتے ہیں جو چائے کے۔ یعنی کیفین۔ ٹینک ایسڈ اور خوشبودار عرق۔ تیار کرنے کے عمل میں قہوہ کا ۲۵ فی صدی حصہ حل ہو جاتا ہے اس کے تیار کرنے کا طریق بھی وہی ہے جو چائے کا۔

کوکو کوکو ایک پھل کے بیج سے حاصل کیا جاتا ہے اس کو تیار کرنے کا طریق چائے اور قہوہ سے مختلف ہے۔ اس کو پانی یا دودھ میں پانچ منٹ کے قریب ابالا جاتا ہے دودھ اور شکر ملا کر ایک مقوی خوراک کی حیثیت حاصل کر لیتا ہے۔ اس کا اہم جزو تھیوبرومین ہے۔ جو اپنے طبی خواص کے لحاظ سے کیفین سے بہت مشابہت رکھتا ہے۔ کوکو کا ایک اور مرکب چاکلیٹ ہے، یہ بیجوں کو خشک کرنے اور بھونے سے تیار کیا جاتا ہے۔ اس میں علاوہ تھیوبرومین کے نشاستہ، پروٹین اور چکنائی بھی ہوتی ہے اس میں شکر اور خوشبو ملا کر بطور شمائی استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ ایک نہایت مقوی غذا ہے اور ... [illegible]

چائے۔ قہوہ اور کوکو کے طبی خواص

چائے اور قہوہ بجائے خود کوئی غذائیت نہیں رکھتے۔ لیکن شکر اور دودھ کی آمیزش سے ان میں غذائیت پیدا ہو جاتی ہے۔ ان کا اہم جزو کیفین ہے۔ یہ جزو ہر خون میں جذب ہو کر ایک محرک اثر رکھتا ہے چنانچہ چائے پینے سے تھکان رفع ہو جاتی ہے۔ دماغ کو تحریک ہوتی ہے اور دماغی کام زیادہ کیا جا سکتا ہے۔ تیز چائے اپنے ٹینک ایسڈ کی وجہ سے قابض اثر رکھتی ہے۔ ہاضمہ کی خرابی۔ قبض۔ بے خوابی۔ اختلاجِ قلب ان امراض میں چائے مضر ہوتی ہے اس لئے اس سے پرہیز لازم ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ چائے اور قہوہ کے استعمال سے جسمانی اور دماغی کوفت رفع ہو جاتی ہے اور طبیعت میں چستی پیدا ہوتی ہے۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ تھکان ایک قدرتی عمل ہے۔ جو کام کرنے کے بعد واقع ہوتی ہے اور جس سے قدرت کا منشا یہ ہوتا ہے۔ کہ آرام کیا جائے تاکہ جو اعضا کام کر کے تھک گئے ہوں ان کو آرام ملے اور ان کی طاقت بحال رہے۔ پس تھکان کو رفع کرنے کا قدرتی علاج آرام ہے۔ چائے کے استعمال سے اگرچہ تھکان رفع ہو جاتی ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ انجام کار اس کا اثر نقصان سے خالی نہیں کیونکہ اس سے جسم کی مشین کو آرام نہیں ملتا یا یہ کہ اس کے استعمال سے چونکہ تھکان رفع ہو جاتی ہے۔ اس لئے آرام کرنے کی خواہش نہیں رہتی۔ علیٰ ہٰذا القیاس چائے نیند کو اڑاتی ہے۔ نیند ایک قدرتی عمل ہے جس سے دن کی تھکان اور کوفت رفع ہوتی ہے لیکن چائے سے نیند کو کم کرنا کوئی عقلمندی نہیں۔ اکثر طالب علم امتحان کے دنوں میں ایسی ادویات کے متلاشی رہتے ہیں جس سے نیند کم ہو جائے۔ اور ان میں اکثر اس غرض سے چائے کا استعمال شروع کر دیتے ہیں۔ واضح ہو کہ دماغ ایک غیر محدود خزانۂ طاقت نہیں۔ کام کرنے سے تھک جاتا ہے اور اس تھکان کو رفع کرنے کا قدرتی علاج آرام اور نیند ہے نہ کہ چائے۔ نیند کو کم کرنے کی کوشش کرنا ہرگز دانشمندانہ خیال نہیں اور اس سے قطعی احتراز کرنا چاہیئے۔

کیفین دل کی حرکت تیز کرتی ہے۔ چنانچہ اس خاصیت کے لحاظ سے کیفین بعض امراضِ قلب کے لئے بہت مفید دوائی ہے۔ لیکن روزانہ استعمال سے دل کی حرکت ہر وقت یا زیادہ وقت تیز رہتی ہے۔ اس لئے زیادہ چائے پینے والوں کو اختلاجِ قلب کی عام شکایت رہتی ہے۔

ٹینک ایسڈ قابض اثر رکھتا ہے۔ اس قابض اثر کی وجہ یہ ہے کہ اس سے پروٹین منجمد ہو جاتے ہیں، چنانچہ اس سے ہاضمہ کا فعل خراب ہو جاتا ہے۔ عام خیال ہے کہ چائے ہاضمہ کو تقویت دیتی ہے۔ یہ خیال قطعاً بے بنیاد ہے۔

پس چائے کے متواتر اور روزانہ استعمال کی سفارش نہیں کی جا سکتی وقتاً فوقتاً استعمال سے چنداں نقصان نہیں پہنچتا۔

موسم گرما میں ہمارے جسم کی حرارت کو اپنی طبعی حدود کے اندر رکھنے کے لئے ہمیں پانی کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔ اس موسم میں پسینہ آنے کی وجہ بھی یہی ہوتی ہے کہ اس سے جسم کی حرارت کم ہوتی ہے۔ پسینہ آنے سے جسم میں پانی کی مقدار بھی کم ہوتی رہتی ہے۔ اور اس کمی کو پورا کرنے کے لئے ہمیں زیادہ پیاس لگتی ہے۔ پیاس بجھانے کے لئے علاوہ سادہ پانی کے اسکنجبین کے پانی بھی استعمال میں آتے ہیں۔

شربت۔ شربت دو قسم کے ہوتے ہیں۔ خام اور پختہ۔ خام وہ جو وقت ضرورت پانی میں شکر کو حل کر کے اس میں کوئی رنگ یا خوشبو ڈال کر تیار کر لئے جاتے ہیں۔ اور پختہ وہ جو بہت زیادہ شکر کو پانی میں پکا کر گاڑھے کر کے رکھ لئے جاتے ہیں اور ضرورت کے وقت پانی ملا کر پئے جاتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ خوشبو اور رنگ کی آمیزش سے وہ زیادہ تفریح کا باعث ہو جاتے ہیں لیکن اس کے متعلق یہ غلط فہمی نہیں رہنی چاہئے کہ ان کی تاثیر میں کوئی خاص فرق واقع ہو جاتا ہے شربت اس لحاظ سے غذا کا کام بھی دیتے ہیں کہ ان میں شکر کی خاص مقدار ہوتی ہے۔ جو ایک زود ہضم اور مقوی غذا ہے۔ غریب لوگ بجائے سفید شکر کے گڑ اور سرخ شکر کے شربت پیتے ہیں۔ ان شربتوں کے خواص اور فوائد بھی یقیناً وہی ہیں جو سفید شکر کے شربتوں کے۔ بعض لوگ شربت میں ستو ملا کر پیتے ہیں۔ اس سے شربت کی غذائیت بڑھ جاتی ہے کیوں کہ اس میں علاوہ شکر کے نشاستہ اور پروٹین بھی ہوتا ہے۔

چونکہ شربت میں کافی غذائیت ہوتی ہے اور ہماری غذا کی مقدار مقررہ حدود سے تجاوز نہ ہونی چاہئے اس لئے ہر وقت شربت پیتے رہنا ضرورت سے زیادہ کھانے کے مترادف ہے۔ یہ اصول صحت کے منافی ہے لہٰذا شربت کو بطور پانی نہیں بلکہ بطور غذا پینا چاہئے

ناریل کا پانی مدراس اور بنگال میں جہاں ناریل کی بکثرت پیداوار ہوتی ہے۔ اس کا پانی گرمیوں کے موسم میں بڑی رغبت سے پیا جاتا ہے۔ یہ پانی پیاس کو رفع کرتا ہے اور تفریح و تسکین بخشتا ہے۔ کھانا کھانے کے بعد اس کو پینے سے بدہضمی رفع ہوتی ہے۔ اس میں شکر اور پروٹین کے علاوہ نمک بھی ہوتے ہیں۔

آئس کریم یعنی دودھ کی برف موسم گرما میں ہندوستان بھر میں بڑی کثرت سے استعمال کی جاتی ہے۔ آئس کریم بنانے والے صفائی سے قطعی بے پروا ہوتے ہیں جراثیم اس میں بڑی کثرت سے پرورش پا سکتے ہیں۔ اس لئے بازار کی بنائی ہوئی آئس کریم سے پرہیز لازم ہے کچھ عرصہ ہوا کلکتہ میں بازار کی آئس کریم کا طبی معائنہ ہوا دس لاکھ جراثیم فی مکعب سنٹی میٹر نکلے لہٰذا جہاں تک ہو سکے گھر ہی تیار کر کے [illegible]

سکنجبین لیموں کے رس یا سرکہ کو شربت میں ملانے سے سکنجبین بنتی ہے سرکہ میں ایسی ٹک ایسڈ اور لیموں میں سٹرک ایسڈ ہوتا ہے۔ یہ دونوں نباتاتی تیزاب جسم کے اندر داخل ہو کر پیشاب زیادہ لاتے ہیں۔ حرارت کو کم کرتے ہیں۔ پسینہ کے اخراج میں مدد کرتے ہیں زہریلے مواد جسم سے خارج کرتے ہیں اور پیاس کو بجھا کر تسکین و فرحت بخشتے ہیں۔ لیموں کا رس چونکہ تازہ پھل سے حاصل کیا جاتا ہے اس لئے اس میں وٹامن سی بڑی کثرت سے موجود ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم لیموں کی سکنجبین کو سرکہ کی سکنجبین پر بہت زیادہ ترجیح دیتے ہیں۔

ایک خریدار نے بزم عصمت میں لکھا ہے کہ انہوں نے میری ہدایت پر عمل کرتے ہوئے کولڈ کریم کا استعمال ترک کر دیا ہے اس کا فائدہ انہیں یہ ہوگا کہ منہ پر کیل نکلنے بند ہو جائیں گے بشرطیکہ وہ غذا میں بھی پرہیز رکھیں یعنی مرغن اور مصالحہ دار غذائیں یک قلم ترک کر دیں۔ بالخصوص اس موسم گرما میں کیونکہ گرمی میں یوں بھی غذا کی ضرورت کم ہوتی ہے اور مرغن غذا خاص طور پر نقصان پہنچاتی ہے۔ انہوں نے یہ بھی دریافت کیا ہے کہ منہ پر بدنما بال (روئیں) نکل آنے کا کیا علاج ہے۔ جو دوائیں اس مقصد کے لئے استعمال ہوتی ہیں وہ جلد کو خراب کرتی ہیں۔ اس کا تسلی بخش علاج فقط ایک ہے۔ اور وہ یہ کہ بجلی کے ایک خاص اوزار سے جس کے آگے ایک سوئی لگی ہوئی ہوتی ہے۔ ان بالوں کی جڑوں میں داخل کر کے بالوں کی گلٹیاں ضائع کر دی جاتی ہیں۔ یہ ایک یقینی، بےضرر اور مستقل علاج ہے۔ اس عمل کا نام ہے Electrolysis اور اس کا انتظام بڑے بڑے شہروں کے بعض ڈاکٹروں کے پاس ہوتا ہے۔

رائے بہادر کا بکرا

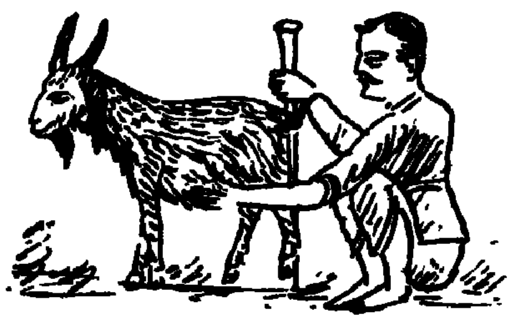
رائے بنگشو لوچن بنرجی بہادر بلیا گھاٹ کورٹ کے آنریری مجسٹریٹ بھی تھے اور خاندانی زمیندار بھی۔ ہوا خوری کی غرض سے ہر روز شام کو ندی کے کنارے چلے جایا کرتے تھے۔ جب سے عمر چالیس سے اوپر ہوئی جسم رفتہ رفتہ بھاری ہونے لگا تھا۔ ڈاکٹروں کی رائے ہوئی کہ روزانہ دُور تک پیدل چلنے کی ورزش کی جائے تو جسم کچھ درست ہو سکے گا ورنہ موٹاپا بھی عمر کے ساتھ ساتھ زیادہ ہوتا رہے گا اسی سبب سے خشکہ اور پوری ترک کر کے دونوں وقت صرف کھوری ہی پر بسر فرماتے تھے۔

ایک روز کچھ دیر حسب معمول چہل قدمی کرنے کے بعد تھکاوٹ جو محسوس ہوئی تو ندی کے کنارے ایک ٹیلہ پر رومال بچھا کر بیٹھ گئے۔ رسٹ واچ پر نظر کی تو ساڑھے چھ بج چکے تھے جیٹھ کے مہینہ کی آخری تاریخ برسات کی آمد آمد ہے خدا معلوم کس وقت بارش ہونے لگے اس لئے بنگشو لوچن نے اٹھنے کا ارادہ کیا ہاتھ میں جو برما چرٹ لئے ہوئے تھے اس کا کش لگایا اور کھڑے ہونا ہی چاہتے تھے کہ یہ معلوم ہوا کہ پشت کی طرف سے کوئی کپڑا پکڑ کر کھینچ رہا ہے اور آہستہ آہستہ ہوں ہوں ہوں ہوں کر رہا ہے پلٹ کر دیکھا تو ایک نہایت موٹا تازہ بکرا کھڑا ہے۔ سیاہ رنگ بڑے بڑے کان پروں کی طرح چھوٹے چھوٹے سینگ جنہیں دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ عمر ابھی زیادہ نہیں ہے۔ بنگشو لوچن نے متعجب ہو کر کہا ارے یہ بکرا کدھر سے آیا؟ یہاں تو دوسرا کوئی ہے بھی نہیں یہ ہے کس کا؟ بکرا تو کوئی جواب نہ دے سکا لیکن اپنے تئیں ان کے جسم سے رگڑنے لگا۔ رائے بہادر نے اُس کے سر کو پکڑ کر دھکیل دیا کہ جا یہاں سے۔ بکرا پیچھے کے پیروں پر کھڑا ہو گیا اور اگلے دونوں پیروں کو سمیٹ کر سر سے رائے بہادر کے ہلکی سی ٹکر دی۔ رائے بہادر کو بھی دل لگی سوجھی انہوں نے اُسے دھکیل دیا بکرا پھر کھڑا ہو گیا اور جست کر کے اُن کے ہاتھ سے چرٹ کھینچ کر کھا گیا اس کے بعد اور ارادہ کرنا شروع کیا یعنے اور ہے تو دو بنگشو لوچن کے سگریٹ کیس میں ایک چرٹ اور تھا وہ بھی نکال کر دیا اُسے بھی کھا گیا نہ تو اُسے چکر آیا نہ قے۔ کوئی تبدیلی نہ ہوئی بلکہ پھر اس نے اور رر کرنا شروع کیا بنگشو لوچن نے کہا اب نہیں ہے اب تم چلے جاؤ میں بھی جاتا ہوں۔ بکرا نہ مانا ان کی جیب میں منہ ڈال کر تلاشی لینے لگا تنگ آکر رائے بہادر نے چمڑے کا سگریٹ کیس جیب سے نکال کر بکرے کو دکھایا دیکھ کہتا ہوں کہ اب نہیں ہے تجھے یقین ہی نہیں آتا بابا میں جھوٹ نہیں کہتا۔ بکرے نے منہ بڑھا کر کیس چھین لیا اور دو ہی تین دفعہ منہ ہلا کر پیٹ میں اتار لیا۔ اس کی اس حرکت پر ہنسیں یا خفا ہوں یہ فیصلہ رائے بہادر نہ کر سکے صرف بدمعاش کہہ کر خاموش ہو گئے۔ اندھیرا ہو گیا تھا دیر کرنا مناسب نہ جان کر رائے صاحب گھر کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ تو بکرا بھی پیچھے چلا بنگشو لوچن بہادر پریشان ہوئے کہ نہ معلوم کس کا بکرا ہے میں کس کو جانتا بھی نہیں جو پوچھوں کہ بھئی یہ بکرا کس کا ہے؟ نہ آس پاس کوئی ہے جس سے دریافت [illegible] کسی طرح باز ہی نہیں [illegible] اس کے چارہ نہیں کہ گھر سے جاؤں راستے میں [illegible]

مالک مل جائے تو بہتر ہی ہے ورنہ صبح جو ہوگا بندوبست کروں گا۔ مکان تک پہنچتے پہنچتے بنگشو لوچن نے کوشش بہت کی کہ اس کا مالک مل جائے یا کوئی ایسا شخص ملے جو اس کے متعلق کچھ واقفیت رکھتا ہو لیکن کوئی نہ ملا تو مجبور ہو کر انہوں نے قصد کیا کہ خود ہی اُسے پرورش کریں گے مگر دفعتاً انہیں ایک بات یاد آگئی جسے انہوں نے کانٹے کی طرح محسوس کیا۔ آج کل اُن کی بیوی سے تو جنگ چھڑی ہوئی ہے۔ آج پانچواں روز ہے کہ بیوی نے بات تک نہیں کی۔ لڑائی تو اکثر ان لوگوں میں رہا کرتی ہے پہلے معمولی سی بات پر بحث ہوتی ہے اس کے بعد کچھ میاں نے کہا کچھ بیوی نے لیجئے بات بڑھی۔ اب ایک دوسرے کی صورت سے بیزار بول چال بند۔ جب کچھ روز گزرے تو پھر کسی روز یکایک صلح ہو گئی۔ اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے۔ پھر لطف یہ کہ لڑائی کی کوئی خاص وجہ بھی نہیں ہوتی۔ ذرا سی بات اور معمولی سی لڑائی سنگین صورت اختیار کر لیتی تھی۔ بیوی کو کوئی جانور پالنا پسند نہیں۔ انہیں ایک دفعہ کتے کا شوق ہوا لیکن بیوی کے ظلم سے وہ نہ رہ سکا جس کی آج تک شکایت ہوتی رہتی ہے۔ اس پر اگر بکرا لے گیا تو آج خیریت نہیں ایک تو کڑوا نیم اس پر چڑھا کریلا۔ راستہ چلتے چلتے رائے بہادر نے دل ہی دل میں بیوی سے لڑائی کرنی شروع کر دی۔ ہوں ایک بکرا پالوں گا تو اس میں کسی کا کیا اجارہ؟ مجھے اس قدر بھی اختیار نہیں کہ اپنے شوق کی کوئی چیز پالوں وہ ایک معزز دولت مند شخص خاندانی زمیندار اس کے علاوہ گورنمنٹ کے خطاب یافتہ آنریری مجسٹریٹ پچاس روپے تک جرمانہ اور ایک ماہ تک کی سزا دے سکتے ہیں انہیں کس بات کی تکلیف اور کس کا ڈر و خوف؟ بنگشو لوچن نے بارہا اپنے دل کو سمجھایا کہ میں کسی کے کہنے سننے کی پرواہ نہ کروں گا۔ رائے بہادر کے کمرہ میں جب دوستوں کا مجمع ہوتا ہے تو دنیا بھر کی باتیں ہوا کرتی ہیں۔ بادشاہ وزیر۔ وائسرائے۔ گورنر۔ سورن بنرجی۔ موہن بگان۔ علی پور کا چڑیا خانہ اور اس کے جانور غرضکہ کوئی بات ایسی نہ تھی جو وہاں نہ ہوتی ہو۔ اس طرف ایک ہفتہ سے ہر روز شیر کا قصہ ہوتا ہے۔ اور دوران گفتگو میں رائے بہادر کے سالے نوگین بابو اور ان کی رشتہ کی بہن کے لڑکے اودے بابو بات بات میں ایک دوسرے سے بگڑ بیٹھتے تھے بڑی مشکل سے انہیں خاموش کیا جاتا تھا۔ رائے بہادر کی بیٹھک کا کمرہ نہایت وسیع اور آراستہ تھا بہت سی تصاویر آئینہ کی الماری میز کرسی وغیرہ سامان بھرے ہوئے تھے۔ کمرہ میں جاتے ہی جس شئے پر پہلے نظر پڑتی تھی وہ ایک کارپٹ کی بنی ہوئی بلی تھی سیاہ زمین پر آسمانی رنگ کی بلی۔ جنگ عظیم کے زمانہ میں سفید اون نہ ملنے کے سبب سے بلی کی یہ گت بنی تصویر کے نیچے بڑے بڑے حرفوں میں کیٹ Cat لکھ دیا تھا کہ لوگ پہچان سکیں۔ اس کے نیچے بنانے والی کا نام مانیتی دیوی لکھا تھا یہی اس گھر کی مالکہ ہیں۔ کمرہ کے دوسری جانب آئل پینٹنگ رادھا کرشن کی تصویر لگی ہوئی تھی اس کے علاوہ بہت سی میموں کی تصویریں تھیں جنہیں سلک کی برھو ساری پہنائی گئی تھی۔ اور سر میں سیاہ ریشم کے بال بیدے کے نشاستہ سے لگائے گئے تھے گرچہ تصویر کی ہیئت لباس اور سیاہ بالوں سے بدل دی گئی تھی پھر بھی چہرے سے عیسائیت ٹپکتی تھی اس وجہ سے زبردستی ہندوستانیت پیدا کرنے کے لئے ناک میں نکھ پہنائی گئی تھی۔ کمرہ کی دیوار میں دو الماریاں تھیں جن میں چینی اور بلور کے کھلونے بھرے ہوئے تھے۔ اوپر کے کمرہ کی [illegible]

بچنے کے بعد جس قدر چیزیں بچ رہیں انہیں بیٹھک میں جگہ ملی اس کے علاوہ اور بھی طرح طرح کی چیزیں تصویریں کہیں جگہ بادشاہ ملکہ کی تصویر کہیں رائے بہادر کے ملاقاتی وغیر ملاقاتی انگریزوں کی تصویریں چاندی کے چوکٹوں میں آویزاں تھیں کسی جگہ آنجہانی کے مخصوص خطوط اور سندیں۔

آج بھی حسب قاعدہ لوگ جمع ہیں مگر بنگشو لوچن اب تک واپس نہ لوٹے تھے اُن کے بچپن کے دوست نبو وکیل فرش پر تکیہ کے سہارے لیٹے اخبار پڑھ رہے تھے۔ بڑے کدار ناتھ چٹرجی حقہ ہاتھ میں لئے اونگھ رہے تھے اودے اور نوگنی لڑ جھگڑ کر ابھی خاموش بیٹھے ہی تھے اور فکر تھا کہ ذرا بھی کوئی بات نکلے اور یہ ایک دوسرے پر پل پڑیں آخرکار اودے خاموش نہ رہ سکا اور کہا جو کچھ بھی کہو شیر کی لمبائی کبھی دم سمیت نہیں ناپتے۔ اگر ایسا ہوتا تو عورتوں کا قد بھی سر کے بال سمیت ناپا جاتا میری بیوی کی چوٹی تین فٹ لمبی ہے تو کیا تم کہنا چاہتے ہو کہ دلہن آٹھ فٹ لمبی ہے؟ نوگنی چیں بجبیں ہو کر بولے۔ اودے تمہاری بیوی کی بابت میں کچھ بھی سننا نہیں چاہتا۔ اگر شیر کا ذکر کرنا ہو تو کرو۔ چٹرجی مہاشہ پینک سے چونک کر بولے آہا تم لوگوں کے ہاں کیا شیر کے علاوہ کوئی دوسرا جانور ہی نہیں؟ اتنے میں رائے بہادر بنگشو لوچن بکرا ساتھ لئے آ پہونچے نبو بابو بولے واہ واہ یہ بکرا تو بہت عمدہ ہے کتنے کا خریدا؟ بنگشو لوچن نے سارا واقعہ اول سے آخر تک سنایا۔ نبو نے کہا بھئی لاوارث مال زیادہ دن تک گھر میں نہ رکھنا چاہئے اس کو جلد ہی ختم کر ڈالو کل اتوار بھی ہے بس صاف ہی کر دو چٹرجی مہاشہ نے بکرے کے پیٹ کو دبا کر کہا واہ خوب موٹا تازہ بکرا ہے



اس کا قلیہ بہت عمدہ ہوگا۔ نوگنی نے ران دبا کر کہا اوں ہوں ہانڈی کباب مگر بہت زیادہ مصالحہ اور پیاز ڈالنے کی ضرورت ہے اودے بولے میری بیوی ایسا گولی کباب بنانا جانتی ہے نوگن بگڑ کر بولے پھر وہی بیوی کا ذکر؟ بنگشو لوچن نے رنجیدہ ہو کر کہا کسی جانور کو دیکھتے ہی تم لوگوں کی طبیعت کھا جانے کو چاہتی ہے۔ ایک بیچارے غریب بے پناہ جانور نے سہارا لیا تو کیا اس کا قلیہ اور کباب ہی بنانا چاہئے؟ بکرے کی خبر پاکر بنگشو لوچن کی سات سالہ بچی ٹیپی اور چھوٹا لڑکا گھنٹو دوڑتے ہوئے آئے۔ گھنٹو نے کہا "ابا جان میں بکرا کھاؤں گا بکرے کا گوگو" بنگشو لوچن جل کر بولے چل چل تو بھی ان لوگوں کی باتیں سن سن کر کھاؤں کھاؤں سیکھ گیا؟ گھنٹو نے جواب دیا ہاں میں تو مہ مہ مٹن کھاؤں گا۔ ٹیپی "ابا میں اس بکرے کو بالوں کی ایک لال رنگ کی ڈوری دے دیجئے" بنگشو لوچن ہاں بیٹی اچھا تو ہے ذرا غریب کھا پی لے تب اسے لے کر کھیلنا ٹیپی اچھا اس بکرے کا نام کیا ہے؟ کونسا نام لے کر پکاریں؟ بھئی بے نام کے لئے کیا فکر ہے؟ سیاہ فام، ڈراؤنی شکل، چھوٹی دم، لا جنے کان جھکی ہوئی آنکھ کہ لوچن نے کہا لالہ کانڈی بھی ٹھیک ہیں۔ بنگشو لوچن نے لڑکی کو ذرا علیحدہ لے جا کر پوچھا تمہاری ماں کیا کر رہی ہیں؟ ٹیپی نے جواب دیا وہ تو غسل خانہ میں گئی ہیں۔ بنگشو لوچن "کیا تم ٹھیک جانتی ہو کہ

ایسا ہے تو ابھی ایک گھنٹہ اطمینان سے ہے اچھا دیکھو ماما سے کہدو کہ جلدی سے تھوڑا سا گھوڑے کا بھیگا چنا لاکر باہر کے برآمدے میں بکرے کو کھانے کے لئے دے جائے اور ٹیپی خبردار اسے اندر نہ لے جانا" ٹیپی بکرے کو دیکھ کر ایسی خوش ہوئی کہ باپ کی ہدایت بھول گئی۔ بکرے کے گلے میں لال ڈوری باندھ کر کھینچتے کھینچتے زنانخانہ میں لے جاکر بولی" اے امی دیکھو جلد آئیے کان والا آیا ہے۔ آنینی منہ پونچھتے پونچھتے غسل خانے سے نکل کر بولی۔

"اپا نخرہ دکھاتی ہے اسے لایا کون؟ دور ہو دور اری ماما او بتاشی ابھی اس بکرے کو جھاڑو مار کر باہر نکال" ٹیپی۔

"واہ جی واہ اسے تو پالا ہے ہم میں پالوں گی" گھنٹو اور میں گھوڑا بنائیں گے" آنینی "ٹھہرو میں سارا کھیل نکالتی ہوں بھلا شریف لوگ بھی کہیں بکرا پالتے ہیں؟ دربان دربان او چقندر سنگھ" چقندر سنگھ حضور کہتا ہوا دوڑ کر حاضر ہوا۔ اس کی عمر کافی سے زیادہ تھی گو ہاتھ پیر سوکھ کر لکڑی ہوگئے تھے لیکن چہرے پر لمبی ڈاڑھی اور سفید بڑی بڑی مونچھوں کے سبب چہرہ رعب دار تھا اور سب سے زیادہ جس چیز کی بدولت وہ دربانی کی خدمت انجام دیتا اور چور ڈاکوؤں کو بھگاتا تھا وہ اس کی گرجدار آواز اور چقندر سنگھ نام تھا۔ اندر یہ شور وغل سن کر رائے بہادر سمجھ گئے کہ اب ضرور لڑائی ہوگی۔ دل ہی دل میں کچھ سوچتے رہے اور ہمت کر کے اندر گئے بیوی ان کی طرف متوجہ نہ ہوکر دربان سے بولیں۔ بکرے کو ابھی پھاٹک کے باہر نکال دو نہیں تو ابھی سارا گھر غلیظ کردے گا چقندر بولا" بہت اچھا" بنگشو رچن نے پلٹ کر حکم دیا دیکھو چقندر سنگھ اگر یہ بکرا گیٹ کے باہر جائے گا تو تمہاری نوکری بھی جائے گی۔ چقندر نے کہا" بہت اچھا" آنینی نے شوہر کی طرف تیکھی نظروں سے دیکھتے ہوئے بیٹی سے کہا" اری کم بخت ٹیپی رات ہوگئی کھانا زہر مار کرے گی یا نہیں؟ تو بکری کوئے کر رہ۔ میں کل ہاٹ کھولا جاتی ہوں"



دہاٹ کھولا اس جگہ کا نام ہے جہاں آنینی کا میکا تھا، بنگشو رچن نے کہا ٹیپی ماما سے کہنا کہ میرا بستر بیٹھک ہی میں بچھادے میں اتنی سیڑھیاں نہیں چڑھ سکتا اور دیکھو باورچن سے کہدو کہ میں گوشت نہیں کھاؤں گا صرف پھوریاں اور دال اور تھوڑی پرول کی بھجیا بھیجدے۔ پرانے زمانہ کا یہ قاعدہ تھا کہ امیروں کے یہاں ایک غصہ گھر بھی رہا کرتا تھا عورتیں جب غصہ ہوتی تھیں تو اس میں جاکر رہا کرتی تھیں لیکن مردوں کے لئے اس طرح کا کوئی انتظام یا بندوبست پختگی کے ساتھ نہ تھا لہذا وہ اگر ایک بیوی سے خفا ہوتے تو دوسری کے یہاں چلے جایا کرتے تھے آج کل مہنگائی اور خرچ کی زیادتی کے سبب یہ عمدہ اور قدیم قاعدہ مفقود ہوگیا۔ موجودہ زمانہ میں عورتیں غصہ کی حالت میں یا تو بستر چھوڑ کر زمین پر چٹائی بچھا کر سوتی ہیں یا نہیں تو بچے سے ناراض رہتی ہیں اور شریف مردوں کے لئے بیٹھک ہی کا کمرہ ایسے موقعے کے لئے مناسب و موزوں ہے۔ کھانا کھاکر

بنگشو لوچن بیٹھک میں اکیلے سوئے اندھیرے میں نیند نہیں آتی اس وجہ سے ایک کونے میں چاغدان پر ارنڈی کے تیل کا دھیما چراغ جل رہا تھا کچھ دیر ادھر اُدھر کروٹ بدلنے کے بعد اُٹھ کر بیٹھے اور بجلی روشن کر کے گیتا نکال کر پڑھنے لگے۔ یہ مذہبی کتاب دو موقعوں پر انہیں یاد آتی تھی ایک تو جب بیوی سے لڑائی ہوتی تھی اور دوسرے ایسے موقعہ پر جب کوئی امر مشکل درپیش ہوتا تھا چنانچہ کچھ دیر تک پڑھتے رہے اس کے بعد سوچنے لگے کہ آخر میں نے کونسا ایسا برا کام کر لیا جس کی وجہ سے مانینی نے اس قدر طومار باندھا۔ باپ کے ہاں جائیں گی اوہ گویا بہت بڑی دھمکی! میں بھی کبھی واپس بلانے کا نام نہ لوں گا جس وقت غرض ہوگی خود ہی آئیں گی۔ وہ خود جو اپنے شوق سے دنیا بھر کے جنجال گھر میں بھر لیا کرتی ہیں اور میں خاموشی سے برداشت کرتا ہوں ابھی چند ہی روز ہوئے پیتل کے پندرہ گھڑے تیئیس پیالے کٹورے ڈھائی سو روپے کے برتن خریدے گئے وہ کچھ نہیں؟ اور خطا ہوئی تو صرف بکرا لانے میں؟ ہاں درست ہے؟ بنگشو لوچن نے گیتا رکھ کر بجلی کا سوئچ بند کر دیا اور لیٹ گئے۔ چند منٹ کے بعد خراٹے لینے لگے۔ لمبے کان والا بکرا برآمدہ میں پڑا جاگ رہا تھا کیونکہ دوہرا چرٹ کھا کر اس کی نیند اچاٹ ہو گئی تھی تقریباً رات کے ایک بجے بہت زور کی ہوا چلی سردی لگتے ہی وہ گھبرا کر اُٹھ کھڑا ہوا بیٹھک سے دھیمی روشنی باہر آ رہی تھی اس نے گلے کی رسی چبا کر کاٹ ڈالی اور دروازہ کھلا پا کر آہستہ سے بیٹھک میں گھس پڑا۔ اب اُسے دوبارہ بھوک لگ رہی تھی پہلے کمرہ میں چاروں طرف پھر کر تدارک کر لیا مگر کوئی شے کھانے کی نہ ملی فرش کے ایک کنارے بہت سے اخبار رکھے ہوئے تھے اُسے بھی چبا کر دیکھا مگر رس نہ کس اس کے بعد گیتا بھی تین چوتھائی کھا کر مزہ چکھا۔ مگر گیتا کھانے کے بعد گلے کی خشکی بڑھ گئی پانی کی صراحی ایک اونچی تپائی پر رکھی تھی لیکن اس تک پہنچ دشوار تھی آخر کار چراغ کی طرف متوجہ ہوا اور نزدیک جا کر ارنڈی کے تیل کو ذرا چاٹ کر دیکھا تو بہت خوش مزہ معلوم ہوا جب سب پی گیا تو چراغ بھی گُل ہو گیا۔ اتفاق سے رائے بہادر اس وقت خواب میں دیکھ رہے تھے کہ بیوی سے صلح ہو گئی ہے کروٹ جو لینے لگے کسی نرم و گرم سی شے پر ہاتھ پڑا کچھ جاگتے اور کچھ سوتے کھنکار کر بولے کس وقت آئیں؟ جواب ملا اوں ہوں۔ ہوں۔ غضب ہو گیا۔ چور چور شیر ارے ہائے مار ڈالا۔ چقندر سنگھ جلد آؤ۔ نوگنی۔ ارے او دوڑو مرا چقندر نے سنتے ہی بندوق میں کارتوس بھرنا شروع کیا آو دوے اور نوگنی لاٹھی۔ چھڑی ٹینس بیٹ جو بھی ملا وہی لے کر دوڑے مانینی پریشان ہانپتے کانپتے کوٹھے سے اتر کر آئیں۔ رائے بہادر کچھ ہوشیار ہو چکے تھے۔ بکرا دو ایک چوٹیں کھا کر بہاں بہاں کرنے لگا۔ رائے بہادر نے خیال کیا اگر شیر ہی ہوتا تو اس سے اچھا ہوتا۔ مانینی نے دل میں خوش ہو کر کہا خوب ہوا۔

صبح کے وقت رائے بہادر نے چقندر سنگھ کو محلے میں کوئی ایسا آدمی تلاش کرنے کو کہا جو اس بکرے کو پالنے پر راضی ہو جائے ایسے ویسے شخص کو وہ بکرا نہیں دیں گے جو رکھ نہ سکے انہیں ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو اچھی طرح اس کی پرورش کرے اور روپے کے لالچ میں بیچے نہیں اور گوشت کے لالچ میں کاٹ نہ ڈالے آڑ نے کے تھے۔ رائے بہادر بنگشو لوچن باہر کے [illegible] بازار میں [illegible] امرت بازار پتریکا پڑھ رہے تھے اور

لنگڑے آم کی قیمت ٹھیرا رہے تھے۔ اتنے میں چھنو نے آکر سلام کیا اور کہا حضور لاٹو بابو آئے ہیں اپنے تینوں ہمراہیوں سمیت
لاٹو بابو بلا لئے گئے آکر سلام کیا چاروں کی وضع قطع ملتی جلتی تھی سر کے بال پیچھے سے تو بالکل ترشے ہوئے تھے اور آگے
کے بڑے بڑے ٹیڑھی مانگ نکلی ہوئی ہاتھوں میں رسٹ واچ گھٹنوں تک لمبا پنجابی کرتا اس کے نیچے گلابی لنگی پیروں میں
سلیم شاہی جوتا کانوں میں آدھی پی ہوئی بیڑیاں اڑسی ہوئی غرضکہ ایک عجیب ہیئت کے لوگ تھے۔

بنگشو لوچن بولے آپ کا کہاں سے آنا ہوا؟ لاٹو بابو نے جواب دیا حضور ہم بلیا گھٹا کے کراسن بینڈ ہیں۔ میرا نام بینڈ ماسٹر نیٹو تندی ہے لوگ لاٹو بابو کہا کرتے ہیں۔ سنا ہے کہ آپ ایک بکرا دینا چاہتے ہیں؟ اس لئے خبر لینے آیا ہوں کہ سچ ہے یا جھوٹ۔ نبود۔ غالباً آپ لوگ کنسرٹا بجاتے ہیں؟ کوستا کیا حضور اس کا نام کولسرت (کنسرٹ) یہ لوبن لیا گی (نوبن نیا گی) کلارنٹ بجاتے ہیں اور ان کا نام لورہوری لاگ ہے (دیپنے نرہری ناگ) فلوٹ بجانے والے ہیں اور یہ لوبو کمار لوندوں (نوبو کمار نندن) بیلا بجاتے ہیں اس کے علاوہ پی کول (بگل) ہارمونیا (ہارمونیم) ڈھول وغیرہ سب ملا کر اولیش (اونیش) آدمی ہیں برما آئل کمپنی ڈیپارٹ میں ہم کام کرتے ہیں۔ چھوٹا دن ہوا چھوٹا صاحب کا سادی ہوا ہم لوگ کو دعوت دیکر کھانا کھلایا۔ ہم لوگ نے باجہ بجایا صاحب بہت خوشی ہو کر کراسن بینڈ نائٹل دیا۔ رائے بہادر بولے میرا ایک بکرا ہے وہ آپ لوگوں کو دے سکتا ہوں۔
لاٹو بات کاٹ کر کہا حضور ہم لوگ اولیس پرانی ہیں (انیس آدمی) ایک بکرے میں کیا ہوگا؟ کہو بھائی لورہوری کیا کہتے ہو؟
نرہری بھائی ناس ہوگا ناس۔

رائے بہادر نے کہا میں ایک شرط پر دوں گا کہ آپ بکرے کو اچھی طرح پرورش کریں نہ تو اس کو بیچ سکتے ہیں نہ مار سکتے
لاٹو بابو بولے حضور یہ تو آپ کیا بات کہتے ہیں (نئی بات کہتے ہیں) بھلے آدمی بھی بکرا پالتے ہیں؟ نرہری پھر بکری بھی نہیں کہ کو دودھ دے گی۔ نوبن چڑیا نہیں کہ پڑھے گی۔ نوبو کمار بھیڑا نہیں کہ کمبل ہی بن سکے۔ رائے بہادر نے جواب دیا کہ جو کچھ بھی ہو فضول باتوں کے لئے میرے پاس وقت نہیں لینا چاہتے ہیں یا نہیں یہ کہئے۔ لاٹو بابو سر کھجانے لگے۔ نرہری بھئی بے لو لاٹو بابو ایک شریف آدمی کہہ رہے ہیں کیا کروگے۔ رائے بہادر نے پھر کہا لیکن یاد رہے آپ نہ بیچ سکتے ہیں نہ ذبح کر سکتے ہیں۔ لاٹو بابو آپ فکر نہ کیجئے لاتو لوندوں (لاٹو نندن) کا بات ادھر اُدھر نہیں ہو سکتا ہے۔ بکرے لوے کر بلیا گھٹہ کراسن بینڈ چلے گئے۔ بنگشو لوچن نے آزردگی سے کہا ان کم بختوں کو دے کر اطمینان نہیں ہوتا۔ نبود ڈپارس دے کر بولا بھائی گھبراؤ نہیں بکرا جنت کی سیر کرے گا صرف ہم ہی سب گھاٹے میں رہے۔ دوسرے دن شام کے وقت حسب معمول لوگ بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ خبر آئی کہ لاٹو بابو آتے ہیں۔ اس مرتبہ بھی لاٹو بابو مصاحبین سمیت آئے ان کے ہمراہ بکرا بھی تھا۔ نبود بینڈ ماسٹر کیا خبر پھر کیسے آئے اس دفعہ لاٹو بابو کی پیشتر کی طرح ٹھاٹھ نہ تھی سر کے بال پریشان آنکھیں دھنسی ہوئی کپڑے پھٹے ہوئے آنکھوں سے آنسو جاری آتے ہی بیتاب ہو کر رو رو کر کہنے لگے حضور تباہ ہوگیا۔ دھن دولت مال اسباب سب کچھ مٹ گیا ہائے ہائے آہ آہ۔ نرہری آہ لاٹو بابو کیا کرتے ہو ذرا صبر کرو جب حضور ہیں تو ضرور کچھ نہ کچھ مدد کریں گے۔

رائے بہادر خوفزدہ ہو کر بولے ارے بھئی کیا ہوا آخر بات کیا ہے"؟ لاٹو نے جواب دیا۔ وہی بکرا "چھڑ جی" ہاں ہاں جس نے تو کہا کہ شیر بہتر بکرا بہتر نہیں۔ لاٹو حضور ڈھول کا چمڑا کاٹا ہیلہ کا تانت کاٹ ڈالا۔ ہارمونیم کی دھونکنی چبا گیا اور میرے کرتے کی جیب کو کاٹ کر بتے (نوٹ) روپے کا نوٹ (نوٹ) ہو بہو ہو۔ زہری۔ حضور نگل گیا بکرا نہیں شیطان ہے۔ لٹ گیا تباہ ہو گیا لاٹو کی زندگی کا چراغ آپ ہی کے رحم کے بھروسے ٹمٹما رہا ہے۔ دوہائی حضور کی ذرا لاٹو کی بیگناہی پر بھی نظر کیجئے کوئی بند و بست کر دیجئے ورنہ غریب مفت میں مارا جائے گا۔"

رائے بہادر بنگشو لوچن نے کچھ دیر غور کرنے کے بعد کہا۔ کیا جلاب نہیں دیا جا سکتا ہے"؟ لاٹو بابو نے جھلا کر عرض کیا حضور کیا آپ کا یہی انصاف ہے؟ میں تو خود ہی روپے کے صدمے میں مر رہا ہوں آپ فرماتے ہیں کہ جلاب لے لو۔" رائے بہادر نے فرمایا ارے تم کیوں لینے لگے۔ میں تو بکرے کو جلاب پلانے کو کہتا ہوں۔" زہری نے عرض کیا ہائے ہائے حضور اب بھی آپ نے بکرے کو نہ پہچانا؟ عرصہ ہوا کہ وہ ہضم کر چکا نوٹ تو نوٹ بیلے کے تانت۔ ڈھول کا چمڑا۔ ہارمونیم کی دھونکنی اسٹیل کا تھا نہ" "نبو دبا بو" نہ معلوم لٹو بابو کے سر کو کیسے ثابت چھوڑا؟" رائے بہادر نے تسلی دی جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا۔ نبود اب تم ہی کوئی تاوان مقرر کر دو۔ خیال رہے کہ بچاروں کا نقصان بھی نہ ہونے پائے اور مجھ پہ بھی زیادتی نہ ہو۔ اس وقت تو بکرا گھر ہی پر رہے جو کچھ ہو گا کل دیکھا جائے گا۔"

بہت حیل و حجت کے بعد سو روپے پر چھٹکارا ہوا۔ بنگشو لوچن نے خود ہی زیادہ سختی نہ کرنے دی۔ لٹو بابو اور ان کے ساتھیوں نے روپے ملتے ہی راستہ پکڑا۔ بکرے کی واپسی کا سن کر ٹیپی دوڑی آئی۔ نبو نے کہا آؤ ٹیپی رانی اپنی اماں سے جا کر کہو کہ کل ہم لوگ یہاں گوشت پوری اور پلاؤ کھائیں گے۔" ٹیپی بولی۔ "نہیں نہیں بابا اب گوشت نہیں کھائیں گے۔ نبو نے متعجب ہو کر کہا، کیا کہتی ہے۔ کیوں بھئی بنگشو سچ ہے؟ ایک بکرے کی محبت کی وجہ سے سارے بکروں سے محبت کرنے لگے؟ اچھا تم نہ کھاؤ ہم لوگ تو موجود ہیں۔ جاؤ تو بیٹی اماں سے کہو کہ سامان کریں۔ ٹیپی نے جواب دیا۔ یہ نہیں ہو سکتا ابا اماں کی لڑائی ہے۔ بول چال نہیں۔ بنگشو لوچن نے ڈانٹا ہاں بول چال نہیں ہے تو سب کچھ جانتی ہے۔ جا جا بڑی بوڑھی ہی عقلمند ہو گئی ہے۔" ٹیپی نے جواب دیا واہ واہ جیسے میں کچھ سمجھتی ہی نہیں؟ اچھا تو پھر اماں صرف مجھکو ہی ہر کام کے لئے کیوں کہا کرتی ہیں؟ ٹیپی پنکھا مرمت کرانا ہے۔ ٹیپی اس ماہ میں اور دو سو روپے کی ضرورت ہے اگر ان سے لڑائی نہیں تو آپ سے پھر آپ سے کیوں نہیں کہتیں؟ بنگشو لوچن جھلا گئے "بس بس زیادہ نہ بک۔" نبو دا بھی رائے بہادر لڑکی کو زیادہ نہ چھیڑو ورنہ بہت سی باتیں فاش ہو جائیں گی۔ کیوں نہیں کہتے کہ معاملہ سنگین ہے۔" بنگشو لوچن۔ ارے بھئی اب تک تو سب کچھ مٹ مٹا گیا ہوتا مگر اس بکرے ہی نے آفت کر دی۔ نبو ہاں ہاں گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔ آخر بکرے سے تمہیں اتنی ہمدردی کیوں ہے؟ نہیں کھا سکتے تو نکال باہر کرو دنیا میں رہ کر مگر سے بیر نہیں کیا جاتا۔ بنگشو لوچن نے ایک ٹھنڈا سانس لے کر کہا۔

۔ جو کچھ کل دیکھا جائے گا [illegible] بنگشو لوچن [illegible] ہی میں علیحدہ ہوئے۔ بکرے کو اصطبل میں بند ہوا دیا [illegible]

آج اُسے تنگ کرنے کا موقعہ نہ ملا۔ دوسرے روز سہ پہر کے وقت ساڑھے چار بجے بنگشو بابو ہوا خوری کو جانے کے لئے تیار ہوئے ایک مرتبہ اِدھر اُدھر دیکھا کہ کوئی انہیں دیکھ رہا ہے یا نہیں۔ بیوی بچے تو او پر تھے نوکر چاکر اندر کام کاج میں مصروف تھے چقندر سنگھ اپنی کوٹھری میں بیٹھا آٹا گوندھ رہا تھا۔ بکرا اصطبل کے قریب بندھا ہوا تھا اور دوڑی جس قدر پہونچ سکتی تھی اُچھل کود کر رہا تھا۔ بنگشو بابو نے بکرے کی رسی کھولی اور بکرا لئے ہوئے آہستہ آہستہ باہر نکل گئے۔ مبادا راستے میں کوئی ملاقاتی مل جائے اس خوف سے سیدھا راستہ چھوڑ کر گلی کوچوں سے چلے راہ میں کچھ جلیبیاں خرید کر جیب میں رکھ لیں۔ شہر سے دور پہونچ کر ندی کے کنارے لوگوں کی بستی سے الگ تنہائی میں جا کر بیٹھے۔ آج وہ بکرے کو اپنے ہاتھوں سے چھوڑ جائیں گے چونکہ پہیں سے لے کر گئے تھے اس وجہ سے اسی جگہ چھوڑ بھی جائیں گے۔ جو اس کی قسمت میں لکھا ہے وہ ہو گا۔ تنہائی کی جگہ دیکھ کر بنگشو بابو نے جلیبیاں نکال کر بکرے کے آگے رکھ دیں اور جیب سے ایک سادے کاغذ کا پرزہ نکال کر حسب ذیل عبارت تحریر کی۔

میں نے اس بکرے کو پچھلے گمشدہ ندی کنارے پایا تھا۔ اس کی پرورش نہ کر سکنے کی وجہ سے اِسے پھر اسی جگہ چھوڑے جاتا ہوں۔ خدا اور کالی اور ایشور کی قسم دیتا ہوں کہ کوئی اسے ذبح نہ کرے۔

اس کے بعد کاغذ کو لپیٹ کر ٹین کی ڈبیہ میں بند کیا اور بکرے کی گردن میں اچھی طرح باندھ دیا اس کے بعد آخری بار اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور آہستہ آہستہ کھسک گئے۔ بکرا اس وقت تک کھانے میں مصروف تھا۔ دور پہونچ کر انہوں نے پلٹ کر دیکھا کہ جلیبیاں ختم کر کے چاروں طرف دیکھ رہا تھا تاکہ انہیں دیکھ پائے تو دوبارہ ان کا پیچھا کرے۔ اس طرف آسمان ابر آلود دیکھ کر بنگشو بابو جلد جلد قدم اُٹھا کر چلنے لگے تیزی سے چلنے کے باعث تھک گئے سانس پھولنے لگا۔ راستے کے کنارے املی کے سائے تلے بیٹھ گئے۔ بکرا اب وہاں سے نظر نہ آتا تھا اب ان کی جان میں جان آئی اگر اور کچھ دنوں وہ رہ جاتا تو سخت وقت کا سامنا ہوتا۔ اس بد نصیب کو خدا کی بنائی ہوئی جان سمجھ کر پناہ دینا چاہا تو کتنی مشکلوں میں پھنسنا پڑا۔ بیوی تو صورت سے بیزار ہو گئی اور دوستوں کو کھانے کی فکر۔ میں اکیلا کہاں تک سنبھالتا۔

اب تک تو صرف آسمان پر ابر ہی تھا یکایک بادل اس زور سے گرجا کر رائے بہادر بنگشو بابو چونک پڑے آسمان پر نظر کی تو بالکل سیاہ ہو رہا تھا۔ بڑی دور سفید بگلوں کی قطار تیزی سے اُڑتی نظر آئی۔ ساری کائنات گویا بارش کے خوف سے خاموش تھی۔ ایک پتا بھی نہ ہلتی تھی۔ یہ دیکھ کر بنگشو بابو اٹھنے لگے لیکن چلا نہ گیا پھر بیٹھ گئے تیزی سے چلنے کے سبب سے دھڑکن شروع ہو گئی تھی۔ دفعۃً بجلی چمکی اور ساتھ ہی اس کے ایسی کڑک معلوم ہوا کہ جیسے آسمان پھٹ گیا۔ مغرب کے کونے سے ایک دھندلا سا پردہ تیزی سے اس طرف آتا دکھائی دیا اس کے پیچھے جو کچھ بھی تھا وہ چھپ چکا تھا۔ اب بارش کے پورے آثار تھے آندھی بڑے زور شور سے چلنے لگی درخت جڑ سے اکھڑنے لگے بڑے بڑے تاڑ اور کھجور کے درخت زمین پر سر رکھ کر بے چارے پریشان ہو ہو کر اُٹھنے کی کوشش کرتے تھے۔ لیکن ہوا کے زور نے ان کے بازو بیکار کر دئے تھے [illegible]

درختوں کی شاخوں کو مضبوطی سے تھام لیتے تھے۔ بارش شروع ہوئی تو موسلادھار۔ پانی کہتا تھا کہ مجھکو آج ہی برسنا ہے آج چھوڑ کر کل نہ برسوں گا۔ بس یہی معلوم ہوتا تھا کہ کلکتہ ڈوبے بغیر نہ رہے گا بوندیں کیا تھیں جیسے پرنالہ۔ راہ باٹ جل تھل تھے بڑی سڑکوں پر گھٹنوں پانی جمع ہو گیا تھا۔ عزت آبرو کپڑے لتے سب ہی گئے اب جان باقی ہے یہی بچ جائے تو قیمت ہے۔ ہائے کم بخت بکرے کیسی منحوس گھڑی تجھ کو لے کر گیا تھا یکایک انہیں ایک بیگنی روشنی معلوم ہوئی اور ساتھ ہی اس کے کچھ دور ناریل کے درخت پر بجلی گری جو کہ درخت کو جلاتی ہوئی زمین میں گھس گئی معلوم ہوا کہ آنکھوں کے آگے سرسوں کے پھول کھل گئے دنیا تاریک ہو گئی کہیں کچھ نہ تھا بے ہوش ہو گئے۔ بارش تھم گئی ہے لیکن ابھی تک ہوا سائیں سائیں چل رہی تھی بادل کے پردے کو ہٹا کر دو چار تارے اپنی دھیمی روشنی کے چراغ سے دنیا کی حالت دیکھ رہے تھے بنگشو بابو کیچڑ کے بستر پر پڑے ہوئے تھے کچھ کچھ ہوش آ چکا تھا مگر اُٹھنے کی طاقت نہ تھی پڑے ہی پڑے اپنی حالت پر غور کر رہے ہیں۔ میں کون ہوں؟ رائے بہادر کس جگہ ہوں ندی کے کنارے۔ ہیں یہ آواز کیسی ہے؟ یہ تو آدمیوں کی آواز سنائی دے رہی ہے انہیں کا نام لے کر کوئی پکار رہا ہے۔ ماموں۔ دولہا میاں۔ بنگشو۔ حضور کہاں ہیں۔ دور ایک گاڑی کھڑی ہے کچھ لوگ لالٹین لئے ہوئے چاروں طرف تلاش کر رہے ہیں اور پکارتے جاتے ہیں۔ کسی عورت کے بھی رونے کی آواز سنائی دی جس سے ان کے کان آشنا تھے۔ رائے بہادر نے حواس درست کر کے کہا میں یہاں ہوں کوئی پریشانی کی بات نہیں۔

ماینی نے کہا آج اوپر جانے کی ضرورت نہیں۔ اری ماما ہیں بیٹھک میں بڑا بستر بچھا دے اور دیکھ میرا تکیہ بھی دے جا اور ہو چٹر جی تو اپنی جگہ سے کھسکنے کا نام ہی نہیں لیتے۔ اوں ہوں یہ نہ ہو گا یہ چند گرم پوریاں کھانی ہی پڑیں گی میرے سر کی قسم۔ ہوں ہوں ہوں"۔

بنگشو بابو بستر سے کود کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے آہ وہ پھر آ گیا؟ لاؤ تو لاٹھی"۔ ماینی آہا کیا کرتے ہو مت مارو اسی بکرے نے بارش تھمتے ہی آ کر تمہاری خیریت پوچھی۔ اسی کے سبب تمہیں دوبارہ پایا۔ خدا کا شکر ہے۔

بکرا گھر ہی میں رکھ لیا گیا اور دن بدن چاند کی طرح بڑھنے لگا رفتہ رفتہ اس کی ڈاڑھی ایک بالشت سے زیادہ بڑھ گئی اب رائے بہادر اس کا کچھ خیال نہیں کرتے وہ الکشن کے بکھیڑوں میں پھنسے ہوئے ہیں ماینی نے بکرے کے سینگوں پر طلائی سونا منڈھوا دیا ہے اور اس کے لئے فینائل و صابن کا انتظام بھی کیا گیا لیکن لوگ دور ہی سے دیکھ کر اس کا مذاق اڑاتے ہیں بکرا نہایت بردباری اور حوصلے سے سب کچھ سنتا ہے اور کچھ نہیں کہتا۔ جب بہت زیادہ لوگ اس کی شان میں گستاخی کرتے اور ہنستے ہیں تو تھوڑا کہہ اُٹھتا ہے بو بو بو جیسے جو کچھ دل چاہے بکا کرو میں ان باتوں کی پرواہ نہیں کرتا۔

(ترجمہ از بنگالی)

ایس۔ کے صغرا سبزواری

انسانی تخلیق کا مقصد

از محترمہ ایس آر کرمانیہ مصنفہ نیرنگ

انسانی زندگی کی تخلیق کا منشا زندگی کی ایک پر معنی پابندی ہے۔ انسان جس وقت سے دنیائے عدم سے عالم وجود میں قدم رکھتا ہے اس پر زندگی کی ہر وہ پابندی نامعلوم طور سے عاید ہو جاتی ہے جو انسانیت اور تہذیب کا پیش خیمہ ہے۔ بچہ کو پیدا ہونے کے بعد سمجھداری کے زمانہ تک اپنے والدین اور بزرگوں کی مرضی کا پابند رہنا پڑتا ہے زندگی کی سب ضرورتیں اسے پابندیٔ وقت کا سبق سکھاتی ہیں۔ پھر جب وہ ہوش سنبھالتا ہے اس کے نازک کندھوں پر تربیت کے ساتھ ساتھ تعلیم کا بار آ کر پڑتا ہے جسے وہ بحسن خوبی محض نظام حیات اور ضرورت سمجھتا ہوا بلا حجت سرانجام دیتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی زندگی کا وہ زمانہ آ جاتا ہے جب وہ اپنی زندگی اپنی قوت بازو سے آپ بسر کر سکنے کا اہل بن جائے۔ اس وقت جبکہ علم اور تربیت کے سارے منازل ختم ہو چکتے ہیں اور وہ بچپن کی سرحد سے گزر کر دنیائے قبلہ میں قدم رکھتا ہے اس پر زندگی کی اس سے زیادہ اہم اور گراں تر ذمہ داریاں آ کر پڑ جاتی ہیں اس پر ازدواجی زندگی کے فرائض ہوتے ہیں خویش و اقارب سے حسن سلوک ہوتا ہے بچوں کی پرورش و پرداخت کا بار ہوتا ہے غرضکہ زندگی کے مختلف اور اہم مراحل سے اسے دوچار ہونا پڑتا ہے اور اس کا فرض ہوتا ہے کہ وہ ہر امکانی طور پر انہیں بحسن خوبی سرانجام دینے کی کوشش کرے۔ یہ ایک نظام قدرت ہے مرد و عورت دونوں کے لئے۔ دونوں کی زندگی شروع سے لے کر آخر تک لامتناہی ذمہ داریوں اور لاانتہا پابندیوں میں جکڑی ہوئی ہے۔ اور انسان اسے ایک مشین کی طرح گھماتا چلا جاتا ہے۔ ہماری زندگی میں ایک دوسرے کا خیال، انسانی تہذیب، ہمدردی، خلق اور مروت یہ سب اسی تہذیب اور اخلاق کے زیر اثر ہیں۔ اسی جذبہ کے تحت ہم میں انسانیت مروت ایثار اور محبت کی صفتیں پیدا ہوتی ہیں۔ ہم اگر چاہیں کہ یہ نظام قدرت توڑ کر پھینک دیں تو یہ ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔ قضا و قدر کی طرف سے یہ ایک ایسا اٹل قانون نافذ کر دیا گیا ہے جسے بندے بلا کسی حجت اور مصیبت ہمیشہ برداشت کرتے چلے جائیں گے تاہم زندگی میں جو کچھ کشمکش اور بے ربطی آ کر پڑی ہے وہ ان پابندیوں سے گونہ غفلت اور لاپروائی کی وجہ سے ہے۔ خدا کی طرف سے جو انسانیت ہر انسان کو دی گئی ہے اگر وہ پورے اور مکمل طور سے ان کی پابندی کرتا ہے تو دنیا سے انسانی حیوانیت کا سرے سے خاتمہ ہو جائے۔ ہماری زندگی اصلیت میں محض آزاد ہے۔ خدا کے آگے سر نیاز جھکانے کے بعد ہم دنیا میں کسی کے سرنگوں نہیں ہیں لیکن یہ صرف انسانیت کے فرائض ہیں جن کی پابندی سے ہمارا ایک ایک رواں دبا ہوا ہے۔ ایک لولا لنگڑا فقیر جو ہمارے دست سخاوت کا محتاج ایک رحم کی نظر کا طالب ہے ہم اس کے لئے مجبور نہیں ہیں کہ اس کی مدد

کریں لیکن ہماری انسانیت کا برتر معیار ہمیں مجبور کر رہا ہے کہ اگر ممکن ہو تو اپنی ذات سے اس کی کوئی خدمت کر دیں۔ ایک عزیز دوسرے عزیز کے سلوک، محبت، اور ہمدردی سے شکم سیر کیوں ہو جاتا ہے؟ کیا اسی لئے نہیں کہ انسانیت کے جذبہ سے مغلوب ہو کر اس نے اس کی ضرورتوں کا خیال کیا۔ انسانیت کی ان پابندیوں سے جو شخص آزاد ہونا چاہتا ہے وہ نظام قدرت کو توڑ کر ایسے بھیانہ راستہ پر جا کر بھٹکنا چاہتا ہے جہاں عقل اور زندگی کی حلاوت کا کوئی دخل نہیں ہے جس نے اپنی زندگی کے اہم فرائض کو سمجھتے ہوئے اور انہیں بہ حسن خوبی سرانجام دیتے ہوئے زندگی گذاری اس نے اپنا منشائے حیات پورا کیا۔ اس سے لاپروائی کرنا ان اغراض اور مقاصد کو صدمہ پہنچانا ہے جس کے لئے ہم تخلیق کئے گئے۔ لیکن میں افسوس سے کہوں گی کہ زمانہ جتنا ترقی کر رہا ہے ہر صدی دوسری صدی سے زیادہ ہمارے اخلاقی اور انسانی معیار کو گھٹاتی چلی جاتی ہے بظاہر ہمارے لئے ترقیوں کے کتنے ہی راستے کیوں نہ کھل گئے ہوں مگر اخلاقی تنزل تبدریج بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ اس کی ذمہ داری کسی ایک فرد پر نہیں ہے۔ ہر شخص اپنی اپنی جگہ خواب غفلت میں پڑا ہے ہر آنکھ پر سیاہی و تاریکی کا پردہ چھایا ہے۔ کوئی دوسرا اس پردہ کو اٹھا کر نہیں پھینک سکتا۔ تاوقتیکہ ہم میں خود یہ حس نہ پیدا ہو کہ ہماری زندگی کی یہ راہیں سراسر غلط ہیں اور ہم اصلی بلند معیاروں کو چھوڑ کر ایک سطحی رنگ میں ڈوبتے چلے جا رہے ہیں۔ ہمارا حال اب یہ ہے کہ ہم اندرونی اور بیرونی دونوں زندگیوں میں اب صرف ظاہرا ٹیپ ٹاپ اور مصنوعی روغن پر فریفتہ ہیں، ورنہ زندگی کی بنیاد محض کھوکھلی ہے۔ اوائل عمر سے لیجئے، جب سے بچہ نے ماں باپ کی آغوش تربیت میں آکر دم لیا، اسی وقت سے غفلت اور لاپروائی کی ابتدا ہے، فی زمانہ وہ صحیح تعلیم و تربیت مفقود ہے جو اُسے اخلاق کے بلند اور برتر معیار پر پہنچا سکے اسی لئے اس کے انجام اعلیٰ نہیں۔ جس چیز کی ابتدا امید بخش نہ ہو اس کی انتہا کامیاب افزا کیسے ہو سکتی ہے اخلاقی تنزل رفتہ رفتہ جو شکل اختیار کرتا گیا اس کے نتیجے آج سب ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ آج صحیح معنوں میں کس سینہ میں ایسا دل ہے جو کسی دوسرے کی بے چینی پر وہی بے چینی اور تکلیف محسوس کرے جیسی خود اپنی ذات پر کرتا ہے۔ ہم میں کیا انسانیت، مروت، ایثار، اور ہمدردی کے وہی جوہر اب بھی موجود ہیں جو کبھی ہمارا سرمایۂ فخر تھے؟ ہم کیا ایمان، اور مروت اور شرافت کے ویسے ہی خزینہ دار ابھی تک باقی ہیں؟ یہ وہ زمانہ ہے جس میں نہ کوئی کسی کا ہمدرد ہے نہ پرسان حال۔ انسانیت اور ہمدردی کی روشن شمع ہمیشہ کے لئے بجھ چکی، علم ہے تہذیب ہے، دولت ہے مگر ان جواہر پاروں کا خاتمہ ہو چکا جو کبھی ہمارے اخلاق کو اپنی پاکیزہ تابش سے جگمگایا کرتے تھے۔ ایک غریب بھی جس کے پاس ظاہری دولت نہ تھی دولت اخلاق سے مالا مال تھا۔ انسانیت کے وہ سب خزانے بھرے تھے جن پر شرافت ناز کرتی تھی آج وہ خزینۂ اخلاق لٹ چکے ہیں۔ ہماری یہ تہی دستی کیسی قابل افسوس ہے جس کا نتیجہ محض ہماری بے حسی اور غفلت ہی ہے۔ ہم اگر چاہیں آج پھر اپنی زندگیوں کو اسی سرچشمۂ اخلاق سے سیراب کر سکتے ہیں۔ دنیا کی یہ عیش پرستی زندگی کے صحیح راستوں سے بھٹکاتی چلی جاتی ہے۔ ہمیں راہ مستقیم کی تلاش اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم کو وہ فرائض پھر وہ سب خفتہ جذبات پیدا کرنا چاہئیں جو زندگی کی اس پستی سے نکال کر ہمیں بلند اور اعلیٰ سطح پر پہنچا دیں۔ اور ہم اپنی تخلیق کا صحیح حق پورا کر کے دنیا کے آگے بھی زندگی کا اعلیٰ نمونہ اور معیار پیش کر سکیں اور اپنے لئے بھی عاقبت کو بہتر زاد راہ مہیا کر لیں۔ ۔۔۔

آدم و حوا

عہد حاضر پر

از مولوی محمد ابوالحسن تبصیر صدیقی ایم۔اے، ایل ایل بی (علیگ) ایم آر۔اے۔ایس (لندن) ایڈوکیٹ

کہا آدم نے یوں حوا سے "بیگم! — وہ دنیا جس میں رہتے تھے کبھی ہم
ہے اب حالت ہی کچھ اس کی دگرگوں — نہ وہ پچھلی سی باتیں ہیں نہ دم خم
تمہاری بیٹیوں کے طور ہیں اور — ہیں آزادی ہی کے پینگوں میں ہر دم
وہ سب وضع قدیم اب چھوڑ بیٹھیں — نرالے طور طرز نو ہیں پیہم
نہ وہ زیور نہ وہ پہلے سے ملبوس — نہ زلفوں میں رہے وہ پیچ اور خم
وہ گیسو جو کبھی لہراتے تھے یوں — کہ جیسے کالی ناگن کے ہوں دم خم
ہے فرق ناز اب اس زینت سے محروم — ہیں کنگھی چوٹی کی فکروں سے بے غم
نہیں اگلا خلوص و سادگی اب — ہیں زور و مکر کی چالوں میں مدغم
نہ اب پہلی سی ان میں مامتا ہے — نہ شوہر کے لئے ایثار پیہم
عوض ایثار کے ضابطہ ہے — بنیں "بی بی" سے گویا اب وہ "میڈم"!
ہے بدلے مامتا کے خود پرستی — ہیں اپنے نفس سے مجبور ہر دم
نسائیت کو کھوئے دے رہی ہیں — امور خانہ داری سے ہیں بے غم
وہ مذہبیت جو تھی طینت میں ان کی — ہوئی ہے رفتہ رفتہ وہ بھی اب کم
بنیں مردوں کی اب مد مقابل — سمجھتی ہیں کہ "ہیں کس بات میں کم"
ہیں مردوں کو فضیلت عورتوں پر — یہ فطرت کا ہے قانون مسلم
مگر یہ سبقت ان پہ چاہتی ہیں — فضیلت کے لئے کوشاں ہیں ہر دم
وفا جو تھی کبھی گھٹی میں ان کی — اسے بھی بھول بیٹھی ہیں وہ یکدم
حیا و شرم جو زیور تھا ان کا — انہیں آتی ہے اس سے عار پیہم
بہیمیت کی جانب جا رہی ہیں — ستم ہے، ظلم ہے، اے وائے ماتم!
مجھے ڈر ہے کہ دنیا یوں نہ کھو دے

سے تنگ آدمیت بنتِ آدم

یہ باتیں جب سنیں حوا نے کڑوی　　کہا "بس"! آپ نے تو انتہا کی
بلاشبہ مرے سرتاج ہیں آپ　　کہوں گی میں مگر اللہ لگتی
ذرا اتنا مجھے پہلے بتائیں　　کہ میری آفرینش کس لئے تھی
بھلا کچھ آپ کو وہ وقت ہے یاد　　کہ جنت میں فقط ذات آپ کی تھی؟
وہاں بجز مردہ خاطر رہتے تھے آپ　　گذرتی تھی گھڑی ایک ایک بھاری
خدا نے تب کی میری آفرینش　　کہ منظور آپ کی دلبستگی تھی
مری تخلیق کی اتنی تھی غایت　　کہ حاجت آپ کو ہم جنس کی تھی
اب اس سے زیادہ کیا ہم جنسیّت ہے　　کہ میری ہستی مشتق آپ سے تھی
رہے جنت میں جب ہم دونوں باہم　　تو اُس وقت آپ کی کیا کیفیت تھی؟
تھا ہر وقت آپ کو بس شغل میرا　　مجھے منظور خاطر آپ کی تھی
اُسی میں پینگ اُلفت کے بڑھائے　　جو دنیا تھی خلوص باہمی کی
یہاں تک آپ کو مجھ سے شغف تھا　　کہ جنت میرے ہی باعث سے چھوٹی
وہ شیطان آپ کا دشمن قدیمی　　کھری کو جو بتا دیتا ہے کھوٹی
اگر میں اُس کے اغوا میں نہ آتی　　نہ ہوتی آپ تک اُس کی رسائی
نہ تھی گو اس میں کچھ میری شرارت　　مگر آخر تو کمزوری مری تھی
مگر کی درگذر میری خطا سے　　ہمیشہ آپ نے کی چشم پوشی
مساوات آپ نے ہر لحظہ برتی　　کہ تنہا میں ہی منظورِ نظر تھی
اگر حورانِ جنت بھی لُبھاتیں　　توجہ آپ کی ہرگز نہ ہٹتی
مگر اب دیکھئے بیٹوں کو اپنے　　کہ کیا اودھم ہے دنیا میں مچائی!
جواں اِک اِک کنھیا وقت کا ہے　　گذرتی ہے جو زن پر ہے گذرتی
بہائم سے بھی بدتر ہیں چلن میں　　ہر اک شب ہے نئی صورت سے کٹتی
جو عورت آپ کو تھی دل کا پارہ　　سمجھتے ہیں اُسے پیروں کی جوتی
یہ حالت ہے تو پھر اخلاص کیسا　　وہ اُن کی ہے تو ہے یہ راہ اِن کی
وہ عورت جن کی پیدائش کا مقصد　　معیت اور رفاقت مرد کی تھی

اُسے سمجھا گیا حیوان مخلوق — بہایم سے بھی بدتر اُس کی گت کی
اُسے ہیں جانتے اپنے سے کمتر — غلامی کے لئے گویا بنی تھی
حقوق اُس کے کئے پامال سارے — نہ تھی اُس کی کچھ دنیا میں ہستی
ہوا آخر اُسے ذلت کا احساس — نہ ہوتا کیوں؟ پھر آخر آدمی تھی!
تو آئی وہ بھی میدانِ عمل میں — اسے آزادی سمجھو یا خودی تھی
"لسان العصر" کا ہے قول واثق — کہ "ذہبے کا ہے دودھ اور علم غزلی
تو پھر کیا پوچھ گھر ماں باپ کی ہو — پسر میں کس لئے خو ہو پدر کی"
پسر جب ماں کو مادر ہی نہ جانے — اُسے بھی ماںتا کی کیا پڑی تھی
صفائی ڈاڑھی موچھوں کی کرا کر — زنانی وضع جب مردوں نے پکڑی
تو پھر عورت سوا اس کے کرے کیا — کہ اپنی وضع مردوں کی سی کر لی
کوئی صورت تو ہوتی درمیاں میں — بالآخر امتیاز باہمی کی
کریں اب آپ ہی خود دل میں انصاف — خطا ہے مرد کی اس میں کہ زن کی
ہے "ننگِ آدمیت" دونوں میں کون؟ — پسر ہے آپ کا یا میری بیٹی

وگرنہ یوں تو دعوے بے دلائل
نہیں کرتا مجھے ہرگز بھی قائل

مُرجھائی ہوئی کلی

میرے باغ زندگی کی مُرجھائی ہوئی کلی! کیا تم پھر شاداب نہ ہوگی۔ پیاری بچی! تمہاری بدنصیب ماں اس کوہ الم کے ٹوٹنے سے بے خبر تھی۔ جب کہ موت کا بھیانک فرشتہ اپنے مہیب ہاتھوں سے تمہاری معصوم زندگی کے سنہری تاروں کو توڑ رہا تھا۔ اُس وقت ہاں ——— اُس وقت بھی تمہاری بے ہوش ماں تمہیں تھپک تھپک کر سلانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی، لیکن بے رحم فرشتہ موت نے ماں کی نادانی پر کلیجہ ہلا دینے والا ایک دل خراش قہقہہ لگا کر تمہاری زندگی کے معصوم بربط کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا ——— بھولی بھالی اچھی اچھی پیاری پیاری بچی! کیا تم پھر واپس آکر اپنی بدنصیب اور غمزدہ ماں کا کلیجہ ٹھنڈا نہ کرو گی ——— بولو ——— میرے باغ زندگی کی مرجھائی ہوئی کلی! کیا تم پھر شاداب نہ ہوگی!

آمنہ نازلی

روپیہ پس انداز کرنے کے ذرائع

از محمد احمد سبزواری (عثمانیہ)

موجودہ زمانہ میں احتیاجات اور ضروریات زندگی میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے معیار زندگی بڑھ رہا ہے۔ نئی نئی قسم کی چیزیں بازاروں میں نظر آتی ہیں۔ ترغیب، شوق اور محض دکھاوے کی خاطر بے ضرورت چیزیں خریدی جاتی ہیں۔ مگر دوسری طرف آمدنیوں میں کوئی قابل قدر اضافہ نہیں ہورہا ہے پھر جو آمدنیاں حاصل ہورہی ہیں وہ بہت زیادہ غیر تعینی ہیں۔ کوئی ملازم سرکار، تاجر، کاشتکار، زمیندار، دوکان دار، یا کارخانہ دار اس بات کا دعویٰ نہیں کرسکتا کہ جو آمدنی اس کو آج حاصل ہورہی ہے وہ آیندہ بھی برقرار رہے گی یا نہیں۔ ممکن ہے کہ اس میں اضافہ ہوجائے مگر اس کے بھی تو امکانات موجود ہیں کہ اس میں کمی ہوجائے یا ذرائع آمدنی بالکل ہی مسدود ہوجائیں۔ تو کیا یہ لازمی نہیں ہے کہ اچھے دنوں میں کچھ اپنی بعض غیر ضروری احتیاجات کو ملتوی کردیا جائے اور ان پر جو رقم صرف کرنے کا ارادہ ہو اس کو آیندہ کے لئے بچا کر رکھا جائے اسی کو پس اندازی کہا جاتا ہے۔ یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ بہت قدیم اصول ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ پرانے زمانے میں اس کی اہمیت نسبتاً کم تھی۔ مگر موجودہ زمانہ میں حالات واقعات نے دنیا کو بدل دیا ہے۔ اور ضرورت ہے کہ ہر ممکن طریقہ سے اپنی آمدنی کے ایک حصہ کو پس انداز کیا جائے۔

ہندوستان میں پرانے زمانہ میں جو بہت کم پس انداز ہوتا تھا اس کی مختلف وجوہ تھیں مثلاً اول تو ملک میں امن وامان نہ تھا۔ بات یہ ہے کہ ہر شخص اس وقت کچھ بچانے کی کوشش کرتا ہے جب اس کو یہ امید ہو کہ وہ آیندہ اس سے فائدہ حاصل کرسکے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ملاح اور سپاہی جن کے پیشے بڑے خطرناک ہوتے ہیں اور جن کو اپنی زندگی کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا فضول خرچی میں مشہور ہوتے ہیں۔ ملک کے لڑائی جھگڑے، آپس کی خانہ جنگیاں، لوٹ مار اور فسادات ایسی چیزیں ہیں جو پس انداز نہیں ہونے دیتیں۔ انگلستان میں جو آج پس انداز کی اس قدر کثرت ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ براعظم یورپ سے الگ ہے اور وہاں برسوں سے کوئی لڑائی نہیں ہوئی اور جن لڑائیوں میں انگلستان شریک بھی ہوا ان میں بھی اس کو فائدہ ہی ہوا۔ پس اندازی کے لئے دوسری ضروری چیز تعلیم ہے۔ بات یہ ہے کہ تعلیم سے انسان کو واقفیت حاصل ہوتی ہے اس کو اپنے انجام کی بھی فکر رہتی ہے وہ یہ بھی سوچتا ہے کہ بڑھاپے میں اس کی زندگی کیسے بسر ہوگی۔ اس کی اولاد کا کیا حال ہوگا۔ غرض کہ تعلیم ہی کی بدولت پیش بینی کی صفت پیدا ہوتی ہے اور حال سے مستقبل کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ چنانچہ ان ممالک میں جہاں تعلیم عام ہے زیادہ پس انداز ہوتا ہے۔ تیسری چیز ترغیب بھی ہے۔ بات یہ ہے کہ ایک شخص جو پس انداز کرتا ہے وہ اپنی موجودہ ضروریات سے دست بردار ہوتا ہے اور

اس کو کچھ مدت کے لئے انتظار کرنا پڑتا ہے آپ ایک مہاجن کو ہی لیجئے وہ ایک کاشتکار کو ۱۰۰ روپیہ قرض دیتا ہے اور کاشتکار یہ وعدہ کرتا ہے کہ وہ سال بھر کے بعد یہ رقم ادا کر دے گا۔ ظاہر ہے کہ اب اگر مہاجن کو سال بھر کے درمیان میں رقم کی ضرورت ہو تو وہ اس کو نہ ملے گی۔ پھر یہ بھی یقین نہیں کہ سال بھر کے بعد یہ رقم مل جائے گی یا نہیں۔ ممکن ہے کہ کاشتکار مر جائے۔ یا اس کا دیوالیہ ہو جائے۔ یا فصلیں تباہ ہو جائیں اور وہ رقم ادا نہ کر سکے چنانچہ مہاجن ان سب باتوں کا معاوضہ لیتا ہے اور یہی سود کہلاتا ہے۔ اب جہاں یہ خطرات کم ہوتے ہیں وہاں شرح سود زیادہ ہوتی ہے اور جہاں خطرات کی تعداد نسبتاً زیادہ ہوتی ہے وہاں شرح سود بھی زیادہ ہوتی ہے۔ ایک اور چیز یہ ہے محض بچا لینا یا رقم کو اندوختہ بنا کر ڈال دینا مناسب نہیں بلکہ اس سے کام لیا جائے۔ اگرچہ نہ بچانے سے اس طرح بچانا مفید ہے مثلاً پرانے زمانہ میں ہندوستان میں جو رقمیں پس انداز ہوتی تھیں وہ یا تو دفینوں کی شکل میں رکھی جاتی تھیں یا پھر زیورات کی شکل میں۔ مگر ان میں بھی طرح طرح کے خطرات تھے۔ چوری، ڈاکہ وغیرہ کا ڈر ہمیشہ لگا رہتا تھا۔ پھر ان رقموں میں اضافہ نہیں ہوتا بلکہ زیورات بنوانے میں تو ہمیشہ نقصان ہی ہوتا ہے۔ اس کا تجربہ تو اب بھی ہو سکتا ہے آج ایک زیور بنوائے کل جب اس کو بازار میں بیچنے جایا جائے تو وہ قیمت نہیں ملتی۔ جو دراصل اس پر صرف ہوئی ہے اس لئے ایسے ذرائع کی ضرورت ہے جن سے روپیہ محفوظ کیا جا سکے جہاں اس پر کچھ منافع بھی حاصل ہو اور خطرات بھی کم ہوں۔ ان ذرائع کو بینک، کارخانے کے حصے۔ بانڈس اور ڈبینچر کہا جاتا ہے۔

اب ہم اداروں کا ذکر کریں گے جو ہندوستان میں موجود ہیں اور جن میں اپنا روپیہ محفوظ کر کے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

بنک بنک اصل میں ایک دوکان ہے جہاں سرمایہ کا کاروبار ہوتا ہے جس طرح ایک معمولی دوکاندار ایک شخص سے ارزاں چیزیں خریدتا ہے اور دوسروں کے ہاتھ اس سے زائد قیمت پر فروخت کرتا ہے اس طرح بنک کچھ لوگوں سے سرمایہ حاصل کرتا ہے اور جن کو ضرورت ہوتی ہے ان کو قرض دیتا ہے۔ اور مختلف رقومات کی شرح سود کا یہی فرق بنک کا منافع ہے۔ کیونکہ وہ کم سود پر رقمیں قرض لیتا ہے اور زیادہ سود پر رقمیں قرض دیتا ہے

اب بنک میں سرمایہ لگانے کے مختلف طریقے ہیں۔ ایک طریقہ تو یہ ہے کہ بینک میں اپنا چالو کھاتہ کھول دیا۔ جب جتنی رقم کی ضرورت ہوئی وہاں سے لے لی۔ اور جب اپنے پاس ضرورت سے زائد رقم ہو گئی بنک میں داخل کر دی۔ مگر معتبر اور سرکاری بنک چالو کھاتے پر سود ادا نہیں کرتے۔ دوسرا طریقہ اطلاعی امانت کا ہے یعنی ایک تو وہ رقم بنک میں محفوظ ہے مگر اس کو بغیر اطلاع کے واپس نہیں لیا جا سکتا۔ یعنی رقم کی جس دن ضرورت ہو اس سے پہلے بنک کو اطلاع دینا ضروری ہے۔ تیسرا طریقہ میعادی امانت کا ہے یعنی رقم محفوظ کروانے والا شخص ایک مقررہ مدت کے اندر رقم واپس نہیں لے سکتا البتہ مدت گزر جانے کے بعد وہ رقم واپس لی جا سکتی ہے۔ بنک ان دونوں امانتوں پر سود ادا کرتا ہے البتہ ریزرو بنک جو حکومت ہند کا سرکاری بینک ہے کسی قسم کی امانتوں پر سود ادا نہیں کرتا۔

سرمایہ مشترک کے کارخانے موجودہ زمانہ میں کاروبار بہت بڑے پیمانہ پر ہوتا ہے اور اس کے لئے لاکھوں روپیہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ ہر ملک میں لکھ پتیوں کی تعداد بہت زیادہ نہیں ہوتی۔ پھر اگر ان کی تعداد زیادہ بھی ہو تو وہ اپنا سب کا سب روپیہ ایک ہی کاروبار میں نہیں لگاتے۔ کیونکہ اگر کاروبار ختم ہوجائے تو ان کا بھی دیوالیہ نکل جائے۔ اس لئے اب تو یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ جتنی رقم درکار ہوتی ہے اُس کو چھوٹے چھوٹے حصوں میں بانٹ دیا جاتا ہے۔ مثلاً ایک کارخانہ کو ۵ لاکھ روپیہ کی ضرورت ہے تو وہ اس رقم کو ۱۰۰ یا ۵۰ یا ۱۰ روپوں کے حصوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ اور اس طرح سینکڑوں آدمی یہ حصے خرید کر سرمایہ مہیا کر دیتے ہیں۔ اس طریقہ میں بڑے فائدے ہیں اول تو وہ لوگ جن کو کاروبار سے دلچسپی نہیں یا کاروبار چلانے کی صلاحیت نہیں اس طرح کاروبار میں شریک ہوسکتے ہیں۔ دوسرے بعض لوگوں کے پاس اتنی رقم نہیں ہوتی کہ وہ خود کوئی کاروبار کریں مگر اس طرح ان کو ایک ذریعہ مل جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ بعض پیشے ایسے ہیں کہ ان میں مزید روپیہ لگانے کی گنجائش ہی نہیں ہوتی مثلاً ملازمت، ڈاکٹری، وکالت، یا پروفیسری وغیرہ۔ مگر اس طریقہ سے یہ لوگ بھی اپنے پس انداز کاروبار میں لگا سکتے ہیں۔ پھر سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اگر کاروبار میں نقصان ہو تو کوئی ایک شخص تباہ نہیں ہوتا۔ بلکہ نقصان سب حصہ داروں پر ان کے حصوں کی حیثیت سے تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اس قسم کے جو حصے خریدے جاتے ہیں ان کا روپیہ واپس نہیں ہوتا البتہ ان کے حصے خریدے اور بیچے جا سکتے ہیں۔ اور آج کل تو حصوں کا کاروبار بذات خود تجارت کا ایک شعبہ بن گیا ہے۔ سالانہ یا ششماہی حساب لگا کر کل منافع حصہ داروں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

اس قسم کے کارخانے بھی دو قسم کے ہوتے ہیں اول محدود ذمہ داری والے کارخانے اور دوسرے غیر محدود ذمہ داری والے کارخانے۔ محدود ذمہ داری والے کارخانے جن کو انگریزی میں "لمیٹڈ" کہا جاتا ہے اچھے ہوتے ہیں کیونکہ اگر ان کارخانوں کو نقصان ہوجائے تو نقصان صرف حصہ کی حد تک محدود رہتا ہے اور حصہ دار کی ذاتی جائداد یا دوسرے مال واسباب پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ان کارخانوں میں حکومت کی جانب سے اس کا خاص طور پر انتظام کیا جاتا ہے کہ کسی قسم کا دھوکہ یا غبن نہ ہونے پائے۔ سالانہ یا چھ ماہی جلسے ہوتے ہیں۔ کمپنی کے ناظم جو حصہ داروں کی رائے سے منتخب ہوتے ہیں ان میں شریک ہوتے ہیں۔ آمد و خرچ کے حسابات جلسے میں پیش ہوتے ہیں۔ سرکاری محاسب حسابات کی تنقیح کرتے ہیں۔ غرضیکہ ان سب باتوں کی وجہ سے دھوکہ اور جعل کے امکانات بہت کم ہوجاتے ہیں۔ آج کل ہندوستان میں ایسے کارخانے بہت ترقی کر رہے ہیں اور تقریباً ۳ ارب روپیہ ان میں لگا ہوا ہے۔

ڈبینچرس اور بانڈس یہ ایک قسم کے اقرار نامے ہوتے ہیں جب بڑے بڑے کارخانے، حکومتیں [illegible]

قرضہ لینا چاہتی ہیں تو وہ اس قسم کے کاغذات کے ذریعہ قرضہ حاصل کرتی ہیں۔ جو شخص انہیں خریدتا ہے وہ قرض خواہ بن جاتا ہے۔ اور ایک مقررہ شرح سے اس کو سود ملتا رہتا ہے۔ اس طرح گویا ایک مستقل آمدنی ہوجاتی ہے۔ بانڈس مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ ان میں خطرہ کا اندیشہ بھی کم ہوتا ہے اس وجہ سے شرح سود بھی زیادہ نہیں ہوتی۔ اس پر ایک شرح سود مقرر ہوتی ہے فرض کیجئے ایک بانڈ پر ۴ فی صدی شرح مقرر ہوئی ہے لیکن اگر بازار میں شرح سود ۵ فیصدی ہوجائے تو اس حساب سے ۱۰۰ روپیہ بانڈ کی قیمت ۸۰ روپیہ ہوجائے لیکن اگر بازار میں شرح سود ۳ فی صد ہو تو اس بانڈ کی قیمت ۱۳۳ روپیہ ہوجائے گی۔ بانڈس مختلف قسم کے ہوتے ہیں بعض میعادی ہوتے ہیں یعنی ایک مدت معینہ تک ان پر سود ملتا رہے گا۔ اور اس کے بعد ان کی رقم ادا کردی جائے گی۔ عموماً حکومتیں جنگ کے زمانہ میں یا جب کوئی بڑا کام مثلاً زمین بنانے، بند بنانے، یا تالاب یا نہریں بنانا چاہتی ہیں تو اس قسم کے قرضے لیتی ہیں۔ ڈاک خانہ میں پوسٹ آفس کیش سرٹیفکٹ بھی اس قسم کے بانڈس ہیں آج کل ان کی قیمت ۷/۸ روپیہ ہے اور دس سال کے بعد ۱۰ روپیہ مل جاتے ہیں۔ بانڈس کے مالکوں کو اپنے بانڈس بیچنے کا ہر وقت اختیار رہتا ہے۔

بانڈس وڈبنچر اور حصص میں یہ فرق ہے کہ اول الذکر کی صورت قرضہ کی ہے مگر حصہ دار کارخانہ کا شریک سمجھا جاتا ہے۔ اگر کسی کارخانہ کو نقصان ہوجائے تو پہلے بانڈس والوں کو ان کا روپیہ ادا کیا جاتا ہے۔ اور بعد میں حصہ داران کو رقم ملتی ہے۔

ڈاکخانہ سب سے کم خرچ اور سہل طریقہ ڈاک خانہ میں رقم جمع کرنے کا ہے۔ بانڈس، شیئرس، اور بنک کے کاروبار کے لئے تھوڑی بہت واقفیت، تعلیم، اور ایک مقررہ رقم کی ضرورت پڑتی ہے۔ مگر ڈاک خانوں میں یہ بات نہیں ہے۔ پہلے یہ شاخیں پریسیڈنسی بینکوں میں تھیں مگر ۱۸۸۲ء میں حکومت نے عوام کی سہولت کی خاطر سیونگ بنکس کا کام ڈاک خانوں کے سپرد کردیا۔ یہاں کم سے کم چار آنہ کی رقم جمع کی جاسکتی ہے۔ ہفتہ میں ایک مرتبہ رقم کی واپسی کی بھی اجازت ہے۔ امانت پر مقررہ شرح سود بھی ملتا ہے۔ پہلے اس کی شرح ۳ ۱/۴ فی صد تھی مگر آج کل شرح ۲ ۱/۲ فی صد ہوگئی ہے۔ بنک، بانڈس، اور حصص میں رقم ڈوبنے کا اندیشہ ہے مگر ڈاک خانہ میں یہ خطرات سب سے کم ہیں۔ جنگ کے زمانہ میں لوگوں میں بے اعتباری پھیل گئی تھی اور وہ اپنی رقمیں واپس لینے کے لئے ڈاک خانوں پر یورش کرنے لگے مگر ڈاک خانہ نے بڑی خوش اسلوبی سے سب کے مطالبات پورے کئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت جلد پھر یہ رقمیں ڈاک خانوں میں واپس آگئیں۔ آج کل ہندوستان کے ڈاک خانوں میں اوسطاً ۴۰ کروڑ روپیہ سالانہ جمع رہتا ہے۔

انجمن ہائے امداد باہمی اب تک ہم نے جن طریقوں کا ذکر کیا ان سے زیادہ شہری باشندے ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں مگر ہندوستان میں شہروں کی تعداد بہت کم ہے اور شہری آبادی کی تعداد بھی زیادہ نہیں ہمارا ملک تو دیہاتوں کا ایک بر اعظم ہے۔ اور ہماری آبادی کا کثیر حصہ دیہاتوں میں رہتا ہے۔ اگر ہم دنیا کی

حالت پہ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اس کی آمدنی اس قدر محدود ہے کہ اس کی ضروریات کے لئے کافی نہیں۔ یعنی وہاں پس اندازی کی گنجائش ہی نہیں۔ اور دیہات میں جو اشخاص ایسے بھی ہیں جو پس انداز کر سکتے ہیں تو وہاں ایسے ادارے نہیں جو ان کی رقمیں محفوظ رکھیں۔ اس لئے دیہات میں انجمن ہائے امداد باہمی کی شاخیں کھولنے کا انتظام کیا گیا۔ ان سے دو فائدے حاصل ہونے کی امید تھی۔ اول تو دیہاتیوں کو اپنی پس انداز رقم محفوظ کرنے کا موقع ملے گا دوسرے دیہاتیوں کو کم تر شرح سود پر قرضہ مل سکے گا۔ مگر اس میں خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی۔ بہر حال جہاں پس انداز کو محفوظ کرنے کا اور کوئی ذریعہ نہ ہو وہاں ایک یہ ذریعہ بھی نعمت ہے۔ اور لوگوں کو اس میں اپنا روپیہ لگانا چاہیے۔ یہ انجمنیں بھی مختلف قسم کی ہوتی ہیں بعض زرعی ہوتی ہیں اور بعض غیر زرعی۔ بعض قرضہ دیتی ہیں اور بعض قرضہ نہیں دیتیں۔ پھر ان ہی سے ملحقہ صدر اور مرکزی انجمنیں اور بنک بھی ہوتے ہیں۔

اس مضمون میں جا بجا سود کا ذکر آیا ہے اور ہمارے مذہب میں سود حرام ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس مسئلہ پر بھی تھوڑی سی روشنی ڈالی جائے۔

سب سے پہلے تو ہمیں یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ دراصل سود ہے کیا بلا۔ سود درحقیقت سرمایہ کے استعمال کا معاوضہ ہے۔ میں ایک شخص سے سو روپیہ ایک سال کے لئے قرض لیتا ہوں اور یہ وعدہ کرتا ہوں کہ مدت معینہ کے بعد میں اس کو اس کی اصل رقم اور کچھ معاوضہ ادا کروں گا یہی معاوضہ سود کہلاتا ہے۔ چونکہ میں قرض روپیہ کی شکل میں لیتا ہوں اس لئے اس کا معاوضہ بھی زر کی شکل میں ادا کیا جاتا ہے۔ اگر میں ایک شخص سے ۵ سیر گیہوں سال بھر کے لئے ادھار لوں اور وعدہ کروں کہ سال بھر کے بعد میں اس کو ۵½ سیر گیہوں واپس کروں گا تو یہ بھی سود ہے۔ اس سود کی صورت بالکل ایسی ہے کہ میں ایک مکان بنواؤں جس پر ایک ہزار روپیہ صرف ہو اور میں اس کو کرایہ پر دے دوں اور ۵ روپیہ ماہوار کرایہ وصول کروں۔ یہاں صرف نام بدل گیا ہے ورنہ درحقیقت میں اپنی رقم پر ۶ فی صد سود وصول کر رہا ہوں۔

سوال یہ ہے کہ اگر کرایہ اور سود کی نوعیت ایک ہی ہے تو پھر مذاہب میں کیوں اول الذکر چیز کو حلال اور آخر الذکر شے کو حرام قرار دیا گیا۔ اس مسئلہ میں ایک بات کا ذکر اور ضروری ہے وہ یہ کہ سود نہ صرف مذہب اسلام میں حرام ہے بلکہ دیگر مذاہب میں بھی اس کی مذمت کی گئی ہے۔ چنانچہ قرآن پاک کے علاوہ انجیل، توریت، وید میں سود کا ذکر ہے۔ افلاطون اور ارسطو جیسے فلاسفروں نے بھی اس کا ذکر برائی سے کیا ہے۔ روما کے قانون ساز بھی سود کی انتہائی شکل میں ربا کو قانوناً ناجائز قرار دیتے تھے۔ انہوں نے صرف اتنی رعایت رکھی تھی کہ اگر کوئی چیز قرض فروخت کی جائے تو فروخت کنندہ کسی قدر زیادہ قیمت طلب کر سکتا ہے۔ ہندوؤں کے یہاں بھی اجنبیوں اور مشتبہ رویہ کے آدمیوں سے سود لینا جائز تھا اور اپنی ذات کے لوگوں سے سود نہیں لیا جا سکتا تھا لیکن یہاں بھی چند شرائط کی پابندی لازمی تھی یعنی بادشاہ کی سالگرہ کے موقع پر یا نئے بادشاہ کی تخت نشینی کے وقت، یا اصل کی رقم دوگنی ہو جانے پر سود لینا روک دیا جاتا تھا۔

[illegible] صورت [illegible]

[illegible] ان طبقوں کو بڑی تکلیف [illegible]

[illegible] ہندوستان [illegible]

[illegible] قرض دے کر غریبوں اور ضرورت مندوں کو اپنے [illegible]

[illegible] کا بار بنتا تھا۔ اس وجہ سے سود کو منع کیا [illegible]

[illegible] اس زمانہ میں قرض لینے والے اور دینے والے بالعموم ایک ہی خاندان، قبیلہ [illegible]

[illegible] مشترک خاندانوں کے تحت زندگی بسر کیا کرتے تھے اور سود سے آپس کی [illegible]

[illegible] باہمی اتحاد و اتفاق میں فرق آتا تھا اور اس سے مختلف قسم کی سماجی کمزوریاں پیدا [illegible]

[illegible] تھا۔ اس لئے فساد کی جڑ یعنی سود کو ہی اڑا دینا اس زمانے میں بہتر تھا۔

[illegible] حالات بالکل بدل گئے ہیں۔ اب قرض اس لئے طلب کیا جاتا ہے کہ لوگ اس سے [illegible]

[illegible] لیں۔ جیسے ایک شخص ۲۰۰ روپیہ قرض لیتا ہے اور اس سے وہ ایک کپڑا سینے کی مشین [illegible]

[illegible] سے اس کو ماہوار ایک مقررہ آمدنی ہوتی ہے اس مقررہ آمدنی میں سے وہ کچھ ہی [illegible]

[illegible] ہے۔ اور اس کو سود کہا جاتا ہے۔ لیکن اس سود میں اور قدیم زمانہ کے سود میں [illegible] فرق [illegible]

[illegible] سے اس کو کوئی نقصان نہیں پہونچتا بلکہ اس کا فائدہ ہی ہوتا ہے کیونکہ اس کی آمدنی [illegible]

[illegible] مضمون میں میں نے [illegible] انداز رقم محفوظ کرنے والے ذرائع بتلائے ہیں اور وہ جو سود [illegible]

[illegible] اور معاشی نقطۂ نظر سے ان کو سود کی بجائے منافع کہنا زیادہ مناسب [illegible] نہیں [illegible]

[illegible] سود پر اعتراض ہوسکتا ہے البتہ جس قسم کا سود مذہب نے حرام قرار دیا [illegible]

[illegible] مذہب سماجی [illegible] اس کو [illegible] نظر سے [illegible]

[illegible]

[illegible] ہندوستان [illegible]

[illegible]



فکر و غم سے دور

Calcutta Art Press Delhi

ہم [illegible] زندگی کے ہر شعبے میں خلاف عقل مسرفانہ رسوم ہم اوران وطن نے تکلف کے بکھیڑوں [illegible]
کا ایک اہم حصہ بنی ہوتی ہیں۔ جب تک دولت کا ساتھ رہا ہمیں ان کے نقصانات کی پرواہ نہیں ہوئی لیکن اب [illegible]
کمی سے ان رسوم کی تباہ کاریاں نظر آنے لگی ہیں۔ اور تقریباً ہر صاحب عقل اپنی غربت و تباہ حالی کے [illegible]
سے ایک بڑی وجہ مروجہ رسوم کو بھی سمجھنے لگا ہے ہمارے سوشل ریفارمر الگ ان تباہ کن رسوم کے انسداد کی
کوششیں کر رہے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ باوجود ان کی مضرتوں کے احساس کے ہم ان کو چھوڑ نہیں پاتے [illegible]
اور مفلس سے مفلس گھر میں بھی ان لغو رسموں کا کچھ نہ کچھ حصہ مثل اک فریضہ مذہبی کے ضرور ادا کیا جاتا ہے [illegible]
کہ ہماری رہی سہی زمینداریاں اور بچی کچھی پونجیاں ان کی پابندی کی بھینٹ چڑھ رہی ہیں۔ اور ہم افلاس [illegible]
کے تاریک گڑھے میں روز بروز زیادہ دھنستے جاتے ہیں۔ ہمارا ان وطن کے اس نقصان کا رونا ابھی [illegible]
تھا کہ ہماری قوم کے تعلیم یافتہ نوجوانوں نے اپنی قومی حمیت اور اسلامی غیرت کو بالائے طاق رکھ کر ایک نئی
رسم نکالی ہے یہ تلک کی رسم ہے۔ تلک کی رسم ہمارے نوجوانوں میں وبا کی طرح پھیل رہی ہے اور [illegible]
کو خوفناک انجام تک پہنچانے کی باعث بنی ہوئی ہے۔ یہ رسم جس کی نوعیت یہ ہے کہ لڑکی کے والدین
مجبور ہوں اس کے ساتھ جہیز دینے کے علاوہ ایک کافی رقم داماد کو بھی ادا کریں۔ مختلف خرابیوں کی حامل
جو ان میں سب سے بڑی اور تباہ کن خرابی یہ ہے کہ داماد کے اس مطالبے سے بیچارے لڑکی کے والدین [illegible]
قرض کا طوق پہنتے ہیں یا کل تباہ ہو جاتے ہیں۔ یہ افراد اگر عہدہ دار طبقہ میں سے ہیں۔ تو ان کا [illegible]
افلاس کا باعث ہوتا ہے اور اگر زمیندار طبقہ میں سے ہیں تو ان کی رہی سہی زمینداری اس مطالبہ کی نذر ہو جاتی
اور [illegible] قوم کا نصف سے زائد حصہ اس رسم کی بدولت غیر معمولی تیزی کے ساتھ افلاس و غربت کی طرف [illegible]
جا رہا ہے بیچارے لڑکی والے [illegible] کیونکہ بغیر کافی رقم خرچ کئے ہوئے ان کو معقول داماد [illegible]
[illegible] کی تباہی کی ذمہ داری ہمارے تعلیم یافتہ نوجوانوں کے سر ہے [illegible]
[illegible]

اس کو ہمارے تعلیم یافتہ نوجوان ہاتھوں ہاتھ لے کر اپنی قوم کی اقتصادی موت کا سامان مہیا کر رہے ہیں۔ یہ وبا اگر قوم کے صرف غریب و متوسط نوجوانوں تک محدود ہوتی تو ہم اس کو موجودہ بے روزگاری کا اضطراری نتیجہ قرار دے سکتے تھے، رونا تو یہ ہے کہ امیر و غریب اس وبا میں سب مبتلا ہیں۔ غریب نوجوان طبقہ کا یہ عذر ہے کہ وہ سخت افلاس و بے روزگاری کا شکار ہے اور گھر کی حیثیت کچھ تو پہلے ہی رسوم باطلہ کی پابندی کی وجہ سے اور اب خود ان کی اعلیٰ تعلیم کے اخراجات کے باعث تباہ ہو چکی ہے، اب وہ لوگ یونیورسٹی سے بی۔ اے و ایم۔ اے کی ڈگریاں ہاتھ میں لے کر قسمت آزمائی کے لئے نکلتے ہیں تو ملازمت کا ہر دروازہ اپنے اوپر بند پاتے ہیں جیب میں پیسہ ہوتا نہیں کہ دوسرے روزگاروں مثلاً تجارت و صنعت وغیرہ کو اختیار کر سکیں، اس لئے مجبوراً ان لوگوں کو لڑکی والوں سے تاوان لینے کا حق حاصل ہے۔ امیر لڑکوں کی دلیل یہ ہے کہ ہم امیر ہیں اور بازار میں ہماری قیمت حسب پوزیشن ملنی چاہیئے۔ غرض دونوں طبقے اپنے اپنے ذاتی اغراض کے ماتحت قوم کے گلے پر چھری پھیرنے کو آمادہ ہیں۔ اگر ان کے دلائل صحیح ہوتے اور درحقیقت قوم کی یہ دولت اک فرد کی جیب سے نکل کر دوسرے فرد کی خوش حالی کا ذریعہ بنتی تو ہم قوم کی اقتصادی موت کا ماتم نہ کرتے، لیکن افسوس کہ میرے مشاہدہ میں آج تک کوئی ایسی مثال نہیں آئی جس میں تلک کی رقم کو ہمارے کسی نوجوان نے منافع کے کاروبار میں لگا کر اپنی مالی حالت سدھارنے کی کوشش کی ہو۔ ہاں یہ برابر دیکھا جاتا ہے کہ "مال مفت دل بے رحم" کے اصول پر عمل کرتے ہوئے یہ رقم یا تو شادیوں میں صرف کر کے اماں باوا کا احسان پیدا کرتے ہیں، یا پھر تعلیم یورپ کے خبط میں گرفتار ہو کر انگلینڈ کا رستہ لیتے ہیں اور بڑی بے دردی سے پانچ چھ ہزار روپیہ جو لڑکی والوں سے بہ جبر وصول کیا گیا تھا کسی بے نتیجہ ولایتی ڈگری کے خریدنے میں اڑا دیتے ہیں۔ میں اتنا اس لئے کہتی ہوں کہ ہندوستان کی ڈگریوں کی طرح ولایتی ڈگریاں بھی مسئلہ روزگار حل کرنے میں بے کار ثابت ہوئی ہیں۔ میری نظروں میں کئی ایسی مثالیں موجود ہیں۔ کہ نوجوانوں نے تلک کے روپیہ سے ڈگریاں حاصل کیں۔ مگر ہندوستان آ کر ان ڈگریوں کا مول سو روپیہ سے بھی کم ٹھیرا۔ یہ حشر ان کامیاب نوجوانوں کا ہے جو کوئی نہ کوئی سروس حاصل کر سکے، ورنہ بیشتر تعداد ان حرماں نصیبوں کی ہے، جن کی قیمت بازار میں ایک پیسہ بھی نہیں۔ میں تعلیم یافتہ نوجوانوں سے دریافت کرتی ہوں کہ جب ولایتی، اور ہندوستانی دونوں ڈگریوں کا انجام ایک ہے تو ہزاروں روپیہ پھینکنے میں ان کو کیا فائدہ نظر آتا ہے صرف انگلینڈ کی سیر کر کے صاحب بہادر بن جانا تو قوم کے افلاس کا علاج نہیں۔ بلکہ اسلئے اس میں الجھنیں پیدا کرنے کا موجب ہے۔ اس وقت سیکڑوں بیکار صاحب بہادر نوجوانان قوم کے لئے ایک ناقابل برداشت بوجھ بنے ہوئے ہیں۔ اس سے تو بہتر تھا کہ بجائے لڑکی والوں سے تاوان وصول کرنے کے ان تعلیم یافتہ نوجوانوں نے مسئلہ بے روزگاری کا کوئی دوسرا شریفانہ حل سوچا ہوتا [illegible] دوسرے مرض سے نہ کیا ہوتا۔ مذہبی نقطۂ نظر سے یہ رسم بھی کچھ کم [illegible]

اندازہ ان احکامات شرعیہ سے ہوسکتا ہے جو شوہر کو کسی قیمت واجرت کا مستحق قرار نہیں دیتے بلکہ امیر سے امیر زوجہ بھی نان ونفقہ کے علاوہ اک خاص رقم مہر کی حقدار ہے۔ یہ شریعت کا متفقہ فیصلہ ہے اور اس فیصلہ کی گواہ خود رسول اکرم اور صحابہ کرام کی روشن اور قابل تقلید زندگیاں ہیں۔ ہمارے نوجوان ذرا تاریخ اسلام اٹھاکر دیکھیں ان کو کہیں پر بھی اپنے اس فعل کے جواز کی ہلکی سند کیا معنے اشارہ تک نہ مل سکے گا۔ مذہبی قانون (فقہ) اس باب میں اتنا سخت اور صنف نازک کا اتنا حامی ہے کہ وہ عورت یا اس کے والدین کے مال میں سے بغیر کسی شرعی وجہ کے ایک پیسہ لینے کی اجازت نہیں دیتا۔ اور اس طرح کے استحصال مال کو ظلم قرار دیتا ہے۔ مذہب کے اس صاف مسئلہ کی موجودگی میں خدا ہمارے نوجوان اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھیں اور اگر غیرت ہو تو چلو بھر پانی میں ڈوب مریں کہ ان کی یہ رسم تلک (جس کو مہر معکوس کہنا زیبا ہے) ظلم کی مرادف اور اس ذریعہ سے حاصل کیا ہوا روپیہ مال حرام کے برابر ہے کہ نہیں ؟ میں جانتی ہوں کہ ہمارے نوجوان ان معاشرتی مسائل میں مذہب کا نام سننا گوارا نہیں کرتے اور تعلیم کے علاوہ ان مسائل میں بھی اپنے استاد یورپ ہی کا وعظ سننا اور اس کی مثالوں پر عمل کرنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔
نوجوانان اسلام یاد رکھیں کہ وہ ہزار بگڑ جائیں مگر ان کا شمار قوم اسلام ہی میں کیا جائے گا۔ اور ان کے افعال کی پرکھ سوائے مذہبی کسوٹی کے کسی اور کسوٹی سے ہرگز نہیں کی جاسکتی۔ رہ گئی یورپ کی مثال اور اس کا لکچر، یہاں پر ہمارے نوجوانوں کو مایوس ہوجانا چاہیئے، کیونکہ یورپ کی مثالیں اس موضوع خاص میں ان کی حوصلہ افزائی مطلق نہیں کرتیں۔ درحقیقت ان کے اس فعل کے جواز کے لئے زندہ مثالیں یورپ تو کیا کسی غیر مہذب سے غیر مہذب ملک میں بھی نہیں ملیں گی۔ بھلا یورپ کی غیرت مند اور خوددار قومیں جن کے ہر ہر فرد کو (خواہ وہ کسی طبقہ کا ہو) بچپن ہی سے اپنی مدد آپ کرنا سکھایا جاتا ہے۔ ان غیرت کش رسوم پر کیوں عمل کرنے لگیں "ہر کمالے را زوالے" گو آج یہ مہذب اقوام مختلف قسم کی اخلاقی برائیوں میں مبتلا ہیں۔ مگر غیرت کا شریف جوہر اور اپنی مدد آپ کرنے کا زرین اصول ہاتھ سے نہیں چھوڑتیں۔ درحقیقت ان قوموں کی ترقی اور موجودہ عروج کا راز ان ہی شریفانہ اوصاف میں چھپا ہوا ہے ہمارے نوجوانوں کو چاہیئے کہ وہ اگر غیرت وخود مددی کے لکچر اپنے ہادیوں کی زبان سے سننا نہیں چاہتے۔ تو خدا کے لئے اپنے مغربی استادوں ہی سے ان زرین اصولوں کا سبق لیں اور ان پر عمل کرکے نہ صرف اپنی پیشانیوں سے بے غیرتی کا داغ مٹائیں بلکہ قوم کی حقیقی ترقی کا ذریعہ بنیں۔ غیرت کش رسوم کی موجودگی میں آج تک کوئی قوم فلاح نہ پاسکی اور جب تک یہ رسوم خارج نہ کردی جائیں گی ہم مہذب وترقی یافتہ نہیں بن سکتے ۔

بلقیس بانو از مظفرپور

وائرلیس

ایک انگریزی افسانہ کا ترجمہ جس میں ہندوستانی نام رکھے گئے ہیں

از محترمہ سکینہ چراغ الدین صاحبہ بی اے

"تشویش، فکر اور جوش سے دور رہنا چاہئے"۔ ڈاکٹر مینیں کے ان بے معنی الفاظ نے بیگم جمشید جی کو اور سنجیدہ کر دیا

"دل کی تھوڑی سی کمزوری ہے۔ لیکن خطرہ کسی قسم کا نہیں"۔ ڈاکٹر صاحب کہہ رہے تھے "اگر لفٹ لگوالی جائے تو

بیگم صاحبہ سیڑھیاں اترنے چڑھنے کی غیر ضروری محنت سے بچ جائیں گی۔ کیوں؟ کیا خیال ہے آپ کا مسٹر ہرمز جی؟"

بیگم جمشید جی تو لفٹ کے خیال سے گھبرا گئیں۔ لیکن ڈاکٹر صاحب خوش تھے۔ امیر مریضوں کے لئے نسخہ لکھتے وقت

وہ اپنے طاقتور تخیل کا بخوبی استعمال کر سکتے تھے۔

معمر خاتون کے نوعمر بھانجے ہرمز جی کو ڈاکٹر مینیں نے دوسرے کمرہ میں لے جاکر کہا "آپ کی خالہ کئی سال

تک زندہ رہ سکتی ہیں اور یقیناً رہیں گی۔ لیکن کسی قسم کا اچانک واقعہ زیادہ رنج یا خوشی ان کو اتنی دیر میں دھچکی بجاتے

ہوئے ختم کر سکتی ہے۔ انہیں خاموش اور پرآرام زندگی بسر کرنی چاہئے۔ دل کو خوش اور دماغ کو فکر سے آزاد رکھیں"۔

"فکر سے آزاد" ہرمز جی نے ڈاکٹر کے آخری الفاظ دوہرائے۔ وہ ایسے نوجوان تھے جو اپنی خواہشات کو ہر ممکن

طریقہ سے پورا کرنا اپنا مذہب سمجھتے تھے۔

اسی شام کو انہوں نے بیگم جمشید جی سے وائرلیس سٹ خریدنے کی اجازت مانگی۔ بوڑھی خالہ جو لفٹ کے خیال

سے گھبرا رہی تھیں۔ اور بھی متفکر ہو گئیں۔ "میں ان نئی ایجادوں کو پسند نہیں کرتی۔ ممکن ہے بجلی کا اثر مجھ پر بُرا ہو"۔

"لیکن مجھے بجلی اور وائرلیس کا حال تو بتانے دیں"۔ ہرمز جی کو اس معاملہ میں پورا علم حاصل تھا۔ جوش میں ایک پورا

لکچر دے ڈالا۔ خالہ ایسے الفاظ کے سمندر میں غوطے کھا رہی تھیں جو ان کی سمجھ سے باہر تھے آخر انہوں نے ہتھیار ڈال

دیئے اور کہا "اگر تم خیال کرتے ہو کہ ... ہرمز نے جملہ ختم بھی نہ ہونے دیا اور کہا "یہی چیز تو آپ کے دل کو خوش رکھ

سکتی ہے اور دماغ کو فکر سے آزاد"۔

اگلے دن لفٹ لگ گئی۔ وائرلیس سٹ بھی آگیا۔ ہرمز جی نے خالہ کی نفرت کو دلچسپی میں تبدیل کرنے کے بہت کوشش کی۔

"سنو خالہ ہم برلن سے گانا سن رہے ہیں"۔

"میں تو سوائے شور کے کچھ نہیں سن سکتی"۔

"اب کلکتہ ہے"

"واقعی!" بیگم نے کچھ دلچسپی سے کہا۔
پھر کچھ عجیب سی چیخ سنائی دی۔
"اب شاید ہم کتوں کے ملک میں ہیں" بیگم نے قہقہہ لگا کر کہا۔
"ہا ہا! ہا ہا! خوب ہنہیں۔ یہ آپ کے لئے بہت مفید ہے۔" یہ سُن کر خالہ مسکرائے بغیر نہ رہ سکیں۔ انہیں بھانجے سے بہت محبت تھی۔

چند سال پہلے انہوں نے اپنی بھتیجی شیریں کو پاس بلایا تھا۔ وہ اسے اپنی جائداد کا وارث بنانا چاہتی تھیں۔ لیکن لڑکی کچھ تیز مزاج تھی وہ خالہ کی پرانی باتوں اور پرانی شکل سے تنگ آجاتی تھی۔ بیگم جمشید جی نے لڑکی کو واپس ماں کے پاس بھیج دیا۔ جیسے دکان سے کوئی چیز منگوائی جائے اور ناپسند ہونے پر واپس کردی جائے۔ کبھی کبھی نوروز پر بیگم جمشید شیریں کو رومال وغیرہ بھیج دیا کرتی تھیں۔
بھتیجیوں بھانجیوں کے بعد بھانجوں کی باری آئی۔ ہرمز شروع سے ہی کامیاب رہا۔ وہ بڑی دلچسپی سے خالہ کی کہانیاں سنا کرتا۔ شیریں ان سے تنگ آجاتی تھی۔ اور نفرت کو چھپاتی بھی نہ تھی۔ ہرمز اس کی پرانی باتوں اور پرانی شکل کی تعریف کرتا۔

قانونی شیروں نے نیا وصیت نامہ لکھا اور بیگم نے اپنے دستخط کر دئے۔ وائرلیس کے معاملہ میں بھی ہرمز جی کو فتح ہوئی۔ خالہ شام کے پروگرام سے بہت لطف اٹھاتیں خصوصاً ہرمز کی غیر حاضری میں۔ کیونکہ ہرمز ہر وقت غیر ملکوں سے تعلق حاصل کرنے کی کوشش میں لگا رہتا اور نتیجہ شور کے سوا کچھ نہ ہوتا۔
تین مہینے بعد پہلا عجیب واقعہ پیش آیا۔ ہرمز باہر تھا۔ گانا بند ہوگیا۔ پھر شور شروع ہوا۔ شور بھی بند ہوگیا۔ اور ایک دھیمی آواز آئی نہ معلوم کیوں بیگم جمشید جی نے محسوس کیا کہ شین کہیں بہت دور سے پیغام لارہی ہے: "فیروزہ! سن رہی ہو فیروزہ! میں ہوں جمشید جی مرحوم۔ بہت جلد تمہیں لینے آؤں گا۔ تیار رہنا" پھر وہی گانا۔
مسز جمشید جی خاموش سوچ رہی تھیں یہ خواب تھا یا خیال؟ جمشید مرحوم کی آواز اسی کمرہ میں مجھ سے مخاطب تھی۔ کیا الفاظ تھے! میں آرہا ہوں۔ تیار رہنا۔ کیا یہ پیشینگوئی تھی یا محض دل کی کمزوری بڑھاپا بھی تو ہو رہی ہوں۔ اور لفٹ لگانے میں کتنا روپیہ ضائع ہوا۔ اس واقعہ کا انہوں نے کسی سے ذکر نہ کیا۔
پھر دوسری دفعہ وہ اکیلی تھیں۔ گانے کی آواز بند ہوگئی۔ خاموشی۔ پھر جمشید کی آواز آئی۔ ایسی آواز جیسی زندگی میں نہ تھی۔ جو بہت دور سے آرہی تھی۔ دوسری دنیا سے جمشید بول رہا ہے۔ فیروزہ میں جلد آؤں گا" پھر شور اور وہی گانا۔
اس نے گھڑی کی طرف دیکھا۔ نہیں اس دفعہ میں سو نہیں رہی تھی۔ جمشید کی آواز تھی۔ ہرمز نے بتایا بھی تو تھا کہ چند روز میں ایسے [illegible] نہیں ہو سکیں۔ شاید یہ روحیں اس معاملہ پر کچھ روشنی ڈال سکیں جمشید نے موجودہ سائنس سے

فائدہ اٹھاکر مجھے آنے والے واقعہ سے آگاہ کیا ہے؟ گھنٹی سن کر حسن بسیدہ ملازمہ نرگس کمرہ میں داخل ہوئی نرگس ساٹھ برس کی بڑھیا تھی. بڑے سے سینہ میں بڑا سا دل اپنی مالکہ کی محبت سے لبریز حرکت کر رہا تھا.

"نرگس تمہیں معلوم ہے بائیں ہاتھ والی دراز جس میں تالا لگا ہوا ہے سفید لیبل والی چابی ہر چیز تیار ہے۔"

"تیار ہے؟ کیا؟"

"میرے کفن کا سامان. تمہیں نے تو رکھا تھا. روؤمت. مرنا تو سب ہی کو ہے. اور میں تو تمہارے کچھ ادھیڑی ہوں" ہے تو بے وقوف لیکن وفادار. بیگم نے نرگس کی طرف دیکھتے ہوئے سوچا. دیکھوں تو میں نے اس کے لئے کتنے روپے چھوڑے ہیں. سو نہیں دوسو تو ہوں. یہ سوچ کر انہوں نے اپنے قانونی مشیر کو وصیت نامہ بھیجنے کے لئے لکھا. تاکہ وہ اس پر نظر ثانی کر سکیں.

اس دن لنچ پر ہرمز جی نے خالہ کو حیران کر دیا.

"خالہ! میرے ساتھ والے کمرہ میں کون ہے بوڑھا سا شخص. وہ تصویر جو آتشدان کے اوپر لگی ہوئی ہے. لمبی لمبی سرخ مونچھوں والا."

"وہ تمہارے خالو جمشید جی مرحوم ہیں"

"میں معافی چاہتا ہوں. مجھے معلوم نہ تھا. ورنہ میں ایسے الفاظ نہ نکالتا"

"تم کچھ کہنا چاہتے تھے"

"کچھ نہیں. معاف کیجئے. جو میں کہنا چاہتا تھا. وہ بے معنی ہے". اس وقت تو خالہ نے یہ عذر قبول کر لیا لیکن بعد میں جب وہ اکیلے تھے تو انہوں نے پھر وہی ذکر چھیڑا" ہرمز! تم نے اپنے خالو کی تصویر کے متعلق کیوں دریافت کیا؟"

ہرمز جی گھبرا گئے" بتا تو دیا ہے خالہ. یوں ہی میرا یہ ایک مہمل سا خیال تھا"

"نہیں. میں معلوم کر کے رہوں گی"

"بہت بہتر. کل رات جب میں واپس آیا تو میں نے اسے دیکھا. اس تصویر والے شخص کو. میرے کی کھڑکی میں سے دیکھتے ہوئے. ملازمہ سے معلوم ہوا کہ کوئی اجنبی بھی نہیں آیا. پھر اتفاق سے ساتھ والے کمرہ میں تصویر پر نظر پڑی. ہو بہو وہی شخص. وہی سرخ مونچھیں. ممکن ہے پہلے وہ تصویر دیکھی ہو اور دماغ سے اتر گئی ہو اور اب خیال کیا ہو کہ وہی چہرہ کھڑکی.....

"میرے کی کھڑکی؟" بیگم جمشید جی نے جلدی سے دریافت کیا.

"جی ہاں. کیوں؟"

"کچھ نہیں. یونہی" لیکن وہ گھبرا گئی تھیں. وہ کمرہ ان کے مرحوم شوہر کا ڈریسنگ روم تھا.

اسی شام وہ گانا سن رہی تھیں اور سوچ رہی تھیں کہ اب اگر تیسری بار وہی آواز سُنی تو اس میں کوئی شک نہیں کہ کوئی روح مجھ سے مخاطب ہے پہلے کی طرح موت کی خاموشی کے بعد وہی آواز بہت دُور سے آئی "فیروزہ! تم تیار رہو۔ جمعہ کی رات کو آؤں گا ساڑھے نو بجے۔ خوف کی کوئی بات نہیں"۔ اور پھر وہی ناچ گانا۔

وہ اٹھی، چہرہ زرد تھا۔ اور ہونٹ نیلے۔ کانپتے ہوئے ہاتھوں سے لکھنا شروع کیا۔

آج رات کو نو بج کر پندرہ منٹ پر میں نے اپنے مرحوم شوہر کی آواز وائرلیس پر سنی۔ اس نے مجھے بتایا کہ جمعہ کی رات کو ساڑھے نو بجے مجھے لینے آرہا ہے۔ اگر میں مقررہ دن اور مقررہ وقت پر مر جاؤں تو میری خواہش ہے کہ یہ باتیں پبلک کو بتادی جائیں۔ تاکہ انہیں یقین ہو جائے کہ روحیں آنے والے واقعات کی اطلاع ہمیں دے سکتی ہیں۔"

بیگم جمشید نے ایڈریس لکھا اور نرگس کو یہ کہہ دیا کہ "اگر میں جمعہ کی رات کو مر جاؤں تو یہ لفافہ ڈاکٹر پٹیل کو دے دینا۔ اب بحث مت کرو۔ تمہارا اعتقاد ہے کہ ہمیں مستقبل سے آگاہ کرنے کی روحوں میں طاقت ہے مجھے بھی کسی روح نے بتایا ہے۔ ٹھیرو۔ وصیت کے مطابق تمہیں ایک سو روپے ملیں گے۔ لیکن میں چاہتی ہوں کہ دو سو ملیں۔ اگر میں مرنے سے پہلے بنک نہ جاسکی تو ہرمز جی انتظام کریں گے"۔ نرگس روتی ہوئی واپس چلی گئی۔ اگلے دن بیگم جمشید جی نے ہرمز جی کو کہا "اگر میں مر گئی تو نرگس کو ایک سو روپے اور دے دینا"۔

"آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں۔ چند سال بعد ہم آپ کی ڈائمنڈ جوبلی منائیں گے"۔

بیگم جمشید جی ان کی طرف دیکھ کر مسکرائیں۔ ہرمز کو معمر خواتین میں قبولیت حاصل کرنے میں خاص ملکہ حاصل تھا۔

"جمعہ کی رات کو تم کیا کر رہے ہو ہرمز؟"

"ایک دوست نے کھانے کے بعد برج کے لئے بلایا ہے۔ اگر آپ کی مرضی ہو تو نہیں جاؤں گا"۔

"نہیں۔ تم ضرور جاؤ۔ اس رات تو میں تنہائی پسند کروں گی"۔

جمعہ کی شام کو بیگم جمشید اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھی تھیں۔ صبح سو روپے نرگس کو دے گئے جس کی آنکھیں اشک آلود تھیں۔ چند زیورات خاص دوستوں کے لئے علٰحدہ کئے۔ اور ہرمز جی کے لئے ضروری ہدایات۔ اس کے ہاتھ میں لمبا سا لفافہ تھا جس میں نیا وصیت نامہ تھا۔ لفافہ کی طرف دیکھا اور دل میں کہا "سو روپیہ نرگس کو۔ پانچ سو ایک رشتہ کی بہن کو۔ اور باقی سب ہرمز جی کو۔ ہرمز میرے بعد کتنا امیر ہو جائے گا۔ لیکن ہے بھی تو بہت نیک"۔

گھڑی کی طرف دیکھا۔ ساڑھے نو بجنے میں تین منٹ باقی تھے۔ "میں تیار ہوں اور مطمئن"۔ لیکن ان الفاظ کے باوجود دل عجب تیزی سے دھڑک رہا تھا ساڑھے نو بجے! اس نے کیا سنا؟ وہی پرانی آواز موسم کی پیشین گوئی۔ مارکیٹ کے نرخ۔ یا اس شخص کی آواز جو آج سے پچیس برس قبل اس دنیا سے رخصت ہوا تھا؟ دونوں میں ایک آواز

بھی نہ آئی۔ وائرلیس کی بجائے سامنے کے دروازے سے ایک آواز آئی جسے وہ اچھی طرح جانتی تھی۔ اور پھر سرد ہوا کا جھونکا۔ "پچیس برس! جمشید میرے لئے اب اجنبی ہے" یہ خیال بار بار بیگم جمشید کو ستا رہا تھا۔

پاؤں کی دھیمی سی آہٹ ٹھنڈی ہوا کا جھونکا۔ دروازہ آہستہ سے کھلا مسز جمشید کھڑی ہوئی کانپ رہی تھی۔ لیکن آنکھیں دروازہ پر لگی ہوئی تھیں۔ کوئی چیز اس کے ہاتھ سے نکل کر آگ میں گر پڑی۔ چیخ گلے میں اٹک کر رہ گئی۔ دروازہ کی دھیمی روشنی میں سُرخ داڑھی اور لمبی مونچھوں والی پرانے فیشن کے کوٹ میں ایک جانی پہچانی شکل کھڑی تھی۔ جمشید جی آ گئے تھے۔

دل نے زور سے ایک دفعہ حرکت کی۔ پھر ہمیشہ کے لئے ٹھہر گیا۔ وہ زمین پر گٹھڑی کی صورت میں گر پڑی۔

ایک گھنٹہ بعد نرگس نے اپنی مالکہ کو اسی جگہ اسی حالت میں پایا۔ ڈاکٹر منیل آئے لیکن بڑھیا خالہ موت کی بھیانک انگلیوں کے قبضہ میں تھی۔

دو دن بعد نرگس نے خط ڈاکٹر صاحب کو دیا۔ انہوں نے دلچسپی سے پڑھا اور کہا "ہرمز جی! معلوم ہوتا ہے آپ کی خالہ کو وہم تھا کہ وہ اپنے مرحوم شوہر کی آواز وائرلیس پر سن رہی ہیں اس کا اثر اس قدر ہوا کہ وہ مقررہ وقت پر مر گئیں۔ غالباً تحقیق کرنے والی کمیٹی کا فیصلہ بھی یہی ہوگا"

اس سے پہلی رات سب سو رہے تھے۔ ہرمز جی نے ایک تار جوان کے کمرے سے وائرلیس سٹ والے کمرہ میں جاتا تھا۔ اتارا۔ رات سرد تھی۔ اس لئے کمرہ میں آگ جلائی۔ اس میں ایک سُرخ ڈاڑھی اور مونچھیں جلائیں۔ پرانے فیشن کے کپڑے مرحوم خالو کے سوٹ کیس میں واپس رکھ دیئے۔ اب وہ اپنے آپ کو قانون اور دنیا کی گرفت سے محفوظ سمجھ رہا تھا۔ وہ خیال جو ڈاکٹر منیل کے الفاظ فکر سے آزاد دماغ نے ہرمز کے دماغ میں پیدا کیا تھا۔ توقع سے زیادہ کامیاب رہا۔

وہ بہت مقروض ہو چکا تھا۔ یہ کارنامے بڑھیا خالہ سے پوشیدہ رکھے گئے۔ بدنامی۔ تباہی اور جیل سے بچنے کے لئے روپیہ کی بہت بڑی رقم بہت جلد درکار تھی۔ اور اب اس عملی مذاق نے اسے امیر بنایا اور فکروں سے رہائی دلائی۔

نرگس نے بیگم جمشید جی کے قانونی مشیر کے آنے کی اطلاع دی۔ ہرمز جی کا دل سیٹی بجانے کو چاہتا تھا لیکن موقعہ کے لحاظ سے چہرہ سنجیدہ بنایا اور لائبریری کی طرف گیا۔

وکیل: "میں آپ کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔ آپ خیال کرتے ہیں کہ بیگم مرحومہ کا وصیت نامہ ہمارے پاس ہے"

ہرمز جی نے گھور کر وکیل کی طرف دیکھا "لیکن میں نے اپنی خالہ کو ایسا کہتے سنا ہے"

وکیل: "بے شک وصیت نامہ ہمارے پاس تھا"

ہرمز جی: "تھا؟"

وکیل :"تھا تو سہی. لیکن بیگم جمشید جی نے گذشتہ منگل کو وصیت نامہ منگوالیا تھا تاکہ وہ اس پر نظرِ ثانی کرسکیں:"

ہرمز جی کو مصیبت کا بھیانک چہرہ اپنی طرف بڑھتا ہوا نظر آرہا تھا۔

"غالباً ان کے کاغذات میں ہوگا" وکیل نے تسلی دیتے ہوئے کہا لیکن ہرمز جی تمام کاغذات دیکھ چکا تھا.

وکیل :"ان کی ذاتی اشیاء دیکھی ہیں"

ہرمز جی :"ہاں . نرگس نے:"

نرگس نے بتایا کہ میں نے اپنی مرحومہ بیگم کی اشیاء درست کی تھیں لیکن ان میں کوئی قانونی کاغذ نہیں تھا. لیکن وفات کے دن صبح کو وصیت کا کاغذ ان کے ہاتھ میں تھا .

"کیا تمہیں یقین ہے ؟" وکیل نے تیزی سے دریافت کیا.

"ہاں جناب . اور اُنہوں نے سو روپے مجھے نقد دیئے . وصیت نامہ ایک لمبے نیلے لفافہ میں تھا"

"صحیح ہے . ہم نے نیلا لفافہ میں بھیجا تھا"

"اور دوسرے دن صبح کو وہی لفافہ میز پر پڑا تھا لیکن خالی . وہ میں نے ڈیسک پر رکھ دیا تھا:"

"میں نے بھی دیکھا تھا" اور ہرمز جی نے نیلا لفافہ اُٹھا کر وکیل کو دیا . وکیل نے سر ہلایا "یہی لفافہ ہے. کیا شام کو آگ بھی جل رہی تھی ؟"

"آگ تو ان کے کمرہ میں ہمیشہ رہتی تھی "

"بس یہ کافی ہے". یہ سُن کر نرگس چلی گئی .

ہرمز جی اپنے کانپتے ہوئے ہاتھ کو میز کا سہارا دے رہے تھے "کیا سوچ رہے ہیں آپ ؟"

وکیل :"ہمیں امید رکھنی چاہئے کہ وصیت نامہ مل جائے گا . اگر نہ ملا تو......

ہرمز جی :"اگر نہ ملا تو ؟"

وکیل :"صرف ایک ہی حل ہوسکتا ہے. آپ کی خالہ نے وصیت نامہ ضائع کرنے کے لئے منگوایا لیکن وہ نہیں چاہتی تھیں کہ نرگس کو نقصان ہو. اس لئے انہوں نے اسے اتنی ہی رقم دے دی"

"لیکن کیوں ؟" ہرمز جی چلّا رہے تھے .

"ہرمز جی ! . کبھی آپ کی اپنی خالہ سے ان بن ہوئی تھی ؟"

ہرمز جی نے لمبا سانس لیا :"کبھی نہیں. ہم آخر تک بہت محبت سے رہے ہیں".

"ہاں" ! وکیل نے بغیر ان کی طرف دیکھ کر کہا اور پھر کھانسا . خشک کھانسی، ہرمز جی نے محسوس کیا کہ وکیل ان پر یقین نہیں کرتا . نہ معلوم اس شخص نے کیا کچھ نہ سنا ہوگا . قرض کا حال بھی سنا ہوگا. اور سمجھتا ہوگا کہ قرض کی وجہ سے خالہ سے

جھگڑا ہوا ہوگا۔

ہرمزجی کا جھوٹ سچ مانا جا رہا تھا۔ اور اب جب وہ سچ بول رہا تھا تو وکیل جھوٹ سمجھ رہا تھا!!

میری خالہ نے وصیت نامہ ہرگز نہیں جلایا... یک لخت اس کے خیالات رُک گئے۔ سامنے ایک تصویر کھڑی تھی۔ ایک بڑھیا عورت۔ ایک ہاتھ دل پر رکھے ہوئے۔ دوسرے میں کوئی چیز... ایک کاغذ.. پکڑے ہوئے۔ کاغذ ہاتھ میں سے نکل کر سرخ کوئلوں میں گر رہا تھا۔

ہرمزجی دم بخود رہ گیا۔ پھر اس نے اپنی مردہ سی آواز سنی "اگر وصیت نامہ نہ ملا تو؟"

"تو ایک پہلا وصیت نامہ جو دسمبر ۱۹۳۰ء میں تیار کیا تھا موجود ہے۔ اس کی رو سے تمام جائداد شیریں کو ملے گی۔"

"بوڑھا کیا کہہ رہا ہے؟" ہرمزجی کا سر چکرا رہا تھا۔ شیریں کے لئے میں نے یہ چالاکی کی اس کے سُست شوہر کے لئے۔ اس کے بھدے بچوں کے لئے.. ٹیلیفون کی گھنٹی بج رہی تھی۔

"آپ ہیں ہرمزجی" ڈاکٹر نیبل کی آواز تھی "موت کا سبب وہی ہے جو میں نے بتایا تھا۔ لیکن دل کے متعلق میرا اندازہ غلط نکلا۔ باوجود احتیاط کے وہ دو مہینے سے زیادہ زندہ نہ رہ سکتی تھیں۔ اس سے آپ کو تسلی ملنی چاہئے۔"

"کیا کہا۔ پھر آخری الفاظ دوہرائیے۔"

"وہ دو مہینے سے زیادہ زندہ نہیں۔ ..." ہرمزجی نے ریسیور پھینک دیا۔ وکیل کہہ رہا تھا "ہرمزجی! آپ بیمار تو نہیں ہیں؟"

اُس پھندے سے کون بچ سکتا ہے۔ جیل کی دیواریں۔ بدنامی۔ تباہی۔ ہرمزجی کے سامنے تھیں۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ قسمت اس کے ساتھ کھیل رہی ہے جس طرح بلی چوہے کے ساتھ۔

(ترجمہ از انگریزی)

سکینہ چراغ الدین بی۔اے

بیمار کے احساسات

جب ہم کسی تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں تو فطرتاً دل چاہتا ہے کہ کوئی اپنا عزیز یا دوست آجائے تاکہ اُس کی پُرخلوص ہمدردی اور محبت میں ڈوبی ہوئی نظریں ہمارے دل کو کسی قدر آرام پہنچائیں۔ حضور اکرم نے اسی لئے عیادت کو نہ صرف اچھا فرمایا ہے بلکہ تاکید کی ہے کیونکہ یہ انسانی ہمدردی کا بہترین ذریعہ ہے اس سے نہ صرف مریض کے دل کو تسکین اور تشفی حاصل ہوتی اور تیماردار کو مدد ملتی ہے بلکہ عیادت کرنے والے کے دل کو بھی روحانی مسرت حاصل ہوتی ہو دنیا میں دکھے ہوئے دل کو تسکین ملنے سے زیادہ کوئی شیریں لمحہ نہیں ہوا ہے۔ بچہ ہو یا بڑا بیمار کی آنکھوں کی اداسی خصوصاً عجیب پرالم ہوتی ہے سوائے محبت اور تسکین بھرے الفاظ کے وہ اس وقت ہر چیز سے نفرت کرتا ہے لہٰذا ہمارا فرض ہے کہ جب ہم کسی عزیز یا دوست کی علالت کی خبر سُن پائیں تو فوراً خود جائیں اور اگر نہ جاسکیں تو نہایت اچھے طریقے سے خیریت دریافت کرائیں کیونکہ جہاں ہم خوشی میں شریک ہوتے رہے ہیں وہاں ہمارا یہ بھی فرض ہے کہ تکلیف اور مصیبت میں شریک ہوں دوست تو خیر چیز ہی کچھ اور ہے علالت میں تو دشمن سے بھی ہمدردی کرنی چاہیئے۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو خود تو یہ چاہتے ہیں کہ جب وہ بیمار ہوں تو ان کا ہر جاننے والا ان کی عیادت کو آئے اور ان سے ہمدردی کرے لیکن بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو رسماً عیادت کو جانا ضروری خیال کرتے ہیں مگر دلی ہمدردی سے کوئی تعلق نہیں۔ مثلاً کوئی دوست بیمار ہوتا ہے تو جھوٹے منہ اسے نہیں پوچھتے ہاں اپنی کوئی ضرورت ہوتی ہے تو بڑی ہمدردی سے خیریت دریافت کراتے ہیں یا خود جاتے ہیں اس سے مریض کے دل کو سخت رنج پہنچتا ہے اور بعض عیادت کو کیا آتے ہیں کہ گھر کا گھر دھاوا بول دیتا ہے گویا چھوٹے اور بڑے سب گھر سے نکلنے کا کوئی موقع ہی تاک رہے تھے اور جاتے اس طرح ہیں جیسے سمدھیانے کے لوگ۔ بیچارا تیماردار ان کی آؤ بھگت کرے یا بیمار کی دیکھ بھال پھر لطف یہ کہ ان کی آؤ بھگت میں کوئی کمی ہو جائے یا اور کوئی بات طبیعت کے خلاف ہو تو دوسری جگہ شکایت کرنے سے بھی نہ چوکیں اور ہر طرح سے مریض اور تیماردار کے حق میں بجائے رحمت کے زحمت بن جاتے ہیں رفتہ رفتہ دوا پرہیز وغیرہ تک میں دخل دے کر مریض کو تکلیف پہنچاتے ہیں اسی وجہ سے بعض لوگ جو اس طرح کی زحمت بارہا برداشت کرچکے ہیں عیادت کے لئے کسی کا آنا پسند نہیں کرتے کہ بعض لوگوں کی جانب سے بجائے راحت کے تکلیف کا زیادہ احتمال لگا رہتا ہے اور غریب بیمار کی جان عذاب میں ہو جاتی ہے لہٰذا عیادت کرنے والے کا فرض ہے کہ بیمار کے احساسات کو بھی بیمار خیال کرکے جو باتیں معمولی سمجھ کر دھیان نہیں دیتے ضروری سمجھ کر احتیاط برتیں اس ایک بات کو لیجئے عموماً مرض کی حالت میں مریضوں کی سماعت بہت تیز اور حساس ہو جاتی ہے

اور معمولی آواز سے بھی مریض کی سماعت کو تکلیف پہنچتی ہے جس کا اکثر اگر شدید مرض ہو تو اعصاب پر بہت برا اثر پڑتا ہے لیکن عیادت کو جانے والے یا خود تیماردار بھی اس کا مطلق خیال نہیں کرتے کبھی ایسی چال سے چلتے ہوئے مریض کے کمرے میں داخل ہوتے ہیں کہ ماشاء اللہ دوم مزاج پرسی جو ہوتی ہے تو بیان سے باہر اور لطف یہ کہ ہر آنے والا یہی چاہتا ہے کہ جب میں عیادت کو آیا ہوں تو کیوں اِدھر اُدھر بیٹھوں کیوں نہ سارا وقت مریض کے کمرے میں گذاروں دچاہے مریض کو ایک حد تک تکلیف ہی کیوں نہ پہنچتی ہو، جس کمرے کی ہر چیز پہلے ہی اصول صحت کے خلاف ہے وہاں صبح سے شام تک جمگھٹا لگا رہتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ دنیا بھر کی گفتگو وہاں ختم ہوتی ہے اکثر تو ایسا ہوتا ہے کہ بجائے مریض کا حال دریافت کرنے یا کسی قسم کی ہمدردی کرنے کے صرف اپنا ہی درد دکھ بیان کیا جاتا ہے کبھی کبھی مریض کسی دوسرے مریض کے متعلق سوال کر بیٹھتا ہے جس کا جواب بغیر سوچے سمجھے سن وعن یہی دیا جاتا ہے کہ جی ہاں ان کی تو حالت بہت خراب ہے یا ڈاکٹر کو خطرہ ہے یا وہ بیچارے چند دن کے مہمان ہیں اور کبھی کبھی خود مریض پر اس قدر رحم کھایا جاتا ہے کہ بس مریض کے سامنے ہی اس کے حال کا بیحال ہو جانا بیان کیا جاتا ہے ایک کہتا ہے ہائے یہ حال ہو گیا اور مجھے خبر نہ کی گئی دوسرا کہتا ہے یا اللہ دن بدن حالت غیر ہی ہوتی جا رہی ہے جب میں آئی تھی تب تھوڑی بہت غذا کھاتے تھے اب تو وہ بھی چھوٹ گئی آپ کا کیا حال ہو گیا ہے کیسی صحت ہو گئی کبھی مریض کے کمرے میں مرض کے متعلق کانا پھوسی کی جاتی ہے یا مریض کو انتہائی پر غور نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے اور بار بار مریض ہی سے کرید کرید کر مرض کے متعلق سوالات کرتے رہنے سے خود بیچارا مریض بھی مرض کے متعلق غور و فکر کرنے لگتا ہے مرض کی شدت کے باعث مریض کے احساسات غیر معمولی ہو جاتے ہیں اور وہ ذرا ذرا سی باتوں سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا لیکن عیادت کو آنے والے اکثر اوقات ان باتوں کا خیال ہی نہیں رکھتے کبھی اپنے ننھے ننھے بچوں کو بیمار کے کمرے میں ہمراہ لاتے ہیں جن باتوں کا خود مائیں خیال نہیں رکھتیں بچے کیا رکھیں گے وہ آتے ہی کبھی چارپائی کو حرکت دیتے ہیں یا کبھی کوئی چیز چھوتے رہتے ہیں یا بار بار مریض کے بستر پر چڑھتے اترتے ہیں ان ساری باتوں سے مریض کو ایک تندرست آدمی کی نسبت یقیناً تکلیف محسوس ہوتی ہے غرض عیادت کو جانے والے کا فرض ہونا چاہئے کہ وہ مریض اور تیماردار کے آرام کا ہر طرح خیال رکھ کر اس ہمدردی کو انجام دیں گو یہ ساری باتیں معمولی دکھائی دیتی ہیں لیکن رونا تو یہی ہے کہ بہت سی بہنیں ان باتوں کا مطلق خیال نہیں رکھتیں۔

اس سلسلہ میں میں ایک اور بات عرض کرنا چاہتی ہوں اور وہ یہ کہ بعض خاندانوں میں رواج ہے کہ جب کسی کی عیادت کو کوئی جائے تو چپکے سے کچھ نقدی بیمار کے سرہانے یا بازو کی طرف رکھ دے جس کو ہاتھ لگانا یا نہ معلوم کیا سمجھتے ہیں۔ اس قاعدہ کو اس حد تک مستحکم کر لیا گیا ہے کہ بغیر کچھ نہ کچھ نقدی ہاتھ لگائے عیادت کو جانا معیوب سمجھا جاتا ہے یہی قاعدہ کسی نومولود کو دیکھنے جاتے وقت بھی برتا جاتا ہے۔ اول تو ہماری مذہبی ہدایات اس قسم کی رسوم کی اجازت نہ دیتیں

یقیناً انہیں ترک کر دینا چاہیئے اس میں جگ ہنسائی کی کوئی بات نہیں کیونکہ یہ جگ ہنسائی اکثر اوقات بہت بہتر ہوتی ہے بمقابلہ ان تکالیف کے جو بعد میں اٹھانی پڑتی ہیں۔ اگر ایسا ہی آپ کا دل بچہ کے لئے کچھ نہ کچھ لے جانے کو چاہتا ہے تو کوئی چھوٹی موٹی سی چیز وہ بھی نمائشی نہ ہو بلکہ ایسی ہو جس سے بچہ کو فائدہ پہنچے لے جائیے۔ اسی طرح عیادت کے لئے بھی جاتے وقت اگر خدا نے آپ کو سہولت دی ہے اور کچھ لے جانا بار نہیں گذرتا تو کوئی ایسا تحفہ مریض کے لئے لے جائے جس سے اس کا دل بہلے۔ میرے ایک دوست نے جو مجھ سے بہت دور رہتے ہیں ۱۹۳۴ء میں جب میری صحت کچھ خراب رہا کرتی تھی میرے لئے دو ایک مرغوب طبع خوشبوئیں روانہ کرکے میری طبیعت میں ایک حد تک خوشگوار اثر پیدا کر دیا تھا۔ عام طور پر میووں کے سوا بعض لوگ مریض کے لئے کوئی چیز لے جانا مفید نہیں خیال کرتے کیوں نہ ہم مختلف قسم کی چیزیں مریض کی طبیعت کا خیال رکھ کر لے جائیں اگرچہ کہ وہ چند خوشنما پھول ہی کیوں نہ ہوں اسی طرح کسی کو خوشبو پسند ہے تو کیوں نہ ان کی مرغوب طبع خوشبو رومال پر چھڑک کر مریض کے قریب رکھ دی جائے تاکہ مریض کو فرحت حاصل ہو بعض معمولی معمولی باتوں سے مریض کی طبیعت میں فرحت کا احساس پیدا ہو کر کسی نہ کسی حد تک صحت سے قریب تر کر دیتا ہے ورنہ بعض صورتیں ان ہی ناگوار باتوں کا جن کو ہم کوئی اہمیت نہیں دیتے حالت مرض پر بہت برا اثر ڈالتی ہیں۔

مس سعیدہ ضمیر الدین حیدرآباد

دنیا کے پھول

اے دُنیا میں نے تیرا پھول توڑ لیا اور اپنے سینے سے لگایا۔ لیکن کانٹا چُبھ گیا۔

دن رخصت ہوا اور رات ہوئی تو میں نے دیکھا کہ پھول مُرجھا چکا تھا مگر کانٹے کی چُبھن ابھی تک باقی تھی

اے دنیا بہت سے نکہت بداماں پھول تیرے پاس آئیں گے مگر میری گُل چینی کا زمانہ ختم ہو چکا۔ اندھیری رات میں میں اپنے گلاب کے پھول سے جُدا ہوں۔ صرف چُبھن باقی ہے۔

(ٹیگور)

ارجمند بانو جعفری آگرہ

کفایت شعاری

از حضرت رعا ڈبائوی

ہر اک قوم دل خوش ہے خوش حال ہے — زمانے میں وہ فارغ البال ہے
بسر کرتے ہیں عیش سے زندگی — جسے دیکھئے بس مگن ہے وہی
سکوں ہے طبیعت میں دل کو قرار — نہ دنیا کی فکریں نہ غم سے دوچار
فقط قوم مسلم پریشان ہے — زمانے کی گردش سے حیران ہے
خدا جانے کیا پھیر قسمت میں ہے — جسے دیکھئے وہ مصیبت میں ہے
بچھا ہے ہر اک سمت آفت کا جال — کبھی تھا عروج اور اب ہے زوال
یہاں تک ہوا بخت بد کا اثر — نہ کھانے کو روٹی نہ رہنے کو گھر
شکایت کسی کی مگر کیا ضرور — یہ خود اپنے کرتوتوں کا ہے قصور
ہر اک قوم نے اپنا بدلا چلن — ترقی کے رستے پہ ہے گامزن
جو ملتا ہے کرتے ہیں اُس میں گذر — بُرے وقت پر رکھتے ہیں سب نظر
کفایت شعاری سے ہر دم ہے کام — نہ عشرت کے بندے نہ دل کے غلام
کفایت شعاری بڑی چیز ہے — ترقی کا باعث یہی چیز ہے
فقیروں کو اس نے تونگر کیا — غریبوں کے کیسہ کو پُرزر کیا
مگر ایک ہم ہیں یہاں تک ہوا — نہیں خوابِ غفلت سے چونکے ذرا
اگر پاس ہے زر تو پروا نہیں — نہیں ہے اگر قرض لیں گے کہیں
بہرحال کچھ بھی ہو حالِ خراب — مگر جلسۂ عیش ہوگا شتاب
بڑھاپے میں صدمے اٹھا نا روا — مزے تو جوانی میں کرلیں ذرا
سمجھتے ہو کیا جھوٹ یہ واقعات — یہ ہیں روز مرہ کے کل سانحات
یہ جس قوم کا حال ہو اسے دعا — اسے جتنی ذلت ملے وہ بجا
مگر اب بھی سب کام بگڑا نہیں — یہ پانی ابھی سر سے اترا نہیں
خدا کے لئے اب بھی ہوشیار رہو — بہت سوچکے اب تو بیدار ہو

زمانہ کی رفتار دیکھو ذرا　　غموں کی یہ بھرمار دیکھو ذرا
نہ پیسے کو بے کار غارت کرو　　کچھ آیندہ کے واسطے ڈال لو
خدا جانے کل کیا ہو رنگ جہاں　　دکھائے نیا دور کیا آسماں
اگر ہوگا پیسہ تو پروا نہیں　　مصیبت کا آفت کا کھٹکا نہیں
کفایت شعاری کے خوگر بنو　　خود اپنی طبیعت کے رہبر بنو
طبیعت میں جوشِ عمل چاہیئے　　مصیبت کا اب تو بدل چاہیئے
اگر کچھ زمانے یہ شیوہ رہا　　نہیں دور وہ وقت بھی پھر ذرا
وہ پہلا سا پھر دور دورہ رہے　　وہ شانِ شہانہ وہ نقشہ رہے
نہیں کہتے بھولا اُسے خاص و عام　　اگر صبح کا بھولا آجائے شام

مرسلہ بیگم دعا اڈ بانوی

دنیا کدھر جا رہی ہے

یہ بات نہیں کہ یورپ کے باشندے جنگ کی ہولناکیوں سے واقف نہیں اور محض نادانستگی سے یورپ پھر خون کے سمندر میں ڈوبا جا رہا ہے۔ گذشتہ جنگِ عظیم نے جو وحشت اور بربریت کی خوفناک مثالیں پیش کی ہیں اُن کو دیکھنے والے ابھی زندہ ہیں اور کثیر تعداد میں زندہ ہیں۔ اُن گھن گرج توپوں کی گونج سے ابھی تک یورپ کی سرزمین کانپ رہی ہے جن کے دہانوں سے جنگِ عالمگیر میں زہر اُگلا تھا۔ جانی نقصان کے علاوہ جو مالی۔ تمدّنی اور معاشی بربادی اس خوفناک پیکار سے ہوئی تھی اُس سے بھی مغرب کی دنیا خوب آگاہ ہے لیکن جنگ اُن کے دہشت خیز عواقب کے باوجود ایک ناگزیر شے ہے۔ یورپ امن و عافیت کا دشمن نہیں ہے لیکن کیا کیا جائے قیامِ امن کی جنگ کے سوا اور کوئی سبیل ہی نہیں نظر آتی بڑے بڑے دماغوں نے کوشش کر کے غور کر لیا لیکن بے سود۔ دنیا کی اقتصادی بدحالی اور بے روزگاری کے مسئلہ کا واحد حل جنگ کے سوا اور کوئی دکھائی نہیں دیتا۔

اٹلی نے جب حبشہ جیسے کمزور ملک پر حملہ کیا ہے تو دنیا جانتی تھی کہ لڑائی یک طرفہ ہے اور چند دنوں میں ختم ہو جائے گی لیکن واقعات نے اس کی تردید کر دی۔ کئی ماہ کے مسلسل قتل و خونریزی کے بعد بھی پوری طرح قبضہ نہ کیا جا سکا۔ مالی اخراجات کا اندازہ اس امر سے لگا لیجئے کہ اٹلی کا چھ لاکھ اشرفی روزانہ صرفہ جنگ تھا اور اس جنگ کی بدولت جو دنیا کی تجارت پر ناخوشگوار اثر پڑا اُس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ صرف فرانس اور برطانیہ ہی کو دو کروڑ اشرفی کا خسارہ ہوا۔ بلقان اور یوگوسلاویا کی ۱۲ فی صدی تجارت گھٹ گئی۔

ساری دنیا کو اس چھوٹی سی لڑائی سے کیا نقصان پہونچا۔ اٹلی کا ساری لڑائی میں کیا خرچ ہوا۔ اور خاص حبشہ کا مالی نقصان کتنا عظیم ہوا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔ جانی حیثیت سے کتنے انسانوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی اور کتنے بچے اور کتنی عورتیں لاوارث ہوئیں کون حساب لگا کر بتلائے۔ اندازہ کرنے والوں کا خیال ہے کہ اسپین کی جنگ میں اب تک کم و بیش چار لاکھ آدمی لقمۂ اجل ہو چکے ہیں اور کروڑہا روپیہ کا مالی نقصان طرفین نے ایک دوسرے کا کر دیا ہے۔

یورپ یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ اب کی جنگ انسانیت کا نقصان ہی ثابت نہ ہوگی بلکہ بہت اغلب ہے کہ انسانیت کی خودکشی ہی ثابت ہو۔ لیکن یہ سب جان لینے کے باوجود جنگ کے بغیر گذارہ کی کوئی صورت نہیں۔ موجودہ دنیا کی معاشرت کے بنیادی مسائل نے جو پیچیدگی اختیار کر لی ہے وہ بغیر اس خوفناک زلزلہ کے دور نہیں ہو سکتی جو اس کرہ کو اس سرے سے اُس سرے تک ہلا نہ دے۔ لوگوں کا خیال ہے یہ اشتراکیت اور فسطائیت کی جنگ ہے۔ یہ خیال غلط ہے ان دونوں عقائد کی بنا ایسے مسائل پر واقع ہے جن

تعلق زیست کی اشد ضروریات سے ہے محض جذبات کی شدت اور فراوانی اب مہذب انسان کو ایک دوسرے کا گلا کاٹنے پر مجبور نہیں کر سکتی۔ سوال یہ نہیں کہ ہم کیونکہ روادار بنیں بلکہ سوال یہ ہے کہ کیونکر زندہ رہیں۔ یہ سوال ایسا ہے جس کا جواب بجز اس صورت کے کہ بیس پچیس کروڑ آدمی کم کئے جائیں اور کوئی نہیں۔ یا وہ مریخ کی طرف ہجرت کر جائیں یا جنگ میں ہلاک ہو جائیں طاقت والوں کی بقا و حیات کے لئے جگہ دیں۔ پست اور نیم شائستہ اقوام کو طاقتور قومیں روند ڈالیں کیونکہ اس کے بغیر خود اُن کی زندگی خطرے میں ہے۔ بہر حال اسباب خواہ کچھ بھی ہوں دنیا بڑھتی ہوئی کس طرف جا رہی ہے ہر شخص جانتا ہے ہر ملک اور ہر قوم محض اپنے تحفظ و بقا کی خاطر دوسروں کو ہلاک کرنے کے لئے آلات جنگ بنانے میں مصروف ہے وہ لوہا جو ہل بنانے کے لئے کام آتا تھا سینہ میں پیوست ہو جانے والی دہار دار شمشیروں کی ساخت کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ ہر قوم پر یہ جنون اور خبط سوار ہے کہ آنے والی جنگ کی تیاری کے لئے اسلحہ سازی کر لی جائے۔ اس جنون نے موجودہ اقتصادی مسائل کو اور بھی پیچیدہ کر دیا ہے شاید یہ پیچیدگی اُس خوفناک لمحہ کو قریب سے قریب تر کر دے۔ ہر ملک کے جنون نہیں بلکہ فرضِ تحفظ کی تصویر علیحدہ علیحدہ آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہے تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ خودکشی کی ریل کس رفتار سے دوڑائی جا رہی ہے۔

۱۔ **برطانیہ عظمیٰ** ۱۹۳۶ء میں برطانیہ کا فوجی بجٹ ۱۳۹،۹۰۵،۰۰۰ پونڈ تھا یعنی گویا ۱۹۳۵ء کے بجٹ سے بقدر ۵۶ ملین پاؤنڈ سے زائد تھا لیکن امسال جو عظیم الشان خرچہ جنگ کا اعلان کیا گیا ہے اُس نے ساری قوموں کے کان کھڑے کر دئے ہیں۔ سر سیموئیل ہور نے ۱۲۰ ملین پونڈ جنگ کے اسلحہ جات۔ سمندری اور ہوائی جہاز اور دیگر فوجی ضروریات پر خرچ کرنا تجویز کیا ہے۔ تین ایسے فولادی بحری جہاز تعمیر کئے جائیں گے۔ جن کو متحرک قلعہ کہنا زیادہ موزوں ہوگا اور ہوائی طاقت میں اسی مناسبت سے اضافہ کیا جائے گا۔ اس وقت بھی برطانیہ کی قوت معقول ہے۔ ۴۰۰،۰۰۰ سپاہ تازہ دم تیار رہتی ہے جو ہندوستان برطانیہ مالٹا اور جزائر میں پھیلی پڑی ہے۔ ہوائی سروس میں ایک لاکھ سے زائد سپاہ موجود ہے۔ پندرہ بڑے بحری جہاز۔ چھ بم بار قلعے۔ ۴۰ کروزر ۱۶۳ تباہ کار اور ۵۵ آبدوز کل وزن ۱۶۱،۰۰۰ ٹن کے قریب سمجھ لیجئے ۱۰۵،۰۰۰ ٹن عنقریب ختم ہونے کے ہیں۔

برطانیہ کی موجودہ ہوائی طاقت ۳،۵۰۰ جہازوں پر مشتمل ہے جن میں ۱۵۰۰ بڑے ڈبل انجن والے اور ۱۰۰۰ اُن سے چھوٹے بم برسانے والے ہیں۔ تخمینہ ہے کہ ۱۹۳۷ء میں ہوائی طاقت ۴،۵۰۰ جہاز ہو جائے گی علاوہ ازیں برطانیہ کے پاس کوئلے کے وافر ذخائر ہیں اور وہ دنیا بھر کو بیس فی صدی کوئلہ سپلائی کرتا ہے۔

۱۹۳۶ء کے پورے سال برطانیہ کی یہی کوشش رہی کہ ایران اور عراق کے تیل کے چشموں کی حفاظت کی جائے جس سے وہ پیٹرول حاصل کرتا ہے مصر کو آزادی دے کر اس لئے منائے رکھا کہ وہ روئی کا گھر ہے جس کی ضرورت فوجی لباس اور اپنی کے لئے اشد لازمی ہے۔ مالٹا سے ربڑ کی بہت بھری ہوتی ہے۔ ہندوستان سے کھانے پہننے کا سامان جاتا ہے اس لئے

نئے دستور کا کھلونا دے کر اس کو بہلا دیا گیا۔

غور سے دیکھا جائے تو دنیا بھر میں کوئی ایسی اور سلطنت نہیں جو اپنی ضروریات کی خود ہی کفیل اور جسے کسی دوسرے کے آگے ہاتھ پھیلانا نہ پڑے بلا مبالغہ جس جانب برطانیہ جھک جائے گا وہ پلڑا بھاری ہو کر رہے گا۔

۲۔ فرانس کے سال گذشتہ کا فوجی بجٹ ۱۰،۰۰۰ ملین فرینک تھا۔ جب سے جرمن نے رائن لینڈ پر قبضہ کیا فرانس کو اپنی فوجی تنظیم نئے سرے سے کرنی پڑ گئی ہے۔ چنانچہ فرانس کے وزیر جنگ مسٹر ڈالڈیر نے ایک چہار سالہ فوجی پروگرام پیش کیا ہے جس کا تخمینہ ۴۰،۰۰۰ ملین فرینک ہے۔ گذشتہ اکتوبر میں کابینہ نے ۵۰۰ ملین ہوائی قوت کی توسیع پر خرچ کرنا منظور کئے ہیں۔ خاص اپنی سرحدوں کے استحکام کے علاوہ فرانس نے ۲ ملین فرینک کی گرانقدر رقم بطور قرض پولینڈ کو دینی منظور کی ہے تاکہ وہ اپنی قوت بڑھا سکے۔ واضح ہو کہ پولینڈ وہ ملک ہے جو اپنے میزانیہ کا ایک تہائی پہلے ہی اپنی فوجی ضروریات پر صرف کرتا ہے۔ فرانس کی موجودہ فوجی طاقت کچھ کم مضبوط نہیں ہے۔ ساڑھے چار لاکھ سٹینڈنگ افواج کے علاوہ نوآبادیات اور مقبوضات میں ڈھائی لاکھ سپاہ موجود ہے۔ اور بغیر ان مقبوضات کے واقعی فرانس کی فوجی ضروریات ہرگز پوری نہیں ہو سکتیں۔ چنانچہ نوآبادیوں سے تعلقات اور ذرائع آمد و رفت محفوظ کرنے کے لئے فرانس نے اپنی بحری قوت بڑھا لی ہے۔ ۹ بڑے بحری جہاز۔ چودہ کروزر ساٹھ تباہ کار ۲۰۲ آبدوز وغیرہ کا وزن ۵۰۲،۰۰۰ ٹن سے زائد ہے۔ اور جو ۲۰۰،۰۰۰ ٹن کے نئے جہازات زیر تعمیر ہیں وہ الگ رہے ان میں ۲۰ تباہ کار اور ۱۱ آبدوز شامل ہیں۔ ہوائی قوت فرانس کی دنیا میں تیسرے درجہ کی ہے۔ اس کے پاس ۳۱۰۰ جہاز ہیں جن میں ۱۸۰۰ بڑے بم باز ہیں جن میں ۴۵۰۰ آدمی ملازم ہیں۔ چھ سو سیکنڈ ہینڈ جہاز ہیں اور سات سو کے قریب ہوائی تعلیم دینے کے لئے درسگاہیں موجود ہیں۔ امید کی جاتی ہے مستقبل قریب میں ہوائی قوت کو اور ترقی دی جائے گی۔

۳۔ جرمنی جرمنی جو ہٹلر کے خونیں پنجہ میں گرفتار ہے جنگ کے لئے تمام ممالک سے زیادہ تیار ہے اور اپنی نجات اور فلاح کا ذریعہ محض جنگ تصور کرتا ہے چنانچہ اس وقت جرمنی سپاہ آٹھ لاکھ کے قریب تیار ہے۔ ہر اٹھارہ سالہ نوجوان فوجی خدمت پر مجبور ہے۔ اس لازمی فوجی سروس کا نتیجہ بہت ہی مفید نکلا ہے۔ اور اگست ۱۹۳۶ء سے عارضی سروس ہے جس کی رو سے ہر بالغ دو سال کی خدمت پر فوراً مجبور کر دیا جاتا ہے۔ تین لاکھ تعلیم یافتہ سپاہ کا گروہ پیدا ہو گیا ہے ان کے علاوہ نازیوں کی خام ملٹری انجمنوں کی کارگذاریاں تیرہ لاکھ سپاہ علیحدہ تیار کر چکی ہیں دو لاکھ سیاہ پوش والنٹیر ایک لاکھ موٹر کور اور تیس ہزار بھوری قمیص والے۔ ڈھائی لاکھ مزدور ایسے ہیں جو فوجی تعلیم پائے ہوئے ہیں ان سب کی مجموعی تعداد ساڑھے چھ لاکھ پہنچتی ہے۔

بحری بیڑہ بھی جرمنی کا کافی طاقتور ہے۔ سات بحری قلعے نما جہاز چھ کروزر ۱۹ تباہ کار تین آبدوز جن کا ۱۰۰،۰۰۰ ٹن وزن ہوتا ہے اور نئی اسکیم کی رو سے ان سب کو دوگنا کیا جا رہا ہے اور ایک لاکھ ٹن کا وزن بڑھایا جا رہا ہے۔

جرمنی کی ہوائی طاقت پر راز کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ کوئی یقین کے ساتھ اعداد و شمار کا تعین نہیں کر سکتا جرمنوں کا اعتراف ہے کہ تین ہزار جہازوں سے کم کسی طرح نہیں ہیں بعض چار ہزار بھی بتاتے ہیں اس کے علاوہ یہ رپورٹ جس پر اعتماد کرنے کے ذرائع ہیں بہت خطرناک ہے کہ جرمنی ہوائی طاقت بہت سرعت کے ساتھ بڑھا رہا ہے اور ہر ماہ تین سو ہوائی جہاز کا اضافہ کر لیتا ہے۔

۴۔ روس یہی وہ ملک ہے جس کے نام سے ساری دنیا ڈرتی ہے۔ یہ انقلابیوں کا گھر اور اشتراکیت کا سرچشمہ ہے۔ جنگ کے لئے روس نے بھی بڑی بڑی تیاریاں کر لی ہیں۔ اور حال ہی میں جب سے جرمنی اور جاپان دو ملکوں کی طرف سے حملہ کا خطرہ لاحق ہوا ہے اس کی فوجی سرگرمیاں سہ چند ہو گئی ہیں۔ بلاشبہ کہا جا سکتا ہے کہ روس ساری دنیا کے ملکوں سے زیادہ افواج رکھتا ہے اس کی سٹینڈنگ آرمی تیرہ لاکھ ہے جس کا ہر شعبہ سامان حرب اور مشین گنوں سے لیس ہے۔ تین لاکھ سُرخ فوج الگ ہے۔ روس کی بحری طاقت برّی طاقت کے مقابلہ میں بہت زیادہ عظیم الشان نہیں تاہم روس کے پاس نشتراتی کے قریب ایسے آبدوز ہیں جن کو سخت خطرناک قسم کا کہا جا سکتا ہے۔ ۲ کروزر اور چار جنگی قلعہ نما جہاز۔ ۲۵ تباہ کار الغرض دو لاکھ ٹن وزن کا سامان ہے۔ روس ہوائی طاقت میں ساری دنیا سے سبقت لے گیا ہے۔ اس کے پاس چار ہزار اعلیٰ درجہ کے ہوائی جہاز موجود ہیں جن میں سے دو ہزار فرسٹ لائن بم بار ہیں اور ایک ہزار فرسٹ لائن ریزرو۔

اس تمام سامان حرب کے ہوتے ہوئے بھی جس سے ساری دنیا پر ایک ایک پراسرار ہیبت چھائی ہوئی ہے روس اپنی فوجی تنظیم نئے سرے سے کر رہا ہے جس میں عورتوں کی بھی بٹالینیں قائم کی گئی ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے ۱۹۴۰ء تک روس ساری دنیا میں جنگی حیثیت سے بڑھ جائے گا۔

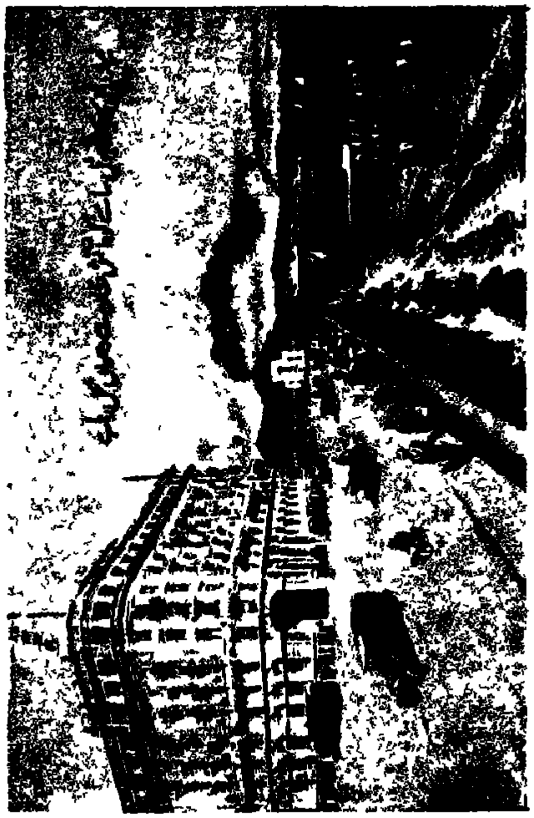
۵۔ اٹلی مسولینی کا تو بیان ہے کہ ہمارے پاس اس وقت اسّی لاکھ جوان تیار ہیں۔ لیکن یہ گپ معلوم ہوتی ہے۔ البتہ اٹھارہ ماہ کی لازمی فوجی تعلیم کا نتیجہ کوئی معمولی نتیجہ بھی نہیں ہے۔ جب اکیس سے پچپن سال کی عمر کا ہر مرد شہری فوجی تعلیم پائے گا تو آخر ملک کے باشندوں پر فوجیت کیونکر مسلط نہ ہو گی۔ ساڑھے بارہ لاکھ فاشی افواج لوہے میں ڈوبی ہوئی ہمہ وقت تیار رہتی ہے کہ ایک اشارے پر لوہے اور خون کا کھیل کھیلنے لگے۔ اٹلی کی بحری قوت بحرہ روم کے لئے ایک دائمی خطرہ بن گئی ہے جس سے برطانیہ عظمیٰ تک خائف ہے۔ چار قلعہ نما جہاز ۲۳ کروزر ۱۰۳ تباہ کار اور تارپیڈو ۶۲ آبدوز الغرض ساڑھے چار لاکھ ٹن کا طومار عظیم ہے جس میں ڈیڑھ لاکھ ٹن کی مزید توسیع متوقع ہے۔ اٹلی کی ہوائی طاقت نے جو جنگ حبشہ میں مظاہرہ کیا ہے اس نے سارے عالم کو لرزہ براندام کر دیا۔ دو ہزار فرسٹ لائن ہوائی جہاز ایک ہزار فرسٹ لائن ریزرو اور چھ سو کے قریب ٹریننگ جہاز موجود ہیں۔ حال ہی میں مسولینی نے اعلان کیا ہے کہ جب تک میری تعلیم یافتہ فوج کی تعداد ایک کروڑ [illegible] ہوائی جہازوں کی تعداد اتنی کہ سورج کو چھپا سکے نہ ہو جائے گی مجھے چین اور آرام نہ آئے گا۔ یہ تو خیر دھمکی ہے جسے [illegible] لیکن اس امر میں بھی شبہ کی گنجائش نہیں کہ اٹلی کا سیاسی نصب العین جنگ ہے

[illegible] ملک [illegible] عالم [illegible]

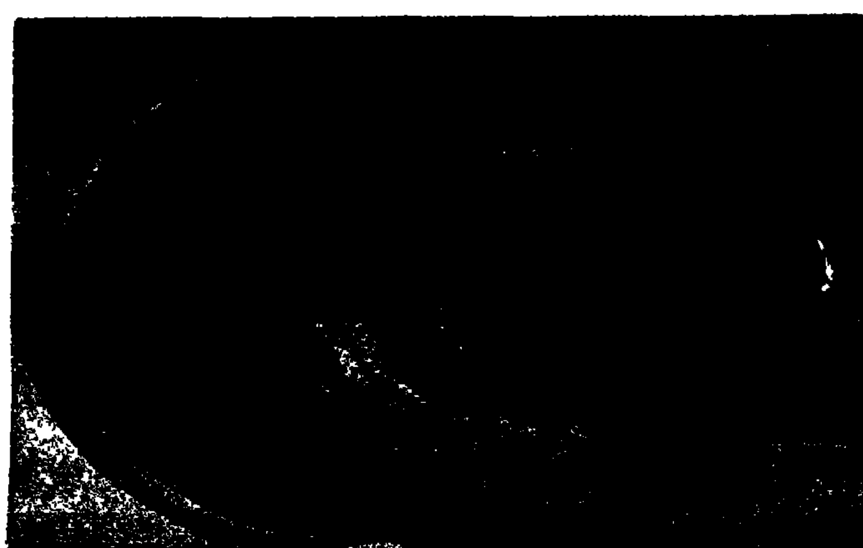
[illegible] پر قبضہ کر لینا اس کا دلی مقصد ہے۔ چین کے [illegible] فوجی [illegible] قبضہ کر لیا گیا ہے اور [illegible] جاری [illegible]
جاپان کو ایک فوجی کیمپ کہا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ حکومت اور سول حکام بھی اب اس کی [illegible]
[illegible] ہو رہے ہیں کہ اس عظیم الشان عسکریت کو کسی محاذ عظیم میں مصروف کر دیا جائے۔ تجارت کی صورت [illegible]
[illegible] ترقی۔ جاپان نے ساری دنیا کی تجارتی منڈیوں پر قبضہ کر لیا ہے لیکن اس سب زر و مال کو فوجی مصارف پر خرچ [illegible]
[illegible] خرچ کر لیا ہے۔ اس ننھے سے جزیرے میں چار لاکھ سپاہ تو ہر وقت تیار رہتی ہے اور ضرورت [illegible]
[illegible] جاپان والا ملک پچیس لاکھ سپاہی۔ ۵۰۰۰۰ افسر ایک اشارے پر میدان جنگ میں لا سکتا ہے۔ [illegible]
[illegible] ہتھیار کی گئی ہے کل سامان حرب سے آراستہ اور پیراستہ ہے۔ ایک بات جاپان کی بہت قابل تحسین [illegible]
جاپان کی فوجی اخلاق (سپاہ کا کیرکٹر) بہت اعلیٰ ہے اور انسانیت کی اچھی مثال پیش کرتا ہے۔

جاپان کا بحری بیڑہ دنیا بھر میں تیسرے درجہ کا ہے۔ اس کے پاس دس بڑے قلعہ نما جہاز ۱۴ کروزر ۱۰۰ تباہ کن [illegible]
[illegible] اور ۱۰۰ آبدوز گویا ساڑھے آٹھ لاکھ ٹن کا وزن ہے جس میں نوے ہزار بحری سپاہ ملازم ہے۔ اسی ہزار [illegible]
[illegible] ہے ہوائی طاقت جاپان کی کافی مستحکم ہے۔ ایک ہزار فرسٹ لائن جنگی جہاز اور تین سو ریزرو جہاز ہر وقت [illegible]
[illegible] جاپان کی سپاہ میں ایک بات یہ بھی ہے کہ وہ روس سے دست و گریبان ہو جانے کے لئے بیتاب [illegible]
[illegible] جنگ کے کل لوازمات ہر وقت تیار رکھے جاتے ہیں کہ نہ معلوم کس وقت اعلان جنگ ہو جائے۔

[illegible] یہی وہ ملک ہے جو ساری دنیا میں ساہوکار کے نام سے مشہور ہے۔ دولت و ثروت اس کے قدموں میں کھیلتی [illegible]
اس کی تین لاکھ سپاہ ہر وقت تیار رہتی ہے جو بہترین آلات جنگ سے آراستہ ہے اس کے علاوہ [illegible]
[illegible] ۱۸۵۰۰۰ ریزرو اور ۲۵۵۰۰۰ ٹرینڈ افیکٹو ہر دم جنگ کے واسطے آمادہ رہتی ہے۔ اس کے [illegible]
[illegible] مہیب اور پر جلال ہے سارے عالم میں دوسرے نمبر پر پندرہ بڑے قلعے نما جہاز [illegible]
[illegible] آبدوز کل ۱۳۰۰۰۰۰ ٹن وزن ہے جس میں پونے تین لاکھ ٹن کا اضافہ ہونے والا [illegible]
[illegible] درجہ کے ہوائی جہازوں پر مشتمل ہے۔ ان سب باتوں کے باوجود یہ ملک اگر [illegible]
[illegible] سکتا ہے۔ اس کے پاس روپیہ ہے جسے فوج اور جنگ کے لئے ہر وقت استعمال [illegible]













مسجد پیرس کا عظیم الشان حمام

[illegible] فوجی ہیئت [illegible] سالانہ [illegible] کی کتابیں [illegible] معمولی سا ملک [illegible]
ریاست چہار سے کئی چھوٹا ہے ڈیڑھ لاکھ ٹرینڈ سپاہ رکھنے پر مجبور ہے۔ اور چیکوسلوکیا جس کی وسعت محدود ہے
کہ بیس لاکھ سپاہ کا مالک ہے۔ یوگوسلاویا پانچ لاکھ سپاہ میدان جنگ میں لا سکتا ہے۔ علاوہ ان کے اس ملک کے
پاس آٹھ سو ہوائی جہاز بھی موجود ہیں

الغرض یورپ کے ہر ملک پر جو فوجی ذہنیت طاری ہے اور جنگ کی تیاری جس تیزی سے ہو رہی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب کوئی خوفناک معاکہ ہونے والا ہے۔ فرانس، برطانیہ، اور امریکہ جنگ کرنا نہیں چاہتے۔ ان ممالک کو وہ سب کچھ میسر ہے جس کی ہوس کی جا سکتی ہے۔ اس کے برعکس اٹلی، جرمنی اور جاپان جنگ کے لئے بے قرار ہیں وہ بغیر لڑے اور خون خرابہ کرے رہ نہیں سکتے۔ روس اور فرانس ایک طرف، جرمنی، جاپان اور اٹلی دوسری طرف ہیں چھوٹی طاقتوں کو خواہ کوئی فریق گانٹھ لے لیکن جس جانب برطانیہ جھکے گا اسی طرف پلڑا بھاری ہو جائے گا۔ ذیل کے جدول میں ہم مختلف ممالک کی فوجی قوت اعداد و شمار میں دئے دیتے ہیں۔

	نام ملک	فوجی سپاہ تیار		نام ملک	فوجی سپاہ تیار
(۱)	فرانس	ساڑھے چھ لاکھ	(۲)	چھوٹی طاقتیں	ساڑھے چار لاکھ
(۳)	جرمنی	تیرہ لاکھ	(۴)	آسٹریا ہنگری	ایک لاکھ
(۵)	برطانیہ	ساڑھے پانچ لاکھ	(۶)	بلجیم	ایک لاکھ
(۷)	اٹلی	ساڑھے سات لاکھ	(۸)	روس	ساڑھے تیرہ لاکھ
(۹)	چین	پانچ لاکھ	(۱۰)	جاپان	پانچ لاکھ
(۱۱)	امریکہ	تین لاکھ			

ہوائی طاقت		ہوائی طاقت	
تعداد ہوائی جہاز	ملک	1500	امریکہ
[illegible]	روس	1000	جاپان
[illegible]	برطانیہ	800	رومانیہ
[illegible]	فرانس	[illegible]	یوگوسلاویا
[illegible]	جرمنی	[illegible]	چیکوسلواکیہ

ہوائی طاقت		ہوائی طاقت	
۲۰۰	بلجیم	۱۲۰	یونان

بحری طاقت		بحری طاقت	
وزن ٹنوں میں	نام ملک	وزن ٹنوں میں	نام ملک
۱،۱۶۱،۰۰۰	برطانیہ	۲۰۰،۰۰۰	روس
۱،۰۰۷۳،۰۰۰	امریکہ	۱۸۰،۰۰۰	جرمنی
۸۵۰،۰۰۰	جاپان	۴۰،۵۰۰	یونان
۵۰۲،۰۰۰	فرانس	۹،۵۰۰	یوگوسلاویا
۴۱۶۱۵۰۰	اٹلی		

ان سب تیاریوں کا کیا نتیجہ ہونے والا ہے اور یہ سب انتظامات کس دن کے لئے کئے جا رہے ہیں۔ آپ خود اندازہ کرلیں۔

ہندوستان کا فیڈرل نظامِ حکومت

جدید قانونِ ہند کے مطابق ہندوستان کا آئندہ نظامِ حکومت ایک خاص قسم کا فیڈرل نظامِ حکومت ہوگا۔ اس کی تفصیلات میں جانے سے قبل یہ ضروری ہے کہ ناظراتِ عصمت کو یہ بتایا جائے کہ فیڈرل نظامِ حکومت کے عام طور پر معنے کیا ہیں۔ بے محل نہ ہوگا اگر اس موقعہ پر درجۂ نوآبادیات کا بھی ذکر کر دیا جائے۔ اس لئے ایک عرصہ تک ہندوستان کے قوم پرست درجۂ نوآبادیات کے حصول کا مطالبہ کرتے رہے اور آج بھی ہندوستانیوں کے اعتدال پسند طبقے کی خواہش درجہ نوآبادیات کا حصول ہی ہے۔ نیز سلطنت برطانیہ جن علاقوں میں مشتمل ہے ان میں سے اکثر کو درجۂ نوآبادیات ہی حاصل ہے۔ درجہ نوآبادیات کے معنے مختصراً یہ ہیں کہ ہر نوآبادی کو اندرونی طور پر پوری حکومت خود اختیاری حاصل ہے اگرچہ سلطنتِ برطانیہ کی نوآبادیات اختیارات اور اقتدار کے اعتبار سے ایک گونہ مختلف ہیں لیکن ہر نوآبادی میں جسے درجۂ نوآبادی حاصل ہے ایک نمائندہ مجلس آئین ساز موجود ہے وہاں عام طور پر پارلیمنٹری حکومت قائم ہے یعنے جس پارٹی کی جماعت آئین ساز میں اکثریت ہوتی ہے وہ حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ لیتی ہے۔ اور مجلس آئین ساز کے روبرو جواب دہ ہوتی ہے۔ اگرچہ آئینی طور پر ہر نوآبادی برطانی پارلیمنٹ کے زیرِ حکومت ہے اور ملک معظم وہاں کے لئے گورنر جنرل کا تقرر کرتے ہیں لیکن نہ گورنر جنرل اور نہ پارلیمنٹ مقامی حکومت یا مجلس آئین ساز کی کارروائیوں میں مداخلت کرسکتی ہے۔ جہاں تک لکھے ہوئے قانون کا تعلق ہے گورنر جنرل کے اختیارات کافی وسیع ہیں اور برطانوی پارلیمنٹ کو تو پورے ہی اختیارات حاصل ہیں۔ لیکن زیادہ دور کے زمانے کو نظر انداز کر دیا جائے۔ تو یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ نوآبادیاں اپنے اندرونی معاملات میں بالکل آزاد ہیں پچھلی جنگ کے بعد سے آج تک ایک دفعہ بھی ایسا نہیں ہوا کہ برطانی پارلیمنٹ یا گورنر جنرل نے کسی نوآبادی کے کسی قانون کو مسترد کیا ہو۔ یہ نہیں ہے کہ اس قسم کی ضرورت محسوس نہ کی ہو۔ اب بھی جنوبی افریقہ کے بعض قوانین کا قضیہ درپیش ہے۔ اس سلسلے میں برطانوی حکومت کی خواہش یہ ہے کہ اُن میں ترمیم کر دی جائے لیکن وہ اپنے حقوق کو استعمال نہیں کرتی اور حکماً اُن میں ترمیم نہیں کراتی بلکہ صلاح و مشورے گفت و شنید کے ذریعہ قوانین میں ترمیم کی خواہش کر رہی ہے۔ زیادہ صحیح تو ہے کہ حق و انصاف کا مطالبہ کرکے نہیں بلکہ ہندوستان میں اپنی پوزیشن کے خراب ہونے کا واسطہ دے کر التجائیں کی جا رہی ہیں اس سب کے معنے یہ ہوئے کہ سوائے اس قید کے کہ کوئی آبادی حکومت برطانیہ سے بالا بالا کسی غیر سلطنت سے صلح اور جنگ نہیں کرسکتی ورنہ ہر نوآبادی اپنے اندرونی معاملات میں بالکل سیاہ اور سفید کی مالک ہے۔ اور اُسے مکمل سوراج حاصل ہے۔

ہندوستان کے باشندے ایک عرصہ تک اسی قسم کی حکومت کے طالب رہے اور آج بھی سوائے اُن لوگوں کے جو درجہ نوآبادیات کے حاصل ہونے کے مطالبہ کے پورا نہ ہونے سے بددل اور مایوس ہو کر مکمل آزادی کو نصب العین قرار دے

رہے ہیں باقی سب لوگ درجۂ نوآبادیات کے طالب ہیں لیکن ہندوستان کو جدید قانون میں درجۂ آبادیات نہیں دیا گیا بلکہ انہیں فیڈرل نظام حکومت دیا گیا ہے اور وہ بھی ایک خاص قسم کا عام طور پر فیڈرل نظام حکومت اُس ملک کے لوگ یا اُس ملک کی وہ ریاستیں جو فیڈریشن میں شریک ہونے کو آمادہ ہوں خود بناتی ہیں۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے۔ بجوں کو چھوڑ کر ہر بالغ اور ہوشیار شخص سے رائے لی جاتی ہے اور اس عام رائے کے ماتحت ایک نظامِ حکومت مرتب کرکے نمائندہ جلسے میں پیش کیا جاتا ہے۔ یا یہ ہوتا ہے کہ ملک کی مختلف ریاستیں اپنی نمائندہ جماعتوں میں نظامِ حکومت کو منظور کرتی ہیں جس میں کچھ اختیارات اُس نمائندہ جماعت کے سپرد کر دئے جاتے ہیں جو تمام ریاستوں کے منتخب شدہ نمائندوں پر مشتمل ہوگی اور جو تمام ملک کے عام مسائل کے انصرام کی ذمہ دار ہوگی اور بیشتر حقوق یا اختیارات ہر ریاست جو فیڈریشن میں شریک ہونے کو آمادہ ہو اپنے لئے مخصوص کر لیتی ہے۔ فیڈرل نظامِ حکومت کی ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ ایک ملک کی مختلف ریاستوں کی مجالسِ آئین ساز یا پارلیمنٹیں ملک کے عام مفاد کی نگرانی اور ریاستوں کے آپس کے تعلقات کو درست رکھنے کے لئے ایک مرکزی جماعت کے واسطے اپنے اپنے نمائندوں کا انتخاب کرتی ہیں اور تمام ریاستوں کے منتخب شدہ نمائندوں کے اجتماع سے ایک مرکزی جماعت کی تشکیل ہوتی ہے جہاں جہاں فیڈرل نظامِ حکومت قائم ہے وہاں اس کی تشکیل مختلف طریقے سے ہوتی ہے مثال کے طور پر امریکہ کا نظامِ حکومت وہاں کے لوگوں نے خود بنایا۔ یہ لوگ ایک جلسے میں جمع ہوئے جن میں بہت بڑی تعداد مختلف ریاستوں کے نمائندوں کی تھی۔ اب جب تک اتنی ہی تعداد مختلف اداروں کے نمائندوں کی جمع نہ ہو نظامِ حکومت تبدیل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ جو جماعت فیڈرل نظامِ حکومت کو قائم کرتی ہے وہ اُس کو تبدیل بھی کر سکتی ہے۔ سوئٹزرلینڈ کا نظامِ حکومت ملک کے ہر شخص کی رائے سے بنا ہے۔ اور اس کے تبدیل کرنے کے لئے بھی ہر شخص کی رائے لینے کی ضرورت ہے۔ فیڈرل حکومت کے اختیارات اُس کے مختلف اجزاء میں بانٹ دئے جاتے ہیں چند اختیارات مرکزی حکومت کو حاصل ہوتے ہیں اور بیشتر ریاستوں کو مرکزی حکومت کے اختیارات کی نوعیت عموماً یہ ہوتی ہے کہ وہ یہ فیصلہ کرے کہ ملک کو جنگ میں شریک ہونا چاہئے یا نہیں۔ صلح کرنی چاہئے یا نہیں۔ غیر ممالک کے ساتھ تجارتی معاہدے یا دیگر امور کا تصفیہ وغیرہ وغیرہ۔

فیڈرل نظامِ حکومت کے سلسلے میں زیادہ تر ایسے جھگڑے پڑ جاتے ہیں کہ تفصیلات کے اعتبار سے کون کون سے اختیارات مرکزی حکومت کو حاصل ہیں اور کون کون سے ریاستوں کو۔ ان کا تصفیہ فیڈرل عدالت کرتی ہے۔ امریکہ میں یہ کام عدالت عالیہ کے سپرد ہے جو نظامِ حکومت کے متعلق ہر طرح کے جھگڑوں کا فیصلہ کرتی ہے سوئٹزرلینڈ اور فرانس میں بھی اسی طرح کی عدالتیں قائم ہیں۔ امریکہ میں اس غرض کے لئے دراصل تین ادارے ہیں صدرِ جمہوریت امریکن۔ کانگریس۔ اور عدالت عالیہ اس تینوں اداروں کو مختلف امور کے فیصلوں کے اختیارات حاصل ہیں لیکن اختیارات کی قانونی بحث کا مختتم فیصلہ عدالتِ عالیہ کو ہی حاصل ہے فیڈرل نظامِ حکومت کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس کے قیام سے ملک کے مختلف

حصص کے لوگ آہستہ آہستہ ایک دوسرے کے قریب ہوتے جاتے ہیں ریاستیں آہستہ آہستہ برائے نام رہ جاتی ہیں اور فیڈرل سلطنت ایک متحدہ قوم کی عظیم الشان سلطنت کی شکل اختیار کر لیتی ہے جہاں یہ فائدہ ہے وہاں اُس کا سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ ایک عرصہ تک فیڈرل حکومت بہت کمزور رہتی ہے کیونکہ حاکمانہ اختیارات منقسم رہتے ہیں اس کا دوسرا نقص یہ ہے کہ چونکہ فیڈرل نظام حکومت میں قانونی موشگافیوں کا بہت زیادہ خیال رکھنا پڑتا ہے اور نظام کی صد درجہ پابندی کرنی پڑتی ہے اور اس میں وقت ضروریات کے مطابق تبدیلی بہت دشوار ہوتی ہے اس لئے لوگ قانونی اُلجھنوں میں زیادہ وقت صرف کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اور ان میں قدامت پسندانہ خیالات ترقی کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ کبھی کبھی ایک عام شہری کے لئے یہ مسئلہ بھی بہت پیچیدہ ہو جاتا ہے کہ وہ مرکزی حکومت کا زیادہ وفادار رہے یا اُس ریاست کا جس میں وہ رہتا ہے۔ بہرحال ان خرابیوں کے باوجود دنیا کے مختلف حصوں میں فیڈرل نظامِ حکومت کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے۔

فیڈرل نظام حکومت کے اس عمومی تذکرے کے بعد ہندوستان کے جدید فیڈرل نظامِ حکومت کی نوعیت بتانی ضروری ہے ہندوستان میں جو فیڈرل نظامِ حکومت قائم کیا جا رہا ہے۔ اُس کی تشکیل کی صورت بالکل مختلف ہے۔ حکومت برطانیہ نے لندن میں گول میز کانفرس کے تین اجلاس کئے جن میں برطانوی ہند کے باشندے والیان ریاست یا ان کے نمائندے ہندوستان کی جدید نظامِ حکومت کی تشکیل کے لئے برطانوی پارلیمنٹ کے نمائندوں کے ساتھ مل کر بحث مباحثہ میں شریک ہوئے۔ برطانوی ہند کے جو باشندے گول میز کانفرنس میں شریک ہوئے وہ منتخب شدہ نمائندے نہ تھے بلکہ حکومت کے نامزد کئے ہوئے نمائندے تھے۔ حکومت نے مختلف افراد کو نامزد کرتے وقت اُس کا ضرور خیال رکھا کہ مختلف اقوام اور مختلف مفاد کی نمائندگی ہو۔ راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے بعد ہندوستان کے لئے جو نظامِ حکومت مرتب ہوا اُسے شائع کر دیا گیا۔ اور پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کی کمیٹی اُس کے متعلق اپنی سفارشات مرتب کرنے کے لئے مقرر کرائی گئی پارلیمنٹ کی مشترکہ کمیٹی میں ۱۶ اراکین دارالامراء کے اور ۱۶ اراکین دارالعلوم کے شامل تھے اس کمیٹی کا تقرر ۲۰ نومبر ۱۹۳۳ء کو ہوا اور اس نے اپنی کارروائی ۲۹ نومبر ۱۹۳۳ء سے شروع کر دی اور اس کی کارروائی کا اختتام ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۴ء کو ہوا کمیٹی کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ بغرض مشاورت ہندوستانی ریاستوں اور برطانوی ہند کے نمائندوں کو بھی طلب کر سکتی ہے چنانچہ اس نے ہندوستانی ریاستوں کے ۷ نمائندے برطانی ہند کے ۲۰ نمائندے اور برہما کے ۷ نمائندے طلب کئے اس کمیٹی کی ۱۵۹ نشستیں اور ۱۲۰ گواہوں کے بیان لئے گئے۔ کمیٹی کی سفارشات شائع ہونے کے بعد مسودہ قانون اصلاحات ہند مرتب کیا گیا اور پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں سے بعد ترمیم و تنسیخ منظور ہو گیا اور اواخر ۱۹۳۵ء میں اس پر شہنشاہ ہند کے دستخط ثبت ہو گئے اور پہلی اپریل ۱۹۳۷ء سے اس کے نفاذ کا اعلان ہو گیا۔

قانون کی بنیاد ہندوستان میں فیڈریشن کے قیام پر ہے جس میں ہندوستان کے مختلف صوبجات شامل ہونگے اور یہ بھی فرض کر لیا گیا ہو کہ اس میں ہندوستان کی بہت سی دیسی ریاستیں بھی شامل ہو جائیں گی۔

ہندوستان کا فیڈرل نظامِ حکومت تفصیلات کے اعتبار سے بھی ایک خاص قسم کا ہے اور تشکیل اور نفاذ کے اعتبار سے بھی اس کی نوعیت دیگر فیڈرل نظام حکومت سے جدا ہے۔ تفصیلات کا ذکر آئندہ اشاعتوں میں کیا جائے گا۔ اس کی تشکیل اور جداگانہ نوعیت یہ ہے کہ نہ اسے ملک کے مختلف نمائندوں نے مرتب کیا ہے اور نہ ملک کے صوبوں کی مجالس آئین ساز نے مرتب کیا ہے اور نہ ہندوستان کی دیسی ریاستوں کے نمائندوں نے بلکہ برطانوی پارلیمنٹ نے ہندوستانیوں کے بیان سننے اور مشوروں سے مدد لینے کے بعد مرتب و منظور کیا ہے اور شاہ انگلستان نے بحیثیت شہنشاہِ ہند اس کے نفاذ کا فرمان جاری فرمایا ہے۔

قاضی عباس حسین (دہلی)

ڈی ایم سی

اہلِ ہندوستان کی صنعت و حرفت کی پستی سے زمانۂ موجودہ میں غیر اقوام نے جس قدر فائدہ اٹھایا ہے اس کا اندازہ لگانا دشوار ہے، چہ جائیکہ اپنے ملک کو ترقی دے کر ممالک غیر کی مصنوعات سے مقابلہ کرنا۔

صدہا اشیا میں سے جو ممالک غیر سے ہندوستان میں آکر فروخت ہوتی ہیں ایک ڈی۔ ایم۔ سی۔ کاٹن بھی ہے میں نے اس چیز کو اس لئے انتخاب کیا ہے کہ یہ آج کل ہر قسم کی دستکاری میں بکثرت استعمال ہوتی ہے اور نہایت ارزاں۔ علاوہ ڈی۔ ایم۔ سی کے اٹلی وجاپان سے کثیر مقدار میں اس قسم کا چمکدار سوت ہندوستان میں آتا ہے۔ ہندوستان کی ملوں میں بھی ایسا تاگہ تیار ہونے لگا ہے لیکن صرف اتنی مقدار میں تیار ہوتا ہے کہ اس مل کی کپڑا بننے کی ضروریات میں کام آئے۔

دہلی میں بہت سے کارخانے سوتی ٹیچک اور گوٹے بنانے کے ایک عرصہ سے قائم ہیں اور ان کا تیار کردہ مال ملک کے بہت بڑے حصہ کی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ یہ کارخانے بہت قلیل منافع حاصل کرتے ہیں کیونکہ یہ ولایتی تاگہ نہایت گراں قیمت پر خرید کر اس کو رنگ کر گوٹے بناتے ہیں۔ چند سال ہوئے دہلی کے ایک کارخانے نے ڈی ایم سی کے مقابلہ پر ڈی۔ آر۔ جی کے نام سے گوٹے تیار کرکے بازار میں بھیجے۔ اس میں شک نہیں کہ ان لوگوں کا تاگہ نہایت اچھا تھا اور رنگ بھی پختہ تھے لیکن اس کارخانہ کو صرف تاگہ رنگ کر گوٹے بنانے کا شرف حاصل تھا۔ تاگہ ولایتی ہوتا تھا۔

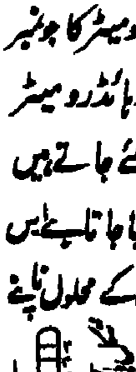
عصمتی بہنوں کو غالباً اس کا علم نہ ہوگا کہ کاڑھنے کے رنگین گولوں کا تاگہ اس قدر چمکدار اور مضبوط کیوں ہوتا ہے ممکن ہے کہ بہت سی بہنیں اس کو ریشم ہی خیال کرتی ہوں۔ میں نے اس کو ٹسر کے نام سے بھی موسوم ہوتے سنا ہے، حالانکہ اس کو ٹسر سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہوتا۔ ٹسر ایک قسم کا ریشم ہوتا ہے جو بعض ممالک کے جنگلی ریشم کے کیڑوں سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ خاکی رنگ کا ہوتا ہے اور اس کا بنا ہوا کپڑا بکثرت ٹسر سلک کے نام سے فروخت ہوتا ہے۔ ڈی ایم سی دراصل مرسرائزڈ تاگہ ہوتا ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ مرسرائزڈ کیا ہوتا ہے؟ مرسرائزڈ اور سوت ایک ہی چیز ہے۔ سوتی تاگہ کو ایک خاص طریقہ سے ادویہ میں پلا کر مرسرائزڈ کیا جاتا ہے جس سے تاگہ چمکدار اور مضبوط ہو جاتا ہے۔ تھوڑی سی محنت سے معمولی بنا ہوا سوتی تاگہ مثل ڈی۔ ایم۔ سی۔ تاگے کے چمکدار مضبوط اور پختہ رنگ کا تیار ہو سکتا ہے جس کے لئے پہلے تاگہ کو مرسرائزڈ کرنا ہوگا اور پھر رنگنا۔

قبل اس کے کہ مرسرائزڈ کرنے اور رنگنے کا آسان اور عملی طریقہ تحریر کروں، یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مرسرائزڈ کرنے کے متعلق مفصل طور پر تحریر کروں تاکہ اچھی طرح ذہن نشین ہو سکے۔

سنہ [illegible]ء میں انگلستان کے ایک کیمسٹ جان مرسر نے یہ دریافت کی کہ اگر سوتی کپڑے یا تاگے کو کاسٹک سوڈے کے گاڑھے محلول میں ڈالا جائے تو اس میں چمک پیدا ہو جاتی ہے اور وہ بہ نسبت پہلے کے زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی خرابی بھی ہو جاتی ہے کہ وہ سکڑ جاتا ہے۔ اس عمل کا نام اس کے موجد کے نام پر مرسرائز کرنا رکھا گیا۔ عام طور پر یہ یقین کیا جاتا ہے کہ کاسٹک سوڈا سوت کو گلا دیتا ہے۔ لیکن قدرت کے کرشمے عجیب ہیں۔ کاسٹک سوڈے کا ہلکا پانی سوت کو گلا دیتا ہے اور گاڑھے پانی میں ڈالنے سے سوت مرسرائز ہو کر مضبوط ہو جاتا ہے۔

کچھ عرصہ تک تو یہ دریافت اس لئے سودمند نہ ہوئی کہ کپڑا بہت سکڑ جاتا تھا، لیکن ۱۸۹۵ء میں ٹامس اور پریوو سٹ نے دریافت کیا کہ اگر کپڑے یا سوت کو خوب کھنچی ہوئی حالت میں کاسٹک میں چلایا جائے تو وہ سکڑتا نہیں اور چمک بھی زیادہ آتی ہے۔ مزید تجربات سے یہ بات تحقیق ہوئی کہ کاسٹک سوڈا کسی معقول مقدار میں استعمال کیا جائے سوت مرسرائز ہو جاتا ہے لیکن بہترین مرسرائز ۵۰ درجہ ٹواڈل سے ۶۰ درجہ ٹواڈل کے محلول میں ہوتا ہے۔ Hydromater

ٹواڈل ادویہ کے محلول کے گاڑھے پن کا اندازہ کرنے کا معیار ہوتا ہے۔ اس کے لئے ہائڈرومیٹر استعمال ہوتا ہے جو تھرمامیٹر سے مشابہ ہوتا ہے۔ اس میں نشان بنے ہوئے ہوتے ہیں اور ان پر نمبر ہوتے ہیں۔ کسی پتلے اونچے برتن میں وہ محلول جس کے گاڑھے پن کا اندازہ کرنا ہو بھر دیا جاتا ہے اور اس میں ہائڈرومیٹر ڈالا جاتا ہے۔ ہائڈرومیٹر کا جو نمبر محلول کی سطح کے برابر آکر قائم ہو جاتا ہے وہی اس کا درجہ ٹواڈل ہوتا ہے۔ جتنا زیادہ گاڑھا محلول ہوگا اسی قدر ہائڈرومیٹر زیادہ نمبر بتائے گا۔ ٹواڈل ہائڈرومیٹر میں ۱۷۰ درجے ہوتے ہیں جو ۶ نمبر کے مختلف ہائڈرومیٹروں پر تقسیم کئے جاتے ہیں نمبر ۱ کا ہائڈرومیٹر درجہ ایک سے ۲۴ درجہ تک ظاہر کرتا ہے۔ ۲۴ درجہ سے آگے نمبر ۲ کا ہائڈرومیٹر استعمال کیا جاتا ہے۔ اس شکل سے کسی محلول کے اندازہ کرنے کا طریقہ اچھی طرح واضح ہو جائے گا۔ مرسرائز کرنے کے لئے کاسٹک سوڈا کے محلول ناپنے کے لئے نمبر ۲ کا ہائڈرومیٹر موزوں ہوتا ہے۔

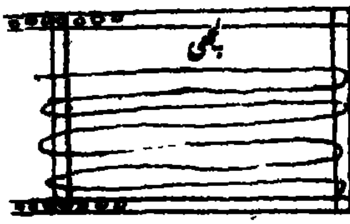


سوت یا کپڑے کو اس محلول میں ڈالتے ہی کھینچا جاتا ہے اور ایک منٹ تک اس میں رکھ کر کھنچی ہوئی حالت میں سادہ پانی سے دھویا جاتا ہے اور پھر ہلکے تیزاب کے پانی میں چلا کر دھویا جاتا ہے تاکہ کاسٹک سوڈے کا اثر بالکل زائل ہو جائے۔ اور کپڑا اور سوت مرسرائز کرنے کی علیحدہ علیحدہ مشینیں ہوتی ہیں جن کی مدد سے کثیر مقدار میں کپڑا یا سوت بہت جلد مرسرائز ہو جاتا ہے۔

سوت کی لچھیاں مرسرائز کرنے کے لئے مختلف ساخت کی مشینیں استعمال ہوتی ہیں لیکن اصول سب کا ایک ہی ہے۔ ہر مشین میں کم از کم ایک جوڑ لوہے کے مضبوط بیلن ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک بیلن دوسرے سے دور ہٹ سکتا ہے۔ لچھیاں ان بیلنوں پر چڑھا دی جاتی ہیں اور کاسٹک سوڈے کا محلول ۶۵-۷۰ درجہ ٹواڈل کا بیلنوں کے اوپر لگی ہوئی سوراخ دار نلکیوں میں سے گرایا جاتا ہے۔ جب لچھیاں بھیگ جاتی ہیں تو ایک بیلن دوسرے بیلن سے ہٹتا ہے اور لچھیاں خوب

کھنچ جاتی ہیں۔ اس کے بعد مشین میں ہی لگے ہوئے پانی کے نل سے وہ خوب دھوئی جاتی ہیں۔ دھونے کے بعد ان کو اتار کر گوگرد کے تیزاب یا نمک کے تیزاب کے ہلکے پانی میں چلا کر پھر دھوئی جاتی ہیں۔ جدید تجربات سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ تیزاب کے پانی میں چلانا ضروری نہیں بلکہ پہلے گرم اور پھر ٹھنڈے پانی سے خوب دھو دینا ہی کافی ہوتا ہے۔

مرسرائز کرنے کا سہل طریقہ سب سے پہلے ایک لوہے کی چادر کی چوکور کشتی تیار کرائیں جو ۳-انچ گہری ۳-فٹ لمبی اور دو فٹ چوڑی ہو۔ اس کشتی سے کچھ چھوٹا لکڑی کا ایک فریم کرپند بننے کے فریم کی طرح تیار کرائیں۔ یہ فریم اتنا بڑا ہو کہ کشتی میں آجائے۔ فریم کے دونوں لمبے ڈنڈوں میں اوپر کی طرف سوراخ ہونے چاہئیں تاکہ اوپر کا ڈنڈا دور ہٹایا جا سکے۔ اب بٹے ہوئے سوت کی دُھلی ہوئی سفید لچھیاں لے کر اس فریم پر چڑھائیں اور بائیں طرف ڈنڈے کو خوب کھینچ کر نیچے کیلیں لگا کر ڈنڈے کو وہیں قائم کر دیں۔ جیسے کرپند کا تانا چڑھایا جاتا ہے کشتی میں کاسٹک سوڈے کا محلول جو ایک حصہ کاسٹک سوڈا اور ۳ حصہ پانی ملا کر تیار کیا ہوا ہو ڈالیں۔ کاسٹک سوڈا پانی میں ڈالنے سے وہ خوب گرم ہو جائے گا۔ اس کو خوب ٹھنڈا ہونے دیں جب کشتی میں ڈالیں۔ یا کشتی ہی میں ٹھنڈا کرلیں۔



اس کے بعد کشتی میں فریم کو معہ لچھیوں کے لٹا دیں۔ جب لچھیاں خوب تر ہو جائیں ایک منٹ کے بعد فریم کو نکال کر اس پر ہلکا گرم پانی خوب بہائیں۔ پھر ٹھنڈے پانی سے خوب دھوئیں جب کاسٹک سوڈے کا اثر بالکل نکل جائے تو لچھیاں اتار لیں۔ خشک ہونے پر یہ تاگہ نہایت چمکدار اور مضبوط ہو جائے گا۔ یہ احتیاط رکھیں کہ کاسٹک کے پانی میں ہاتھ بالکل نہ لگے اور سوت دھونے کے وقت بھی اس کا لحاظ رکھیں کہ ہاتھوں یا چہرہ پر اس کی چھینٹ نہ پڑے کیونکہ اس کے اثرات نہایت مضر ہوتے ہیں۔ لچھیوں کو فریم پر جتنا زیادہ تانا جائے گا اتنی ہی چمک آئے گی۔ کاسٹک سوڈے کا محلول خوب ٹھنڈا ہونا چاہیئے۔ اگر موسم گرما میں مرسرائز کریں تو محلول میں تھوڑی سی برف ڈال دیں۔ کشتی میں جو محلول بچ جائے اس میں دوبارہ سہ بارہ یا جتنی بار چاہیں اور لچھیاں مرسرائز کر سکتے ہیں۔ جب محلول کم رہ جائے تو محلول اور بڑھا دیں۔ اگر دھونے کا انتظام خاطر خواہ نہ ہو سکے تو بہتر یہ ہے کہ مرسرائز کرنے کے بعد گرم پانی سے دھو کر، اسیر پانی میں ۵ تولہ گندگ کا تیزاب ملا کر اس پانی میں لچھیوں کو ایک منٹ تک بھگوئیں۔ پھر ٹھنڈے پانی سے خوب دھو ڈالیں۔

سوت کی چھوٹی سی لچھی اس طرح بھی مرسرائز ہو سکتی ہے کہ اس کو فریم پر چڑھا کر ایک لوٹے میں کاسٹک سوڈے کا محلول لیں اور اس کی ٹونٹی سے لچھی کو تر کریں۔ نیچے ایک برتن رکھ لیں تاکہ محلول ضائع نہ ہو اور دوبارہ کام آسکے۔ جب لچھی اچھی طرح تر ہو جائے تو اس کو گرم اور پھر ٹھنڈے پانی سے دھو ڈالیں۔ فریم پر دھونے کے بعد لچھیوں کو اتار کر پھر سات آٹھ پانیوں سے خوب دھونا چاہیئے۔ مرسرائز کرنے کے بعد جتنا تاگہ سفید رکھنا ہو علیحدہ کرلیں۔ اور بقیہ کو حسب ضرورت مختلف رنگ کی رنگ لیں۔

رنگنے کے طریقے رنگنے کے لئے بہترین رنگ ماٹھ کے Vat colours ہوتے ہیں جو انڈینتھرین رنگ

Indanthren colours کے نام سے فروخت ہوتے ہیں۔ یہ رنگ اتنے پختہ ہوتے ہیں کہ بھٹی پر بھی نہیں چھوٹتے اور نہ دھوپ سے اُترتے ہیں ان کا رنگنا مشکل ہے۔ اگر پوری احتیاط سے میرے تحریر کردہ طریقوں پر عمل کرکے رنگے جائیں گے تو امید ہے کہ کامیابی ہوگی۔

رنگنے کا طریقہ تحریر کرنے سے پہلے چند رنگوں کے نام تحریر کئے جاتے ہیں تاکہ یہ رنگ منگاکر تجربات کئے جائیں۔

(۱) گلابی اور سرخ کے لئے انڈنتھرین برلینٹ پنک آر (Indanthren Brilliant Pink R)

(۲) سبز اور انگوری کے لئے انڈنتھرین برلینٹ گرین جی جی (" " Green GG)

(۳) کتھئی اور شتری کے لئے " براؤن آر (" Brown R)

(۴) کاسنی اور اودے کے لئے " وائلٹ فور آر (" Violet 4R)

ان رنگوں کے نمونے ہیورو ٹریڈنگ کمپنی لمیٹڈ۔ پوسٹ بکس نمبر ۴۳ بیلرڈ اسٹیٹ بمبئی Havero Trading Co. Ltd. Ballard Estate Bombay سے مفت مل سکتے ہیں۔

ان رنگوں سے رنگنے کے لئے نہایت صاف پانی استعمال کرنا چاہئے۔ طریقہ حسب ذیل ہے۔

اگر ہلکا رنگ مثلاً گلابی، کاسنی یا انگوری رنگنا ہے تو ۲ تولہ سوت کے لئے ایک ماشہ رنگ لیں اور ایک ماشہ صابن تھوڑے سے پانی میں پکا کر حل کرلیں۔ پھر رنگ اور صابن کے پانی کو پیالہ میں ڈال کر ایک گول لکڑی سے خوب ملائیں تاکہ یک جان ہوکر لئی کی طرح ہوجائے۔ اس کے بعد دیگچی میں ۵ پونڈ پانی لے کر گرم کریں جب ہلکا گرم ہوجائے تو ایک تولہ کاسٹک سوڈا اس پانی میں حل کریں اس کے بعد ایک تولہ ہائڈروسلفائیٹ کانس Hydrosulphite Conc ملادیں۔ اب صابن میں ملا ہوا رنگ اس پانی میں ملادیں۔ اور پانی کو آہستہ آہستہ کسی لکڑی سے چلاتے رہیں۔ آدھ گھنٹہ کے قریب گذرنے پر پانی کے اوپر جھاگ آجائیں گے۔ جب جھاگ آجائیں تو سمجھ لینا چاہیئے کہ رنگ تیار ہوگیا۔ اگر آدھ گھنٹہ کے قریب گذرنے پر جھاگ نہ آئیں تو کاسٹک سوڈا اور ہائڈروسلفائٹ تھوڑا سا اور ملا دینا چاہئے۔ اس کے بعد سوت کی لچھی کو تر کرکے رنگ میں ڈال دینا چاہیئے تاکہ رنگ سب جگہ یکساں چڑھے۔ آدھ گھنٹے کے بعد لکڑی سے نکال کر تھوڑی سی ہوا دینی چاہئے۔ جس وقت سوت رنگ میں سے نکالا جائے گا اس کا رنگ بہت میلا اور بدنما معلوم ہوگا لیکن ہوا لگتے ہی نہایت خوشنما ہوجائے گا۔ جب رنگ حسب دلخواہ آجائے تو لچھی کو چھ سات پانیوں سے خوب دھو ڈالنا چاہئے۔ اگر رنگ کافی چمکدار نہیں ہوا ہے تو لچھی کو صابن کے پانی میں چلانا چاہئے۔ پھر دھو کر خشک کرلینا چاہیئے۔ ان رنگوں سے رنگنے میں کافی تجربہ کی ضرورت ہے۔ اگر کاسٹک سوڈے یا ہائڈروسلفائیٹ کی مقدار کم رہ جاتی ہے تو رنگ درست نہیں آتا اسی طرح مقدار بہت زیادہ ہوجانے سے بھی رنگ خراب ہوجاتا ہے۔ یہ رنگ سادہ پانی میں حل نہیں ہوتے کاسٹک سوڈا اور ہائڈروسلفائٹ ہی میں حل ہوتے ہیں۔ رنگ کی سطح پر جھاگ آنا نہایت ضروری ہیں۔ ان جھاگوں کو پھینکنا نہیں چاہیئے۔ رنگ کا مطلب عموماً یہی رنگ کا نہیں آتا

جو رنگ کہ حل کیا گیا ہے۔ یعنی اگر نیلا رنگ اس طرح حل کیا گیا ہے تو محلول کا رنگ عنابی ہوگا اور سطح پر جھاگ نیلے رنگ کے آئیں گے۔ اسی طرح اور رنگوں کے محلول بالکل متضاد رنگوں کے بنتے ہیں لیکن جھاگ ہمیشہ اسی رنگ کے آتے ہیں جو رنگ کہ رنگنا مقصود ہے۔ ہلکے رنگ رنگنے میں مرسرائزڈ سوت میں یہ دقت پیش آتی ہے کہ رنگ نہایت تیزی سے سوت پر چڑھ جاتا ہے اور دھبے آجاتے ہیں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ ہلکے گرم پانی میں صابن میں ملے ہوئے رنگ کا صرف چوتھائی حصہ ڈال کر لچھی ڈالیں۔ جب یہ چڑھ جائیں تو اتنا ہی حصہ اور بڑھا دیں۔ اسی طرح ۴ مرتبہ کر کے رنگ دیں جب کل رنگ دے چکیں تو تھوڑی سی آنچ اور دیں۔ اور سوت کو تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد لکڑی سے گھماتے رہیں۔ گھمانے کی لکڑی چکنی ہونی چاہئے تاکہ سوت الجھنے نہ پائے۔ انڈنتھرین رنگ ہر قسم کے آتے ہیں جو رنگ مطلوب ہو کمپنی کو لکھ کر منگا لیں۔ گہرے رنگ کی صورت میں لچھیاں ڈالنے کے بعد اتنا گرم کریں کہ انگلی بمشکل پانی میں ڈالی جائے اور اسی حرارت پر آدھ گھنٹہ رہنے دیں ہلکے رنگ ۱۵ منٹ میں بھی کافی پختہ ہو جاتے ہیں۔

اگر ان رنگوں سے رنگنے میں دقت محسوس ہو تو حسب ذیل رنگوں کے نمونے منگا کر ان سے رنگیں۔ یہ بھی کافی پختہ رنگ ہوتے ہیں گو بھٹی پر چھوٹ جاتے ہیں لیکن ان کا رنگنا بہت آسان ہے۔

(۱) کاسنی اور اودے کے لئے Sirius Violet	(۲) سبز کے لئے Sirius Green BL
(۳) کتھئی اور شتری کے لئے " Brown T	(۴) فاختئی کے لئے " Grey
(۵) گلابی کے لئے " Pink BB	

اگر ہلکا رنگ مثلاً شتری وغیرہ رنگنا ہے تو ۲۰ تولہ سوت کے لئے ایک ماشہ رنگ لے کر گرم پانی میں حل کریں اور ایک دیگچی میں ۵ پونڈ پانی لے کر اس میں حل شدہ رنگ ملا دیں۔ اس کے بعد ۲ تولہ نمک حل کر دیں۔ پھر سوت کی لچھیاں رنگ میں ڈال دیں اور رنگ کو گرم کرنا شروع کریں اور لچھیوں کو کبھی کبھی چلاتے رہیں۔ رفتہ رفتہ پانی کو اتنا گرم کریں کہ وہ سنسنانے لگے۔ اس حرارت پر آدھ گھنٹہ رنگیں۔ اس کے بعد نکال کر دو پانیوں سے دھو کر خشک کر لیں۔ گہرے رنگ کے لئے دو یا تین ماشہ رنگ لے کر اسی طرح رنگیں۔

شیڈ دار سوت اس طرح رنگا جاسکتا ہے کہ گرم پانی میں تھوڑا سا رنگ حل کر کے تھوڑا سا نمک ملا دیں اور لچھی کو سادہ پانی میں بھگو کر نچوڑ لیں اور دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے آہستہ سے ایسے پکڑیں جیسے دوپٹہ کو لہریہ رنگتے وقت پکڑا جاتا ہے۔ پھر رنگ میں لچھی کا تھوڑا سا حصہ ڈبو کر نکال کر نچوڑ دیں اور تھوڑے فاصلہ پر پھر اسی طرح ڈبوئیں۔ اس طرح سوت گہرا اور ہلکا شیڈ دار ہو جائے گا۔

انڈنتھرین رنگوں سے شیڈ دار رنگنا اس لئے دشوار ہے کہ ان میں کاسٹک سوڈا پڑتا ہے اور اس [illegible] ہاتھ نہیں ڈالنا چاہیئے اگر ربڑ کے دستانے پہن کر رنگا جائے تو ممکن ہے۔

یہ سب طریقے بہت تھوڑے سوت کو مرسرائز کرنے اور رنگنے کے لئے ہیں۔ اسی طرح چھوٹے پیمانہ پر تجربات کرنے چاہئیں جب کافی مشق ہو جائے اور اچھا مرسرائز ہونے لگے تو جو بہنیں اس بات کی خواہش مند ہوں کہ تجارتی اصول پر تاگہ تیار کرکے فروخت کریں ذرا بڑا فریم اور کشتی بنوالیں اور ایک مرتبہ میں ۳-۴ لچھیاں مرسرائز کریں۔ بٹا ہوا سوت بنڈل کے حساب سے جو ۱۰ پونڈ کا ہوتا ہے خریدیں اور تیار کرکے چھوٹی چھوٹی لچھیاں بنا کر فروخت کریں۔ انشاء اللہ خاطر خواہ فائدہ ہوگا۔ گولے بنانے کی مشین بنوانی پڑے گی جس میں کافی صرفہ ہوگا اس لئے لچھیاں ہی بنانا مناسب ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ تجارت فائدہ مند ثابت ہوگی۔ کیونکہ مرسرائز کیا ہوا سوت بہ نسبت سادے سوت کے تقریباً دوگنی قیمت پر فروخت ہوتا ہے رنگ جو بطور نمونہ آئیں گے تجربات کے لئے بہت کافی ہوتے ہیں۔ ۵-۶ رنگوں کے نمونے تقریباً ۱ پونڈ سوت رنگ سکتے ہیں۔ تجارتی اصول پر کام کرنے پر ایک ایک پونڈ رنگ منگانے ہوں گے جو فی پونڈ ۵-۶ روپیہ کے حساب سے آئیں گے۔

مجھے نہیں معلوم کہ عصمتی بہنیں اس مضمون پر کس حد تک توجہ دیں گی۔ گو کام میں ابتداً مشکلات پیش آئیں گی لیکن اگر استقلال سے کیا جائے تو پھر آسان ہو جائے گا۔ جہاں کوئی دشواری پیش آئے تو خط کے ذریعہ مجھے اطلاع دیں۔ میں ہر وقت اس امداد کے لئے تیار ہوں۔ علاوہ ازیں اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ میری یہ محنت رائگاں نہیں گئی تو انشاء اللہ آئندہ بھی رنگائی کے مختلف طریقے عصمت میں شائع کرتا رہوں تاکہ ہمارے ملک میں صنعت و حرفت کا شوق ترقی کرے۔ اور ضرورت مند خواتین کچھ فائدہ حاصل کرسکیں۔

اقبال احمد۔ دی۔ بھوپال ڈائنگ فیکٹری

تارے

یاس کے سائے میں ہیں امید کے روشن چراغ — زرفشاں از ظلمت انجم نہیں دامانِ شب
ہیں پڑے داغ محبت سینۂ پُر سوز میں! — یا کہ شمع آرزو در پردۂ ایوان خب

کچھ محبت کی نگاہیں، نور باطن یا کہ پھر — روح کے نغمے ہیں اوج چرخ پر ٹھیرے ہوئے
یا شہیدان صداقت کو ہے نذرانہ یہ — کچھ فرشتوں کے چکیدہ اشک ہیں بکھرے ہوئے

پرچم شب پر ہیں کچھ نقش نگاریں سحر کار — یا کہ تارے کلک قدرت کی حسیں تحریر ہیں
کر رہا ہے کوئی چھپ کر دہر میں تفسیر زیست — یہ اسی کے خامہ گلرنگ کی تصویر ہیں

خواب ظلمت میں محو ہوتے ہیں خورشید و قمر — روشنی بٹتی ہے لیکن ان کی جلوہ گاہ سے
آج تسکین نظر ہیں رہرو شب کے لئے — کب ضو کرتے رہے ہیں جو کہ مہر و ماہ سے

مرگ کی آغوش میں چمکی ہے تنویر حیات! — اختر شب تاب میں ہے زندگانی کا جمال
صبحدم نظر خمارآلود سے کیا کہہ گئے؟ — اپنے اندر ہے نشاط غنچہ فانی کا جمال

نوشابہ سولی

عصمت نبیل

زندگی کے تین باغ

میں ایک رات کتاب کا مطالعہ کر رہی تھی کہ میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے دیکھا کہ ایک باغ ہے ہرا بھرا۔ درخت کا نام و نشان نہیں چاروں طرف چھوٹے چھوٹے پودے ہی پودے نظر آتے ہیں جن میں ہری ہری کونپلیں نکل رہی ہیں جن کے ساتھ کلیاں بھی تھیں جدھر نظر اٹھاؤ کلیاں ہی کلیاں دکھائی دیتی تھیں یہ نظاہر ہوتا تھا کہ ان کلیوں کے اندر کس قسم کا رنگ اور کیسی خوشبو ہے اور کس وضع کی پنکھڑیاں ہیں۔ گھانس پر ننھی ننھی اوس کے قطرے جگمگا رہے تھے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ نہ یہاں بلبل کا نشان تھا نہ قمری کا گمان نہ بھونرے کی بھنبھناہٹ کانوں کو سنائی دیتی تھی۔ نہ تتلیاں پھولوں پر نظر آتی تھیں نہ کیڑے مکوڑے۔

میں نے دیکھا کہ دور گھانس پر ایک خوبصورت بچہ جس کے چہرے سے بھولپن اور معصومیت ٹپک رہی ہے بیٹھا ہوا بے فکری کے ساتھ کھیل رہا ہے نورانی شعاعیں اس کے نازک جسم سے نکل رہی تھیں۔ بہت سارے فرشتے جن کے پروں پر معصوم، پاک باطن۔ بیگناہ گل فردوس وغیرہ طلائی حروف سے تحریر تھا ان شعاعوں کی گیند بنا بنا کر آپس میں کھیل رہے تھے۔ اس بچہ نے جب سر اٹھایا تو میں نے دیکھا کہ اس کی پیشانی کے درمیان نورانی حروف میں لفظ "بچپن" لکھا ہوا ہے نظارہ بڑا دلچسپ تھا میں اس کو بڑی دیر تک دیکھتی رہی اس باغ سے جو قدم میں نے باہر نکالا تو سامنے ایک اور باغ کا شاندار دروازہ کھلا ہوا پایا۔ میں اندر چلی گئی یہ باغ بھی تازہ ہرا بھرا تھا یہاں بجائے ننھے پودوں کے شاداب درخت تھے اور کلیوں کے بجائے تر و تازہ رنگ برنگ پھول کھلے ہوئے تھے۔ چند خوبصورت پھولوں کے ساتھ کانٹے بھی نظر آرہے تھے۔ پھول کو سونگھو تو ہر پھول کی خوشبو الگ الگ تھی اور رنگ بھی ہر ایک پھول کا جدا تھا پھولوں میں کئی طرح کے کیڑے مکوڑے اور چیونٹیاں بھری پڑی تھیں۔ قمری کی سریلی آواز بلبل کے شیریں نغموں اور بھونرے کی بھنبھناہٹ سے ایک عجیب کیفیت طاری تھی رنگ برنگ تتلیاں پھولوں پر رقص کرتی عجب بہار پیدا کر رہی تھیں۔ ہر پھول میں خوشبو ایسی تھی کہ مشام جاں معطر ہو جائے۔ دل و دماغ میں تازگی پیدا ہو جائے۔ ایک سے ایک اعلیٰ۔ رنگت ایسی کہ آنکھیں ہٹانے کو جی نہ چاہے گھانس پر شبنم کے قطرے موتیوں کی طرح بکھرے ہوئے تھے۔ باد نسیم کے جھونکے دل و دماغ کو وہ فرحت بخشتے تھے کہ کیا بتاؤں۔ میں ہر ایک پھول کو دیکھتی ان کی خوشبو کے مزے لیتی چلی جا رہی تھی کہ یکایک میری نظر نے عجب دلکش منظر دیکھا۔ باغ کے بیچوں بیچ رنگ برنگی پھولوں کے تخت پر ایک گل رو گل اندام پھولوں کا تاج پہنے ہوئے ہے۔ تخت کے آس پاس کئی پریاں مودبانہ کھڑی ہوئی ہیں۔ بے صبر۔ ناتجربہ کار نفس پرور۔ ناعاقبت اندیش وغیرہ ان کے نام تھے۔ یہ شاید اس کی سہیلیاں تھیں۔ میں نے دیکھا کہ اس شہزادی کے سیدھے ہاتھ میں ایک خوبصورت پھول ہے اور

بائیں ہاتھ پہ اس نے بلبل کو بٹھا رکھا تھا۔ یہ کبھی پھول کو سونگھتی تھی اور کبھی بلبل کے شیریں نغمے سُن کر مست ہو جاتی تھی اور اس کی سہیلیاں اس پر پھول جن پر "شباب" لکھا ہوا تھا نچھاور کر رہی تھیں۔ اس کی مرمریں پیشانی پہ لفظ "جوانی" تحریر تھا۔ یہ نظارہ کچھ ایسا دل فریب تھا کہ آنکھوں کو سیری ہی حاصل نہ ہوتی تھی۔ خدا جانے کتنی دیر میں کھڑی ہوئی دیکھتی رہی اب مجھے خوف پیدا ہوا کہ مبادا یہ مجھے دیکھ نہ پائیں چنانچہ بادل ناخواستہ میں یہاں سے آگے بڑھی لیکن دو دو چار چار قدم پر پیچھے مڑکر پھر اس نظارے کو دیکھتی جاتی تھی۔ جب اس باغ کے پھاٹک سے باہر ہوگئی تو نظروں کے آگے ایک اور باغ تھا۔ میں نے ڈرتے ڈرتے اس باغ میں قدم رکھا۔ چو طرف سناٹا ہی سناٹا چھایا ہوا تھا۔ نہ کہیں پھول کا نام تھا نہ کلی کا نشان۔ سب پھول مرجھا کر گرے ہوئے تھے۔ بادِ سموم کے جھونکوں نے سب پھول و پتوں کو گرا کر فنا کر دیا تھا۔ پھولوں کی خوشبو مدت ہوئی کہ اُڑ چکی تھی رنگت ایسی تبدیل ہوگئی تھی کہ پھول شناخت میں نہ آتے تھے نہ قمری کے سریلے راگ تھے نہ بلبل کے شیریں نغمے سنائی دیتے تھے۔ البتہ ان کے بال و پر ہوا میں ادھر اُدھر اُڑتے تھے بھونرے کا پتہ نہ تھا لیکن اس کی نعش کو کئی چیونٹیاں گھسیٹتی لئے جا رہی تھیں۔ جا بجا تتلیوں کے ٹوٹے ہوئے پر جن کے خوشنما رنگ اب پھیکے پڑ گئے تھے زمین پر گرے ہوئے تھے۔ تناور ننگے درختوں پر فاختہ کی کو کو سنائی دیتی تھی۔ باغ کے ایک ویران کونے میں ایک خزاں رسیدہ درخت کے نیچے میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ صورت پیر مرد سفید بگلا سی ڈاڑھی سر پر عمامہ گلے میں تسبیح ہاتھ میں عصا لئے یادِ خدا میں ٹہل رہے ہیں۔ اور ان کے ساتھ ساتھ ان کے خدمتگار۔ دور اندیش عقل۔ تجربہ۔ صبر وغیرہ جن کے نام تھے۔ چل رہے تھے۔ میرے پاؤں کی آہٹ سُن کر اس پیر مرد نے میری طرف گھور کر دیکھا میں خوف کے مارے چلا اٹھی اور یکایک میری آنکھ کھل گئی۔ مجھے یاد ہے اس بزرگ کی پیشانی پہ بڑے موٹے بھدے حروف میں لفظ "ضعیفی" تحریر تھا۔

بیگم عبدالرحمٰن خان از بمبئی

پیغامِ عمل

(۱)

ہشیار ہو اے محوِ خواب
آنے کو ہے اک انقلاب
اُٹھ! اور اُٹھا اپنا رباب
ہاں چھیڑ دے وہ راگنی مسرور جس سے قوم ہو
وہ بادۂ سرجوش دے، مخمور جس سے قوم ہو

(۲)

نغمے ترے ہوں خبر ساز
لَے ان کی ہو حسرت نواز
دل میں بھرے سوز و گداز
اے دخترِ اسلام اُٹھ! بیدار کر دے قوم کو
سوتی نہ رہ جائے کہیں، ہشیار کر دے قوم کو

(۳)

ذوقِ خطر پھر تازہ کر
لطفِ اثر پھر تازہ کر
دردِ جگر پھر تازہ کر
پھر آتشِ حبِ وطن سے سوز در آغوش ہو
اُس زندگی کا درس ہو جس میں کہ ذوق اور جوش ہو

(۴)

ایسا سرود بے قرار
نغمے ہوں جس کے شعلہ بار
جس سے برس جائیں شرار
اُٹھ اور سنا دے پھر انہیں افسانۂ دردِ وطن
محو سکون خواب ہیں بیگانۂ دردِ وطن

(۵)

سارا چمن خاموش ہے
ہر پھول غفلت کوش ہے
ہر اک کلی بے ہوش ہے
خاک اُڑ رہی ہے ہر طرف ویران ہے اپنا چمن
ہیں ملتِ اسلام پر، اقوامِ عالم خندہ زن

(۶)

تجھ کو ہے اس کی کچھ خبر
ڈالی کبھی اس پر نظر
کرکے ترقی کس قدر
دنیا کی قومیں کس طرح مہتاب رخشاں ہوگئیں
علم و عمل کی کس قدر شمعیں فروزاں ہوگئیں

(۷)

دنیا تجلی زار ہے
ہر ہر نفس بیدار ہے
صرف ایک تو سرشار ہے
تو اب بھی محوِ خواب ہے، او بے خبر! انجام سے
کیوں بے نیازِ ہوش ہے، لے درس اس پیغام سے

(۸)

اے کاش تو ہو منفعل
غفلت سے اپنی ہو خجل
پیدا ہو سوزِ مستقل
بیدار سورج کی طرح ہو غفلت عامِ وطن
صبحِ بہارِ عیش ہو، اے کاش یہ شامِ وطن

خورشید اقبال حامد میرٹھی

معمولی سرمایہ کی تجارتیں

از محترمہ امت الحفیظ صاحبہ مولفہ کتاب صنعت و حرفت

(۱) مشین وغیرہ کے لئے تیل ارنڈی یعنی کسٹرائیل صاف شدہ اور مٹی کا تیل دونوں ہموزن لے کر چھان کر شیشیوں میں بھر لو۔ کپڑے سینے کی مشین۔ بندوق۔ اور دوسری مشینوں کے لئے بہت کار آمد تیل ہے۔ اس کی تجارت میں بڑا فائدہ دوگنے دام بن سکتے ہیں۔

(۲) خوبصورت بنانے والا تیل گری بادام دو تولہ۔ عرق گلاب تین چھٹانک۔ رسکپور تین رتی۔ صندل سفید ایک تولہ گری بادام کو پانی میں بھگو کر چھلکا علیحدہ کر دو۔ اور پھر ان گریوں کو عرق گلاب میں پیس لیں اور فلالین کے کپڑے میں سے چھان لیں۔ بعد ازاں رسکپور کو پیس کر ملا لیں۔ پھر صندل سفید پیس کر شیشیوں میں بھر لیں۔ اب اس میں چند قطرے اچھی خوشبو کے ملاؤ۔ اس کو چہرہ پر بطور مالش کے لگائیں۔ خوبصورتی بڑھے گی۔ چہرہ ملائم اور صاف رہے گا۔

(۳) لوہے کے اوزاروں یا اشیا پر نام لکھنا جہاں نام لکھنا ہو اس جگہ کو خوب صاف کر لو۔ اور موم پگھلا کر اس پر پھیر دو۔ جو نام لکھنا ہو قلم سے موم پر کھود کر موم علیحدہ کر دو اور نیلا تھوتھا اور عرق لیموں میں پیس کر اس جگہ بھر دو۔ تھوڑی دیر بعد دھو ڈالو اور موم کو کھرچ ڈالو۔ سب حروف صاف دکھائی دیں گے۔

(۴) ٹماٹر کی چٹنی ٹماٹر کی غذائیت کے متعلق میں پہلے ایک دو دفعہ لکھ چکی ہوں۔ آج کل چونکہ یہ ختم ہونے والے ہیں اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ ان کی چٹنی بنانے کا طریقہ لکھ دوں۔ غریب بہنیں اس کو بنا کر بڑے گھرانوں میں بیچ کے یا خود پھر کر فروخت کر کے اپنی روزی کا وسیلہ بنا سکتی ہیں۔

دو سیر اچھے پکے ہوئے ٹماٹر لے کر ان کو ٹھنڈے پانی میں خوب دھو ڈالو۔ اور ان کو ایک بڑی قلعی شدہ یا ملمع چینی کی تشتری میں ڈال کر کاٹ ڈالو۔ اور تھوڑا نمک باریک پیس کر ان پر چھڑک دو۔ اب تین اونس ادرک کو صاف کر کے باریک کاٹ لو۔ ایک چمچہ پسی ہوئی سرخ مرچ۔ ایک چمچہ سیاہ مرچ۔ تھوڑی تھوڑی آگ پر اتنا پکاؤ کہ سب ٹماٹر پک جائیں۔ اور نرم ہو جائیں۔ ان کو ٹھنڈا ہونے دیں۔ اور پھر گاڑھی ململ کی صافی میں چھان لیں۔ پھر ایک بوتل سرکہ کی ملا لیں۔ اور خوب پکائیں۔ جب تھوڑا گاڑھا ہو جاوے تو برتنوں میں بھر لیں۔

(باقی آئندہ)

قیمتی آنسو

"ناہیدہ میں نے تم سے بار بار کہا کہ تم اپنی لاپرواہیاں چھوڑ دو اور سنبھل جاؤ مگر تم نے پروا نہ کی" سلیم نے ٹائی لگاتے ہوئے کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا سنبھل جاؤں؟" ناہیدہ نے غصے سے جواب دیا۔

"جب میں گھر میں آتا ہوں تم کو نہیں پاتا۔ اگر تم موجود بھی ہوتی ہو تو سوائے اپنے کاموں کے مجھ سے سیدھے منہ بات نہیں کرتیں۔ کیا میرے لئے یہ کچھ کم تکلیف دہ بات ہے" سلیم نے رنج آمیز لہجہ میں کہا اس پر بیوی بولیں "تو کیا میں گھر کے لئے وقف ہو جاؤں یا اپنے ملنے والوں کو بالکل چھوڑ دوں"

"نہیں کہتا ہوں تم کسی کو چھوڑ دو نہ گھر کے لئے وقف ہو جاؤ۔ مگر چند گھنٹے تو میرے ساتھ گذارا کرو جب تمہاری سمجھ میں نہیں آتا تو میرا کہنا بیکار ہے لیکن یاد رکھنا تم پچھتاؤ گی" یہ کہتا ہوا سلیم باہر چلا گیا۔ ناہیدہ بڑبڑائی "کیا میں ہر وقت لونڈی گیری کرتی رہا کروں یا سب کو چھوڑ کر ان ہی کی مصاحبت کیا کروں۔ میں نہیں سمجھ سکتی کہ کیا کروں جو یہ خوش رہیں" پھر سوچنے لگی "پچھتاؤں گی ہاں پچھتاؤں گی ہرگز نہیں کیا میں تنہا ہوں کوئی میرا پوچھنے والا نہیں میرے باپ بھائی میرا ساتھ دینے کے لئے کچھ کم نہیں۔ اسی قسم کی دل میں باتیں کرتی رہی اور ساڑی بدل رضیہ کے یہاں روانہ ہوگئی۔

سلیم گھر واپس آیا اس کو امید تھی کہ ناہیدہ اتنی سخت گفتگو ہونے کے بعد کہیں نہ جائے گی اس کو اپنی سخت گفتگو سے بہت شرمندگی تھی۔ وہ شریف طبیعت تھا اور نہ چاہتا تھا کہ ناہیدہ کو کسی قسم کی تکلیف ہو اس لئے وہ جلد آگیا کہ اس کو سینما وغیرہ لے جائے اور اس طرح بدمزگی کا انسداد ہو۔ لیکن اس کی حیرت کی کوئی حد نہ رہی جب اس کو معلوم ہوا کہ ناہیدہ بغیر کچھ کہے سنے کہیں گئی ہے سلیم انتظار کرتے کرتے تھک کر چلا گیا مگر ناہیدہ واپس نہ آئی۔ دس بجے شب کو ناہیدہ واپس آئی اس نے سلیم کا انتظار نہ کیا اور کھانا کھا کر پلنگ پر پہونچ گئی۔

سلیم تنہا کھانے کا عادی نہ تھا۔ مگر اس وقت جبراً قہراً تنہا کھانا کھایا۔ اس وقت اس سوچ میں پڑ گیا کہ میں ناہیدہ کو کس طرح سمجھاؤں میں کہتا کچھ ہوں وہ سمجھتی کچھ ہیں اب حالت انتہائی تکلیف دہ ہوتی جاتی ہے گھر میں کوئی دم راست کرنے والا بھی نہیں اگر میں اس خاموش زندگی سے عاجز آکر تھک گیا تو آخر میں انسان ہوں فرشتہ تو نہیں اور کچھ کر گزرا تو کیا ناہیدہ کی زندگی برباد نہ ہوگی مگر افسوس وہ اس قدر بھولی ہے کہ کبھی بھولے سے بھی اس کا خیال نہیں آتا" یہی خیال تھا جو سلیم کو پریشان کئے ہوئے تھا۔

سلیم ایک اچھے اور خوش حال خاندان کا لڑکا تھا اس کے والد ڈپٹی کلکٹر رہ چکے تھے اس کی والدہ کا اس کے بچپن ہی میں انتقال ہوگیا تھا۔ یہ دو بھائی بہن تھے والد نے بڑی جانفشانی سے دونوں بچوں کو پرورش کیا۔ لڑکی کی

شادی ایک پروفیسر نصیرالدین کے ساتھ کر دی تھی۔ لڑکے کو بغرض تعلیم ولایت بھیجا کہ یکایک ان کا انتقال ہو گیا۔ اب سلیم کافی جائداد اور دو گاؤں کا مالک تھا اور خود بیرسٹر اس کی آمدنی کم ازکم دو ہزار روپیہ ماہوار تھی۔ سلیم کے والد کے ایک دوست تھے جو ڈپٹی کمشنر بھی تھے اور کافی مال و متاع رکھتے تھے انہوں نے سلیم کو نیک دیکھ کر اپنی لڑکی سے شادی کر دی تھی

ناہیدہ ناز پروردہ اور چار بھائیوں میں اکیلی لڑکی تھی وہ انٹرنس بھی کر چکی تھی۔ وہ اتنی خود سر تھی کسی کو خطرے میں نہ لاتی تھی ہر شخص پر اپنے کو فوقیت دیتی تھی سلیم نیک بھی تھا اور پیسہ والا بھی جتنا نہ ناز کرتی کم تھا مگر وہ شوہر کی بھی حقیقت نہ سمجھتی تھی یہ ہی سبب تھا کہ وہ ایک ہی سال میں شوہر و گھر دونوں سے لاپرواہ ہو گئی تھی۔

(۲)

صبح چار کی میز پر ناہیدہ اور سلیم دونوں تھے مگر خاموش۔ ناہیدہ غصہ میں تھی اور سلیم ساکت "شب کو تمہارا انتظار کرتا رہا کہ تم آؤ تو سینما چلیں لیکن تم وقت گذر جانے تک نہ آئیں" سلیم نے خاموشی کو توڑنے کے لئے کہا۔

"مجھ کو اور تم سینما لے جاتے پہلے اپنے دوستوں سے تو فرصت ہو جائے" ناہیدہ نے گرجدار آواز میں جواب دیا۔

"نہیں یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔ میں روز چاہتا ہوں کہ ہم دونوں ساتھ رہیں دوستوں سے ملیں سینما جائیں اور خوش و خرم زندگی گزاریں لیکن تم اس کا موقع ہی نہیں دیتیں اور مجھ کو شکایت کیا ہے" سلیم نے کہا۔

"ہوں۔ .... تو گویا ہر طرح میں ہی خطاوار ہوں" ناہیدہ نے طنزاً جواب دیا۔

"دیکھو ناہیدہ میں صاف دل ہوں اور صاف گو بھی۔ خدا کا شکر ہے کہ اب تک مرے دل میں کوئی لغو خیال نہیں ہے مگر میں کوئی فرشتہ نہیں ہوں ایسا نہ ہو کہ تمہاری بد دماغی اور اس تنہائی سے عاجز آکر کہیں بدل نہ جاؤں اور اپنا کوئی ہمدرد تلاش کروں پھر تم زندگی بھر پچھتاؤ گی مگر کچھ نہ کر سکو گی کیا فائدہ کہ تم مجھ کو بری طرف راغب کرو" سلیم نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"کیا کہا میں برا بناؤں گی یہ نہیں کہتے کہ تم بدل چکے۔ تمہارے خیالات بدل چکے اب چاہتے ہو کہ مجھ پر الزام رکھ کر خود منہ کر دو مجھ کو ہی خطاوار گردان کر میری زندگی برباد کر دو۔ اگر تم چاہتے ہو تو شوق سے کرو بسم اللہ مگر یاد رکھنا ناہیدہ کی زندگی برباد نہیں ہو سکتی۔ تم میری کوئی گرفت نہیں کر سکتے" ناہیدہ نے غصہ سے لرزتے ہوئے کہا۔ "خیر نہ سمجھو تمہاری خوشی" یہ کہتے ہوئے سلیم اٹھ گیا۔

(۳)

کئی دن گذر گئے اور سلیم اور ناہیدہ میں کوئی گفتگو نہ ہوئی۔ سلیم اپنے اوقات پر گھر آتا جو کچھ برا بھلا ملتا کھا پی کر چلا جاتا ناہیدہ صبح اٹھتی اپنے کاموں اور سنگھار سے فراغت کر کے سہیلیوں سے دل بہلانے نکل جاتی ملازموں کا جو دل چاہتا کرتے۔ جب ضرورت ہوتی سلیم سے کہتے اور روپیہ وصول کر لیتے۔ مگر کوئی دیکھنے والا نہ تھا کہ گھر میں کیا ہو رہا ہے۔

ایک وقت ناہیدہ وہیں کے پاس سے واپس آئی تو خانساماں نے کہا کہ بیگم صاحب سرکار کہیں باہر تشریف لے گئے ہیں

چھٹیوں کے بعد آئیں گے جو آپ فرمائے وہ تیار کیا جائے۔ ناہیدہ چونکی پریشان ہوئی ایک چیخ مارنا چاہتی تھی کہ سنبھلی کھانے کا آرڈر دے کر خانساماں کو رخصت کیا خود کرسی پر سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

آخر تھی تو عورت ہی دل تو عورت ہی کا رکھتی تھی اب اس کو اپنی بے چینی کا احساس ہوا وہ بے ساختہ بڑبڑانے لگی جو شخص بغیر کہے گھر سے باہر نہ جائے وہ اس طرح بغیر کہے سنے چلدے آخر اپنا کہا پورا کیا اور مجھ سے بدل گئے میں نے تو کوئی ایسی زیادتی نہیں کی بلکہ شروعات ان ہی کی طرف سے ہوتی رہی خدا معلوم کہاں گئے کب آئیں گے۔ اور نہ ہوگا جو اپنا خیال نہ کرے اس کا خیال کیا۔" خاموش ہو جاتی ہے۔۔۔ پھر خود ہی کہتی ہے "نہیں میری بھی غلطی ہے میں نے ان کی ڈھیل رسی چھوڑ دی اگر آج میں اس طرح الگ الگ نہ رہتی تو سلیم تنہا کبھی نہ جاتے آخر اگلے سال بھی تو سفر کیا تھا کیسا پُر لطف سفر تھا چھٹیوں بھر خوب سیر و تفریح کی وہ کیسا اچھا وقت ہوتا تھا جب چاندنی رات میں ہم دونوں تاج محل ٹہلنے جاتے تھے ہر وقت ساتھ رہتے تھے ہنسی مذاق ہی میں دن گذر جاتا تھا۔" اسی قسم کے خیالات آرہے اور اسے بے چین کر رہے تھے آخر وہ سوچتے سوچتے رونے لگی۔ یہ خیال اس کا یقین کو پہونچ گیا کہ اب سلیم میرا نہیں رہ سکتا اس کے بغیر میری زندگی کا ایک ایک لمحہ بے کار ہے۔

جوں توں کر کے ناہیدہ نے دن گذارنا شروع کئے اب وہ اس قدر بددل تھی کہ آنا جانا سب ترک کر دیا اس کو کسی بات سے دلچسپی نہ رہی بس ایک خیال تھا جو اس کے دماغ میں موجزن تھا سلیم اب ہاتھ سے نکل گیا۔ اب وہ اپنا کہنا پورا کرے گا۔

(۴)

ایک روز صبح کو ناہیدہ چائے کی پیالی ہاتھ میں لئے کچھ سوچ رہی تھی کہ اس نے سلیم کی آواز سنی گویا مردہ جسم میں جان آگئی اُس کی دیرینہ آرزو پوری ہوئی کہ سلیم آگیا۔ آئی کمرے کے دروازے پر کھڑی ہوئی ہمہ تن انتظار کر رہی تھی۔ مگر اُس نے وہ دیکھا جس کی اُسے امید نہ تھی اور جو خواب و خیال میں بھی نہ آسکتا تھا۔ یعنی سلیم کے ساتھ ایک خوبصورت عورت ہے وہ اس کو ساتھ لئے ہنستا چلا آرہا ہے ناہیدہ بہت پریشان ہوئی فوراً پلٹی چکرائی اور چائے کی میز پر گر پڑی۔ اس کی جب آنکھ کھلی تو اپنے کو تنہا بستر پر پڑے پایا کوئی آگے تھا نہ پیچھے۔ کھانے کے کمرے سے ہنس ہنس کر باتیں کرنے کی آواز آرہی تھی۔ سلیم کہہ رہا تھا دیکھا عذرا ناہیدہ کتنی بدطینت ہے"۔ ہاں سلیم اس کو یکا یک صدمہ پہونچا اس لئے ایسا ہوا" عذرا نے کہا۔

"ابھی کیا ابھی تو بہت کچھ سہنا ہے" سلیم نے کہا۔

یہ الفاظ ناہیدہ کے لئے تیر و نشتر سے کم نہ تھے۔ اب اس کو بالکل یقین ہو گیا کہ عذرا اس کی شریک زندگی ہے اگر نہیں ہے تو ہونے والی ہے اس خیال کا پختہ ہونا تھا کہ وہ بے آگ جلنے لگی۔

سلیم برا مگر ناہیدہ سے نہ ملا اس کی گذری ہوئی داستان نہ سنی یہ اور ظلم تھا سلیم کا یہ معمول تھا کہ صبح عذرا کے ساتھ [illegible] ہنسی مذاق کرتا رہتا کھانا کھا کر کچہری روانہ ہو جاتا اور اس آکر چائے پیتا عذرا کو ساتھ لیتا سیر و تفریح کے لئے

نکل جاتا شب کو دس گیارہ بجے آتا کھا پی کر سو رہتا۔

عذرا ہر وقت خوش رہتی ہنستی اور سلیم کو ہنساتی جب اس کا خالی وقت ہوتا تو وہ سلیم کے لئے کچھ نہ کچھ بناتی رہتی نہ کبھی وہ ناہیدہ کی طرف آتی نہ ناہیدہ اُدھر جاتی غرض ناہیدہ اور عذرا کی کبھی بات چیت نہ ہوتی۔ کیسا ظلم تھا ایسی لاڈلی لڑکی جو کبھی ہاتھوں چھاؤں رہتی تھی بغیر جس کی مرضی کے کوئی کام نہ ہوتا تھا آج اُس کا کوئی پوچھنے والا نہ تھا۔

(۵)

"سلیم تمہاری کوٹھی بڑی گندی ہو رہی ہے اس کا تمام سامان قابل غور ہے پردے وغیرہ بہت خراب ہو رہے ہیں انہیں بدلوا دو" عذرا نے کہا سلیم بولا "ہاں دیکھو میں ہی اس کا انتظام کروں گا تو ہوگا"۔

"تمہاری الماری کا شیشہ ٹوٹا ہوا ہے اس کو کیوں نہیں لگواتے گرد سے تمام کپڑے خراب ہوتے ہیں" "ہاں اب سب ٹھیک ہو جائے گا جبکہ تم یہاں موجود ہو" سلیم نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"ابھی تو یہ آٹھ دس روز چھٹیوں کے گذر جانے دو واپسی پر میں خود انتظام کروں گی"۔ چنانچہ دن بھر انتظام ہوا شام کو سلیم و عذرا کہیں باہر چلے گئے ناہیدہ دن بھر تاؤ پیچ کھاتی رہی اور یہ سوچتی رہی کہ یہ عورت اس قدر عادی ہونا چاہتی ہے تمام گھر کا انتظام خود کرے گی کبھی ایسا نہ ہوگا۔ ناہیدہ ایسی بچہ نہیں جو اپنے گھر میں دوسرے کا دخل دیکھ سکے میں ان کو بتا دوں گی کہ میں کیا کچھ کر سکتی ہوں۔

صبح ہوئی ناہیدہ نے اپنے پاس سے روپیہ نکال کر ٹھیکدار کو بلا کر حکم دیا کہ جلد سے جلد تمام کوٹھی کا رنگ تبدیل ہو جائے جو کچھ مرمت کی ضرورت ہو کر دی جائے خود ہی بہترین فرنیچر خرید کر لائی اور چار روز کے اندر اندر کوٹھی کو سجا کر دُلہن بنا دیا۔ پانچ روز کے بعد جب سلیم آیا تو اس کے تعجب کی کوئی حد نہ رہی اس نے دیکھا کوٹھی کا کونا کونا صاف اور بدلا ہوا ہے۔ ہر چیز قیمتی سلیقہ سے رکھی ہے اس کی شکستہ الماری کی بجائے ایک قد آدم آئینہ کی الماری سلیقہ سے کھڑی ہے اس کا تمام سامان قاعدے سے مناسب جگہ رکھا ہے یہ دیکھ کر وہ خوشی سے اُچھل پڑا کہ اس کی چھوٹی میز پر ہاتھ کا بنا ہوا ایک بہترین میز پوش پڑا ہے اس پر جلی حرفوں میں خوش آمدید کڑھا ہوا ہے ایک طرف ناہیدہ کا نام ہے کوٹھی کو دیکھ کر خوش تو بہت ہوا لیکن جس کی اُمید ناہیدہ کو تھی وہ نہ پوری ہوئی سلیم نے ناہیدہ کی طرف کوئی التفات نہ کی اس کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا۔

(۶)

ایک دن سلیم اور عذرا چا پی رہے تھے عذرا نے کہا کہ "کل میں ٹہلتے ٹہلتے کوٹھی کے پچھلے حصہ میں گئی دیکھا تو تمہارے گودام میں سوائے ٹوٹے پھوٹے برتنوں اور کرسیوں وغیرہ کے کچھ نہ تھا۔ ملازموں سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ ایک ایک ہفتہ کی جب چھٹی آتی ہے تو کھانا پکتا ہے بڑے شرم کی بات ہے اتنے ملازم اور کوئی معقول انتظام نہ ہو

سلیم نے جواب دیا کہ

"یہ تو میرا کام نہیں اس کا کہنا ہی کیا تم خود یہ انتظام کرو روپیہ موجود ہے"

میاں آج مجھ کو ایک جگہ جانا ہے کل میں ضرور ٹھیک کروں گی یہ کیا واہیات طریقہ ہے عذرا نے کہا

سلیم کھانا کھا کر کچہری چلا گیا اس کے جاتے ہی عذرا بھی روانہ ہو گئی۔

ناہیدہ کو ان لوگوں کی باتیں سنکر انتہائی غصہ آیا اور سوچنے لگی کہ اس عورت کی چالاکی دیکھو چاہتی ہے کہ کسی طرح گھر پر قابض ہو جاؤں تو جب تک ناہیدہ کے دم میں دم ہے یہ نہ ہونے دے گی فوراً اٹھی گودام خالی کرایا اس کو صاف کرایا کچھ پتیلے ودیگ اور چھوٹے بڑے برتن منگائے کچھ ٹین خرید وائے ایک ماہ کا تمام سامان مع جنس وغیرہ کے منگایا وزن کرا کر برتنوں میں رکھوایا سب سامان گودام میں رکھوا کر مقفل کیا کنجی اپنی خاص خادمہ کو دی تاکید کی کہ وہ روزانہ ہر چیز وزن کر کے اپنے ہاتھ سے دیا کرے دن بھر یہ انتظام میں گذرا شام کو سلیم آیا اس کو معلوم ہوا کہ ناہیدہ کیا کرتی رہی مگر اس نے کچھ پروا نہ کی۔ اس طرح ایک روز کھانے پر عذرا نے کہا کہ تمہارا کھانے وغیرہ کا حساب بڑا لمبا چوڑا ہے تم اس پر غور نہیں کرتے جب سب ملازموں پر چھوڑ دیا جائے گا تو جو اس کا دل چاہے گا کریں گے ایک ایک پیسہ کے چار چار صرف ہوتے ہیں اس طرح تم کو کبھی اطمینان نہ نصیب ہوگا حساب کا کوئی انتظام کرو میں نہ دن بھر گھر میں رہتا رہتا ہوں نہ یہ میرا کام ہے کہ خانہ داری کروں میں کیا جانوں کیا ہوتا ہے کوئی دیکھنے والا ہے نہیں اس کا انتظام بھی تمہیں کرو"

"اچھا کل میں خود انتظام کروں گی اور دیکھوں گی کہ کیا کیا فضول اخراجات ہیں" عذرا نے کہا۔

اپنے کمرے سے سن کر ناہیدہ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا کوئی دیکھنے والا نہیں.... ہوں.... کوئی دیکھنے والا نہیں، جب تم دیکھنے والے کو خطرے میں بھی لا دُ اچھا یہ بھی کروں گی پھر دیکھوں تم کون سا نقص نکالتے ہو" یہ کہتے ہوئے وہ دفتر کے کمرہ میں چلی گئی حساب کا بجٹ منگا یا دیکھا تو واقعی بہت زیادہ اخراجات تھے اس پر بھی بقایا تھا دوکانداروں کو بلایا ان کے بل بے باق کئے چیزوں کا بھاؤ دریافت کر کے ٹھیک کیا اور ملازموں کو تاکید کی کہ جس وقت کسی چیز کی ضرورت ہو قیمت دے کر لائی جائے۔ قرض کا حساب بالکل نہ چلے اپنی خادمہ کو تاکید کی کہ دن بھر کے خرچ کا حساب لکھ کر شام کو ناہیدہ کے سامنے پیش کرے۔ یہ انتظام ملازموں کو ناگوار ہوا۔ اور وہ بدتمیزی کرنے لگے ان کو علیحدہ کیا۔ دوسروں کو ان کی جگہ دی غرض اب وہ ناہیدہ۔ ناہیدہ نہ رہی بلکہ ایک منتظم ملکہ تھی جو کام ہوتا بغیر اس کے حکم کے نہ ہوتا جانا آنا اس نے سب کم کر دیا دن بھر وہ تھی اور خانہ داری۔ یہاں تک سلیم کے کھانے کی کوئی میز ایسی نہ ہوتی جس پر ناہیدہ کے ہاتھ کا پکا ہوا کچھ سالن نہ ہوتا سلیم کا کوئی کمرہ ایسا نہ تھا جس میں ناہیدہ کی تیار کی ہوئی چیزیں نہ دکھائی دیں وہ دیکھتا وہ تعریف کرتا تھا مگر کیا علم تھا کہ غیر تعریف کس کی اور جس کے لئے ناہیدہ نے چارا و سے [illegible] کرتا ہے

تک کرنا پسند نہ کرتا گھر میں آتا عذرا سے ہنستا بولتا مگر ناہیدہ کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھتا ناہیدہ اسی امید پر سب کچھ کرنے کو تیار تھی۔

ایک روز ۲ بجے دن کو ناہیدہ منہ لپیٹے بستر پر پڑی کروٹیں بدل رہی تھی کہ اس کے کان میں آواز آئی ناہیدہ.... ناہیدہ اپنے نام سے اس کے کان نا آشنا سے ہوگئے تھے اپنا نام سُن کر چونکی وہ حیرت زدہ ہوگئی جب اُس نے دیکھا کہ سلیم اُس کی پٹی کے پاس کھڑا پکار رہا ہے دل اُچھلا آنکھوں میں اشک بھر آئے گھبرا کر اُٹھ بیٹھی۔

"گھبراؤ نہیں ذرا کپڑے وغیرہ بدل کر تیار ہو جاؤ"۔

"ہاں شاید اب تم کسی اور سے ملانا چاہتے ہو"۔

"نہیں میں تم کو ایک جگہ لے جاؤں گا" سلیم نے کہا

"ہاں بیشک اب میں تمھارے لئے ایک کانٹا ہوں تم مجھ سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہو مجھ کو میرے میکے لے جاؤگے تو وہاں میں خود جا سکتی ہوں صرف تمھاری مرضی کی منتظر ہوں" ناہیدہ نے رنج آمیز لہجہ میں کہا۔

"نہیں نہیں میں تم کو ایک دوست سے ملانا چاہتا ہوں"۔

"نہیں میں دوست سے ملنے کے قابل نہیں ہوں عذرا کو لے جاؤ" ناہیدہ نے جواب دیا۔

"ہاں عذرا بھی جائیں گی مگر تم کو بھی چلنا ہوگا" سلیم نے مسکراتے ہوئے کہا اور چلا گیا۔

ناہیدہ کبھی سوچتی جاؤں کبھی خیال کرتی نہ جاؤں پھر کہتی اگر نہ جاؤں گی تو یہ ہی ایک بہانہ مجھ سے چھٹکارا حاصل کرنے کو بہت ہے میری ہی ضد کا بہانہ ہو جائے گا مجبوراً غسل کیا۔ کپڑے تبدیل کئے سنگھار کیا گو کہ صدمہ اٹھاتے اٹھاتے ناہیدہ وہ نہ رہی تھی پھر بھی چاند بدلی میں بھی چمکتا ہے عرصہ کے بعد سنگھار کیا تھا اس وقت وہ دلہنوں سے کم نہ تھی اس کے رنجیدہ مگر بھولے بھولے چہرہ کو عذرا دیکھتی اور نگاہیں نیچی کر لیتی خدا خدا کرکے چار بجے تو عذرا روانہ ہوگئی ساڑھے چار بجے پونے پانچ ہوئے مگر سلیم کا پتہ نہ تھا۔ ناہیدہ سوچتی کہیں میرا مضحکہ اڑانے کے لئے تو یہ نہیں کیا گیا۔ یہ خیال کر ہی رہی تھی کہ سلیم آگیا اور ناہیدہ کو لے کر روانہ ہوگیا ایک ہوٹل کے سامنے موٹر رکا۔ خود اترا ناہیدہ کو اتارا۔ اور ہوٹل کے ایک کمرہ میں ناہیدہ کو لے کر داخل ہوگیا۔ ناہیدہ کی پہلی نظر عذرا پر پڑی۔ پھر ایک جنٹلمین پر۔ عذرا اس کے پاس کھڑی مسکرا رہی تھی۔

سلیم نے ناہیدہ سے کہا "یہ میرے بہنوئی پروفیسر نصیر الدین صاحب ہیں اور یہ میری حقیقی بہن سعیدہ ہیں جن کا میں نے تم سے بارہا ذکر کیا تھا۔ رخصت نہ ملنے کے سبب یہ لوگ اب تک تم سے نہ مل سکے اور جاپان سے آنا مذاق بھی نہیں"۔

ناہیدہ حیرت سے ایک ایک کا منہ تک رہی تھی کہ یا خدا یہ کیا راز ہے سعیدہ و عذرا ایک ہی ہیں یا میں خواب دیکھ رہی ہوں جب سعیدہ نے ناہیدہ کو حیرت زدہ دیکھا تو کہا کہ میں خود اس راز کو کھول دیتی ہوں جس پر آپ اس قدر حیرت زدہ ہیں۔ سنئے میں نے بھائی صاحب کو لکھا کہ آپ کی اور بھابی صاحبہ کو دیکھنے کو میرا دل چاہتا ہے آکر لے جائیے۔ بھائی صاحب مجھ کو

لینے گئے تو انہوں نے انتہائی افسوس ظاہر کیا اور بتایا کہ آپ شروع میں کتنی اچھی بیوی تھیں لیکن چند مہینوں کے بعد گھر وغیرہ سے بالکل لاپرواہ ہو گئیں ایک سال کے اندر یہاں تک نوبت پہونچی کہ ہفتوں بات چیت کا بھی موقع نہ آتا پھر یہ بھی بتایا کہ بغیر آپ سے کہے بھائی صاحب میرے یہاں چلے آئے تھے مجھ کو بڑا افسوس ہوا مجھے سوچتے سوچتے یہ ترکیب سوجھی کہ میں جاؤں تو آپ سے نہ ملوں نہ آپ کو معلوم ہو کہ میں کون ہوں اور بھائی صاحب آپ کی طرف سے ایسی لاپرواہی برتیں ناہید ی طرف اس قدر رجوع ہو جائیں کہ آپ غلط فہمی میں مبتلا ہو جائیں پھر میں اصلاح کر لوں گی بھائی صاحب نے اس کو پسند کیا چونکہ وہ میرا نام آپ کو بتا چکے تھے۔ لہٰذا میرا نام بدل دیا گیا اس طرح آپ کو غلط فہمی میں میں نے مبتلا کیا اس کے بعد وقتاً فوقتاً آپ کی ہر ہر بات پر میں نے نکتہ چینی کی۔ پھر خود ہی اس کو کرنے کا آپ کو موقع دیا چونکہ آپ بھائی صاحب کی خوشنودی چاہتی ہیں اس لئے آپ نے بڑی خوبی سے ہر کام کو انجام دیا خدا کا شکر ہے کہ میں اپنی کوشش میں کامیاب ہوئی اب میں اپنی بھاوج کو دنیا کی بیویوں اور بھاوجوں سے بالاتر خیال کرتی ہوں اور اپنے بھائی کو مبارکباد دیتی ہوں کہ انہوں نے ایسی خوبصورت بیوی پائی۔" یہ کہہ کر سعیدہ نے ناہیدہ کے ہاتھوں میں جڑاؤ قیمتی دست بند پہنا دئے کہ یہ منہ دکھائی ہے۔ اسی طرح چند تحائف پروفیسر نصیر الدین نے پیش کئے۔

اس کے بعد سلیم اٹھا اس نے جیب سے ایک بیش قیمت ہار نکالا اور ناہیدہ کے گلے میں یہ کہتے ہوئے ڈال دیا کہ یہ تمہاری اصلاح اور میری نئی زندگی کے دور کی یادگار ہے۔" دونوں بہن بہنوئی مبارکباد دیتے ہوئے باہر چلے آئے سلیم نے ناہیدہ کا ہاتھ ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا کہ ناہیدہ سلیم ہمیشہ کے لئے تمہارا تھا اور صرف تمہارا رہے گا۔

ناہیدہ کے دل میں خیالات کا ہجوم تھا اور آنکھوں میں قیمتی آنسو۔

مسز حمید لکھنوی

(بقیہ صفحہ ۱۲۵) ان کو اپنے اوپر اعتماد نہیں ہوتا اور وہ بہت جلد معمولی سے کاموں میں بھی ہمت ہار جاتے ہیں۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ بچوں کو اپنے گھر کے اندرونی حالات اور ماحول سے کچھ نہ کچھ ضرور باخبر رکھنا چاہئے اور ان سے وقتاً فوقتاً معمولی کاموں کی امداد بھی لینا چاہئے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ والدین ان پر ہر وقت اپنی مالی مشکلات و ذہنی تکالیف کا اظہار کرکے بچوں کو متفکر اور پریشان بنائے رکھیں۔ کہیں انہیں اس بات کا کچھ تو ضرور علم ہونا چاہئے کہ جو روپیہ ان کے عیش و آرام اور تعلیم و تربیت میں بیدریغ صرف کیا جاتا ہے وہ آسانی سے نہیں حاصل ہوتا بلکہ والدین کو اس کے لئے سخت جسمانی اور دماغی تکالیف برداشت کرنی ہوتی ہیں۔ اگر ان میں کچھ نہ کچھ ان باتوں سے واقفیت رہے گی تو وہ اپنے روپے کو بے ضرورت برباد نہ کریں گے۔ دوسروں کے آرام و تکلیف کو سمجھنے کی کوشش کریں گے اور ضرورت کے وقت محتاج اور ضرورت مند کی امداد کریں گے۔ کوتاہ بینی اور تنگ نظری سے نہ کام لیں گے۔ صرف ذاتی مفاد سے نہ غرض رکھیں گے بلکہ غیروں کے لئے کچھ ایثار و قربانی کرنا سیکھیں گے۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ لڑکے لڑکیاں دن بھر اسکولوں میں پڑھنے لکھنے میں مصروف رہتے ہیں انہیں اتنی فرصت کہاں کہ اپنے والدین کو کسی قسم کی امداد دے سکیں۔ تاہم ایسے موقعے مل سکتے ہیں۔ کہ وہ چھوٹے چھوٹے کاموں میں کبھی کبھی اپنے ماں باپ کی امداد کرکے ان کو بلکہ کا کر سکتے ہیں۔ مثلاً کسی کے پاس کوئی ضروری پیغام پہنچا دینا۔ امور خانہ داری میں ماں کا کچھ ہاتھ بٹا دینا۔ اپنے کمرے کی صفائی کا خیال کرنا اپنے کپڑوں کو خود احتیاط سے رکھ سکنا اور ضرورت کے وقت پہننا۔ اپنی چیزوں کی حفاظت کرنا۔ وغیرہ وغیرہ جن بچوں سے ماں باپ کبھی کسی کا کوئی کام نہیں لیتے وہ بالکل اپاہج اور نکمے ہو جاتے ہیں۔ ان میں خود غرضی بڑھ جاتی ہے۔ اور وہ دوسروں کا مطلق کچھ خیال نہیں کرتے۔ اگر والدین اپنے بچوں کو کچھ کچھ اپنے دکھ درد میں شریک ہونے کا عادی بنائیں تو ان کو اندازہ ہوگا کہ بعد کو ان بچے اور بچیوں کی زندگی کیسی خوشگوار پر لطف اور مسرت سے لبریز ہوتی ہے اور وہ بنی نوع انسان کے لئے مفید ثابت ہوسکتے ہیں۔

[illegible]

تربیتِ اولاد میں ایک غلط فہمی

عموماً ماں باپ کو اپنے بچوں سے بےحد محبت ہوتی ہے اور وہ ان کو حتی الامکان ہر طرح آرام پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ انھیں ہرگز نہیں گوارا ہوتا کہ ہمارے بچے کو ذرا بھی کسی قسم کی روحانی یا جسمانی تکلیف ہو۔ اوسط درجہ کے خاندانوں میں دیکھا گیا ہے کہ والدین اپنے بچوں کے لئے طرح طرح کے مصائب و افکار میں خود مبتلا رہنا پسند کرتے ہیں لیکن اُن کو ذرا بھی پریشان و متفکر نہیں ہونے دیتے۔ کیونکہ ان کا یہ خیال ہے کہ بچپن بےفکری اور آزادی کا زمانہ ہوتا ہے ہم کیوں معمولی پریشانیوں سے اپنے بچوں اور بچیوں کے لطف و مسرت کو مکدر کریں۔

ایک خاتون کے شوہر دو سو روپے تنخواہ پاتے ہیں۔ خدا کے فضل سے وہ کثیر الاولاد بھی ہیں۔ ماں باپ دونوں ان بچوں کو بہت پیار کرتے ہیں۔ ان کی معمولی سی تکلیف سے ان کو بے انتہا صدمہ پہنچتا ہے۔ ان کے آرام و آسائش کے لئے ہر ممکن طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے بعض اوقات کافی تکلیف برداشت کر کے بچوں کے لئے زیادہ سے زیادہ رقم پس انداز کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ خود معمولی اور سستے داموں کے کپڑے پہنتے ہیں۔ نمود و نمائش کا مطلق خیال نہیں کرتے۔ ان کی غذا بھی بہت سادی ہے۔ صرف وہی اشیاء استعمال کرتے ہیں جو صحت کے لئے ضروری ہیں اور بغیر ان کے تندرستی کا قائم رہنا ناممکن ہو۔ ایسی مزیدار غذاؤں سے احتراز کرتے ہیں جن کا صحت پر کچھ اچھا اثر نہ پڑے۔ بلکہ ایسی چیزوں پر روپے خرچ کرنا اسراف بیجا سمجھتے ہیں۔

برخلاف اس کے ان کے بچے اور بچیاں نہایت زرق برق قیمتی کپڑے زیب تن کرتے ہیں جن کو وہ چند آمدنی والا شخص بھی اپنے بچوں کو بہت مشکل سے پہنا سکتا ہے۔ وہ اس عیش و آرام کی زندگی بسر کرتے ہیں کہ دیکھنے والے یہ نہیں سمجھ سکتے کہ ان کے والدین کی آمدنی اس قدر قلیل ہوگی۔ ان کی ایک لڑکی یونیورسٹی میں تعلیم پا رہی ہے۔ وہ بھی بہت شان و شوکت سے رہتی ہے۔ والدین کی معمولی ضروریات زندگی نہیں پوری ہوتیں لیکن بچوں کے لئے کھانے پینے کے بہترین سامان مہیا رہتے ہیں۔ طرح طرح کی نعمتیں گھر میں بھری ہوئی ہیں جن کو ان کے بچے نہایت بےقدری سے کھاتے پیتے رہتے ہیں۔ والدین ان کی بےجا فرمائشات کو پورا کرنے کے لئے ہر وقت حیران و سرگرداں نظر آتے ہیں۔ اور بچوں کو یہ ہرگز محسوس نہیں ہونے دیتے کہ ان کی آمدنی کس قدر محدود ہے۔ اور ان کو اپنے پیارے بچے اور بچیوں کی خاطر کیسی کیسی تکالیف برداشت کرنی ہوتی ہیں۔ گھر کے ایسے معمولی کاموں میں بھی ان سے کوئی امداد نہیں لیتے جن کو وہ بآسانی انجام دے سکتے ہیں۔ غرضکہ وہ خود ہر طرح کی مصیبتیں اور دکھ درد سہتے ہیں اور ان کا سارا دن غم و اندوہ میں صرف ہوتا ہے لیکن عزیز بچوں کو وہ ہاتھ پانی بھی نہیں پینے دیتے۔

کیا آپ خیال کرتی ہیں کہ اس قسم کی تربیت سے کبھی کوئی عمدہ نتیجہ نکل سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ بچوں کو اپنے گھر کے حالات اور ماحول سے اس قدر بےخبر رکھنا مناسب نہیں ہے بلکہ بچوں کو کچھ نہ کچھ اس امر سے واقف کرنا چاہیئے کہ ان کے والدین کو محض ان کی آرام و آسائش کے لئے کیسی کیسی مصیبتیں برداشت کرنی ہوتی ہیں۔ کن کن دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان کی ایک معمولی سی فرمائش کے لئے کس قدر قربانیاں کرنی ہوتی ہیں اور کس حد تک اپنے نفس پر جبر کرنا ہوتا ہے۔ ان کی خوشی اور راحت کے سامان مہیا کرنے کے لئے کس طرح والدین کو دوسروں کا دست نگر بننا پڑتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ جن بچوں اور بچیوں کو کسی بات کا تردد اور انتشار نہیں ہوتا ان کی زندگی نہایت بےفکری اور آزادی سے گذرتی ہے۔ اس کا اثران کی صحت پر بھی بہت اچھا پڑتا ہے لیکن اس قسم کی تربیت میں نقص یہ ہے کہ ایسے بچوں اور بچیوں میں ہمدردی اور رواداری جو انسانیت کے بہترین جوہر ہیں یکسر مفقود ہوتی ہیں۔ ان کو ہمیشہ اپنے عیش و آرام کی فکر رہتی ہے۔ دوسروں کے دکھ اور درد سے ان کو کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ اور دوسروں کی تکالیف و مصائب [illegible] ان کی پرورش بہت ناز و نعمت سے ہوتی ہے اور ماں باپ ان کی مشکلات کو خود حل کرتے [illegible] زندگی [illegible] تو انھیں محنت و مشقت [illegible] ہوتی ہیں محنت اور جفاکشی کی عادت نہ ہونے کی [illegible]

[illegible]

[illegible] کی سب سے سائنس و حکمت کے کرشموں سے جو ہم عصر حاضر میں بالخصوص پاتے ہیں سینما کا ایک اہم [illegible] ہے جو کبھی انتہا قیاس تھیں وہ ہماری آنکھوں کے سامنے آج زیر عمل نظر آتی ہیں۔ دنیا کا یہ مسلّم اصول ہے کہ [illegible] کے تمام عناصر میں چھپا ہوا ہے۔ ہماری اپنی طبیعتیں ہمارے افعال کو جس طرف متوجہ کر دیں ویسا ہی اثر پیدا [illegible] دونوں پہلو مضمر ہیں اور اس کا استعمال ہر دو خصوصیات کے ماتحت ہو رہا ہے۔ میرا مقصد اس مضمون سے صرف سینما کے [illegible] اسی ذیل میں چند اور باتیں بھی زیر غور آ جائیں گی۔

ہندوستان میں تعلیم کی جو کمی ہے وہ اظہر من الشمس ہے اور یہ ایسا مسلّمہ امر ہے کہ اس پر بحث غیر ضروری ہے۔ بایں ہمہ [illegible] نقطۂ نظر سے ہندوستان کے لئے نہایت ضروری ہیں۔ عام تعلیم کے لئے سینما سے بہتر اگر کوئی ذریعہ ہے تو وہ ریڈیو ہے لیکن [illegible] پر ایک فوقیت حاصل ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے عام تعلیم کی اشاعت تفریح [illegible] سے ہوتی ہے اور دماغ بغیر [illegible] کے تعلیم قبول کرتا جاتا ہے۔ دوسری خوبی اس میں یہ ہے کہ ملک کی صنعتی اور تجارتی ترقی بھی اس کی ترقی کا ایک اہم پہلو ہو [illegible] ہندوستان کی بڑی آبادی تعلیم سے محروم ہے اور بہت سے سادے ہندوستانیوں کا دماغ بچوں کی طرح برا بھلا اثر قبول کر سکتے ہیں [illegible] کے مضر اثرات ہیں اگر حکومت مناسب اور بااثر سنسر کے ذریعہ نگاہ رکھے تو فلم کی برکات ہندوستان کے لئے ایک نعمت ہوں گی۔ فلم سنسر کی وجہ [illegible] اس کا موجودہ سلسلہ اس نقطۂ نظر سے بہت کچھ اصلاح کا محتاج ہے اور حکومت اس پر جتنی توجہ بھی صرف کرے کم ہے۔ دیہاتوں اور قصبوں میں [illegible] صحت، زراعت، صنعت و حرفت، عام دیہاتی اصلاح وغیرہ وغیرہ کی نشر و اشاعت کا ذریعہ فلم سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتا ہے۔ مفید [illegible] ضروری اصول دماغ پر بہت جلد اثر کر سکتے ہیں۔ ہماری حکومت یہ تو نہیں کہا جا سکتا ہے سینما کی مندرجہ بالا خصوصیات سے [illegible] اس سلسلہ میں عمل و دخل کے فقدان نے ہمیں یہ موقع ضرور دے رکھا ہے کہ حکومت کی توجہ اس طرف بار بار متوجہ کرائی جائے۔

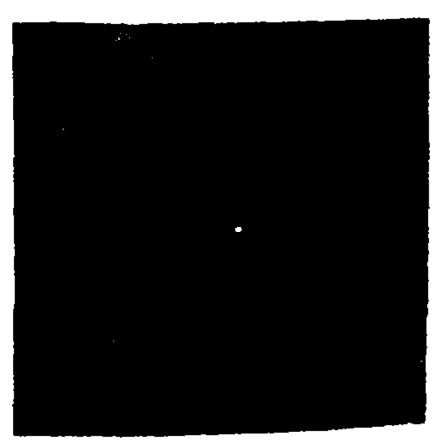
[illegible] امر عام اتفاق ہے کہ ہندوستان اس وقت ایک اہم سیاسی دور سے گذر رہا ہے اور مستقبل کا انحصار ملک کی موجودہ حالات سے [illegible] ایسی صورت میں ایک کثیر آبادی کا سیاست سے غیر متاثر رہنا کوئی خوش آیند صورت حالات نہیں [illegible] سیاسی تعلیم کے لئے سینما سے بہتر کون سا ذریعہ ہے! ملک میں مذہبی اور فرقہ وارانہ کشمکش جاری ہے اور ہم آئے دن اپنی ذلت و [illegible] صرف ہندو مسلم نزاع کشمکش تھی لیکن اب شیعہ سنی فسادات بھی منظر عام پر آ چکے ہیں اگر فلم کے ذریعہ عوام [illegible] کی جائے تو یہ بات بڑی حد تک کم ہو سکتی ہے۔ تعلیم کی کمی اور ایک دوسرے کے خیالات [illegible] ہندی کا ایک اہم ذریعہ زبان و معاشرت کی ہم آہنگی ہے۔ اردو ہندی کے قضیوں میں بڑے چھوٹے سب [illegible] لیکن سمجھنے کے لئے کوئی تیار نظر نہیں آتا۔ فلم کی موجودہ غیر اصلاح شدہ حالت میں بھی [illegible] فلم خالص اسلامی ماحول کا ہو یا ہندو معاشرت سے [illegible]



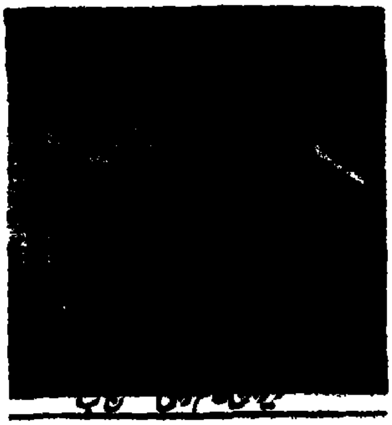




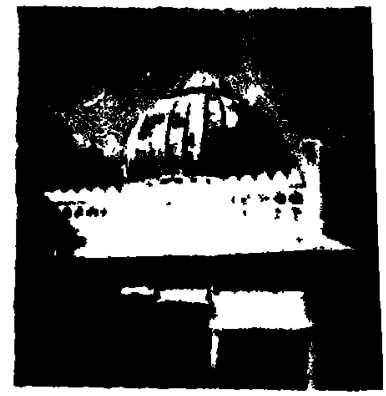




مت دھنی













سیاروں کی سیر

نوشتہ جناب صاحب مولوی محمد ظفر صاحب ایم اے۔ ایل ایل بی علیگ

زہرہ میں آبادی۔ انسان بڑی بے چین مخلوق ہے اور ترقی کے لئے یہ اضطرار و اضطراب ضروری بھی ہے۔ ہمیشہ اس کی نظر آسمان کے تاروں کی طرف اُٹھتی رہی ہے۔ اسی سے علم نجوم کی بنیاد پڑی۔ اس کی یہ خواہش بھی رہی کہ آسمان میں اُڑ کر ممکن ہو تو ان ستاروں میں جا پہنچے۔

یہ پایۂ تحقیق کو پہنچ چکا ہے کہ ہمارے نظام شمسی کے نو سیاروں میں سے صرف تین ایسے سیارے ہیں جن کے حالات کچھ ایسے ہیں کہ ان پر زندگی جیسی کچھ ہمارے محدود دماغوں میں آسکتی ہے پائی جاسکتی ہے۔ فاصلہ کے لحاظ سے ترتیب وار یہ سیارے زہرہ، زمین اور مریخ ہیں۔ زمین پر تو ہم موجود ہیں ہی۔ زہرہ اور مریخ ایسے سیارے رہ جاتے ہیں جن کے متعلق بڑی مزید تحقیقاتیں ہوتی رہی ہیں۔

سب سے پہلے زہرہ کو لیجئے۔ یہ ستارہ زمین کے مقابلہ میں تین چوتھائی فاصلہ پر ہے اور وہ تقریباً زمین کے برابر ہے۔ زمین کی پچاس سیر وزنی چیز وہاں ۴۲ ½ سیر وزنی ہوگی۔ اس کا کرۂ ہوا زمین کے برابر ہی ہے لیکن زمین کی ہوا کے مقابلہ میں کم گاڑھا ہے اور یہ متواتر بادلوں کی موٹی تہ سے بھرا رہتا ہے۔ اسی وجہ سے دوربینوں کی مدد سے اس کی سطح نظر نہیں آتی۔ سچ یہ ہے کہ زہرہ کو اپنا منہ چھپائے ہی رکھنا چاہئے۔ اس کی خوبصورتی اور خوشنمائی اسی کی متقاضی ہے۔ عطریۂ فلک کو زیبا یہی ہے کہ اپنے رخ زیبا کی جھلک بھی دنیا والوں کو نہ دکھلائے۔

یہ ستارہ شام کو عموماً غروب کے بعد مغرب کی طرف دیر تک بہت چمکتا ہوا نظر آیا کرتا ہے۔ یہ زمین کی توام بہن کہلاتا ہے کیونکہ یہ اور ستاروں کے مقابلہ میں زمین سے بہت زیادہ ملتا جلتا ہے۔ یہ چاند اور سورج کے بعد سب سے زیادہ چمکدار ستارہ ہے گو زمین کے برابر معلوم ہوتا ہے لیکن زمین سے کچھ ہی چھوٹا ہے۔ یہ سورج کے گرد ۲۲۴ ایام میں ۲۲ میل فی سکنڈ کی رفتار سے گھوم جاتا ہے۔ اس کا فاصلہ زمین سے ۲ کروڑ ۶۰ میل سے ۱۶ کروڑ میل تک گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ جب زمین سے قریب ہوتا ہے تو غروب کے بعد دیر تک نظر آیا کرتا ہے۔ چونکہ طرح طرح کے آلوں سے اس کے بادلوں کے نیچے کی سطح دیکھنے کی کوشش ناکام رہی اس لئے اس کی سطح کا حال بالکل معلوم نہیں ہوسکا اور نہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کا دن کتنا بڑا ہوتا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ ہمیشہ ایک ہی رخ سورج کی طرف رہتا ہے لیکن دوسرے یہ کہہ کے اس کی تردید کر دیتے ہیں کہ زہرہ کے تاریک حصہ کا درجۂ حرارت روشن حصے کے درجے کے برابر ہے۔ اگر ایک رخ ہی سورج کی طرف رہتا تو یہ تاریک حصہ سرد ہوتا۔ اس سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ گردش کا زمانہ بہت تھوڑا ہے۔ یہ اغلب ہے کہ اس کا دن ہمارے دو دن چند گھنٹوں کے برابر ہے۔ وہاں کا سال ہمارے ۲۲۴ [illegible] کے برابر ہے۔ [illegible] کے مطابق صرف دس یا پندرہ دن ہوسکتے ہیں۔ اگر وہاں آدمی ہیں تو وہ کیسے کام کرتے ہوں گے [illegible] کے خلاف جاتی ہے۔ وہاں کی ہوا کی جو جانچ کی گئی [illegible] موجود ہوگی لیکن جو جانچ کا نتیجہ نفی ہی نکلا ہے

اور غضب ہے کہ اس سے بھی زیادہ بادلوں کے پیچھے ہے۔ اس سے خیال ہوتا ہے کہ زہرہ میں زندگی کا ہونا ناممکن ہے کیونکہ کاربن میں جاندار زندہ نہیں رہ سکتا۔

ہماری زمین کا کرۂ ہوا ہر جگہ پانچ میل موٹا ہے۔ اس میں کاربن کی موٹائی صرف ۳ فٹ ہے۔ اس میں نباتات بکثرت ہے جس کا عمل یہ ہے کہ کاربن نگلتی ہے اور آکسیجن اُگلتی ہے جو جانداروں کے کام آتی ہے۔ اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہتا ہے اور دنیا قائم ہے۔ زہرہ میں نباتات معلوم نہیں ہوتی ورنہ اس قدر کاربن وہاں نہ معلوم ہوتی لیکن یقینی طور سے یہ بات نہیں کہی جا سکتی۔ کیونکہ کرۂ ہوائی کی نچلی تہ بالائی تہ سے بہت کچھ مختلف ہونی ممکن ہے چنانچہ زمین کے کرۂ ہوا کا بالائی حصہ زیادہ تر نائٹروجن ہے اور زہرہ کا کوئی آدمی آلات کے ذریعہ زمین کو دیکھ کے یہ نتیجہ قائم کر سکتا ہے کہ چونکہ زمین کے کرۂ ہوا کے بالائی حصہ میں نائٹروجن زیادہ ہے اس لئے زمین میں زندگی کے آثار نہیں پائے جا سکتے۔

چونکہ زہرہ سورج سے زمین کے مقابلہ میں زیادہ نزدیک ہے اس لئے زیادہ گرم ہے۔ اس کے گرد بادلوں کا حلقہ کمبل کا کام دیتا ہے یعنی اس کی حرارت کو محفوظ رکھتا ہے۔ زہرہ پر غالباً سمندروں کی کثرت ہے۔ اس طرح وہاں کی آب و ہوا سخت گرم اور مرطوب ہوگی یعنی ہمارے منطقہ حارہ سے زیادہ گرم۔ سمندروں کی کثرت کا قیاس بادلوں کی دبیز موٹی تہ، نباتات کی غیر موجودگی، آکسیجن کی کمی اور کاربن کی کثرت سے تقویت پاتا ہے۔ زہرہ کی یہ کیفیت زمین کی اُس کیفیت سے مشابہ ہے جو یہاں کروڑوں برس پہلے گزر رہی تھی۔ اُس وقت یہاں زندگی کا پتہ بھی نہ تھا اور اس وقت سے زیادہ یہاں گرمی تھی۔ ہاں! مریخ میں اس وقت وہ کیفیت ہے جو کسی زمانۂ بعید میں زمین کی ہو جائے گی۔ تو گویا ایک سیارہ زہرہ ایسا ہے جس پر وہ کیفیت گزر رہی ہے جو زمین پر زمانۂ بعید میں گزر چکی ہے اور ایک سیارہ مریخ ایسا ہے جس پر وہ کیفیت گزر رہی ہے جو کسی زمانۂ بعید میں زمین پر گزرنے والی ہے۔ ان حالات میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ زہرہ پر ابھی آثارِ زندگی نمودار ہونے شروع نہیں ہوئے۔ ممکن ہے وہ نمودار ہونے کی کسی منزل پر ہوں۔ نباتات کے نمودار ہو جانے کے بعد بڑھنے کی صورت میں آکسیجن کی مقدار بھی بڑھنے لگے گی۔ اُس وقت اعلیٰ زندگی کے لئے حالات موافق ہوتے جائیں گے۔ اُس وقت زمین پر وہ زمانہ آ جائے گا جس کی طرف ہم نے ابھی اشارہ کیا ہے کہ وہ کیفیت مریخ کی سی کیفیت ہوگی۔ اس وقت یہاں انسان اپنی بقائے حیات کی آخری کوشش میں ہاتھ پاؤں مار رہا ہوگا۔ گویا زمین پر قیامت کا دور دورہ ہوگا۔ اور زہرہ اس کا جانشین بن کے ایک نئی دنیا بن جائے گا۔ اُس وقت نظامِ شمسی میں وہ ایسا سیارہ ہوگا جسے ذی ہوش حیات اپنی اقامت گاہ بنائے گی۔

مریخ میں آثارِ زندگی

زمین مریخ کے مقابلہ میں سورج سے زیادہ دُور ہے اور اس کا مطالعہ دوسرے سیاروں کے مقابلہ میں کافی سے زیادہ ہو چکا ہے۔ صرف اس کی سطح ایسی ہے جس کا مطالعہ اچھی طرح ہو سکتا ہے۔ مریخ میں نہروں کا مشاہدہ کیا گیا ہے اور ان ہی کی وجہ سے خیال ہے کہ مریخ کے لوگ آب پاشی کے اعلیٰ اصولوں سے واقف ہیں اور وہ تہذیب میں زمین والوں سے بڑھے ہوئے ہیں لیکن ان نہروں کو دیگر ہیئت داں تسلیم نہیں کرتے۔

مریخ بلاشبہ بہت سی باتوں میں زمین سے ملتا جلتا ہے۔ زمین کی طرح وہ بھی ۲۴ گھنٹہ میں گھوم جاتا ہے اور اس میں زمین کا سا شب و روز کا سلسلہ ہے۔ سردیوں میں قطبین میں برف جمی رہتی ہے اور سفید سفید قطعے چمکتے نظر آتے ہیں۔ بہار میں یہ برف پگھل جاتی ہے اور یہ قطعات غائب ہو جاتے ہیں۔ گرمیوں میں استوائی خطوں میں سبز یا بھورے نیلے رنگ کے قطعے نمایاں طور سے پھیلے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس سے خیال ہوتا ہے کہ یہ نباتات ہوگی۔ مریخ میں کرۂ ہوا بھی ہے جو رقیق ہے۔ کبھی کبھی بادل بھی نظر آتے ہیں۔

اس کے برخلاف طاقتور آلات سے پتہ چلتا ہے کہ مریخ کے کسی علاقہ کے اُوپر کی [illegible]

کے اوپر کی آکسیجن کی مقدار کا ایک فی صدی کے دسویں حصے سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ زمین کے مقابلہ میں وہاں بخارات آبی بہت ہی کم ہیں۔ درجۂ حرارت انتہا کے درجہ پر ہے۔ جب مریخ اپنے محور میں سورج کے نزدیک تر ہوتا ہے تو موسم ٹھنڈا یعنی قطبوں میں ۶۰ ڈگری فارن ہائٹ ہوتا ہے اور رات کو یہ صفر سے بھی ۴۰ درجے نیچے جا پڑتا ہے کیونکہ ہوا کا کمبل اس قدر باریک ہے کہ وہ حرارت کو روک نہیں سکتی۔ ان باتوں سے یہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ وہاں زندگی مطلق نہیں ہے۔ بے حد طاقت ور بجلی کی رو سے مریخ سے سلسلہ گفتگو بھی اس وقت قائم کیا گیا جب وہ زمین سے قریب تر تھا لیکن موت کی سی خاموشی طاری رہی اور کوئی جواب نہ ملا۔

عطارد کی کیفیت

اس کے متعلق بھی بعض ہیئت دانوں کا یہی خیال ہے کہ اس کا ایک ہی رُخ سورج کی طرف رہتا ہے۔ یہ سورج کے قریب ہے اس لئے ننگی آنکھ سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ اس میں آتش فشاں پہاڑ جوش میں ہیں اور ریت و غبار کے تیز طوفان برپا ہیں۔ وقتاً فوقتاً مغرب میں شام کے بعد گھنٹے دو گھنٹے چمکتا ہوا نظر آیا کرتا ہے۔ یہ سب سیاروں میں نہایت تیز رو ہے۔ ایک سکنڈ میں ۳۰ میل چلتا ہے۔ اور سورج کے گرد اپنے مَیبر میں ۸۸ روز میں اپنی گردش پوری کر دیتا ہے۔ ہماری زمین میں رات دن اس کی ۲۴ گھنٹے کی سورج کے گرد گردش کی بدولت نمودار ہوتے ہیں اور یہ اپنے محور میں ۳۶۵ ایام میں گھوم جاتی ہے لیکن عطارد میں حالات بالکل مختلف ہیں۔ وہاں کا سال ۸۸ دن کا ہے۔ دن بجائے خود کوئی معنے نہیں رکھتا کیونکہ وہ اپنے محور پر صرف ایک گردش کے لئے ۸۸ دن لیتا ہے گویا اس کا دن اس کے سال کے برابر ہے اور اس کے یہ معنے بھی ہو جاتے ہیں کہ اس کا ایک ہی رُخ سورج کی طرف رہتا ہے۔ گویا نصف عطارد پر دائمی دن رہتا ہے اور نصف پر دائمی رات۔ عطارد سب سیاروں سے چھوٹا ہے اور زمین کی جسامت حاصل کرنے کے لئے عطارد جیسے سولہ اجرام فلکی درکار ہیں۔ پلوٹو ایک نیا سیارہ کچھ عرصہ ہوا دریافت ہوا ہے وہ البتہ اس سے بھی چھوٹا ہے۔ اس کا وزن زمین کے وزن کے مقابلہ میں ۴ فی صدی ہے۔ چاند کی طرح اس کی کشش ثقل کرۂ ہوا قائم رکھنے کے لئے ناکافی ہے۔ چنانچہ جو کرۂ ہوا اس میں کبھی موجود تھا وہ رفتہ رفتہ خلا میں سما گیا ہے۔ وہاں پانی بھی نہ ہوگا کیونکہ جو ہوگا بھی رفتہ رفتہ بخارات بن کے کرۂ ہوا کی طرح خلا میں پھیل گیا ہوگا۔ بس عطارد خشک مردہ دنیا ہے۔ اس میں کسی قسم کی کوئی جاندار شے نہیں۔

اس کی سطح کا بھی کچھ زیادہ حال معلوم نہیں ہو سکا۔ بہت غور سے دیکھنے پر دھندلے سے نشان معلوم ہوتے ہیں۔ وہ بھی بعض حصص میں وقتاً فوقتاً بالکل مبہم ہو جاتے ہیں جیسے ریت کے بادل چھا گئے ہوں۔ ممکن ہے اس میں آتش فشاں پہاڑ جوش میں آ رہے ہوں اور آتش فشاں کی تیزی میں باریک ریت کے بادل بھی باہر پھینک رہے ہوں جو اس کے اوپر چھا کے آخر سطح پر گر جاتے ہیں۔ چونکہ وہاں کرۂ ہوا نہیں اس لئے ہوا نہیں چلتی اور ریت اُڑتا نہیں رہتا۔

عطارد زمین سے زیادہ گرم ہے کیونکہ سورج سے نزدیک تر ہے۔ سورج کی طرف کے رُخ کا درجۂ حرارت بہت زیادہ ہے اور اس قدر گرم ہے جیسے پگھلا ہوا جست۔ دوسری طرف کا رُخ جہاں دائمی تاریکی چھائی رہتی ہے۔ بے حد سرد ہوگا۔

سورج و دیگر سیارے

مشتری و زحل بڑے سیارے ہیں۔ مشتری تو اس قدر بڑا ہے کہ بعض ہیئت دانوں کو شبہ ہے کہ یہ پگھلا ہوا انبار ہے۔ سورج سے بہت دور ہے لیکن اس کے باوجود اس میں اس قدر حرارت موجود ہے کہ اس کی سطح کی جاندار اشیاء کے لئے کافی ہے لیکن لاول رصدگاہ کے مہتمم نے اعلان کیا ہے کہ آلات سے پتہ چلتا ہے کہ ان سیاروں کے کرۂ ہائے ہوائی کے بالائی حصے میں میتھین اور امونیا کثرت سے ملا ہوا ہے میتھین وہ زہریلی ہوا ہے جو سبزی کے پانی کے اندر سڑ جانے سے پیدا ہو جاتی ہے کوئلے کی کانوں میں بھی موجود ہے جو ہوا سے مل کے آگ پیدا کر دیتی ہے۔ ان سیاروں کے کروں میں آکسیجن کا پتہ نہیں چلا [illegible] ہوتا ہے کہ آکسیجن میتھین آپس میں دھماکے کے ساتھ ملتی ہیں۔

مشتری زمین سے اس قدر بڑا ہے کہ اس میں ۱۳۰۰ زمینیں سما جائیں لیکن مشتری سورج سے بہت چھوٹا ہے اور خود سورج دوسرے ستاروں کے مقابلہ میں بہت چھوٹا ہے۔ سورج مشتری سے اسی قدر بڑا ہے جس قدر مشتری زمین سے بڑا ہے۔ سورج میں ایک ہزار مشتری سے زیادہ سما سکتے ہیں۔ نیلے تاروں میں ایک ہزار سے زیادہ سورج آ سکتے ہیں اور سرخ ستارہ میں ہزار ہزار سے زیادہ نیلے تارے سما سکتے ہیں اور ہر قسم کی کہکشاں میں کروڑوں اربوں تارے شامل ہوتے ہیں۔

سورج خواہ مائع ہو یا ٹھوس بہر حال یہ ہر طرف سے روشن نظر آئے گا۔ کناروں پر بظاہر تاریکی یہ بتاتی ہے کہ سورج کی سطح سے گیس نکلتی رہتی ہے۔ سورج میں دھبے بھی ہیں جن میں سے بعض اتنے بڑے ہیں کہ ان میں زمین بآسانی سما سکتی ہے اور بعض اس قدر بڑے ہیں کہ اس نظام شمسی کے سب سیارے ان میں یک لخت سما جائیں۔ مختلف موقعوں پر ان دھبوں میں فرق ہوتا رہتا ہے۔ کبھی بہت زیادہ ہو جاتے ہیں اور کبھی تھوڑے لیکن موجود ہر وقت رہتے ہیں۔ وہ دھار کی صورت میں نہیں آتے بلکہ جھونکوں یا لہروں میں آگے پیچھے ہوتے رہتے ہیں۔ ان کی تعداد ہر گیارہ سال میں گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔ یہ دھبے ۱۹۳۷ء، ۱۹۳۸ء میں خاص طور پر بہت زیادہ رہے اور اب ۱۹۴۸ء میں زیادہ ہوں گے یعنی ہر گیارہ سال بعد زیادہ ہو جاتے ہیں۔ ان دھبوں کو دیکھنے کے لئے شیشہ دھوئیں سے سیاہ کر لینا چاہئے ورنہ بینائی اتنی خراب ہو جائے گی کہ تدارک نہ ہو سکے گا۔ گلیلیو نے سب سے پہلے ان دھبوں کا مطالعہ کیا۔ بڑھاپے میں اندھا ہو گیا۔ اس کا سبب اس نے یہی بتایا کہ وہ آنکھوں کو محفوظ کئے بغیر سورج کی چمک پر نظر ڈالا کرتا تھا۔

ان دھبوں کا موسموں پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ دھبے زیادہ ہوتے جاتے ہیں زمین پر گرمیوں کی شدت کم ہوتی جاتی ہے۔ ہر گیارہ سال میں ان موسموں کا یکساں سلسلہ بندھا رہتا ہے اور اس کا اندازہ درخت کے تنے کو چیر کے دیکھنے سے ہو سکتا ہے۔ ایک گرمی کے موسم کا ایک حلقہ ہوتا ہے اور جیسی گرمی ہوتی ہے ویسا ہی حلقہ ہوتا ہے اور یہ حلقے گیارہ برس کے بعد ویسے ہی نمودار ہوتے رہتے ہیں۔ اس سے درختوں کی عمریں بتائی جا سکتی ہیں جس سال برسات اچھی ہوتی ہے اور گرمی کم پڑتی ہے اس سال درخت خوب پھولتا پھلتا ہے۔ حلقہ بھی ایسا ہی موٹا اور وسیع ہوتا ہے اور سخت گرم و خشک موسم میں کمی نمو کے ساتھ ساتھ حلقہ بھی بالکل ہلکا ہوتا ہے۔ ان حلقوں کو دیکھ کے بتایا جا سکتا ہے کہ فلاں سال سخت گرم تھا اور اتنے سال بعد وہ سال بہت بارش کا تھا۔ حلقوں کا یہ رد و بدل سورج کے دھبوں کی کمی بیشی سے مطابق ہوتا ہے۔ بعض دھبے چند روز سے زیادہ نہیں رہتے اور بعض بڑے بڑے دھبے غائب ہو کے دو ہفتے بعد سورج کے دوسرے کنارے پر آ نمودار ہوتے ہیں۔ اس سے گیلیلیو نے نتیجہ قائم کیا کہ سورج بھی گھومتا ہے اور یہ گردش ۲۶ دن میں پوری ہو جاتی ہے۔ ان دھبوں میں گرم ہوائیں بڑی تیزی سے اُبلتے پانی کی طرح جوش میں آتی رہتی ہیں اور خوفناک تیزی سے باہر کو اُبھرتی رہتی ہیں۔ سورج کی سخت ترین اندرونی حرارت اس کی بیرونی تہوں کو مسلسل اُبال میں مبتلا رکھتی ہے جیسے پانی کے نیچے بہت تیز آنچ کر کے اُسے کھولا دیا جائے۔ پانی میں سے بھاپ نکلتی ہے اور پانی میں ہوا کے بلبلے پیدا ہوتے ہیں جو اُبلتے ہوئے پانی میں سے اوپر کو ابھرتے ہیں۔ سطح پر پہنچ کے ان کا دباؤ کم ہو جاتا ہے اور وہ پھیل کے باہر کی ہوا میں مل جاتے ہیں۔ سورج کے دھبوں کا یہی حال ہے۔ جو مادہ وہ جوش میں آ کے باہر پھینکتے ہیں سطح پر آ کے دباؤ کم ہو جانے سے وہ پھیل جاتا ہے اور ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ اس ٹھنڈک کی وجہ سے یہ دھبے سیاہ معلوم ہوتے ہیں۔ یہ ٹھنڈ سورج کی اصل گرمی کے مقابلہ میں کہی گئی ہے ورنہ وہ خود سخت گرم ہوتی ہے اور یہ دھبے بھی سیاہ نہیں ہوتے۔ سورج کی باقی تیز شعاع کے مقابلہ میں ان کی چمک کم ہوتی ہے اس وجہ سے مقابلتاً سیاہ دکھائی دیتے ہیں۔ اس خارج شدہ مادہ میں کمل قلت ہوتے ہیں اور قات کے بھی ہوتے ہیں [illegible]

جستے ہیں۔ وہ ہر طرف معروف تنگ دور ہو جاتے ہیں اور بعض زمین تک پہنچ کے اس کے کرۂ ہوا میں جھلکاہٹ پیدا کر دیتے ہیں۔ بعد میں وہ ہوا پر ایسی تہ قائم کر دیتے ہیں کہ بے تار کی لہروں کو اُوپر جانے سے روک کے زمین کی طرف دھکیل دیتے ہیں جس سے وہ مختلف سٹیشنوں پر سنائی دئے جاتے ہیں۔

ان دھبوں سے گیس لاکھوں میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اوپر ستون کی طرح نکل جاتی ہے جس طرح کوہ آتش فشاں پہاڑ سے مادہ آسمان کی طرف نہایت تیز رفتاری سے اڑتا ہے۔ سارے ستارے ایک ہی مصالحے سے بنے ہوئے ہیں۔ ہیڈروجن آکسیجن نائٹروجن لوہا تانبا سونا وغیرہ۔ سورج میں بھی اسی قسم کے مصالحے پائے جاتے ہیں۔ سورج کا جوف سخت گرم ہے۔ گرم ترین ہیں سورج کے زیادہ عمق میں ہیں۔ ٹھوس برف آنچ سے پانی بن جاتا ہے کیونکہ اجزائے بستہ ڈھیلے ہو کے کھل جاتے ہیں اور جب آزادی سے نقل و حرکت کرنے لگتے ہیں اُسے پگھل جانا کہا جاتا ہے اور زیادہ گرمی پہنچائی جائے تو وہ پانی کے اجزا کے علیحدہ ہو کے بھاپ بن جاتے ہیں۔ بھاپ کو گرم کیا جائے تو ذرات اور بھی ڈھیلے ہو جاتے ہیں اور آکسیجن اور ہیڈروجن علیحدہ علیحدہ ہو جاتی ہے۔ اگر ان اجزا کو اور بھی زیادہ گرمی پہنچائی جاسکے اور وہ آفتاب کے درجہ کو پہنچ جائے تو سورج کی بیرونی تہوں کی طرح ذرات ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں آفتاب کے کرۂ ہوا کے ذرے علیحدہ بھنے کی حالت میں ہوتے ہیں اور سورج کے اندر کی طرف یہ ذرے زیادہ زیادہ ٹوٹتے چلے جاتے ہیں حتیٰ کہ مرکز میں بالکل ٹوٹے ہوئے ذرّوں کے سوا اور کچھ نہیں ملتا۔ اس کیفیت کا ہمیں تجربہ نہیں ہو سکتا۔ اسے ٹھوس مائع یا گاس کہا جائے یا کیا ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اس کیفیت کا تجربہ رصدگاہوں میں کر ہی نہیں سکتے کیونکہ اگر ہم کوشش بھی کریں تو آن واحد میں ہلاک ہو کے رہ جائیں کیونکہ مرکزی حرارت چار یا پانچ کروڑ درجہ ہوگی۔ پن کے سر کے برابر مادہ اس درجۂ حرارت پر فضا میں اس قدر زیادہ قوت پیدا کر دے گا کہ ہمیں تین ارب گھوڑوں کی طاقت کا انجن اس کمی کی تلافی کے لئے درکار ہوگا تاکہ سوئی کے سر کا درجۂ حرارت قائم رہ سکے۔ اس میں سے روشنی نہایت تیز و تند ہوا کے جھونکے کی صورت میں نکلے گی جس کے مقابلہ میں کوئی چیز نہ ہٹ سکے گی۔ اور سر کے قریب ہی انعکاس شعاع کے دباؤ ایک مربع انچ کے مقابلہ میں لاکھوں ٹن ہوگا۔ اسی دباؤ کی بدولت سورج پاش پاش ہونے سے بچ رہا ہے۔ اس انعکاس سے سو گز کے فاصلہ پر بھی اس جھونکے کا اس قدر زور ہوگا کہ دنیا کا مستحکم سے مستحکم قلعہ اُڑ جائے اور ہزار گز کے فاصلہ پر کوئی آدمی ہمت کر کے آجائے آن واحد میں بھسم ہو کے رہ جائے۔

چاند کی دنیا

۱۶۱۰ء میں گیلیلو نے اعلان کیا کہ چاند ہماری زمین کی سی دنیا ہے جس میں سمندر اور پہاڑ بھی ہیں لیکن تحقیقات سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سمندر پانی کے نہیں ہو سکتے کیونکہ سورج کی روشنی کی چمک کا عکس ان پر نظر نہیں آتا جس طرح زمین پر ہمیں دور سے جھیل کے پانی پر نظر آیا کرتا ہے۔ یقین یہ ہے کہ یہ سمندر نہیں۔ بلکہ خشک صحرا ہیں۔ وہاں نہ پانی ہے نہ ہوا اور نہ کسی قسم کا کرۂ ہوا وہاں موجود ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب سورج گرہن ہوتا ہے اور مکمل ہو جانے پر ایک لحظہ ایسا آتا ہے جب سورج تاریک چاند کے پیچھے سے اُبھرتا ہے گویا سورج چاند کے پہاڑوں سے اُٹھتا ہے۔ اگر چاند میں کرۂ ہوا ہوتا تو طلوع آفتاب کی سُرخی نمودار ہوتی جیسا زمین پر پہاڑوں کے پیچھے نظر آیا کرتی ہے لیکن گرہن کے بعد سورج اچانک چمکتا ہوا نمودار ہو جاتا ہے۔

چاند اور زمین کی پیدائش کے متعلق مختلف خیالات ہیں۔ ایک خیال تو یہ ہے کہ دونوں توام بہنیں ہیں۔ اور ایک ساتھ وجود میں آئیں۔ دوسرا قیاس یہ ہے کہ زمین چاند کی ماں ہے اور یہی خیال قابل ترجیح ہے زمین کے بننے کے زمانہ میں کچھ مادہ اُڑ کے الگ ہو گیا جو سرد ہو کے چاند بن گیا۔ دوسرا خیال یہ ہے کہ خام مادہ سے دو ٹیلے علیحدہ ہو کے زمین و چاند بیک وقت بن گئے۔ دونوں صورت میں کسی وقت [illegible] کے مقابلہ میں ایک دوسرے سے قریب تھے۔ اس وقت چاند کا مرکز زمین کے کھو

صرف نو ہزار میل دور تھا اور اس کا دن صرف پانچ گھنٹہ کا اور مہینہ پانچ ہی دن کا ہوتا تھا آج کل کی طرح چاند کا ایک ہی رُخ زمین کی طرف رہتا تھا۔ رفتہ رفتہ دونوں کا فاصلہ ۲ لاکھ ۴۰ ہزار میل ہوگیا اور مہینہ ہمارے موجودہ دنیا کے دن کے مقابلہ میں ۳۰ گنا زیادہ ہوگیا ہے۔ اس میں لاکھوں برس لگے ہیں۔ انتہا پر پہنچ کے اس کے مہینے ہمارے موجودہ دنوں سے ۴۷ گنا لمبے ہو جائیں گے جب اس کے مہینے ہمارے ۴۷ دن کے برابر ہو جائیں گے تو وہ پھر زمین کی طرف واپس ہوگا حتی کہ وہ اس پر گر پڑے گا۔

اتنے بعید فاصلہ پر چاند اپنی قوت تجاذب کشش سے زمین کے سمندروں میں مد و جزر پیدا کرتا ہے اس قدر دوسرے کسی سیارہ کا اور کسی سیارہ پر نہیں ہے۔ اس کشش کی سختی کا اثر زمین کی گردش پر ایک قسم کی رکاوٹ پیدا کر رہا ہے۔ چاند کا قطر سورج کے قطر سے چار سو گنا کم ہے شمالی و جنوبی امریکہ میں چاند کی سطح کے مقابلہ میں زیادہ رقبہ ہے اور ۴۹ چاند جسامت میں زمین کے برابر ہو سکیں۔ چونکہ چاند کی چٹانیں زمین کی چٹانوں کی طرح ٹھوس نہیں اس سے زمین کا مادہ چاند سے ۸۰ گنا زیادہ ہے۔

چاند زمین کے گرد ۲۹½ دن میں ایک ہی رُخ اس کی طرف کئے گھوم جاتا ہے۔ اس کے اس رُخ سے سورج کی روشنی زمین پر منعکس ہوتی ہے اور اسی سے سات دن کی مختلف شکلیں پیدا ہوتی ہیں۔ چاند بجائے خود بھی گھومتا ہے۔ اس کی سطح ۵۹ فیصدی مطالعہ کر لی گئی ہے اور ۴۱ فی صدی آج تک نہیں دیکھی جا سکی۔

چاند زمین سے اس کی بیرونی تہوں کا مسالہ لے کے علیحدہ ہوا تھا اس لئے وہ ہلکا ہے اور اس کے وسط میں اس قدر لوہا نہیں جس قدر زمین کے جوف میں ہے یہی وجہ ہے کہ چاند کی رفتار بے قاعدہ ہے۔ زمین کے پیٹ میں زیادہ بھاری لوہے کے ہونے کی وجہ سے اس کا توازن درست رہتا ہے۔ قرآن شریف میں دنیا کی پیدائش کے ذکر میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے زمین میں پہاڑ ڈالے تاکہ وہ تمہیں جنبش نہ دے (سورۃ رکوع ۲۔ آیت ۱۹۔ پ ۱۴ ع ۲۔ آیت ۲۰۔ پ ۱۳ ع ۱۔ آیت ۱۰) اسی صورت کو مدنظر رکھتے ہوئے پہاڑوں کو زمین کے لئے بمنزلہ میخ بتایا گیا۔ (پ ۳۰ ع ۱۔ آیت ۷)۔

چاند میں چٹانیں ہی چٹانیں ہیں اور بڑی گہری دراڑیں ہیں۔ اگر وہاں کے آتش فشاں پہاڑوں نے بھاپ کے بادل کسی زمانے میں چھوڑے ہوں تو ہماری زمین کے سے سمندر اس میں اسی وجہ سے نہ ٹھیر سکے کہ وہ اپنی بھاپ کو گرفت میں رکھ کے پانی کی صورت میں اپنی سطح پر واپس نہ لا سکا۔ ممکن ہے پانی کا کچھ حصہ ان دراڑوں میں اندر چھپا ہو۔ زمین پر اس وقت دراڑیں نہیں پائی جاتیں لیکن جب یہ بہت پرانی ہو جائے گی تو اس وقت اس میں چاند سے بھی زیادہ گہری دراڑیں نمودار ہو جائیں گی۔ چاند کے اس منظر کا ذکر ایک قصہ میں آچکا ہے جو ہم نے عصمت سالگرہ نمبر ۱۹۵۱ء میں شائع کیا تھا۔

زمانۂ حال کی دوربینیں اس قدر طاقتور ہیں کہ چاند اس قدر نزدیک آجاتا ہے گویا کوئی شخص اسے ننگی آنکھ سے ۲۰۰ میل کے فاصلہ پر دیکھ رہا ہے۔ چھ سو فٹ مربع رقبہ پر ہر چیز صاف صاف نظر آتی ہے۔ اس کی جوالا مکھیاں پیالے کی شکل کی ہیں۔ پہاڑ سفید ہیں۔ میدان وسیع ہیں اور سطح میں گہری چوڑی دراڑیں ہیں۔ ان گہرے پیالوں میں سے بعض سے چمکدار شعاعیں نکلتی نظر آتی ہیں۔ اب تک یہ راز حل نہیں ہو سکا کہ یہ روشنی کی کرنیں کیا ہیں اور کیسے نکلتی ہیں۔ سورج کی طرف کے رُخ کا درجۂ حرارت اس قدر جلد گر جاتا ہے کہ اس کا درجہ پانی جمنے کے درجہ سے کبھی نہ ابھرتا ہوگا اور جب سورج کی روشنی کا عکس اس پر نہیں پڑتا تو وہ بے حد سرد ہو جاتا ہے۔

چاند تک پرواز کے قصے

شروع زمانے سے آدمی کو ہوا میں اُڑنے کا شوق رہا ہے۔ قصے کہانیوں میں اُڑن کھٹولے پر بیٹھ کے اُڑنے یا خود اپنے بازوؤں سے اُڑتے پھرنے کا ذکر آیا ہے آخر اس زمانے میں ہوائی جہاز ایجاد ہو گئے اور اب انسان کا ذہن پوری طاقت سے اس طرف متوجہ ہوا کہ دیگر سیاروں [illegible] کیا یہ ممکن ہوگی؟

بابل کے کتبوں سے پتہ چلتا ہے کہ ایک آدمی ایک عقاب پر بیٹھ کے تاروں کی طرف اڑا مگر یہ پتہ نہیں چلتا کہ وہاں تک پہنچا یا نہیں۔
بشپ فرینسس گوڈون نے ۱۶۳۸ء میں ایک ناول "چاند میں ایک آدمی" لکھا جو خوب بکا اور کئی زبانوں میں اس کا ترجمہ ہوا۔ اس میں اس نے ایک ہسپانوی ملاح کا قصہ قائم کیا ہے کہ اس کا جہاز ٹوٹ گیا اور وہ ایک غیر آباد جزیرہ میں آپڑا۔ وہاں اس نے قھیتیروں کا ایک ہلکا سا بیڑا بنایا اور اس میں دس اس کی طرح جوڑ دئے۔ اس زمانہ میں بطوں کو بہت طاقتور سمجھا جاتا تھا وہ اسے سمندر پر سے اڑا کے ایک خشک زمین میں پہنچے۔ راستہ میں چاند آیا۔ اس کی سیر کرائی۔

فرانس میں اینڈمنڈ روسٹینڈ نے ایک ناٹک میں ایک سپاہی کو ہیرو بنایا ہے اس کی ناک ساری سلطنت فرانس میں سب سے لمبی تھی۔ یہ ناٹک ہر مہذب زبان میں ہزاروں بار کھیلا جا چکا ہے۔ اس سپاہی نے ایک چوبی کمرہ بنا کے اس کی چھت میں ایک بڑا شیشہ کا کرہ رکھا جس میں بہتر لگائے جو سورج کی کرنوں کو جمع کرتے تھے۔ ان کرنوں سے شیشے کرہ کی ہوا رقیق ہو کے اس کمرہ کو ہوا میں اٹھاتی تھی۔ کمرہ میں قصہ کا مدوح بیٹھ جاتا تھا۔ اس قصہ کے برسوں بعد منگول نائر نے پہلا غبارہ بنا کے اسی اصول پر ہوا میں بلند کیا۔ یہ مصنف غضب کا لکھنے والا۔ شمشیر زن اور لاف زن تھا۔ اس نے سات طریقے ہوا میں سفر کرنے کے بیان کئے ہیں۔ ایک ایسی پیٹی میں قمقمے لگانا اور اس میں شبنم بھرنا تھا۔ سورج کی کرنیں ان قطروں کو چاٹ کے اسے ہوا میں اٹھا دیتی تھیں۔ ایک طریقہ پورے چاند کے روز مد وجزر کے ذریعہ چاند تک پہنچنے کا تھا جس سے پتہ چلتا ہے کہ چاند اور مد وجزر کے تعلق کا حال اس زمانہ میں معلوم تھا اور اس نے مذاق کے طور پر اس کا ذکر قصہ میں کیا تھا۔

ایک ناول ۱۸۰۰ء میں نورن برگ میں لکھا گیا۔ اس میں تصویریں ہیں۔ ایک میں دلیر مسافر ایک چوبی بیڑہ میں چاند کی طرف جا رہا ہو۔ بیڑہ میں بیس بط لگے ہوئے ہیں۔ ۱۸۳۵ء میں وآنا کے ایک اخبار نویس نے ایک قصہ چھاپا جس میں ہوائی جہاز کی تصویر دی۔ اس نے لکھا کہ راستہ میں چند ہوائی حیوانوں نے اس پر حملہ کیا لیکن جہاز کی تیز رفتاری کی بدولت وہ ان سے بچ نکلا۔ وہ چاند پر نہ اتر سکا لیکن اس پر نظر ڈالتا ہوا اس کے پاس سے نکلا چلا گیا۔ اس میں اسے فضائی نظارے۔ دریا جنگل۔ پہاڑ۔ وادیاں اور اشیار سا وہ نظر آئیں۔ لوگ عجیب قسم کے تھے جو بے ٹانگوں پاؤں کے چلتے پھرتے تھے۔ وہ رینگتے تھے اور ان کی کمر پر کچھوے کی سی ایک قسم کی ڈھال تھی۔ خطرہ کے وقت وہ اس خول میں گھس جاتے نظر آتے تھے۔ اس پناہ کے اوزار کی بدولت انہیں مکانوں کی ضرورت ہی نہ تھی۔ اس کی رائے میں چالیس پچاس ایسے جہاز ملا کے چاند پر حملہ کر کے اسے فتح کیا جا سکتا ہے۔ اس کا خیال ہو گا کہ کوئی حکومت ایسے جہازوں کی اسے فرمائش بھیج دے گی اور وہ نئی رقم جیب میں ڈال کے چلتا بنے گا۔ لیکن کسی نے اس کی اس تجویز کی طرف توجہ نہ کی لیکن اس قصہ پر لوگوں کو سچ مچ یقین آ گیا اور بہت دنوں میں اس پر بحث مباحثہ ہوتا رہا۔ ۱۸۶۰ء میں کیکلو گیلی نیہ ایک اور چاند کے سفر کی داستان سیموئیل برنٹ نے شائع کی غلطی سے اسے جانتھن سوفٹ سے منسوب کیا جاتا رہا۔ یہ گلیور کے سفر نامہ کی طرز پر لکھا ہوا ہے۔ سیاح اپنے آپ کو مختلف حصوں کے بعد ناطق فرعون کی سلطنت کے لوگوں میں پاتا ہے۔ مرغ اور مرغیاں دونوں زراعت پیشہ ہیں اور وہ انسان کی طرح بالکل مہذب ہیں۔ وہاں لقدی کمیاب ہے۔ کبھی مرغ مرغیاں دنیا میں آ کے اپنے انسانی دوستوں کو چاند میں لے جاتے ہیں جہاں سونا بکثرت ہے اور وہ ان آدمیوں کے ساتھ کافی سامان بدلا کے چھوڑ جاتے ہیں۔

۱۸۳۵ء میں برطانیہ میں ایک شخص چارلس کولانٹ لی کے نام ایک ہوائی کا پیٹنٹ درج ہے مگر اس کی تفصیل کا پتہ نہیں چلتا کہ وہ کیا تھی۔ اس زمانہ کے اخبارات میں اس کے اور اس کے سفر کے کارٹون ضرور چھپے ہیں۔ غالباً اسی کے زیر اثر بعد میں فرانسیسی ناول نویس جیمس نے قصے لکھے جو سائنسی [illegible] پہنچ سکتے جاتے ہیں۔ [illegible] نے بھی اسی قسم کی ہوائی میں چاند کے سفر کا ذکر کیا ہے۔

زمانۂ قریب میں پروفیسر کیمبل پٹ نے ہوائی میں ایتھر کی فضا سے آگے اڑنے کی کوشش کی ہے اور ان کے نتائج بہت افسوسناک ہو رہا ہے۔

چاند تک ہوائی

چاند تک پہنچنے میں ہمیں چند مشکلوں کا سامنا ہوتا ہے۔ پہلے تو ایک اعلیٰ اور مکمل ہوائی بنائی جائے جو چاند تک سفر پورا کر سکے۔ دوسرے اس بات کا یقین ہونا چاہیئے کہ غضبناک ہوائی رفتار میں آدمی اس تیزی کی تاب لا کے زندہ رہ سکے گا اور خیریت سے چاند کی سطح پر اُتر سکے گا۔ تیسرے اُس جگہ کے طبعی حالات کیا ہیں؟ کیا وہ ایسے ہیں کہ وہاں انسان زندہ رہ سکے؟ کیا وہاں کے حالات ایسے ہیں کہ ان کے لئے آدمی اتنا دماغ اور روپیہ خرچ کرے اور جان جوکھوں میں پڑے۔

محقق اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ سیاروں تک صرف ہوائی جا سکتی ہے اور اس میں بارود استعمال کرنی پڑے گی جس میں طاقت زیادہ ہوتی ہے مگر اس پر خرچ بہت آتا ہے۔ ہوائی کے پچھلے حصہ میں گول سوراخوں میں بارود کے ٹونٹے لگے ہوں اور ان کا تعلق ایک بٹن سے ہوگا جسے جہاز راں پاؤں سے ایک پرزہ دبانے سے حرکت میں لا سکے گا۔ ایک ٹونٹا چھٹ جائے گا اور جہاز نہایت تیز رفتار سے آگے نکل جائے گا ایک خاص فاصلہ پر جا کے اسی طرح دوسرا ٹونٹا چھوڑا جائے گا اور جہاز اسی تیزی سے آگے بڑھتا چلا جائے گا۔ ان ٹونٹوں میں بارود بھری ہوگی کرۂ ہوا کے بعد جو سما آئے گا جہاں ہوا پہلے تو بہت رقیق ملے گی اور پھر بالکل خلا ہوگا۔ اس میں جہاز بہت تیز چلے گا کیونکہ جہاز کے مقابلہ میں ہوا نہ ہوگی اور وہ بلا روک ٹوک چلنے کی وجہ سے زیادہ تیز رفتار ہو جائے گا۔ اس بلندی پر آدمی سانس نہیں لے سکتا اس لئے ساتھ ہوا کے تالاب رکھنے پڑیں گے۔ جہاز ایسی دھات سے بنایا جائے گا جو آسمانی طبقوں میں سلامت رہ سکے۔ بعض خطے بے حد سرد ہیں کہ ہر چیز جم کے رہ جاتی ہے۔ جہاز وہاں کیا حرکت کر سکتا ہے۔ اس کی رفتار بھی رُک جائے گی۔ ایسے خطے بھی ہیں گویا نہایت تیز آنچ کی آگ ہو۔ وہاں مضبوط سے مضبوط کمائی ہوئی اور بجلی وغیرہ کے اثرات سے محفوظ کی ہوئی دھات بھی آن واحد میں پگھل جائے۔ ان امور کا انتظام ضروری ہے۔ ان لوگوں کا خیال ان مشکلات کی اور میٹرن میں ضرور ہے لیکن اُن کا دھیان قرآن پاک کی اس تفصیل کی طرف نہیں جاتا۔ جہاں آسمان کی ساخت کا ذکر ہے کہ اس کی حفاظت سخت کی گئی ہے۔ جگہ جگہ پاسبانی ہے۔ کوئی ملاء اعلیٰ کی بات سننا چاہے تو شہاب ثاقب اس کا پیچھا کرتا ہے یہ آتشیں گرز تو پیدا ہوگا ہی جب اس فضا میں کوئی چیز نیچے سے جانا چاہے گی اور وہاں کے مادے سے رگڑ کھائے گی تو ایک شعلہ نکلے گا اور اس چیز کو ایک لحظہ میں خاک سیاہ کر دے گا۔ یہ بھی ایک قسم کا پہرہ ہے۔ مادی اسباب سے وہاں دخل نہیں حاصل ہو سکتا۔ وہاں کی رسائی کے لئے روحانیت درکار ہے اور روحانی کاملوں نے وہاں درک پا کے زبان پر مہر لگا لی ہے۔ خود جاؤ اور دیکھ لو مادہ پرست ایسا کر ہی نہیں سکتے۔ اگر وہ وہاں کی ایک جھلک دیکھ لیں تو ڈھنڈورہ پیٹے بغیر رہ نہیں سکتے۔ کیونکہ اس جد و جہد کا یہی منشا ہو اور تحقیقات بھی یہی ہے۔ اسی وجہ سے ان کو وہاں جانے اور پہنچنے کی ممانعت ہو!

سائنس دان بھی ان مشکلات کو سمجھتے ہیں۔ پہلے تو رفتار نے ہی انہیں پریشان کر رکھا ہے۔ اُن کے نزدیک ہوائی کی رفتار کم از کم ۲۵۰۰۰ میل فی سکنڈ ہونی چاہیئے۔ اس سے کم رفتار سے وہ زمین پر پلٹ کے آگرے گا جیسے کسی توپ کا گولہ آ پڑتا ہے۔ اگر اسے ۲۵۰۰۰ میل فی سکنڈ کی رفتار ہی حاصل ہو جائے تو یہ زمین کی کشش کے حلقے سے باہر تو ہو جائے گا لیکن اس کے بعد رفتار اس قدر کم ہو جائے گی کہ آدمی چاند تک پہنچ نہ سکے گا۔ اگر سات میل فی سکنڈ سے چلیں تو کشش سے باہر ہو کے ایک میل فی سیکنڈ کی رفتار باقی نہ جائے گی اور دو دن سے کچھ زیادہ میں آدمی چاند میں پہنچ جائے گا۔ کرۂ ہوا میں سے گزرنے میں چند سکنڈ لگیں گے ... ایک جھٹکے زیادہ موثر نہیں ہے۔

بقائے کی آزمائش کے لئے پہلے زمین پر بارود سے موٹر چلائی گئی جو خاص ...

چل چل سکے موٹر۔ ۱۰۰ میل فی گھنٹہ چلی۔ ایسی موٹر کی ساخت پر دس ہزار سے تیس ہزار طلائی مارک لاگت آتی ہے اور صرف دو آدمی بٹھانے کے لئے دس لاکھ طلائی مارکس کی ضرورت ہے۔ جب موٹر چلائی جا رہی تھی تو راستہ پہلے سے صاف کر دیا گیا تھا۔ لوگ بیچ بیچ کے دُور کھڑے ہو گئے تھے مگر پھر بھی دیکھنے والے اس قدر دہشت زدہ ہوئے کہ مرد جھاڑیوں میں دبک گئے اور عورتیں چلا اٹھیں کہ یہ تو دوزخ کا ایک شرارہ معلوم ہوتا ہے۔ اب اسی اصول پر ہوائی جہاز بنانے کی تیاری ہے۔

اگر کوئی ایسا طاقتور جہاز بن گیا تو کرۂ ہوا سے گزر کے عجیب عجیب منظر آنکھوں کے سامنے ہوں گے۔ کرۂ ہوا میں سے گزرتے ہوئے ہوا گرد و غبار بخارات آبی وغیرہ سب ہم پیچھے چھوڑتے چلے جائیں گے۔ یہ چیزیں سورج کی روشنی کو پھیلاتی ہیں اور آسمان کو نیلا دکھاتی ہیں۔ کرۂ ہوا سے نکلتے ہی آسمان بالکل سیاہ نظر آئے گا اس میں صرف سورج چاند اور ستارے چمکتے نظر آئیں گے۔ زمین کے مقابلہ میں ستاروں کی چمک زیادہ تیز ہو گی۔ اور رنگ زیادہ نیلا ہو گا۔ کیونکہ ان کی نیلی روشنی کو بکھیر کے آسمان کو نیلا دکھانے والی کوئی چیز نہ ہو گی۔ ستارے ٹمٹماتے ہوئے بھی نہ نظر آئیں گے کیونکہ وہاں ہوا تھوڑا ہی ہو گی جو روشنی کے ہم تک آنے میں خلل انداز ہو۔ ان کی روشنی تیز باریک سوئی کی نوک کی طرح ہماری آنکھوں میں چبھتی معلوم ہو گی۔ اگر ہم اس وقت زمین پر نظر ڈالیں تو اس کی تقریباً نصف سطح کہر بادل اور بارش میں لپٹی نظر آئے گی۔ آگے کی طرف تمام چاند بالکل صاف چمکتا دکھائی دے گا۔ اس میں کرۂ ہوا نہیں جو سورج کی روشنی کو بکھیرے اور نہ کہر اور بارش اس کی منور سطح کو دھندلا کرنے کے لئے موجود ہو گی۔ چاند پر اترتے وقت روشنی کی یہ صفائی برابر قائم رہے گی اور کچھ ایسا نور ہو گا کہ جس کا تجربہ ہمیں پہلے کبھی زمین پر نہ ہوا تھا۔ زمین پر ہمیں کرۂ ہوا کی بدولت غروب آفتاب کی شفق۔ طلوع میں پو پھٹنے کا نظارہ۔ دوپہر کا نیلا آسمان۔ بعید فاصلہ کا دھندلکا نظر آیا کرتا ہے۔ یہاں چاند میں کرۂ ہوا نہ ہونے کی وجہ سے سورج کی کرنوں کو مختلف رنگوں میں تقسیم ہونے کی کوئی صورت ہی نہیں۔ یہاں صرف دو رنگ ہوں گے۔ دھوپ یا سایہ۔ سفیدی یا سیاہی۔ دھوپ کی ہر چیز سفید اور باقی ہر چیز سیاہ۔ گویا ہم کسی سنیما میں بیٹھے ہیں کہ چاروں طرف اندھیرا ہے اور ایک نہایت ہی سخت تیز روشنی یعنی سورج کی شعاع ایک جگہ پڑ رہی ہے ایک وادی اس وقت تک اندھیرے میں رہتی ہے جب تک سورج اس کے آس پاس کے پہاڑوں سے بلند ہو۔ اس وقت پورا دن ہو جاتا ہے گویا کسی نے بجلی کا بٹن دبا کے ایک دم روشنی کر دی ہے۔

چاند کی سطح پر چلنے پھرنے کے لئے ہمارے پاس زمین کی ہوا کا بکس کندھے پر ہونا چاہیئے جیسا کہ کوہ ایورسٹ پر چڑھنے والے ساتھ رکھا کرتے ہیں۔ شائد کسی کو خیال آئے کہ اس کا وزن ہی آدمی کو چلنے پھرنے میں سخت رکاوٹ ڈالے گا۔ لیکن چاند کی سطح پر پاؤں رکھتے ہی ہمیں معلوم ہو گا کہ معاملہ بالکل برعکس ہے۔ چاند میں زمین کے مادہ کے ۸۰ ویں حصہ سے بھی کم شامل ہے اس لئے اس میں جو کشش ہے وہ زمین کی کشش کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔

چونکہ چاند میں ہوا ہے نہ پانی۔ وہاں ہمیں آدمی جانور درخت یا پھول نظر نہ آئیں گے۔ چاند کا در اصل عرصہ دراز سے روزانہ دوربین سے مشاہدہ کیا جاتا رہا ہے کسی کو بھی جنگلوں سبزیوں یا کسی قسم کی زندگی کے آثار کبھی نظر نہیں آئے۔ وہاں تبدیلیاں نہیں۔ ہاں تو یہ کہ روشنی ہے یا تاریکی۔ گرمی ہے یا سردی اور وہ چاند کی چٹیل سطح پر سورج کے طلوع و غروب پر منحصر ہے۔ چاند ایک مردہ دنیا ہے ایک قسم کا آئینہ ہے جسے وہاں لٹکا دیا ہے تاکہ وہ سورج کی روشنی کے تھپیڑوں کو زمین کی طرف منعکس کر دے۔

چاند کا نظارہ بالکل مختلف ہے۔ وہاں کے پہاڑ گھسے ہوئے یا ٹیلے بنے ہوئے نہیں ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی کاٹ چھانٹ کر کھڑے کر دئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں نہ مینہ ہیں نہ بخارات آبی جو وہاں سے گل کے چاند کو کرۂ ہوا اور سمندروں کی صورت میں لپیٹے رہیں۔ [illegible]

خلا میں جا ملیں اور اس کے پہاڑوں اور سطح پہان کو اپنا عمل کرنے کا موقع نہیں ملا۔ البتہ یہ حیرت ہے کہ یہ پہاڑ ٹوٹ کیسے گئے کچھ تو وہاں واقع ہو رہا ہے جس سے وہ ٹوٹے۔ مشاہدہ کرنے والوں نے وہاں کبھی کبھی گرد کے بادل اُٹھتے دیکھے ہیں۔ غالباً وہ گرد چٹانوں کے ٹوٹ کے گرنے کی وجہ سے اُٹھتی ہوگی۔

وہاں نہ بارش ہے اور نہ برف۔ پھر وہ کونسی چیز ہے جس سے چٹانیں ٹوٹ کے گر جاتی ہیں۔ چاند پر ذرا دیر چلنے سے ہمیں اس کا سبب معلوم ہو جاتا ہے۔ ہمیں یہ معلوم ہی ہے کہ زمین پر بیرونی فضا سے چٹانی یا دھاتی سخت ٹکڑے برابر برستے رہتے ہیں چھوٹے ٹکڑے ذرا دیر تک قائم رہتے ہیں لیکن اُن میں صاف روشنی ہوتی ہے۔ اُنہیں ہم ٹوٹے تارے کہتے ہیں۔ وہ زمین تک پہنچتے پہنچتے عمل تبخیر سے راکھ ہوکے ہوا میں مل جاتے ہیں لیکن بڑے ٹکڑے زور وشور کے ساتھ زمین پر آپڑتے ہیں اور سخت نقصان کا باعث ہوتے ہیں۔ بس اسی قسم کے ٹکڑے چاند پر برستے رہتے ہوں گے۔ وہاں کوئی کرہ ہوا نہیں جو ان کی مزاحمت کرے اور ان کی کثیر تعداد کو راکھ بنا کے ہوا میں بکھیر دے اور سطح کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچنے دے۔ وہاں چھوٹے اور بڑے شہاب ثاقب اُسی رفتار سے جس میں وہ خلائے بسیط میں چلتے رہتے تھے سطح قمر پر آدھمکتے ہیں گویا گولیوں اور بڑے بڑے توپ کے گولوں کی بارش ہو رہی ہے۔

چاند کے پہاڑ بہت بلند ہیں۔ چاند کا قطر زمین کے قطر کا چوتھائی ہے مگر اس کے پہاڑوں کی بلندی زمین کے پہاڑوں کی بلندی سے اوسطاً زیادہ ہے۔ ان میں کی بڑی تعداد پندرہ ہزار فٹ سے بھی زیادہ بلند ہیں۔ اور بہت سے بہت زیادہ ڈھلاؤ والے ہیں۔ وہاں سورج کی روشنی کی وجہ سے ہماری زمین کی طرح چیزوں کا سایہ پڑتا ہے۔ طلوع وغروب کے وقت چیزوں کے سائے لمبے ہوتے ہیں۔ اور سورج کے عین سر پر ہونے کے وقت چھوٹے ہوتے ہیں۔ اسی طرح چاند میں سایوں کا سلسلہ ہے۔ چنانچہ ان سایوں کی پیمائش سے ان پہاڑوں کی بلندی معلوم ہو سکتی ہے۔

سورج کے نکلنے ڈوبنے سے وہاں حرارت وسردی کا اچانک تبادلہ ہوتا ہے۔ چاند میں جابجا آتش فشاں پہاڑوں کی راکھ پھیلی ہوئی ہے۔ اور وہ راکھ ان پہاڑوں کے آس پاس ہی بکھری پڑی ہے مگر یہ راکھ حرارت روکنے یا نکالنے کا کام انجام نہیں دے سکتی۔

ان مایوس کن کیفیات کے اندازہ کے باوجود آدمی اسی اُدھیڑبن میں مصروف ہے کہ قدرت کی قوتوں سے کام لے کر وہ جو سما میں اُڑے اور سیاروں کی سیر کرتا پھرے۔ جہاز بنتے ہیں ٹوٹتے ہیں لیکن ابھی کرۂ ہوا سے باہر ہونے کا تجربہ نہیں ہوا۔ منزل بہت دُور ہے جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں کرۂ ہوا سے آگے اُڑنے کی مشکلات پر غالب آجانا ٹیڑھی کھیر ہے۔ اور ان ہی خیالات کی اُلجھن میں آدمی مبتلا رہتا رہتا قیامت کے کنارے پہنچ جائے گا۔

عرب کی عورتیں

الحمدللہ کہ کامل ایک سال مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں قیام کرنے کے بعد میں معہ اپنے شوہر کے ۱۳ار اپریل ۳۶ء کو بخیریت بمبئی پہونچ گئی۔ عموماً جو حاجی بغرض حج مکہ شریف جاتے ہیں۔ وہ حج کے فریضہ سے فارغ ہوتے ہی مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہو کر وطن واپس لوٹتے ہیں۔ اس قدر قلیل عرصہ میں مسافر کو وہاں کے حالات سے کچھ بھی واقفیت حاصل نہیں ہوتی

ہم بفضل خدا اطمینان سے وہاں رہے جو مکان ہم نے کرایہ پر لیا تھا اس کے ایک قطعہ میں ہم نے قیام کیا دوسرے حصہ میں مکان کی مالک رہتی تھیں اس وجہ سے بھی ہمکو وہاں کے رسم و رواج طور وطریق سے واقف ہونے کا اچھا موقع ملا۔ جب تک میں وہاں رہی یہ بی بی میرے ساتھ نہایت خلق و مروت سے پیش آتی رہیں۔ ایک مرتبہ میں وہاں بیمار ہو گئی تو انہوں نے میری تیمار داری نہایت ہمدردی سے کی اور پردیس میں بہن کا حق ادا کیا۔ خدا انہیں خوش رکھے۔ اب بھی جب کبھی ان کی یاد آتی ہے دعائے خیر کیا کرتی ہوں۔ عرب کی عورتیں بہت محنتی اور باہمت ہوتی ہیں بڑے بڑے امیر گھرانوں کا تو ذکر جانے دیجیے کہ عموماً ان کے یہاں لونڈی غلاموں سے خدمت لیجاتی ہے لیکن متوسط گھروں میں سارے کام گھر والی انجام دیتی ہے، یہاں کی عورتیں گھروں کو نہایت صاف ستھرا رکھتی ہیں روزانہ جھاڑنا پونچھنا ضروری ہے گھر کے فرش کو گرمیوں میں روزانہ اور سردیوں میں ہفتہ میں دو تین مرتبہ پانی سے دھویا جاتا ہے۔ پانی جس زمانہ میں گراں تھا تو ان بیچاریوں کو کنوئیں میں سے پانی نکالنا پڑتا تھا۔ مگر اب نہر زبیدہ کا پانی مکہ میں اور نہر زرقا کا پانی مدینہ طیبہ میں با افراط مل سکتا ہے۔ اب بھی ہر گھر میں کنوئیں موجود ہیں کپڑے گھروں میں دھوئے جاتے ہیں۔ دھوبیوں کی یہاں کمی ہے، [illegible] [illegible]

بھی خود ہی کیا کرتی ہیں۔ میں نے سنا کہ شادی سے قبل ہر لڑکی کو یہ فن سکھایا جاتا ہے، یوں تو یورپ میں بھی متوسط گھروں میں کپڑے عموماً گھر والی دھوتی ہے لیکن ان متمدن ممالک میں اور بہت سے کاموں کی سہولت ہے اور یہاں تو غربت اور افلاس کی وجہ ہر کام میں دشواری ہے۔ یہ تو اہل عرب ہی کا حوصلہ ہے کہ باوجود اس قدر مفلسی کے سفید پوش ہشاش بشاش نظر آتے ہیں۔

زنانہ اور مردانہ کپڑے گھر میں سلتے ہیں۔ عرب کی عورتیں لباس میں زیادہ روپیہ صرف کرتی ہیں زیور کی چنداں پروا نہیں اور نہ کھانے میں اقسام اقسام کی چیزیں پکتی ہیں کھانا صرف ایک بار یعنی دوپہر کو پکایا جاتا ہے رات کو اسی کو گرم کر کے کھاتے ہیں۔ گھر میں فاقہ سے گذرتی ہے تو ہو مگر جب عرب عورتیں باہر نکلتی ہیں تو دیکھنے والے خیال کر سکتے ہیں کہ یہ بہت خوشحال ہونگی یہاں کی عورتیں بچوں کی تربیت بہت اچھی کرتی ہیں شادی بیاہ کی محفلوں میں چھوٹے بچوں کو ہمراہ لیجانا معیوب خیال کیا جاتا ہے، بچوں کو بچپن سے کام کا عادی بناتے ہیں، عورتیں عموماً خوش مزاج اور بناؤ سنگھار کی شائق ہیں۔ مہندی اور سرمہ لگانے کا یہاں بہت رواج ہے۔ باوجود ان سب خوبیوں کے ایک بات جو حیرت انگیز نظر آئی وہ میاں بیوی کی علیحدگی یعنی طلاق ہے، شرع نے طلاق کو جائز تو قرار دیا۔ مگر بکراہت اور ایسی ہی مجبوریوں کی حالت میں اس سے فائدہ حاصل کرنے کی اجازت دی گئی۔ مگر حیرت ہے کہ یہاں اس کا رواج عام ہے ذرا ذرا سی بات پر آپس میں علیحدگی ہو جاتی ہے۔ مہر چونکہ قبل ازیں یعنی نکاح کے وقت دیدیا جاتا ہے اسلئے علیحدگی کے وقت کچھ دشواری پیش نہیں آتی۔ علیحدگی کے بہت سے اسباب ہیں ایک یہ کہ کسی عورت کا شوہر غریب ہے اور اس میں اتنی سکت نہیں کہ وہ بیوی کی ملاقاتی عورتوں کو چائے پانی کا بار برداشت کر سکے بس اسی بات پر جھگڑا ہو گیا اور عورت نے طلاق لے لی یہاں چائے پینے پلانے کا کثرت سے رواج ہے خواہ کوئی ہو [illegible] [illegible] بغیر چائے پلائے مہمان کو رخصت نہیں کرتیں [illegible]

بُوا فرعونی

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے لشکر کو ڈبو دیا "کاش فرعونیت" کو بھی ڈبو دیتے۔ لیکن فرعون کے ڈوبتے وقت فرعونیت اس کے سر سے نکل بھاگی۔ اور ساری دنیا میں پھیل گئی۔ قاعدہ تو چاہتا ہے حصہ بقدر جثہ لیکن بعض جصے جثے، بنسبت ظرف پڑے ملتے ہیں جیسا کہ غالب نے کہا ہے ؎ دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر۔

بوا فرعونی تھیں تو بہت چھوٹے قد و قامت کی لیکن آدھی فرعونیت ان اکیلی کے حصہ میں آگئی تھی۔ باقی آدھی ساری خدائی میں بٹ گئی ہوگی۔ مثل مشہور ہے "کُلُّ قَصِیْرٍ فِتْنَۃٌ" (یعنی سب پستہ قد فتنہ ہوتے ہیں) اس مثل کے بنانے والے نے حضرت آدم علیہ السلام سے قیامت تک کے سب انسانوں کو تو دیکھا نہ تھا۔ دس بیس سو پچاس کو دیکھ کر عام حکم لگا دیا ہے لیکن ایسی پکی بات کہی ہے کہ مشکل سے کہیں اس کے خلاف نکلے تو نکلے آپ بھی جب اور قصیر القامت آدمیوں کے فتنے دیکھتے دیکھتے بوا فرعونی پر پہونچیں گے تو معلوم ہوگا کہ اب آگے تجربہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ایک صاحب کہتے تھے یہ مثل یوں بھی ہے۔ "قَصِیْرٌ کُلُّہٗ فِتْنَۃٌ" (یعنی پست قامت آدمی سب کا سب فتنہ ہوتا ہے) یہ خلعت تو بوا فرعونی پر ایسا سجتا تھا کہ دیکھا ہی کیجئے۔ حقیقت میں بوا فرعونی کی چال ڈھال۔ طور طریق۔ بات برتاؤ۔ ہر چیز فتنہ ہی فتنہ تھی۔ بوا فرعونی خوش مزاج بھی تھیں، جب انکی کوئی سہیلی یہ کہاوت ان پر چسپ کرتی تھی تو جواب میں یہ ذوق کا مصرعہ پڑھ دیا کرتی تھیں "پست ہمت یہ نہ ہو دے پست قامت ہو تو ہو"۔

بوا فرعونی کا نام تو کچھ اور ہی تھا۔ لیکن اسی نام سے عام طور پر مشہور ہو گئی تھیں۔ شروع شروع میں تو کسی مسخرے یا بذلہ سنج نے بوا فرعونی کہہ دیا ہوگا۔ لیکن بعد کو معلوم ہوا کہ وہ صرف عادت مزاج ہی میں فرعونی نہ تھیں بلکہ ان کا سلسلہ نسب بھی مصر کے کسی فرعون سے ملتا ہے۔ اور یہ بات بھی خود بوا فرعونی ہی نے لوگوں کو بتائی۔ حضرت موسیٰ کے زمانہ کا فرعون تو ڈوب گیا تھا اور اس کے کوئی اولاد بھی نہ تھی۔ لیکن اس کی نسل اور اس کی حکومت اس کے کنبے سے چلی اور چلتی رہی پھر جب ملک اور حکومت ہاتھ سے نکل گئی تو نسل پھر بھی باقی رہی اور آخر وہ لوگ مسلمان ہو گئے، انہیں کی اولاد میں بوا فرعونی بھی تھیں۔ اور کبھی فرعونیت کے جوش میں اس پر فخر بھی کیا کرتی تھیں کہ ہم وہ ہیں جنہوں نے خدا کے سامنے بھی سر نہیں جھکایا

بوا فرعونی اونچے گھرانے اور بڑے کنبے والی تھیں۔ شاہی وقتوں میں ان کا شہر صوبہ کہلاتا تھا، ان کے بزرگوں میں کوئی صوبہ دار تھا، کوئی قاضی۔ کوئی مفتی۔ ان کے باپ نے لاکھوں کی جائداد چھوڑی تھی جس کی اکیلی بوا فرعونی مالک تھی۔ پڑھی لکھی بھی تھیں، ظریف مزاج بھی اور فرعونی بھی۔ ان تینوں صفتوں کے اثر سے ایک دن اپنی دولت و جائداد کے ذکر پر کہنے لگیں۔ "مجھے یوں کہا کرو۔ وحدہا لا شریک لہا"۔ بوا فرعونی کا روپیہ ان کے نام سے الگ بینک میں جمع ہوتا تھا۔ خود بینک سے لین دین کرتی تھیں

بوا فرعونی کی شادی ان کے کنبے ہی میں ہوئی تھی۔ میاں پردیس میں نوکر تھے۔ یہ بھی ان کے ساتھ رہتی تھیں۔ اللہ نے اولاد حسب مراد دی تھی۔ کئی بیٹے بیٹیاں تھیں۔ اور سب اپنے اپنے گھر خوش۔ ایک داماد جج تھا ایک بیرسٹر۔ ایک پروفیسر ایک البتہ [illegible] کا سپرنٹنڈنٹ تھا۔ سو بوا فرعونی نے گھر کیا کی تھی۔ خانہ داماد بنکر رہتا تھا۔ بیٹے گھر کے امیر تھے۔ بوا فرعونی کے گھر کا خرچ ان کے میاں کی تنخواہ سے چلتا تھا اور ماشاء اللہ خوب چلتا تھا۔ وہ اپنا پیسہ مشکل سے گھر میں خرچ [illegible] تھیں۔

ضرورت بھی نہ تھی اور وہ احتیاط بھی کرتی تھیں۔ ان کا قول تھا کہ گھر چلتا ہے گھر والے کے نام سے۔ گھر والے کے دام سے، گھر والے کے کام سے۔ اس پر بھی بوا فرعونی کی ساری دولت ان کے گھر اور ان کی آل اولاد ہی پر صرف ہوتی تھی لیکن ایک عجیب طریقے پر، وہ خود کہا کرتی تھیں کہ ظاہر میں تو گھر میاں کے روپے سے بنا ہوا نظر آتا ہے۔ لیکن اصل میں گھر کی خیریت اور سلامتی کے لئے میری دولت کام آتی ہے۔ کبھی فرعونی جوش میں ہوتیں تو کہتیں "یہ تن میاں کے مال سے۔ جان بندی کی چال سے" کبھی فرماتیں میاں تدبیر سے لڑتے ہیں۔ بندی تقدیر سے لڑتی ہے" یعنی بوا فرعونی اگرچہ دل کی قوی اور ہمت کی مضبوط تھیں، دماغ روشن اور ذہن رسا تھا، معاملہ فہم اور صائب رائے تھیں۔ لیکن اس کے ساتھ عجیب بات یہ تھی کہ اعتقاد کی بہت کچی اور بڑی بودی تھیں۔ تعویذ۔ گنڈے، ٹوٹنے ٹوٹکے، جادو منتر۔ عمل عملیات پر نہایت پختہ اعتقاد اور پکا ایمان تھا، اس کے سینکڑوں ہزاروں روپے ان ہی کاموں میں صرف ہوتے تھے۔ پھر اس کام کے لئے سادھو سنیاسی، پیر۔ فقیر۔ سالک مجذوب۔ جھوٹے سچے، کسی کی قید نہ تھی، جہاں سنا کہ شہر میں کوئی نیا کرتبی آیا ہے۔ اور انہوں نے اپنی ماما کو اس کے پاس بھیجا۔ یا کسی منشی کارندے کو روانہ کیا۔ لوگ کہتے تھے جھوٹ یا سچ کہ ایک ماما اور ایک ملازم نے اپنی اپنی حویلیاں بنالی تھیں۔ بوا فرعونی سے سینکڑوں بٹور لے گئے اور خاک کی چٹکی لاکر دیدی۔ یا کاغذ کا ٹکڑا موڑ کر لا دیا۔ لیکن بوا فرعونی دور کے پیام و سلام پر ہی بس نہ کرتی تھیں۔ خود بھی سادھوؤں، جوگیوں عاملوں کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں اور وہ جو عمل بتاتے تھے کرتی تھیں۔

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ شہر کی کوئی ملنے والی بی بی بوا فرعونی کے گھر بے اطلاع آتیں اور معلوم ہوتا کہ وہ تو آج کوٹھڑی میں بند یا تہ خانے میں چھپی ہوئی کوئی وظیفہ پڑھ رہی ہیں یا عمل کر رہی ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا کہ جَو کی تین ٹکیاں اور مٹی کے لوٹے میں پانی لیکر جاڑے ہوئے تو کمرے میں، گرمیاں ہوتیں تو چھت پر چلی جاتیں۔ اور تین دن تک گھر والوں کو ان کی صورت نظر نہ آتی۔

یہ تو اللہ ہی جانے کہ وہ ان تدبیروں سے خود بھی عامل ہو گئی تھیں یا نہیں۔ بہر حال ہم جیسے ظاہر بینوں کو بھی بعض لطیفے بہت دلچسپ نظر آئے ہیں۔ ایک دن بوا فرعونی کہیں سواری میں جاتی تھیں۔ خدا جانے شاہی مقبرہ و باغ کی سیر کا ارادہ تھا یا اس کے راستے میں جو سادھو رہتا تھا اس کے چرنوں کی سیوا مقصود تھی۔ بیٹی، سمدھن اور ماما ساتھ جانے والی تھیں۔ ان کے انتظار میں گھر کے صحن میں کھڑی تھیں پوتا آکر لپٹ گیا کہ میں بھی جاؤں گا۔ منع کیا۔ بہلایا۔ ٹالا۔ نہ مانا۔ آخر جھڑک کر ہٹا دیا۔ بچہ غصے میں بھرایا ہوا باہر دوڑ گیا۔ ہاتھ میں بڑی سی رسی لئے ہوئے تھے اس کو گاڑی کے گھوڑے پر پھینکنے لگا۔ کوچبان اور سائیس جتنا روکتے تھے وہ ان سے ہٹ ہٹ کر اور زور زور سے رسی گھوڑے کے مارتا تھا۔ اس حرکت سے شور ہو رہا تھا، اتنے میں یکایک بوا فرعونی مع ساتھی عورتوں کے دروازے میں آگئیں، ماما کے آواز دینے پر نوکر تو گاڑی گھوڑے کے پاس سے ہٹ گئے، بوا فرعونی نے لپک کر بچے کے ہاتھ سے رسی چھین لی۔ اور وہی رسی زور سے بچے کے رسید کی۔ اس کے بعد اول تو ارادہ کیا کہ رسی کو پھینک دیں۔ پھر یکایک کچھ سوچ کر رسی لپیٹ کر ہاتھ میں لے لی اور سوار ہو گئیں۔ اتفاق کی بات شہر سے دور نکل کر دفعتہ گھوڑے کا بند ٹوٹ گیا کوچبان بڑا سٹ پٹایا۔ لیکن بوا فرعونی نے براہ راست دو چار صلواتیں سنا کر رسی اس کی طرف پھینک دی کہ "لے میں یہ اسی کام کے لئے لائی تھی" تینوں عورتیں اور کوچبان چاروں اس کرامت سے حیران رہ گئے۔

اب اس واقعہ کے متعلق بوا فرعونی کی عقلمندی دیکھئے کہ گھر واپس آنے کے بعد اس کرامت کا گھر میں چرچا ہونا ہی تھا، جس وقت اس کا ذکر ہونے لگا۔ بوا فرعونی فخریہ انداز کے ساتھ وہاں سے اٹھ گئیں۔ یعنی ایسی ایسی کرامتیں تو ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے [illegible] اپنے گھر [illegible] تھیں۔ [illegible] کسی وقت ملیں تو پوچھا "بوا سچ کہنا۔ تم نے رسی کو کیا کہہ کر ساتھ لیا تھا،

بوا فرعونی سوء ظن سے پکی تھیں۔ جانتی تھیں کہ ان پر کرامت کا جادو نہ چلے گا۔ کہنے لگیں "اری بوا لوگوں نے ناحق کرامت بنالی ہے۔ وہ دنیاداری کی ایک بات تھی۔ بزرگوں کا مقولہ ہے۔ سفر میں برتن اور بدظن ساتھ رکھو۔ لوٹا پیالہ کوئی چیز ساتھ ہو تو وقت پر دس کام نکلتے ہیں۔ ایسے ہی رسی ضرورت پر کام آتی ہے۔ رسی مضبوط اور لمبی تھی۔ میں نے سوچا پھینک دوں گی تو ضائع ہو جائے گی ساتھ ہی رکھ لوں محفوظ تو رہے گی"

بوا فرعونی کی ایک شان فرعونیت بڑی دلچسپ تھی، اور مشہور ہو گئی تھی بیٹیوں کا نکاح کرنیکے بعد سب سے پہلے، سب سے زیادہ اور سب سے زوردار نصیحت یہ فرماتی تھیں کہ "شوہروں کو اپنا مطیع بنائیں، ان کے جان مال، گھر جائداد سب پر قبضہ کر لیں" یوں تو اس فہمایش کی کچھ ضرورت بھی نہ تھی۔ ہر عورت کی فطرت یہی ہے کہ سو میں ننانوے لڑکیاں یہی چاہتی اور اسی کی کوشش کرتی ہیں۔ بلکہ سو میں سو اور ہزار میں ہزار۔ کہیں لاکھوں میں کوئی اللہ کی بندی ایسی ہو گی جو ساس نندوں کے ساتھ مل جل کر ہنسی خوشی گذار سکے۔ پھر یہ لڑکیاں تو بوا فرعونی ہی کی اولاد تھیں "مچھلی کے جائے کون تیرائے"۔ لیکن بوا فرعونی اپنی لڑکیوں کو اس طرز و روش پر چلنے کی سخت تاکید کرتی تھیں، تدبیریں بتاتی تھیں۔ مدد دیتی تھیں، مجبور کرتی تھیں اور یہ بات مشہور تھی کہ بیٹیوں کے ساتھ بوا فرعونی کی محبت کا معیار ایک یہی معاملہ تھا۔ پھر بھی سچ یہ ہے کہ "نہ ہر زن زن است و نہ ہر مرد مرد"۔ بعضوں کو ایسے پیچ مرد ملے کہ زن مرید بن گئے، موم کی ناک بن گئے، بعضوں کو ایسے مردانہ مرد ملے یا وہ خود ایسی اللہ کی نیک بندیاں تھیں کہ شوہر کی اطاعت کو ماں کی فرمانبرداری پر مقدم رکھا۔ یہ اس لئے کہا کہ جہاں تک سنا اس قسم کے جوڑے کو بھی اپنے حال میں خوش اور مطمئن ہی سنا لیکن بوا فرعونی ایسی بیٹی اور ایسے داماد سے ہمیشہ ناخوش رہیں، ان میں ایک تیسری قسم یہ بھی تھی جس میں میاں کی قوامیت[1] اور بیوی کی نسائیت میں کشاکش (ٹگ آف وار یا رسا کشی) رہتی تھی۔ یہ معاملہ بوا فرعونی کے لئے بڑا سوہان روح تھا۔ برسوں ماں بیٹی دونوں نے کوشش کی کہ ساس نندوں۔ جیٹھ دیوروں سے چھٹکارا پا کر گھر بار اور گھر والے پر قبضہ کر کے لمن الملک[2] الیوم کا ڈنکا بجا دیں لیکن جب جب معرکہ جنگ قائم ہوا پسپا ہونا پڑا یا وقتی صلح کرنی پڑی۔ کامل فتح حاصل نہ ہو سکی۔

آخر بوا فرعونی نے ایک نئی چال چلی اور ایسی تدبیر سوچی، وہ مار ماری کہ ہار بھی جیت سے بڑھ گئی۔ ایک دن بیٹی سسرال سے آئی تو اس کو پٹی پڑھائی کہ "بیٹی یوں کام نہ چلے گا۔ کسی حکمت سے کام لینا چاہیئے۔ یہ تو تم خوب جانتی ہو کہ میاں کو چھوڑ کر میرے پاس آ جاؤ تو تمہارے لئے کس چیز کی کمی ہے لیکن یہ تو سراسر شکست ہوئی۔ ہار ماننے کو میرا دل نہیں چاہتا اور تمہارے لئے بھی اس میں کچھ بڑائی نہیں۔ نہیں، وہاں سے آؤ تو اس طرح آؤ کہ نہ صرف اپنا لاؤ بلکہ سب کچھ لے آؤ۔ سمجھیں؟ نہیں۔ لو سنو۔ گھر کا اختیار تو تمہیں حاصل ہے میاں کی تنخواہ تمہارے ہاتھ میں آتی ہے۔ اس میں سے پوری آدھی الگ بچا لو۔ آدھی میں سے آدھی گھر خرچ کرو۔ سارا گھر اسی میں چلاؤ، نصف کا باقی نصف میاں کو بخش دو۔ وہ چاہے اپنی ماں بہنوں۔ بھائی بھاوجوں۔ بھتیجیوں کو دے، چاہے لٹا کے اڑائے، اب تم پوچھو گی اتنی بڑی رقم کس طرح اڑ سکتی ہے کہ معلوم نہ ہو۔ یہ کچھ مشکل نہیں، حساب نہ لکھا جاتا ہے۔ نہ کوئی دیکھتا پوچھتا ہے اور جو کوئی دیکھے سمجھے اس کی پروا نہ کرو۔ صرف میاں سے کام رکھو، اس کے دل پر ایسا قبضہ رکھو کہ اسکی آنکھوں اور عقل پر پردہ پڑا رہے۔ نہ تم سے پوچھے نہ اوروں کی سنے۔ خرچ بڑھا کر دکھانے کی بہت سی صورتیں ہیں، مہمان زیادہ آئے دوا دارو میں روپے اٹھے بہن کا قرض تھا، پڑوس کا تقاضا تھا۔ اس کپڑے کی ضرورت تھی، وہ گوٹہ مسالا منگانا تھا۔ پارسال بڑے لڑکے کے ختنے کے موقع پر بہنوئی سے

---

[1] قرآن مجید میں ہے اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ (مرد عورتوں پر غالب ہیں) [2] قرآن مجید میں [illegible] لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ (آج کس کی حکومت ہے) اور پھر خود ہی جواب دے گا لِلّٰہِ الْوَاحِدِ [illegible]

سو روپے منگائے تھے وہ ادا ہو رہے ہیں۔ بھانجے کو کرتہ ٹوپی بنا کر بھیجنے کی جگہ پچیس روپے نقد بھیدئے وہ آپ بنا لیں گی۔ شریفن بہن نے نئی وضع کے بازو بند بنوائے ہیں میں نے بھی فرمائش کر دی ہے۔ تم سے پوچھ کر ہی تو ان سے کہا ہے۔ تم جانے اس وقت کیا لکھ رہے تھے۔ نہ سنا ہوگا۔ ہاں تو کر دی تھی۔ ان کو پچاس روپے دیدیئے ہیں۔ اسی طرح اور دیدئے جائیں گے۔ غرض سو حیلے ہیں میری بیٹی کے پاس حکمتوں کی کیا کمی۔ اسی طرح چند سال میں کم سے کم اپنے مہر کے برابر یعنی پندرہ ہزار روپے جمع کر لو۔ مجھے دیتی جاؤ، تمہارے نام سے الگ بینک میں حساب کھلوا دوں گی اس کے بعد بھی اگر دیکھو کہ نباہ نہیں ہو سکتا اور پانی گلے تک آگیا تو اچھل کر الگ کھڑی ہو جاؤ اور مہر کا دعویٰ ٹھوک دو۔"

(باقی آئندہ)

حامد حسین قادری

پروفیسر سینٹ جانس کالج

آفتِ زبان

(از حضرت ابو الاعجاز ازلی)

سب آفتوں سے بڑھ کے ہے آفت زبان کی
لازم ہے آدمی کو حفاظت زبان کی

بہتر ہے اُس کے ذکر میں شام و سحر رہے
یہ جس نے بولنے کو عنایت زبان کی

ہر ہیچ۔ تا نہ اُن کو ہلاکت میں ڈال دے
انسان کے عضو کرتے ہیں منت زبان کی

غیبت کرے کسی کی کسی کو بُرا کہے
اچھی نہیں ہے یہ بُری عادت زبان کی

بے فائدہ کلام سے پرہیز چاہیئے
کھولو وہاں جہاں ہو ضرورت زبان کی

اس کا نہ اعتبار نہ عزت نہ کچھ وقار
کھودی جہاں میں جس نے صداقت زبان کی

ذکرِ امور باطلہ سے روک لو اسے
منظور گر نہیں ہے ہلاکت زبان کی

جھگڑا کرو کسی سے نہ کاٹو کسی کی بات
بڑھ جائے تو بُری ہے خصومت زبان کی

گالی گلوچ مسخرے پن سے نہ گر بچے
زنداں میں ڈال دے گی شرارت زبان کی

ظاہر کرو کسی پہ کسی کا نہ راز تم
یہ بھی ہے اک طرح کی خیانت زبان کی

وعدہ کرو کسی سے تو پورا کرو اُسے
جھوٹا بنا نہ دے تمہیں جرأت زبان کی

یہ سب ہے نفاق۔ دو رخی باتوں کو چھوڑ دو
خِفت سہو گے ورنہ بدولت زبان کی

سچ پوچھئے تو ہم تو کہیں گے یہی ازلؔ
چُپ رہنے میں ہی کچھ ہے فضیلت زبان کی

لندن سے خط

از محترمہ تہذیب النسأ صاحبہ بی اے

لندن کو جتنا میں دیکھتی جاتی ہوں اتنا ہی مجھے اس قوم کی تعریف کرنے کو جی چاہتا ہے۔ یہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ میں بہت زیادہ "مغرب زدہ" ہوں۔ کاش کہ ہمارے وہ بھائی جو مغربیت کے سخت دشمن ہیں۔ یہاں آئیں اور آنکھیں کھول کر دیکھیں۔ لندن کو ہندوستانیوں نے ایک عجوبہ سمجھ لیا ہے۔ میں یقین دلاتی ہوں کہ لندن میں کوئی عجیب بات نہیں ہے جو اس وقت ہندوستان میں نہ ہو۔ لندن میں صرف ایک چیز عجیب ہے اور وہ یہاں کی تنظیم (Organization) ہے انگریز بجنسہ خود۔ اُس کا مکان۔ اُس کا شہر، اُس کی پولیس، دکان، سڑک پر ہجوم۔ غرض کہ ہر چیز ایک نظام کے ماتحت ہے۔ اس وقت لندن میں لاکھوں آدمی دنیا بھر سے کھنچ کر جشن تاجپوشی کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ سڑکوں پر آدمیوں کا ایک دریا ہے کہ بہتا جا رہا ہے۔ مگر یہ سب ایک نظام کے تحت میں ہے۔ اور لندن والا اس سے پریشان نہیں ہے۔ لندن میں یہ مشہور ہے کہ جتنے آج کل لوگ یہاں موجود ہیں۔ اگر اس سے دگنے لوگ اور آجائیں تب بھی لندن میں جگہ باقی رہے گی۔

میں لندن سے "عصمت" کی ناظرات سے سالانہ نمبر کے موقع پر صرف یہی کہہ سکتی ہوں کہ لندن کے لوگوں کی طرح عصمتی بہنیں بھی اس تنظیم یعنی خود اپنا کام کرنے اور دوسروں کی مدد کرنے کی عادت ڈالیں۔ دوسروں کی مدد کرنے کے لئے بھی لندن والے مشہور ہیں۔ سڑک پر آپ ذرا پریشان نظر آئے اور لوگوں نے آپ سے پوچھنا شروع کیا کہ وہ آپ کے لئے کیا کر سکتے ہیں، اس کے علاوہ لندن والا ہمیشہ اپنے کام سے کام رکھے گا، آپ کی طرف پھر کے بھی نہ دیکھے گا کہ آپ کون ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔

میں وقتاً فوقتاً لندن کے حالات سے آپ کو مطلع کرتی رہوں گی۔ فی الحال سالانہ نمبر کے موقعہ پر آپ میرے ان خیالات کو جگہ دیں۔ ان چیزوں کے علاوہ جن کا میں اوپر ذکر کر چکی ہوں لندن میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔ کھانا ہمارا ان کے کھانے سے کہیں بہتر ہے۔ جسم کی صفائی میں ہم ان سے بڑھے ہوئے ہیں۔ (اگرچہ ہمارا ارد گرد اس قدر گندہ ہے کہ خدا کی پناہ)

تہذیب النساء

لندن۔ ۲۰ مئی سنہ ۱۹۳۷ء

خواتین ایران کی پردہ کشائی

از جناب پروفیسر سید محمد طاہر صاحب رضوی ایم اے سیاح ایران

ہندوستان کے قدامت پرست طبقہ کا خیال ہے کہ ایران میں عورتوں کی آزادی اور پردہ کشائی سراسر حکومت ایران کی سخت گیری اور رضا شاہی دور کی جدت پسندی کا نتیجہ ہے۔ حالانکہ حقیقت اس کے بالکل خلاف ہے جس طرح اور دوسرے اسلامی ممالک میں حجاب اور پردہ کا مفہوم بالکل غلط سمجھا گیا ہے اور مذہب کی آڑ میں مردوں نے عورتوں کی آزادی قطعی طور پر سلب کر کے انہیں محض عضو معطل بنا ڈالنے کی کوشش کی اسی طرح ایران جیسے مہذب اور متمدن ملک میں بھی عورتوں کی حیثیت مردوں کے مقابلہ میں بالکل ہی بے مایہ و بیکار سمجھی جاتی تھی۔ بلکہ علمائے مذہب نے تو یہاں تک زیادتیاں کیں کہ اپنے پند و نصائح اور تالیفات و تصنیفات کے ذریعہ عامۃ الناس کے درمیان طرح طرح پر مردوں کا صاحب اختیار اور عورتوں کا زیردست ہونا ثابت کر کے ان کے خیالات کو تقویت بخشی۔ چنانچہ ملاؤں کے دور کی برکت سے اگر ایک طرف ایران میں سیاسی تنزل رونما ہوا تو دوسری جانب ایرانی عورت کا درجہ وہاں کی سوسائٹی میں بالکل ہی پست ہو کر رہ گیا۔ ایران میں مردوں کا طبقہ عورتوں کے مقابلہ میں ہر طرح مختار۔ حاکم۔ فرمانروا، حقدار اور بعد از خدا ہر قسم کی بزرگی و شرف اور سب طرح کے اوصاف ولیاقت کا حامل سمجھا جاتا تھا لیکن عورت کا جرم صرف اس کے اس طرح پیدا ہونے کے سبب ایسا عظیم تھا کہ اسے حقوق طلبی کی اجازت نہ تو اس کے مذہب نے دی تھی نہ قوم نے جس طرح اس کا ملک اسے حیوان بے زبان سے زیادہ وقعت نہ دیتا تھا اسی طرح اس ملک کی حکومت اس کی دادرسی سے قاصر تھی۔ اور وہاں کا قانون اس کے مخصوص طبقہ کے متعلق ساکت و خاموش تھا مرد کو پورا حق تھا کہ مذہب کی آڑ لیکر کثرت ازدواج کے رشتہ میں عورت کو منسلک کرے اور اپنے حرم خانہ کو مثل دیگر اسباب آرایش کے زینت بخشے اور اگر ذرا بھی خدمت میں اس کی طرف سے کوتاہی ملاحظہ کرے تو فوراً ہی طلاق کے ذریعہ ہمیشہ کے لئے اسے بے خانماں کر ڈالے۔

وہ ایران جہاں کا قدیم تمدن مشرقی و مغربی اقوام کے لئے مدتوں مشعل راہ بنا اور جہاں کی تہذیب قبل از اسلام بھی عورتوں اور مردوں کو ایک نظر سے برابر دیکھتی رہی تھی۔ اسی ایران میں ملاؤں نے استبدادیت کو راہ دیکر بعد از اسلام عورتوں کو مردوں کی ملک اور کنیز قرار دیدیا تھا۔ عورتوں پر علوم و فنون کے دروازے بند اور ان کے سارے حقوق پامال کر ڈالے تھے، وہ ایران جہاں (قبل از اسلام) دین زرتشت نے عورتوں کے ساتھ نیک سلوک اور رواداری لازمی و مستحسن سمجھا تھا اور جہاں کے مرد پوران دخت و آزرمی دخت کی شاہی و حکومت کے سامنے خوشی خوشی سر تسلیم خم کرتے تھے جہاں بعد از اسلام بھی لالہ خاتون۔ مہری۔ مہستی۔ قرۃ العین وغیرہ جیسی فاضلہ اور شاعرہ عورتیں پیدا ہوئیں اور موقع پاکر اپنے جوہر قابلیت سے مردوں کو روشناس کیا۔ اسی ایران کے ملاؤں نے اسلامی تعلیمات کو فراموش کر کے اور صحیح روایات پس پشت ڈالکر عورتوں پر ظلم و ستم روا رکھا تھا اور ان کے ساتھ رواداری کفر سمجھا تھا۔

ظاہر ہے کہ ایسی [illegible] کیا ہو سکتا تھا جب تک تعلیم کا فقدان رہا ایران کی عورتیں خاموشی کے ساتھ ظلم

سہتی رہیں اور اپنی بے بسی پر آنسو بہاتی رہیں۔ روہر عہد پہلوی شروع ہوا اور ہر ساری مملکت میں برکتوں کا دروازہ کھلا۔ ایک طرف اگر امن وامان قائم ہوئے، ملک کی سیاسی حالت درست ہوئی اور ترقی کی راہیں بنیں تو دوسری طرف اسکول و مدارس کی کثرت کے ساتھ بنیادیں پڑیں اور لڑکوں و لڑکیوں دونوں کی بہترین اور مکمل تعلیم و تربیت کا انتظام عمل میں لایا گیا۔ چنانچہ اب ایرانی عورتیں بھی بیدار ہونے لگیں، ان کی ترکی بہنیں مدتوں پہلے میدان عمل میں گامزن ہو چکیں تھیں، اور مصر میں ملکی آزادی کے شور کے ساتھ مصری خواتین کی بھی آزادہ روی کا غلغلہ بلند ہو چکا تھا۔ ایران کی عورتیں اپنی ہندی بہنوں کی طرح چہار دیواری کے اندر بہت ہی کم قید رہیں۔ سوائے شاہی خاندان یا امرار و رؤسا کی بیگمات کے جو بغیر پردے کی شدت کے باہر کم نکل سکتی تھیں، بقیہ متوسط حال طبقہ کی عورتوں کے متعلق اس طرح کی سختی مطلق نہ تھی۔ اور دیہاتی و قصباتی عورتیں تو کبھی بھی پردہ پوش نہیں رہیں۔ اس طرح کا مشاہدہ خود ہمارے ہندوستان میں بھی ہوتا ہے۔ ایک قوم ایک مذہب ایک زبان اور ایک ہی قسم کی تہذیب و معاشرت میں پرورش پانے کے سبب مقنع یا چادر میں ملبوس ہو کر ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے اور باہر گھومنے پھرنے میں خواتین ایران کو وہ مشکلات اور دقتیں بہت کم پیش آئیں جیسی کہ یہاں ہندوستان میں اختلاف قومیت و مذہبیت اور افتراق زبان و معاشرت کے باعث ہندوستانی عورتوں کے لئے آزادی کے ساتھ نقل و حرکت کے راستہ میں حائل ہیں۔ چہرہ کا پردہ مدتوں پہلے ایران میں اٹھ چکا تھا۔ نام نہادی طور پر سیاہ چادر جسم پر ڈال کر وہ باہر نکلتی تھیں۔ گھر کے اندر اُن کا لباس تقریباً سارے کا سارا مغربی طرز کا تھا۔ اس لحاظ سے پردے کا رواج جیسا کہ ہندوستان میں ہے ایران میں اس کی شدت برابر کم رہی۔ رضا شاہی دور میں پردے کے خصوصیت میں صرف اس قدر ضرور ہوا کہ سیاہ چادر کی ٹٹی ہٹادی گئی۔ مگر یہ بھی جو ہوا تو خود ایرانی مردوں کی خواہش پر۔ چونکہ وہ مغربی تعلیم کے زیر اثر کسی طرح کے پردے کے قائل نہ تھے۔ اس کی مثال خود ہندوستان میں ہمیں کثرت سے ملتی ہے کہ تعلیم یافتہ طبقہ پردے کی ساری بندشوں کا مخالف ہے۔ چنانچہ جیسے جیسے تعلیم بڑھتی جاتی ہے، پردہ اٹھتا جاتا ہے۔ صوبجات بنگالہ و پنجاب میں ہم دیکھتے ہیں کہ پردہ تقریباً ختم ہو چکا۔

ایران ایک آزاد ملک ہے اور ایک مستقل تہذیب و تمدن کا حامل۔ عہد پہلوی میں جہاں ایران کی مسلم و غیر مسلم ساری رعایا کے لئے بلا تفریق مذہب وملت یکساں برتاؤ سمجھا گیا اور ہر فرد کی آزادی وطن کی آزادی کے ساتھ اس کا پیدائشی حق تسلیم کیا گیا۔ اسی طرح حکومت نے عورتوں کی بھی بے زبانی و بے اختیاری پر رحم کر کے انہیں مردوں کے بنائے ہوئے قانونی شکنجوں سے نجات بخشی۔ اور ان کے سارے حقوق محفوظ کر دیئے۔ عورتوں کی تعلیم و تربیت کے لئے کثرت کے ساتھ اسکول قائم کئے۔ اور ان کی ترقی کے راستہ سے ساری رکاوٹیں دور کر دیں۔ مردوں کو بلا وجہ اور بلا ضرورت ایک سے زیادہ نکاح کرنا ممنوع قرار دیا۔ کمسنی کی شادی کا ہمیشہ کے لئے سدباب کیا۔ اور جس طرح مرد کو طلاق کے سلسلہ میں اختیار تھا اسی طرح عورت کے لئے بھی خلع کے متعلق سہولتیں بہم پہنچائیں۔

اب رہی یہ بات کہ حجاب کشائی کے سلسلہ میں ملک کے اُن افراد پر سختی و تشدد کہ جو خود ہی پردہ پوش رہنا پسند کریں اور ضروری جانیں نیز یہ کہ مغربی طرز کے لباس اختیار کرنے کے متعلق حکومت کا جبر۔ یہ کونسی عقلمندی کی بات تھی۔ اور کس طرح کا نیک اقدام تھا تو اس خصوص میں پہلے تو یہ ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ رموز مملکت خویش خسرواں دانند۔ دوسرے یہ بھی بات ہے کہ جو ملک یا قوم آزاد اور ترقی کرنے کے جوہر سے آراستہ [illegible] ہے اور ہم

لوگوں کا ہمیشہ یہی دستور رہا ہے کہ سارے ملک کا لباس یکساں ہو۔ سارے لوگوں کی غذائیں یک رنگی ہو۔ کل افراد کے خیال میں ہم آہنگی ہو، اور اس طور پر ساری کی ساری مملکت میں ایک ہی طرح کے پروگرام پر رعایا کی عملی زندگی کا انحصار ہو جائے زبان و معاشرت کی یگانگت کے ساتھ لباس ظاہری کی یکسانیت ظاہر ہے کہ ایک قوم کو کس درجہ متحد و متفق کر سکتی ہے۔ تعلیم کی وسعت کے ساتھ ایران میں ایک کافی تعداد لوگوں کی ایسی وجود میں آگئی جنہوں نے مغربی لباس اختیار کرنا مناسب سمجھا۔ پھر یہی لوگ حکومت کے روح رواں ہوئے۔ جیسے جیسے انکی تعداد بڑھی ان کا اثر بقیہ افراد پر بھی پڑنا شروع ہوا۔ رفتہ رفتہ اس خیال کے لوگوں کی اکثریت ہو گئی، اکثریت نے اقلیت کو بھی اپنے ہی رنگ میں لے آنا عین مصلحت جانا۔ اب اگر حکومت نے اکثریت کا ساتھ دیکر اقلیت پر جبر و تشدد کیا تو یہ کسی بری نیت سے نہیں بلکہ خود انکی بہتری کے لئے۔ اور ایسا رویہ کسی حکومت کا بھی قابل ملامت کبھی نہیں ہو سکتا۔

بے جا نہو گا اگر یہاں پر آقائے وثوق الدولہ ایک فاضل ایران کے اس بلیغ و بصیرت افروز خطبہ کا کچھ حصہ جو مخصوصًا اسی موضوع سے متعلق ہے اور چند ماہ قبل مجلہ ماہانہ "ارمغان" (طہران) میں شائع ہوا تھا اقتباس و ترجمہ کر کے ہدیۂ ناظرین کیا جائے آقائے موصوف فرماتے ہیں:۔

ہم چونکہ زیادہ تر تاریخی معلومات کے جزوی حقایق سے ناواقف رہتے ہیں اور ان کے اسباب و علل پر بھی غور و فکر نہیں کرتے اس لئے عام طور پر ہماری عادت ہو گئی ہے کہ اپنے ناروا افعال اور کسی خاص امر کے متعلق سوء استعمال کو مذہب اسلام کے احکام سے تعبیر دیتے ہیں چونکہ میں خود کُلَّمَا حَکَمَ بِهِ الشَّرْعُ حَکَمَ بِهِ الْعَقْلُ کا پوری طرح قایل ہوں اس لئے یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ شریعت اسلام جس کا سارا مدار ربانی قوانین اور عقلی دلائل پر ہے اور جس کا مقصد تکمیل انسانیت رہا ہے۔ وہی شریعت بنی نوع انسان کے ایک مخصوص طبقہ (زنان) کو سعادت بخشنے میں کوتاہی پسند اور اسے پست بنانے پر مصر ہو گی۔ عورتوں کے ستر و حجاب سے اگر حفظ عفت اور پاکدامنی مقصود ہے تو بلا شبہ ایک عفیفہ و عصمت مآب عورت کے لئے پردہ و حجاب کی کوئی ضرورت ہی نہیں۔ اور یہ بھی بدیہی بات ہے کہ جو بدکار اور بے عصمت ہے اسے یہ باریک پردے یا ریشمی مقنع و چادر عفت پسند اور عصمت کیش بنانے سے قاصر رہیں گے۔ ہمارا ملک و وطن باعتبار زمین اگرچہ نہایت وسیع ہے۔ تاہم اب تک اس کا بیشتر بالکل غیر آباد اور بحال پستی ہے۔ نیز یہ کہ جو خطہ آباد بھی ہے۔ وہ دورہائے گذشتہ کی خرابیوں کے سبب ملک کی وسعت کے ساتھ کچھ بھی لگاؤ یا مناسبت نہیں رکھتا۔ عہد حاضرہ میں جبکہ ہم اپنے فرمانروائے بزرگ و راہنمائے دوربین کے ظل عاطفت میں مثل دیگر اقوام ترقی یافتہ کے بہتری و بہبودی کے راستہ پر گامزن ہونا چاہتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ فی زمانہ ترقی کی کوشش میں زن و مرد کی کوئی تخصیص یا امتیاز قطعی نہیں تو پھر ایسے وقت میں اگر کچھ لوگوں کا یہ خیال ہو کہ موجودہ افراد مملکت کی نصف تعداد میں لوگ اپنے گھروں کے اندر بیٹھکر تضیع اوقات کریں یا اگر کوئی کام بھی کریں تو گھریلو زندگی کے سوائے باہر کے کسی کارخانہ یا ادارے سے کوئی تعلق نہ ہو تو ظاہر ہے کہ یہ بات کس درجہ ناقابل عفو جرم و خیانت کی دلیل ہو گی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یا پھر فرض کیجئے کہ ایسے ملک میں جہاں نصف سے زاید افراد اپنے تئیں سیاہ چادروں میں لپیٹ کر اور چہرہ پر بھی سیاہ ٹکڑا باندھ کر اسی صورت و لباس میں گھر سے باہر نکل کر کارخانوں وغیرہ میں آئیں اور بقیہ نصف سے کم از کم کام بٹانے کے لئے کام بھی کرنا شروع کریں تو کیا اس کا کبھی یقین کیا جا سکتا ہے کہ اس ملک کا کام تکمیل پا سکے گا [illegible] چادر پوش اور نقاب بند ہستیاں بقیہ افراد کی مدد کریں خود ان کا ہی بوجھ رہے

کندھوں پر پڑ جائیگا۔ ایسے حال میں یہ کس قدر خوش بختی کی دلیل ہوگی کہ ناگہاں ایسی مملکت میں ان بدقسمتوں کے درمیان ایک ایسا فرشتۂ رحمت وجود میں آجائے جو صحیح معنوں میں فرزند وطن۔ نگہبان قوم اور محافظ الملک ہو اور وہ آتے ہی ان چادر پوشوں کو قید ذلت سے آزادی بخشے اور حکم صریح نافذ کردے کہ اے بدبختو۔ اب تم اپنے حصول ترقی و کمال کے راستے سے ان ساری کاوٹوں کو بیک دم دور کر ڈالو۔ سب لوگ مل جل کر کام کرو۔ ایک دوسرے کے معاون و مددگار بنجاؤ۔ خدا کی اس وسیع زمین کو آباد کرو۔ اور ساتھ ہی ساتھ عفت کیش و پاک دامن بھی بنو۔ ورنہ ہم خود تمہیں عفت و پاک دامنی پر مجبور کریں گے۔

خواتین ایران کا فرض منصبی ہے کہ وہ اپنے پدر تاجدار و مہربان کی بخشی ہوئی آزادی کی قدر کریں اور ایسا کام کریں جو در حقیقت اس اصلاح مہم کی روح ہے۔ انہیں لازم ہے کہ اپنے ذہن رسا کے توسط سے جملہ امور و کارخانہ ہائے ملکی و وطنی کے لئے اپنے وجود کو مفید و کارآمد بنائیں اور نہ محض یہ کہ اپنے مردوں کی معاونت ان کے کاموں میں کریں بلکہ خود بھی اپنی جگہ پر اس بات کی سعی کریں کہ اپنا کام بغیر کسی دوسرے جنس کی امداد کے تکمیل پائے اور اس طور پر رفتہ رفتہ وہ ترقی حاصل کرلیں جس سے انہیں مردوں کے طبقہ پر بھی سبقت حاصل ہو جائے۔ ایرانی خواتین نے اگر اس اصلاح و آزادی سے مستفید ہونا محض اپنے تئیں قیمتی و زینت بخش لباس سے آراستہ ہونا اور سیر و تفریح میں تضیع اوقات و صرف مال کرنا سمجھا ہے تو حقیقتاً غلطی کی اور اپنے شہنشاہ عظیم الشان کی عطا فرمودہ نعمت کی سخت توہین و ناشکری کی۔ بلکہ اپنے تئیں مستحق ملامت و غضب بنایا۔"

کھانے پر ایک دفعہ

افراد

میاں ——— بیوی

(کسی گھر میں کسی روز میاں کے لئے کھانا چنا ہوا ہے۔ بیوی پاس بیٹھی ہوئی ہے)

میاں = "اللہ رحم کرے!"

بیوی = "کیسا ہوا"؟

میاں = "یہ روٹی ہے؟"

بیوی = "اور کیا ہے!"

میاں = "کئی بار کہہ چکا ہوں کہ مجھے پتلی اور سینکی ہوئی روٹی پسند ہے۔ مگر ماما ہمیشہ موٹی اور کچی روٹی پکاتی ہے"۔

بیوی - "تو کیا یہ پتلی نہیں ہے۔؟"

میاں = "نہیں اور سینکی ہوئی بھی نہیں ہے۔ کیا وہ اس کو سینک نہیں سکتی۔"

بیوی - "وہ کہتی ہے میں سینک لیتی ہوں"

میاں - "وہ تو یہی کہے گی۔"

بیوی - "تو کیا تمہارا مطلب یہ ہے کہ میں خود باورچی خانہ میں اس کے سر پر کھڑے ہو کر روٹی سکوایا کروں۔ مجھ سے تو آگ اور دھوئیں میں کھڑا نہیں ہوا جاتا۔"

میاں - "مجھے نہیں معلوم نہیں کیا کرنا چاہئے، بہر حال باورچی خانے کا سارا کام تمہارے ذمہ ہے۔"

بیوی - "ہوں!!"

میاں - "کہو تو میں خود جا کر تمہاری ماما کو سمجھا دوں"

بیوی (لاپرواہی سے) "میری رائے میں یہ مناسب نہیں میں خود سمجھا دوں گی۔"

میاں - "تم تو اس طرح کہہ رہی ہو کہ گویا تمہارا بڑا احسان ہوگا کیا میرے بس کی بات ہے [illegible] میرے ذمہ ہو اور کھانا بھی میری مرضی کا نہ پکے؟"

بیوی (اخبار اٹھا لیتی ہے) "کیوں نہیں، ضرور"

میاں (بڑبڑاتے ہوئے) "یہ یوں نہ مانے گی۔ اس سے کہہ دینا کہ آئندہ اگر روٹی ٹھیک نہ پکی تو ملازمت سے الگ کر دی جائے گی۔"

بیوی - (اخبار رکھتے ہوئے) "واہ! اسلئے کہ آج ذرا روٹی کچی رہ گئی تم اسے الگ کر رہے ہو؟"

میاں - "صرف آج؟ یہ تو روز روز کا رونا ہے۔ جب دیکھو کچی اور موٹی روٹی!"

بیوی - "میں بھی تو آخر یہی کھاتی ہوں۔"

میاں - "تمہارا کیا ہے تم تو کچا آٹا تک کھا لو!"

بیوی - "میں خواہ مخواہ شور نہیں مچایا کرتی۔"

میاں - "اچھا تو میں شور ہی مچاتا ہوں گا (کچھ دیر خاموش رہ کر) اور یہ کچھ مشکل کام تو ہے نہیں ہر عورت پتلی اور سکی ہوئی روٹی پکا سکتی ہے۔"

بیوی - "کیوں نہیں۔ لیکن ہر عورت اس کی طرح عمدہ قورمہ تو نہیں پکا سکتی۔ ایسی مچھلی تو نہیں تل سکتی۔ مزیدار کباب تو نہیں بنا سکتی۔ لذیذ فرنی تو......."

میاں - "لیکن۔"

بیوی - (بغیر متوجہ ہوئے) "اس روز تمہارے دوست اس کے ہاتھ کے کوفتے کھا کر کس قدر خوش ہوئے تھے! اور تم خود بھی جانتے ہو کہ وہ کتنا اچھا سالن پکاتی ہے۔"

میاں - "میں یہ تو نہیں کہہ رہا کہ اسے کھانا پکانا نہیں آتا۔ آخر روٹی پتلی کیوں نہیں ہوتی؟"

بیوی: "یہ بہت بری بات ہے کہ ایک معمولی سی بات پر اس کو الگ کر دینے کی دھمکی دی جائے۔"

میاں۔ (زچ ہو کر) "ہاں جس چیز کو میں کہتا ہوں وہ معمولی! اور جو چیز تم پسند کرو، وہ عمدہ!"

بیوی: "تم سمجھے نہیں"

میاں: "میں سمجھ گیا...... اصل میں تم اپنے رشتہ داروں کا خیال پہلے کرتی ہو اور میرا بعد میں"

بیوی: "کیا مطلب؟"

میاں: "یہی کہ تم ان چیزوں کو عمدہ سمجھتی ہو جنہیں تمہارے میکے والے پسند کریں اور تمہاری تعریف ہو۔ میرا تمہیں کوئی خیال نہیں، روٹی پکی ہو تو ہوا کرے"

بیوی: "مگر یہ روٹی کچی نہیں ہے اور ہے بھی تو دوسری لے لو"

میاں۔ "لیکن پتلی ایک بھی نہیں"

بیوی (عاجز آ کر) "کہہ تو چکی ہوں۔ میں اسے سمجھا دوں گی"

(بیوی اخبار پڑھنے لگتی ہے۔ میاں اب بھی مطمئن نہیں ہے۔ اس نے دو نوالے کھا کر پھر شکایت شروع کرتا ہے)

میاں: "مضمون نگار کو سکون اور آرام کی اشد ضرورت ہے ہونا یہ چاہیئے تھا کہ جب گھر میں آؤں کچھ راحت ملے نہ کہ یہ روز روز کی مصیبت!"

بیوی: "میری سمجھ میں نہیں آتا۔ "مضمون نگار کیلئے ذرا موٹی روٹی کھا لینا ایسا کونسا مضر ہے"

میاں: "ایک نوالہ لیتے ہوئے۔ دیکھو بیگم تم مجھے خواہ مخواہ غصہ دلا رہی ہو۔ ارے بھئی مضمون نگار کے مزاج میں اگر کسی قسم کی الجھن پیدا ہو جائے تو وہ مضمون لکھ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر وہ گھاس کھودنے لگتا ہے اور اگر میں یہ توقع کروں کہ گھر کا کام کاج میری مرضی کے موافق ہو تو کیا یہ کوئی انوکھی بات ہے۔!"

بیوی: "تم کیا ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ گھر کا کام کاج اسکی مرضی کے مطابق ہو"

میاں۔ "لیکن اس گھر میں تو بات ہی نرالی ہے۔ تم چاہتی ہو کہ ہر کام تمہاری مرضی کے مطابق ہو کیونکہ اس کو تم اہم سمجھتی ہو اور اگر میں کچھ چاہوں تو اس کو نہایت معمولی جان کر اُسے کرنے کی تم کچھ ضرورت نہیں سمجھتیں"

بیوی۔ (زچ ہو کر) "تم سے کئی مرتبہ کہہ چکی ہوں؟ میں اسے جا کر سمجھا دوں گی۔"

میاں: "خاک سمجھا دوں گی! — (وقفہ) بہت سی بیویاں اپنے شوہروں کی خدمت کیا کرتی ہیں"

بیوی۔ "بہت سی بیویوں کی شادی مضمون نگاروں سے نہیں ہوتی"

میاں: "شادی کے وقت تو تم کہتی تھیں کہ تمہاری سب سے بڑی خواہش مجھے میرے کام میں مدد دینا ہے"

بیوی: "اور میں نے کب کہا ہے کہ میں تمہیں مدد دینا نہیں چاہتی"

میاں: "لیکن تم مجھے میری مرضی کے مطابق مدد نہیں دیتیں"

بیوی۔ (روٹھی سی ہو کر) "ہاں مجھ سے تو تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہے"

میاں۔ "یہ میں نے کب کہا؟ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ —"

بیوی۔ "ایک ہی بات ہے۔ میری رائے میں مضمون نگاری کا روٹی پر مزاج بگاڑنے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بہت سے لوگ مضمون نگار ہیں۔ اور بہت اچھے مضمون نگار لیکن وہ روٹی کے ذرا پتلے نہ ہونے پر آسمان سر پر نہیں اٹھا لیا کرتے۔"

میاں: "بس تو میں ذلیل مضمون نگار ہوں...... (وقفہ) اچھا یہ اتنا شاندار مکان کس کی وجہ سے لیا گیا ہے؟"

بیوی۔ "تم نے اپنی وجہ سے لیا ہے کیونکہ تم کہتے تھے کہ پتہ ہمیشہ شاندار ہونا چاہیئے۔"

میاں۔ (ایک نوالہ لیکر) "دیکھو تم مجھے غصہ دلا رہی ہو بیشک میں نے کہا تو تھا مگر جب سے ہم یہاں آئے ہیں تم نے مجھے چین سے نہیں [illegible] کی نقل اتارتے ہوئے) "مجھ سے [illegible] کھانا کھانے

کے لئے ایک ماما ہونی چاہیے۔ باہر کے کام کے لئے ایک [illegible]
ہونا ضروری ہے۔ مہمانوں کے سامنے کھانا خود چننے ہوئے
مجھے شرم آتی ہے۔" (اپنی آواز میں) "تم نے جو کچھ کہا وہ
میں نے کیا لیکن تم کبھی مطمئن نہیں ہوتیں۔ ہر وقت فضول
خرچ کرتی رہتی ہو۔ یہ صوفے! یہ کرسیاں! یہ میزیں!
یہ تصویریں۔ یہ اتنے سارے قیمتی قیمتی برتن!! آخر کہاں تک
سامان خریدو گی؟"

بیوی۔"مگر میں نے یہ سب کچھ تمہاری عزت کے لئے کیا ہے۔ یا
اس سے میرا کوئی ذاتی فائدہ ہے!"

میاں (بغیر کچھ سنے) "کبھی خیال بھی آتا ہے اتنا روپیہ کہاں تک
کماؤں گا صبح سے شام تک کام کرتا رہتا ہوں کہ کسی طرح
زیادہ سے زیادہ روپیہ آئے۔ سر میں درد رہنے لگا۔ مگر تمہیں
بالکل پروا نہیں۔"

بیوی "چیخ کر باتیں کیوں کر رہے ہو؟ — میں جاتی ہوں۔"

میاں "یہ تو تمہاری عادت ہے۔ جب کوئی سنجیدہ بات ہوگی
تم اسے سننا نہیں چاہتیں۔ اور فوراً اٹھ کر چلی جاتی ہو
...خرچ سے پہلے آمدنی پر بھی تو نظر رکھا کرو۔"

بیوی (حسرت سے) "کاش میرے پاس کچھ اپنی دولت ہوتی"

میاں۔ واقعی بہت اچھا ہوتا!!

بیوی (نیچی گردن کئے ہوئے) "افسوس! میں تمہارے لئے
مصیبت ہوں۔ میری وجہ سے تمہیں پریشان رہنا
پڑتا ہے۔"

میاں "اور کیا!! بگڑ جاؤ۔ رونے لگو۔ گویا میں نے بہت بری
بات کہدی۔"

(بیوی رومال سے آنکھیں پونچھتی ہے۔ میاں سمجھ جاتا ہے
کہ وہ رو رہی ہے۔ چند سیکنڈ خاموش رہ کر وہ اس کی طرف
محبت سے دیکھتا ہے۔)

میاں۔"ارے تم [illegible] رونے لگیں؟ (اس کے قریب
آجاتا ہے [illegible] میرا یہ
مطلب نہیں تھا۔"

بیوی۔ (سسکیاں لیتے ہوئے) "میرا ہی قصور ہے۔ میں ہی
ذمہ دار ہوں۔......"

میاں (پریشان ہوکر) "کیا مجھے تمہیں ایک لفظ بھی کہنے کا حق
نہیں۔......"

بیوی ....میں کوشش کرتی ہوں کہ زیادہ خرچ نہ ہو
اور صرف ضرورت پر.........

میاں "ہاں۔ ہاں۔ تم جو کرتی ہو ٹھیک کرتی ہو۔ (بیوی کے
سر پہ ہاتھ پھیر کر) تم رونے کیوں لگی تھیں! تمہارا جو
دل چاہے کرو۔ اب کاروبار خوب چلنے لگا ہے۔ اگلے
مہینے سے بہت معقول آمدنی ہوا کرے گی۔"

بیوی۔"نہیں نہیں۔ اب سب کام تمہاری مرضی کے مطابق ہوا
کرینگے۔ اس مکان کو جلد چھوڑ دینا چاہیئے۔ بہتر ہے کسی
گاؤں میں چل کر رہیں۔ تاکہ اخراجات زیادہ نہ ہوں"

میاں۔ (متاثر ہوکر) "ہیں، بیگم! اس کی ضرورت نہیں، اب
آمدنی ضرورت سے زیادہ ہونے لگی ہے۔"

بیوی —"میں اب تمہارے لئے روٹیاں اپنے سامنے پکوایا کروں گی"

میاں۔ واہ میں تو یونہی کہہ رہا تھا۔ اس کی کیا ضرورت ہے؟

بیوی۔ کیوں نہیں۔ میں اسے اچھی طرح سمجھانے جا رہی ہوں۔"

(بیوی ماما کو سمجھانے چلی جاتی ہے)

میاں۔(پکار کر) اس سے سختی سے نہ کہنا! تمہارا آہستہ سے
سمجھا دینا کافی ہوگا۔

(فوری پردہ)

(انگریزی سے)

صادق الخیری

نرم کھلونوں کی دستکاری

کھلونوں کی قدیم دستکاری [illegible]

بازیچستان میں نرم کھلونے

[illegible] کے علاوہ [illegible] بھیڑیے، بلیاں اور خرگوش [illegible] اور دیگر ان کی ننھی دنیا کی مخلوق کے نمونے خاص طور سے رکھے جاتے ہیں۔

بازیچہ سازی بہت قدیم گھریلو دستکاریوں میں سے ہے [illegible] کے بچوں کو کسی نہ کسی شکل کے کھلونوں کی خواہش رہی ہے [illegible] بچوں کی اس خواہش کو جو ایک فطری خواہش ہے پورا کرنے [illegible] کے لوگوں نے پرندوں اور جانوروں کے نمونے وضع [illegible] جوں جوں زمانہ گزرتا گیا ان کی ساخت میں ترقی ہوتی گئی اور [illegible] کی مانگ بڑھتی رہی۔ قومیں گریں اور ابھریں۔ تہذیب نے مشرق [illegible] کو کچھ سے کچھ کر دیا لیکن بچے اور بچوں کی ضرورتیں باقی [illegible] کھلونے ہر زمانے میں پتھر، دھات، لکڑی، مٹی اور پلاسٹک [illegible] جوں جوں زمانہ گزرتا گیا اور تہذیب ترقی کرتی رہی کھلونوں [illegible] میں بھی اضافہ ہوتا گیا اور نئے نئے ناموں سے موسوم ہونے لگے چنانچہ آج کل کے بچے "مسٹر گولی ووگ" "ٹیڈی بیئر" "بلی پوسم" [illegible] اور پیٹر پان وغیرہ سے اچھی طرح واقف ہوں گے۔

اس مضمون میں کوشش کی گئی ہے کہ ہندوستانی خواتین کو نرم کھلونوں کی دستکاری میں ان سائنٹفک طریقوں اور اصولوں سے آگاہ کیا جائے جن سے وہ ابھی تک ناواقف ہیں اور جن سے بغیر واقف ہوئے وہ اس دستکاری میں پوری خصوصیات پیدا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی ہیں جو اس دستکاری کا معراج کمال ہے۔

نرم کھلونے

نرم کھلونے جنہیں سوفٹ یا سوفٹ [illegible] بھی کہتے ہیں درحقیقت بہت دلکش [illegible] ہیں اور بچوں کو خوش کرتے [illegible] بہت آسانی سے بنائے [illegible] ہیں۔ لڑکیاں ایسے کھلونے [illegible] کرتی

[illegible] خالہ اور سہیلیاں خیال کرتی ہیں کہ [illegible] ہیں جواب سے ایک صدی قبل تھے۔ اسی طرح [illegible] کی چیزوں یعنی کھلونوں میں بھی [illegible] پیدا کر رہا ہے۔ یہ انقلاب کچھ تو بچوں کے بڑھتے ہوئے [illegible] کے علم و ذکاوت اور فطری ارتقاء کی ترقی سے [illegible] کہ پچھلے زمانہ کے بچے بہت سنجیدہ اور بھولے بھالے [illegible] اور وہ کسی معمولی بھدے سے کھلونے سے خوش اور راضی ہو جاتے تھے۔ مگر آج کل کے بچے بہت ذہین واقع ہوئے ہیں جب ان کو [illegible] کھلونا دیا جاتا ہے تو پہلے آپ اس کا اس طرح معائنہ فرماتے ہیں [illegible] کوئی باریک بین نقاد کسی تصویر کو بغرض تنقید دیکھتا ہے۔ اور جب کوئی اس میں نقص دیکھتا ہے تو فوراً اس کو رد کر دیتا ہے اسی طرح [illegible] کوئی خلاف مرضی بات خصوصاً غیر قدرتی پن پاتے ہیں [illegible] جلد [illegible] کو پارہ پارہ کر کے حسب معمول گھورے پر پھینک دیتے ہیں۔ اس لئے اب دنیا کے کھلونے سازوں کو بچوں کی سائکالوجی کا [illegible] مطالعہ کرنا پڑتا ہے اور ایسے کھلونے بنانے ہیں جن میں اصلی [illegible] کے قریب قریب تمام آثار نمایاں ہوں۔ چنانچہ ہر مزاج اور ہر عمر [illegible] کے لئے بیشمار نمونے اور اقسام کے کھلونے وضع کئے گئے ہیں۔ تاکہ بچے [illegible] زندگی کے ابتدائی ایام نہ صرف خوشی و خرمی سے بسر کر سکیں بلکہ اس کے [illegible] تعلیمی [illegible] معاون ہو سکیں یہی وجہ ہے کہ آج کل کے [illegible] کھلونے [illegible] ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے اخلاق [illegible] ہیں۔ [illegible] ملبوس گڈے گڑیاں کو بچے سچ مچ کے [illegible] تصور کرتے ہیں۔ اور ان سے اس طرح محبت و ہمدردی سے پیش [illegible] اپنے حقیقی بھائیوں اور دوستوں سے۔ [illegible] دیگر چھوٹے چھوٹے افراد سے بھی رشتہ یگانگت پیدا کرتے [illegible] سے کھلونے پسند کرتے ہیں۔ اور وہ [illegible]



شیریں عمر ۶ ماہ محترمہ زاہدہ فاطمہ کی بچی

شیریں
عمر ۶ ماہ

















[illegible] ضرورت [illegible] کھلونوں [illegible]

[illegible] شکل کے قریب مشابہ کی زیادہ ضرورت ہے۔ [illegible] ہم کسی خاص پرند یا جنگلی جانور کی شکل بنانا چاہتے ہیں لیکن اس کا پورا حلیہ ہمارے ذہن میں اچھی طرح محفوظ نہیں ہے اس لئے ہم اسکی ہو بہو شکل پیدا نہیں کر سکتے۔ اگر ہم نے اس [illegible] تمام ظاہری حالت اور بناوٹ کا اچھی طرح اس جانور کو [illegible] آنکھوں سے دیکھ کر مطالعہ کر لیا ہے تو بلاشبہ خفیف ترین اصلیت بھی نمونہ کو قدرتی بنا سکتی ہے۔ مگر یہ اصول مذاقیہ یا مضحکہ خیز جانوروں کے لئے برتنے کی ضرورت نہیں۔ بہرحال اصولاً یہ ضروری ہے کہ جن جانوروں کے نمونے بنائے جائیں ان کے حلیہ کا خاکہ پہلے سے ذہن میں محفوظ ہو۔

بہت سے دلچسپ کھلونے بیکار چیزوں کے ٹکڑوں میں سے بنائے جا سکتے ہیں جو ہر گھر میں پائے جاتے ہیں۔ سلیقہ شعار لڑکیوں کا قاعدہ ہے کہ وہ کپڑوں کی کترنیں اور بیکار ٹکڑے ایک الگ تھیلے یا بکس میں رکھتی جاتی ہیں کہ نہ معلوم کب کسی موزوں ٹکڑے کی ضرورت پڑ جائے۔ پھر فرصت کے اوقات میں ان سے اپنے بھائی بہن اور ہسپتال [illegible] کے بچوں کو کھلونے بنا کر دیتی ہیں جو بیحد ثواب کا کام ہے۔ [illegible] بیکار سامان میں سے کھلونوں کے لئے مخمل، فلالین، ریشم [illegible] اور [illegible] کے ٹکڑے آسانی سے مل سکتے ہیں یا اس مقصد کے لئے حسب ضرورت موزوں کپڑے کے ٹکڑے درزیوں اور لباس بنا کر بیچنے والوں کی دکانوں سے حاصل کئے جا سکتے ہیں [illegible] خوشی سے [illegible] کو ہر وقت تیار رہتے ہیں۔

[illegible] اور پرندوں کے خاکے اور گڑیوں کے سر ہاتھ پاؤں [illegible] البتہ [illegible]

[illegible] شکل [illegible] آسانی سے [illegible]

[illegible]

[illegible] فیاضی [illegible] کی قیمت کا پوسٹل آرڈر [illegible] صدر ڈاک خانہ سے خرید کر اور اسے لفافہ میں [illegible] کی فہرست کے ہمراہ بند کر کے دوکان کے نام رجسٹرڈ [illegible] شلنگ کے پوسٹل [illegible] رجسٹرڈ لفافہ میں بھیجنے کی ضرورت [illegible] چھ سات ہفتہ میں آپ کے پاس گھر بیٹھے [illegible] پوسٹل آرڈر ایک قسم کا چیک ہوتا ہے اور [illegible] کے ڈاک خانہ میں جہاں وہ بھیجا جائے [illegible]

تھوڑی سی مشق سے دیگر خاکے خود بھی بنائے جا سکتے ہیں [illegible] لئے اوپری خاکے ان کی تصویروں کی کتابوں اور رسالوں [illegible] لئے جا سکتے ہیں۔ یہ کچھ مشکل کام نہیں ہے۔

اوزار

سب سے مقدم وہ اوزار ہے جسے "اسٹفنگ ٹول" کہتے ہیں اس سے سلے ہوئے خاکوں [illegible] بھرا جاتا ہے۔ یہ اوزار ایک بینت کے ٹکڑے کو [illegible] موڑ کر بنایا جا سکتا ہے۔ اسکی شکل [illegible] دی گئی ہے۔ اس کی ایک طرف کی نوک نکیلی [illegible] سے گھس کر ہموار کر لی جائے۔ لمبائی کھلونے [illegible] پیمانہ پر منحصر ہے۔ اس کی عدم دستیابی کی صورت میں [illegible] چھری کام دے سکتی ہے۔ ایک چھوٹا سا پلاس بھی [illegible] ہوئے کھلونے [illegible] کے لئے ضروری ہے اور ایک واٹر برش بھی کارآمد ثابت ہوگا۔

کھلونوں کی قسمیں

نرم کھلونے و سوفٹ ٹائز [illegible] درجوں میں تقسیم کئے جا سکتے [illegible]

اول وہ جو [illegible] کی ایک قسم کی ریشہ دار نرم گھاس [illegible] یہاں ہندوستان میں خصوصاً پنجاب اور بنگال کی طرف [illegible] سے پیدا ہوتی ہے اور نہایت سستی بکتی ہے۔ اس کے [illegible] ہوئے کھلونے بہت نرم اور ہلکے ہونے کی وجہ سے چھوٹے بچوں کے [illegible] بہت موزوں ہوتے ہیں ان کو "کڈلے ٹائز" [illegible]

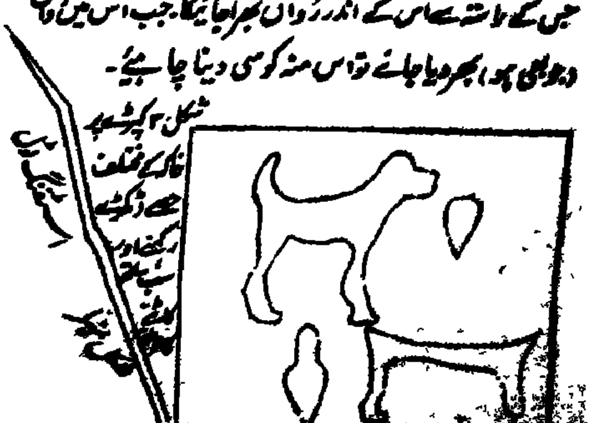
[illegible] وڈ ڈول کھلونے ذرا دبیز اور [illegible] جو بڑی عمر کے بچوں کے کھیلنے کے [illegible] زیادہ مضبوط ہونے [illegible]

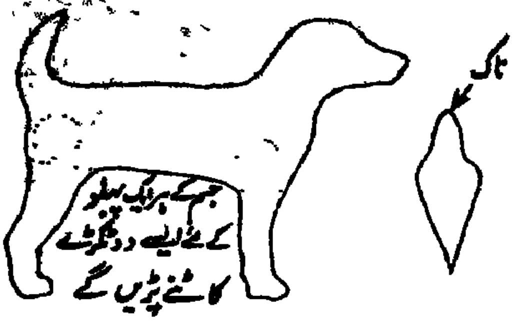
کان و سلائی

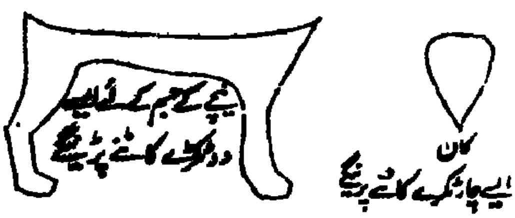
فرض کرو آپ کو ایک بھرا ہوا بالوں کا فلکا(؟) کتا بنانا ہے (دیکھو شکل ۲ و ۳) تو اس کام کے لئے سیلفٹ یا فیلٹ یا مخمل استعمال کیا جا سکتی ہے اور اپنی کپڑوں میں سے کسی ایک کپڑے کا ایک سیاہ رنگ کا ٹکڑا کانوں کے باہر کے حصے کیلئے درکار ہوگا۔ ہر ایک خاکے کے ٹکڑے پر تم نشان لگا لینے چاہئیں تاکہ آسانی سے شناخت ہو سکیں۔ اگر ایک جانور کے کئی نمونے بنانے ہیں تو سب کے ایک ساتھ خاکے کاٹنے میں سہولت ہوگی اور کافی وقت بچے گا۔ پہلے ایک نمونے کے خاکے کے تمام حصے میٹریل (کپڑا جو استعمال کیا جائے) پر رکھو۔ میٹریل کی سیدھی سطح نیچے رہنی چاہیئے۔ پھر ان کے کناروں کے چاروں طرف پنسل سے نشان کر لو، دیکھو شکل کہ کس طرح کپڑے پر مختلف خاکے کے حصے رکھے گئے ہیں۔ اگر فیلٹ یا فر کلاتھ استعمال کیا جائے تو اس پر پنسل نہیں چلے گی۔ چنانچہ فیلٹ یا فر کلاتھ اور روئیں دار کپڑا پر نشان کرنے کے لئے روشنائی استعمال کرنی چاہیئے۔ اس صورت میں احتیاط اس امر کی کرنی چاہیئے کہ روشنائی کپڑے میں جذب ہو کر اس کی سیدھی طرف نہ آ جائے۔ جو دھبہ ڈال دے گی۔

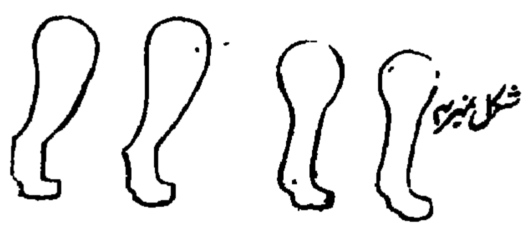
اس خاکے کے ٹکڑوں میں دو پہلو (   ) دو نیچے کے جسم کے حصے چار کان (دو سیاہ اور دو سفید) ہوں گے اور ایک ٹکڑا سر کے سلائی کے واسطے درکار ہوگا۔ اگر کپڑا سیدھا اور الٹا ہے یعنی اس کا الٹا سیدھا ہے تو جب اس کو دوسرا کاٹ چکو تو پلٹ لو۔

اب جانور کے خاکے کو چاروں طرف سے نصف انچ زائد کنارا چھوڑ کر کاٹ لو اور الٹی طرف سے مشین سے سی لو۔ سلائی نشان شدہ لکیروں پر کرنی چاہیئے جو پہلے کر لی گئی ہوں جسم کے نیچے کے پیٹ کی طرف تھوڑا سا حصہ یا منہ بغیر سلائی کے چھوڑ دینا چاہیئے جس کے راستے اس کے اندر روئی بھرا جائیگا۔ جب اس میں روئی بھر دیا جائے تو اس منہ کو سی دینا چاہیئے۔









اندر کے آگے کے پاؤں۔ دو ٹکڑے کاٹے جائیں گے — باہر کے آگے کے پاؤں دو ٹکڑے کاٹے جائیں گے — پیچھے کے اندر کے پاؤں دو ٹکڑے کاٹے جائیں گے — پیچھے کے باہر کے پاؤں۔ دو ٹکڑے کاٹے جائیں گے

کپوک سے بھرنا

بہرحال کتے کا خاکہ جو سی کر تیار کر لیا گیا ہے۔ الٹا کر سیدھا کر لو اور اس میں کپوک بھرنا شروع کرو۔ اس قسم کے کھلونوں کے لئے کپوک بہت اچھا میٹریل ہے۔ اگر ضرورت ہو تو اس میں کاٹن ویسٹ ملا کر اس کو اور ہلکا کیا جا سکتا ہے۔

بھرنے سے پہلے یہ دیکھو کہ کپوک میں کوئی [illegible] ریشہ تو نہیں ہے اگر ہو تو اس کو الگ کر دو ورنہ [illegible] رہ جائے گا۔ پہلے سر میں بھرو پھر گردن [illegible]
اس کام کے [illegible]

دکھائی دیں گی۔ جیسا ہی سکہ جب تک کھال جسم پر کر ختم کر دو جہاں کے
کھٹنوں یا جوڑوں پر جسم سے زیادہ روئی بھر جائے۔ بھرائی کے دوران
میں ہی کھلونے کو حسب ضرورت دبا دبا کر شکل پیدا کی جا سکتی ہے۔
کھلونا اول سے آخر تک نرمی لئے ہوئے ہونا چاہئے مگر ساتھ ہی سختی
بھی ہو تاکہ وہ اپنی شکل قائم رکھ سکے۔ تھوڑی سی مشق کھلونے ساز
کو جلد اس قابل کر دے گی کہ وہ کھلونے کو ہموار بھرنے لگے کہ جس میں
نہ تو گانٹھیں پڑیں اور نہ کہیں بے موقع خلا یا گڑھا پیدا ہو۔

منہ یا کھلا ہوا حصہ جس کے راستے سے روئی بھرا گیا ہے حسب
موقع دو قسم کے ٹانکوں سے سیا یعنی بند کیا جاتا ہے جن میں ایک کو
لیڈر اسٹیچ کہتے ہیں اور دوسرے کو لیسنگ اسٹیچ۔ دونوں کے نمونے
شکل ۵ میں دکھائے گئے ہیں چنانچہ جو ٹانکا موزوں معلوم ہو استعمال
کیا جائے۔


شکل ۵
لیسنگ اسٹیچ — لیڈر اسٹیچ

کان اور دُم

کان اس کے خاکہ کے دو ٹکڑوں کو باہم ملا کر اور ان کو الٹی طرف سے سی کر مثل تھیلے کے بنائے
جاتے ہیں اور اس مقام پر ان کو بغیر سلا ہوا چھوڑ دیا جاتا ہے
جہاں سے وہ سر پر جوڑے یعنی لگائے جائیں گے۔ ایک پتلا تار کان کے
کناروں پر اندر کی جانب لگا دیا جائے تاکہ کان اپنی شکل قائم رکھ
سکیں۔ اور دو ٹکڑے ربڑ کے انہیں کے شکل کے کاٹ کر کان
کے دونوں پرتوں کے اندر بچھا دئے جائیں۔ تاکہ وہ لچکدار ہو جائیں
اور قدرتی حالت میں لٹکتے رہیں۔ اس کے بعد کانوں کو کتے کے سر
کے دونوں جانب کنارے موڑ کر صفائی سے سی دئے جائیں۔ کان کا
سیاہ رنگ کا پہلو باہر کی جانب ہونا چاہئے۔ ہاں ہم پہلے یہ لکھنا
بھول گئے کہ ہر ایک کان کے دو پرت ہوں گے ایک سیاہ اور ایک سفید
تاکہ کان قدرتی طور سے ایک طرف سے (باہر کی جانب سے) سیاہ اور
دوسری طرف سے سفید معلوم ہوں جیسے کہ عموماً شکاری کتے کے
ہوتے ہیں۔

کان اور دم حتی الامکان لچکدار ہونے چاہئیں اور مضبوطی سے

جائیں۔ احتیاط اس امر کی کرنی چاہئے کہ وہ اپنی قدرتی جگہ پر ٹھیک
زاویہ میں بیٹھ جائیں۔ اصل مدعا یہ کہ یا ہونا چاہئے کہ گویا ان حصّوں
قدرتی طور سے یہیں نشو و نما پائی ہے۔ جب کھلونا بن کر ختم ہو جائے
تو اس پر خصوصاً ٹانکے لگنے کے مقامات پر سخت یا ماسن کا برش پھیرنا
چاہئے اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ جوڑوں کے سلائی کے ٹانکے بھی کچھ
چھپ جائیں گے۔

جانوروں کے کان سرے سے اندر کی جانب تک مختلف رنگ
کے ہوتے ہیں۔ یا سرے کا یا کان کا بیرونی حصہ اسی رنگ کا ہوتا ہے
جس رنگ کا جانور کا باقی جسم ہوتا ہے۔ اندرون گلابی رنگ نمایاں
ہوتا ہے جہاں تھوڑے سے بال بھی ہوتے ہیں۔

کان کے دونوں پرت ایک ہی قسم کے کپڑے کے ہو سکتے ہیں یا
اندر کی طرف کے لئے کسی دوسرے کپڑے کا استر لگایا جا سکتا ہے۔ اگر
دونوں پرت ایک ہی قسم کے کپڑے کے استعمال کئے جائیں تو کان کے
اندر کی طرف کا کپڑا اوپر سے ذرا چھیل دیا جائے یعنی کپڑے کا روواں یا
بال صاف کر دئے جائیں پھر اس مقام کو سیاہی یا رنگ سے رنگ دو
تاکہ اس مقام پر قدرتی اثرات نمایاں ہو جائیں۔ اگر جانور ایسا تشکیل
کیا گیا ہے جس کے جسم کے بال ہموار ہوں — مثلاً شکاری کتا وغیرہ
اور مخمل جسم کے لئے استعمال کی گئی ہے تو کانوں کے استر کے لئے
کوئی پتلا کپڑا مثلاً ساٹن استعمال کرنی بہتر ہے۔

جب کان کی تھیلیاں سی جائیں تو بیرونی پرت کے کپڑے
یا استر سے خفیف زیادہ رکھو اور دونوں کو کناروں پر سے سی لو۔
پھر جب تھیلیاں سیدھی طرف لوٹی جائیں گی اور ان پر استری کی جائیگی
تو استر کان کے کنارے پر ظاہر نہ ہوگا۔

کان سر پر جیسے کہ پہلے بتایا جا چکا ہے اس طرح سی دئے جائیں
کہ وہ لچکتے ہوئے لٹکتے رہیں۔ مثلاً شکاری کتے کا کان سر کے اوپر سے
اٹھا ہوا اور نیچے کے جانب لٹکتا رہتا ہے۔ یہ خصوصیت پیدا کرنے
کے لئے کان کی تھیلیاں کے اندر ربڑ کا ٹکڑا کاٹ کر جیسے کہ پہلے بتایا
جا چکا ہے رکھ دیا جائے۔ یہ ربڑ کا ٹکڑا سائیکل کے پرانے ٹیوب میں سے
کاٹ کر حاصل کیا جا سکتا ہے۔ پھر کان کو سر پر مستقل طور پر اس طریقہ
سے سی دو کہ کان کا اوپر کا سرا ربڑ کی وجہ سے اونچا اٹھا رہے۔
اور اس کی نوک نیچے کی طرف ذرا مڑ کر گری رہے۔ تم کسی [illegible]

کے ٹکڑے اور فوٹو دیکھ کر بہت اچھی طرح سمجھ سکتے ہو۔

کان وصیل کی ہڈی سے بھی سخت کئے جا سکتے ہیں۔ بلی کے کان کی قدرتی حالت اس امر کی مقتضی ہے کہ وہ اپنی جگہ سختی سے سیدھے قائم رہیں۔ اس لئے ان کے لئے بجائے تار کے ربڑ یا بکرم کا ٹکڑا بہتر کام دے سکتا ہے۔ بلی کا کان اس طرح بننا چاہیئے کہ گویا وہ اس کے سر پر قدرتی طور سے بڑھ رہا ہے۔ یعنی اس کی بنیاد مکمل نصف حلقہ کی شکل میں ہونی چاہیئے۔

تمام جانوروں کے سر پر کان مختلف شکلوں کے ہوتے اور لٹکتے ہیں اگر ان سب کی الگ الگ تشریح کی جائے تو صرف اسی سے ایک پوری کتاب بھر سکتی ہے۔ غالباً سب جانوروں کے کانوں کے متعلق پوری پوری معلومات حاصل کرنے کے لئے یہ بہتر ہوگا کہ زندہ جانوروں یا ان کی مکمل تصویروں کا مطالعہ کیا جائے۔ تمام صورتوں میں کان کپڑے کے خام کناروں پر سے سینے چاہئیں۔ پھر ان کو لوٹ دیا جائے اور ان کے اندر ربڑ۔ بکرم یا تار جیسی ضرورت ہو لگانے سے پیشتر ان پر استری کر دی جائے۔ تاکہ کنارے اچھی طرح دب کر ہموار بیٹھ جائیں۔ جب ان کی مناسب جگہ لگا یا لٹکا دئے جائیں تو واٹر برش (تاروں کا برش) آہستہ آہستہ پھیر دینا چاہیئے۔ تاکہ ٹانکے غائب ہو جائیں۔

دم اسی کپڑے کی ہونی چاہیئے جس کا اصل جسم یعنی پیٹ اور پیٹھ ہیں۔ دم پہلے سے ذرا ضرورت سے زیادہ لمبی بنانی چاہیئے۔ کیونکہ دم کی نلکی کانوں کی طرح الٹی طرف سے سی جاتی ہے اور پھر سیدھی طرف الٹ لی جاتی ہے۔ اس تے تیار ہونے پر اس کا کچھ چھوٹا ہو جانا لازمی ہے۔ یاد رکھو کہ بعض جانوروں کی دم میں اول سے آخر تک ایک ہی موٹائی کی ہوتی ہیں۔ اور بعض جانوروں کی گاؤ دم ہوتی ہیں یعنی اوپر سے موٹی اور نیچے کی طرف بتدریج پتلی۔ چنانچہ انہیں کے مطابق دموں کی نلکیاں بنانی چاہئیں اور جسم کے بھرنے کے بعد دم اس پر ٹانک دینی چاہیئے۔ دم اس طرح لگانی یعنی ٹانکنی چاہیئے کہ وہ ٹھیک زاویہ میں اسی طرح ٹھکی یا کھڑی رہے جیسے کان کھڑے یا لٹکے رہتے ہیں۔

آنکھیں ہر جانور کے لئے موزوں آنکھیں تیار شدہ بازار میں بکنے کے لئے آنے لگی ہیں۔ ان کی عدم دستیابی

کی صورت میں بٹن یا جوتی بھی استعمال کئے جا سکتے ہیں یہ ان کی ٹھیک جگہ مضبوط تاگے سے ٹانک دینے چاہئیں کہ تکی آنکھ پر بالکل سیدھی دکھائی دیتی ہے۔ اس لئے آنکھیں ٹانکتے وقت سوئی آر پار سر کے پیچھے لیجائی جائے۔

دوسرا طریقہ آنکھیں لگانے کا یہ ہے کہ یہ جانور کے سر میں اس طرح گھسا کر لگائی جائیں کہ صرف آنکھ کا حصہ ہی دکھائی دے۔ یہ طریقہ اگر زیادہ پیچیدہ ہے لیکن اس سے قدرتی خصوصیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس مقصد کے لئے زرد یا ہلکے براؤن رنگ کے بٹن موتی استعمال کرنے بہتر ہیں۔ پتلی بنانے کے لئے موتی کے ایک طرف رنگ لگا دیا جائے پھر ایک پتلے تار کا ٹکڑا ہر ایک موتی میں پرو کر پیچھے کی طرف اس طرح موڑ دو کہ یہ بھرے ہوئے سر میں اچھی طرح گھسایا جا سکے۔ سر میں جہاں آنکھیں لگائی جائیں وہاں دو متوازی سطح کے کاج (slits) کاٹے جائیں اور ہر ایک میں موتی جو پہلے سے اس مقصد کے لئے تیار رکھے ہیں گھسا دئے جائیں۔ تھوڑا سا رقیق سریش یا سیکوٹین موتیوں کی پشت پر لگا دیا جائے۔ تاکہ وہ اپنی جگہ مستقل طور سے جمے رہیں اور ادھر ادھر گھومنے یا سرکنے سے باز رہیں۔ جس طرح قمیص کے کاج کے کنارے سئے جاتے ہیں اسی طرح ان کاجوں کے کنارے بھی صفائی سے باریک سوئی سے سی دئے جائیں۔ پھر کناروں کے نیچے خفیف گوند یا سریش احتیاط سے لگا دیں تاکہ آنکھیں اپنی جگہ جمی رہیں۔ آنکھیں لگانے کے لئے قدرے مشاہدہ کی ضرورت ہے کیونکہ تمام آنکھیں ایک ہی طریقہ سے نہیں لگائی جاتی ہیں۔ کچھ پرندوں اور جانوروں کی آنکھیں سر پر ایک دوسرے سے برعکس لگائی جاتی ہیں۔ اگر تم کام میں ہوشیار ہو اور اس فن میں کامل دستگاہ حاصل کرنی چاہتی ہو تو تمہیں اس مقصد کے لئے جانور یا پرند کا عمل جراحی کر کے اس کی آنکھوں کی بناوٹ دیکھنی چاہیئے۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ کام ہر ایک کے لئے آسان نہیں ہے لہٰذا اس سے آسان تدبیر یہ ہے کہ ہر قسم کے جانوروں کی صاف اور کھلی کھلی تصویریں جمع کی جائیں، اور ان کو حوالہ کے لئے ترتیب سے رکھو۔ پھر وقت پر ضروری تصویر کو غور سے دیکھو۔ جن پرندوں اور خرگوشوں کی شبیہوں میں سر کے ہر ایک پہلو پر آنکھیں ہوتی ہیں۔ ان آنکھوں کے لگانے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر ایک آنکھ دگنی لمبائی کے [illegible] کر وانہ سر میں سوئی

کو بیچ میں سے آر پار گذار کر دائیں سے بائیں طرف نکال لو۔ اب اسی تاگے کے دوسرے سرے پر دوسری آنکھ منتقل کر دو۔ پھر اسی طرح سوئی کو سر میں گھسا دو اور پہلی آنکھ کی طرف نکال لو۔ اور تاگہ کو اچھی طرح کھینچ کر دونوں آنکھ کے نیچے ریف گانٹھ۔ (Reef Knot) لگاؤ یہ ایسی خفیف ہو کہ بہت زیادہ معلوم نہ ہو پھر جب اس مقام پر اڑبرش پھرا جائیگا تو یہ گانٹھ کپڑے کے روئیں میں چھپ جائیگی، گانٹھ ذرا مضبوطی سے لگائی جائے، کیونکہ بچے کھلونے نہایت سنگدلی سے استعمال کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔

جن جانوروں کے ملتھ کے نیچے ہی دونوں آنکھیں پاس پاس ہوتی ہیں جیسے بلیوں کتوں اور ریچھوں وغیرہ کی تو ان کے لگانے میں احتیاطاً اس امر کی کرنی چاہیے کہ ان کے تاگے کا پھندا یا گانٹھ سر کے پیچھے لگائیں نہ کہ آگے اور وہ گانٹھ کپڑے کے روئیں میں اچھی طرح پوشیدہ ہو جائے۔

بہت چھوٹے پرندوں اور جانوروں کی آنکھیں لگانے کے لئے میر کرائزڈ کاٹن یا سلک (Mercerised Cotton or Silk) استعمال کیا جا سکتا ہے۔ براؤن یا سیاہ تاگے (جو موزوں ہو) سے چند بتدریج عمودی یا گہرے ٹانکے لگائیں۔ اگر خواہش یا ضرورت ہو تو چند داغ کسی دوسرے رنگ کے آنکھ کے پاس لگاؤ تا کہ اس مقام پر گہرائی (High-light) پیدا ہو جائے

ناک منہ اور ٹھوڑی

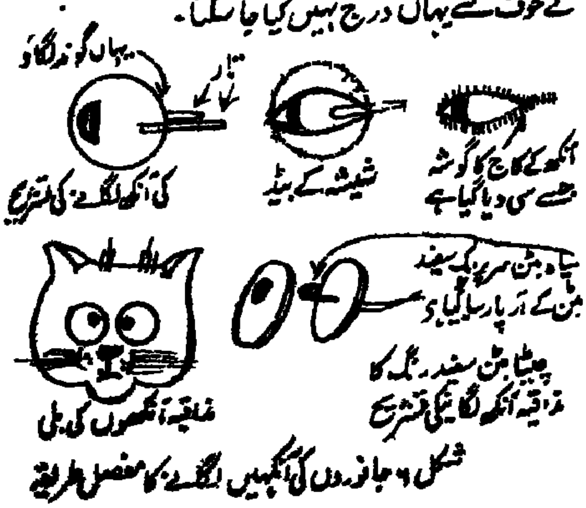
جانوروں اور پرندوں کے چہروں پر ناک منہ اور ٹھوڑیاں سیاہ ریشم یا اون سے کاڑھ کر بنائی جاتی ہیں اس مرحلہ کو کامیابی سے طے کرنے کے لئے بہتر یہ ہے کہ پہلے کسی زندہ کتے (جو بنایا جا رہا ہے) کے چہرہ کو غور دیکھا جائے۔ کتے کی تصویر بھی اس مقصد کے لئے کام دیتی ہے تمام جانوروں کے چہروں کی بناوٹ یکساں نہیں ہوتی ہے۔ کتے کی ناک چوکور بنائی چاہیے اور بلی کی ناک تکونیہ ہونی چاہیے اور علی ہذالقیاس سفید جانوروں کے لئے بجائے سیاہ کے گلابی ریشم یا اون کی ضرورت ہوگی جب ٹھوڑی بنائی جائے تو سوئی اندر سیدھی گھسانی چاہیے اور تاگہ قدرے مضبوطی سے کھینچا جائے، سب سے بڑی اور قابل تعریف بات یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو خوبصورت اور نیچرل خصوصیات لئے ہوئے بنائے جائیں ... خصوصیات لئے ہوئے

ہوتی ہیں۔ اگر یہ جانور مذاقیہ پہلو لئے ہوئے بنائے جائیں تو سرخ فلالین یا فیلٹ کا ٹکڑا منہ پر صفائی سے ٹانک دینے سے ان کی نکلی ہوئی زبان کی صحیح قائم مقامی کرے گا۔

گل مچھیں

بلیاں اور خرگوش بغیر گل مچھوں کے مکمل نہیں کہلائے جا سکتے۔ یہ گھوڑے کے بالوں سے بنائی جا سکتی ہیں ایک ایک باریک سوئی میں پرو کر ان کی مناسب جگہ پر ٹانک دیئے جاتے ہیں سوئی چہرے کے ایک رخ پر ٹانکا لگا کر دوسرے رخ پر نکال لی جائے اور وہاں بھی ٹانکا لگا دیا جائے اور ادھر ادھر کافی لمبے بال چھوڑ دیئے جائیں۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے کئی بال ذرا ذرا فاصلہ پر لگا کر گل مچھوں کی شکل پیدا کر دیں۔ گل مچھیں مضبوطی سے قائم رکھنے کے لئے یہ صورت عمل میں لائی جائے۔ ایک لمبا بال سوئی میں پرو دیا جائے اور اس کو جانور کی ناک کے ایک رخ سے نکال لیں۔ وہاں خفیف سا پھندا بنا کر پھر سوئی کو دوسری طرف واپس لیجائیں۔ یہاں ایک ٹانکا لگا کر سوئی کو نکال لیں۔ پھر دوسرا بال سوئی میں پروئیں اور مثل پہلے بال کے دوسری طرف پھندا لگا کر وہاں بال کو ٹانک دیں۔ اسی طرح کئی بال لگا دیں یہاں تک کہ منہ پر کافی گل مچھیں بن جائیں۔ ٹانکے جہاں تک ممکن ہو نا معلوم ہوں۔ اور مضبوطی سے کھینچیں۔ بلی کی آنکھوں کی پلکیں بھی اسی طرح بنائی جا سکتی ہیں (دیکھو شکل ۶)

بلی یا خرگوش بغیر گل مچھوں کے ہرگز قدرتی نہ معلوم ہوں گے اور کسی حساس طبیعت کے بچہ کی نظر میں بالکل نہیں جچیں گے۔ اور نہ نمائشوں میں ایسے جانوروں کے نمونوں کی پذیرائی ہو سکتی ہے۔ اس لئے جانوروں کی اس قدرتی خصوصیت پیدا کرنے میں معاون ہوں گے ان کو طوالت کے خوف سے یہاں درج نہیں کیا جا سکتا۔



شکل ۶ جانوروں کی آنکھیں لگانے کا مفصل طریقہ



بلی کے چہرہ پر پلکیں اور لمبی مونچھیں

شکل ۲۰



شکاری کتے کی ٹھوڑی کے نیچے داڑھی

[illegible] یا چپٹی نسل کے سخت بالوں کے شکاری کتے کی لمبی داڑھی ہوتی ہے جو جبڑے کے نیچے ہوتی ہے۔ اس کا بنانا بھی آسان ہے۔ اسی طرح اس کی دم کے سرے پر بالوں کا ایک دم پری گچھا بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں جو لازمی طور سے اس قسم کے کتے کے نمونے پر ہونا چاہیے۔

باریک ریشم یا سوت کے کئی تار سوئی میں پروئے جائیں۔ ان کا رنگ ایسا ہونا چاہیے جیسا اصلی کھلونے کے جسم کا ہے اور ان کو کھلونے کے جبڑے کے نیچے سی دو۔ باری باری سے مضبوط ٹانکے لگائے جائیں اور تاگے کے ہر ایک تار کا پھندا دیکر اس کو لٹکنے کے لئے چھوڑ دو پھر داڑھی کو چھوڑ کر پھندے کے سرے کو کاٹ ڈالنا چاہئے۔ چنانچہ داڑھی اسی طرح سوئی میں تاگے کی متعدد لڑیاں پرو کر اور کئی ٹانکے دیکر زیادہ یا کم گھنی بنائی جا سکتی ہے جس سے کم سے کم وقت خرچ ہوگا ضرورت ہو تو جسم کے کسی حصہ پر بال بھی اسی طرح گھنے کئے جا سکتے ہیں اور حسب ضرورت پاؤں وغیرہ پر گھنے بالوں کی خصوصیت کامیابی سے پیدا کیجا سکتی ہے۔ بعض جانوروں کے کانوں کے کناروں اور پھلیوں پر لمبے بال ہوتے ہیں۔ یہ بھی اسی طرح موقع پر لگائے جا سکتے ہیں۔

بالوں کے گچھے اور گل مچھے مذاقیہ کھلونوں کے لئے بہت ضروری ہیں ان سے ان کی مزید خوبیاں تبدیل یا بحال کیجا سکتی ہیں بال گھوڑوں وغیرہ جیسے جانوروں کے ہر جگہ آسانی سے دستیاب ہو سکتے ہیں کھلونوں کی بہت سی خوبیاں رنگ سے بھی پیدا کیجا سکتی ہیں۔ اس مقصد کے لئے معمولی پانی کے رنگوں سے واٹر پروف سیاہی اچھی ہوتی ہے۔ کیونکہ بچے جب کھلونے باہر لیجاتے ہیں تو وہاں اتفاقیہ سے گیلے یا نم ہو کر رنگ پھیل جانے کی وجہ سے جو پانی کا ہوتا ہے۔ کھلونے کو بدنما کر دیتا ہے۔

بہت سی ایسی خصوصیات ہیں جن کو خود کھلونے ساز سوچ کر [illegible] سکتا اور کھلونوں میں اضافہ کر کے ان کو قابل تعریف اور

قدرتی جیسا بنا سکتا ہے۔ جانوروں کے [illegible] ہے۔ گھریلو کتے بلیوں سے لیکر چڑیا خانہ کے عجیب عجیب جانوروں کے نمونے بنائے جا سکتے ہیں۔ بہتر ہے کہ کھلونے بنانے کی شوقین والدیاں جانوروں کی تصویروں کا ایک مجموعہ مرتب کر کے اپنے پاس رکھیں اور بوقت ضرورت اس سے مدد لیں۔ بہت کچھ سامان کی دستیابی پر منحصر ہے کیونکہ تمام جانوروں کی خصوصیات کے مطابق ہر جگہ موزوں سامان ملنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ تاہم کوشش سے ہر بات میں کامیابی ہو سکتی ہے۔

جب روئیں دار میٹیریل (کپڑا) وغیرہ استعمال کیا جائے تو کھلونے کی تکمیل پر اس پر برش نہایت احتیاط اور سیدھے طریقہ سے کیا جائے ورنہ رواں بے احتیاطی سے جھڑ جائیگا۔ وائر برش روئیں دار کپڑے کی تمام چیزوں کی صفائی کے لئے اچھا ہے۔ جانوروں کے نمونوں کا پیمانہ اس سامان کی مقدار پر منحصر ہے جو موجود ہو۔ دستکاری کی چیزیں بیچنے والوں کی دکانوں پر جو نرم کھلونوں کے خاکے ملتے ہیں وہ اتنے بڑے ہوتے ہیں کہ بچے ان کو اچھی طرح سنبھال سکیں اگر ضرورت ہو تو ان خاکوں سے چھوٹے یا بڑے خاکے ان کے مطابق کاٹ کر کھلونے بنائے جا سکتے ہیں۔ نیز خفیف سی تبدیلی سے ان کو مختلف وضع قطع میں کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً گھوڑے پیروں کی حالت میں تبدیل کر کے "دوڑتے ہوئے" جانور کا نمونہ بنایا جا سکتا ہے اگر اصلی (زندہ) جانور کے حلیہ کا اچھی طرح مطالعہ کر لیا گیا ہے تو ان کی اصلی یعنی نیچرل خصوصیات ان کے نمونوں میں پیدا کرنے میں دقت نہ ہوگی اور ان کے دوران میں ان کی قدرتی حالت کے مطابق تشکیل کیجا سکتی ہے۔ آنکھوں کا معاملہ خاص طور سے توجہ کا محتاج ہے کھلونے بنانیوالا اگر مختلف جانوروں کی آنکھیں دیکھیگا تو اسے معلوم ہوگا کہ ہر ایک جانور کی آنکھ ایک دوسرے سے مختلف ہے تقریب قریب ہر قسم کے جانوروں کی آنکھیں تیار شدہ ملتی ہیں موتیوں بٹن (　) وغیرہ سے بھی بنائی جا سکتی ہیں اور کاڑھ کر بھی ان کی تشکیل کیجا سکتی ہے۔ مذاقیہ جانوروں کی آنکھوں کے نمونوں کی ضرورت ہو تو ان کے مذاقیہ کارٹون دیکھنے چاہئیں جو بچوں کے مذاقیہ رسالوں اور سالناموں میں مل سکتے ہیں۔ [illegible] زبان لگائی جا سکتی ہے اور داغ دھبے وغیرہ [illegible] پر پائے جاتے ہیں جب کھلونا مکمل ہو جائے [illegible] سے لگائے جا سکتے ہیں۔ [illegible]

فرقہ بندی

سب مسلمان خواہ وہ کسی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اسلام زمانۂ رسالت ہی میں مکمل ہو گیا تھا۔ تکمیل کی دو صورتیں تھیں ۱۔ شریعت جو قرآن کریم کی صورت میں ہمارے پاس محفوظ اور موجود ہے ۲۔ طریقت جو رسول اللہ کی احادیث صحیح کی صورت میں محفوظ اور موجود ہے۔

زمانۂ رسالت میں یہی دو چیزیں تھیں یعنی آیات قرآنی اور ان پر عمل کر کے اور کرا کے رسول اللہ صلعم نے ہمارے لئے نمانے ترقی کی چھوڑی اور فرما دیا کہ "میں تمہارے لئے دو چیزیں چھوڑ کر (اپنی پروردگار کے پاس) جاتا ہوں اگر ان دونوں کو تم مضبوط پکڑے رہے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے اور وہ دونوں چیزیں اللہ کی کتاب (قرآن) اور اس کے رسول (کا اس پر طریق عمل) کی سنت ہیں۔"

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ نے فرمایا کہ اذا صح الحدیث فھو مذھبی، جو کچھ حدیث نبوی سے صحت کے ساتھ ثابت ہو وہی میرا مذہب ہے۔ امام شافعی رحمۃ نے فرمایا کہ "اگر میرا قول حدیث رسول اللہؐ کے خلاف ہو تو میرے قول کو دیوار سے دے مارو" امام حنبل رحمۃ نے ارشاد کیا کہ کسی کی تقلید نہ کرو اور جہاں سے انہوں نے اپنا دین لیا ہے وہیں سے تم بھی لو۔

احکام تعمیل کے لئے ہوتے ہیں نہ کہ انکی مصلحتیں اور نکات و معارف کی چھان بین کے لئے۔ کیونکہ جن مصلحتوں کی بنا پر حاکم نے حکم جاری کیا اس کو ہم معلوم ہی نہیں کر سکتے۔ جب تک کہ عمل کرنے کے بعد اس کا نتیجہ برآمد نہ ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ جو خوبی اس حکم کی تعمیل کے بعد ہم کو نظر آئے وہ بھی نتیجہ نہ ہو اور وہ اور آگے چل کر برآمد ہو۔ مثلاً ایک شخص نے ایک کالے سانپ کو مار ڈالا۔ دیکھنے اور سننے والوں کے سامنے نتیجہ یہ نکل آیا کہ سانپ مار ڈالا گیا۔ لیکن وہ مارنے والا سانپ کو لیجاتا ہے اس کا زہر نکالتا ہے۔ تجربے کرتا ہے اور سانپ کے زہر کا ایک تریاق تیار کر لیتا ہے۔ اب جاننے والے اور سننے والے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ سانپ کے مارنے سے مقصد تریاق بنانا تھا۔ لیکن مارنے والا آگے چلتا ہے اور تریاق کو شیشیوں میں بھر کر بازار میں فروخت کرتا اور تھوڑے دنوں میں کروڑپتی بنجاتا ہے۔ لیڈر ہو جاتا ہے۔ اسمبلی کی ممبری پر فائز ہو کر وزیر اعظم کی کرسی پر پہنچ جاتا ہے۔ ان سب امور کے عالم شہود میں آنے پر بھی کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ اپنے ارادے کی انتہا کو پہنچ گیا۔ پھر کس طرح ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ علیم و خبیر رب العالمین کے ارادے کو بغیر اس کے بتائے ہم محدود علم و عقل والے معلوم کر سکیں۔

قرآن کریم میں دو قسم کی آیتیں ہیں۔ ایک بیّن۔ صاف اور واضح جن میں ذرہ برابر بھی پیچیدگی یا اینچ پیچ نہیں۔ عالم فہم ہیں کیونکہ قرآن کریم عالم و جاہل عقل مند اور کم عقل سب کے لئے ہدایت ہے۔ دوسری قسم آیات متشابہات ہیں جو عقول انسانی دسترس قدرت سے باہر ہے اور ہم ان کا اپنی کسی قوت سے ادراک حاصل نہیں کر سکتے اور جب ہم اسکی ذات و صفات پر ایمان لے آتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکا رسول اور نبی مان لیتے ہیں تو وہ ایمان کیساتھ آیات متشابہات کو ان کے کہنے کے بموجب ہم سے منوا لیتے ہیں۔ اب سنو قرآن مبین کا کیا اعلان ہے

مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ - اس میں سے آیات محکمات ہیں اور یہی اصل [illegible]

[illegible]

[illegible] مسلم کو اس کے ہر حکم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر عمل کرنا ہے اس کے خلاف [illegible]

افسوس ہے کہ مسلمانوں نے ان امور پر غور نہ کیا اور اپنی رائے اور قیاس کو دخل دیکر [illegible]

[illegible] اور بناتے جا رہے ہیں۔ حالانکہ قرآن حکیم فرقہ بندی کی سخت مخالفت کرتا ہے۔ چند آیات یہ ہیں۔

[illegible] وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ”سب ملکر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور فرقہ بندی نہ کرو۔

[illegible] وَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ اُولٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔ جن لوگوں نے واضح احکام

[illegible] آنے کے بعد فرقہ بندی اور اختلاف کیا وہی نقصان اٹھانیوالوں میں ہیں (آنکھوں سے دیکھو)

[illegible] ان الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا لست منھم فی شیء (جن لوگوں نے اپنے دین (اسلام) میں فرقہ

[illegible] گروہ بندی کی (ہے) رسول! تم کو ان سے کسی بات میں تعلق نہیں۔ (فرقے والوں سے اللہ کے رسول کو کوئی واسطہ نہیں

[illegible] وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ اِلَّا الَّذِينَ اُوْتُوْهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ اور جن کو کتاب الٰہی

[illegible] کو مکمل اور واضح احکام آئے پیچھے انہوں نے جو اختلاف کیا ہے اس کی وجہ یہ نہیں کہ آیتوں میں باہمی اختلاف

[illegible] میں اختلاف ہو سکتا ہے بلکہ) ان کی آپس کی سرکشی (ضد) ہے۔

[illegible] ھو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم او من تحت ارجلکم او یلبسکم شیعا ویذیق بعضکم

[illegible] بعض" وہ اس بات پر پوری قدرت رکھتا ہے کہ آسمان سے تمہارے اوپر عذاب نازل کر دے یا زمین میں سے عذاب

[illegible] کر دے یا تم کو فرقوں میں منقسم کر کے ایک دوسرے کی مخالفت اور لڑائی کا مزہ چکھا دے (اس آیت میں فرقہ بندیوں کو

[illegible] قرار دیا گیا اور آجکل کے مسلمان اس کو رحمت قرار دیتے ہیں۔)

ان آیات قرآنی سے معلوم ہوا کہ فرقہ بندیوں کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ فرق ہوا تو اصل سے کیا تعلق رہا ہماری

[illegible] اور نکات و معارف کے شوق نے فرقوں کی بنیاد ڈالی جس کو جس کی تاویل پسند ہوئی اس نے اس کو اپنا مسلک بنایا۔

[illegible] صحابہ کرام کا مسلک اطاعت الٰہی اور اتباع رسول تھا۔ وہ عمل کرتے تھے اور ہم نے عمل چھوڑ دیا اور [illegible]

[illegible] کھانے لگے۔

[illegible] ان رحمتوں، برکتوں اور نعمتوں سے ہم کیوں کر مستفید ہوں۔ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بارش کی طرح [illegible]

موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

[illegible]

مصورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ کی تصنیفات

مردوں اور عورتوں کے لئے اصلاحی و معاشرتی کتابیں

حیاتِ صالحہ یا صالحات

علامہ مغفور کی سب سے پہلی تصنیف جس نے مادرِ نگار مصنف کے کمال افسانہ نگاری کا ہندوستان بھر میں ڈنکا بجا دیا تھا اس میں ایک نیک لڑکی کی زندگی کے وہ تمام واقعات نہایت ہی مؤثر پیرایہ میں بیان کیے گئے ہیں جو اکثر ہندوستانی گھروں میں پیش آتے ہیں۔ صالحات سے معلوم ہوگا کہ بری ماں باپ اور لڑکا مالک ہوتا ہے کس طرح بچوں کی جان کا دشمن ہو کر خون کا پیاسا ہو جاتا ہے۔ صالحات بتائے گی کہ جاہل سوتیلی ماں کس طرح سوکن کے بچوں کی جان لیا کرتی ہے صالحات سے معلوم ہوگا کہ نیک لڑکی شریف مصائب کا کیسے کیسے ایثار اور قربانیوں سے مقابلہ کر کے دنیا کو حیرت میں ڈال دیتی ہے قصے کے ضمن میں آج سے چالیس پچاس سال پہلے کے گھرانوں کی معاشرت رسم و رواج وغیرہ نہایت دلچسپ طریقے سے بیان کیے گئے ہیں۔ زبان قلعہ معلیٰ کی بیگماتی کر کے دیکھی ہوئی۔ واقعات اس قدر مؤثر کہ کلیجے کے پار ہو جاتے ہیں۔ پڑھنے والوں سے صفحات۔ قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنہ

صبحِ زندگی، شامِ زندگی، شبِ زندگی

اردو زبان میں کوئی کتاب ان کتابوں سے زیادہ گزشتہ بیس سال میں شائع نہیں ہوئی اب تک ایک لاکھ کے قریب فروخت ہو چکی ہیں اور آج بھی ہم کا وہی حال ہے جو شروع میں تھا یہی وہ کتابیں ہیں جنہوں نے ہزاروں خاندانوں کو تباہی اور بربادی سے بچا دیا اور ہزاروں بگڑے ہوئے گھرانے سنوار دیئے۔

(۱) **صبحِ زندگی** لڑکیوں کی تربیت پر اس قدر مؤثر پیرایہ میں اس سے بہتر کتاب اس سے زیادہ مؤثر اور دلچسپ ناول آج تک شائع نہیں ہوا۔ اس میں نسیمہ کی پیدائش سے شادی تک کے تمام واقعات ہیں اکیس مرتبہ چھپ چکی ہے۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ

(۲) **شامِ زندگی** نسیمہ بیگم کی شادی سے موت تک کے تمام واقعات بیوی اور شوہر دونوں کے لئے بے مثل چیز ہے یہی وہ کتاب ہے جس نے مصنف کو قوم سے مصورِ غم کا خطاب دلوایا تھا اٹھارہ دفعہ چھپی ہے۔ قیمت ۔۔۔

(۳) **شبِ زندگی** یہ علامہ محترم کا ماسٹر پیس یعنی سب سے بہتر کتاب کہی جاتی ہے اور اس میں رحلتِ نسیمہ کے بعد کا بیان ہے اس سے معلوم ہوگا کہ نسیمہ نے دنیا میں وہ کون سے کام کئے تھے کہ حوریں اس کا استقبال کرتی ہیں عالم ارواح کی سیر اس قدر دلچسپ ہے کہ بار بار پڑھئے۔ نسیمہ جیسی پیرا ساس کی بہو وسیم دلہن ایسی بچھڑی کہ الامان الحفیظ

اس کے مقابلہ میں نسترن کی سلیقہ شعاری اور ہمدردی [illegible] حاصل کریگی۔ نہایت ہی دلچسپ اور بہت خوشگوار ہے اس کا دوسرا ایڈیشن چھپا ہے۔ قیمت ایک روپیہ ۔۔۔

شبِ زندگی حصہ دوم

بتائے گی کہ دنیا کی بدترین مخلوق وسیم دلہن کس طرح ایک غدار اور نیک بی بی بن جاتی اور اس کے بچوں کس طرح اجڑتے ہیں کتاب کی بہترین ظالمہ ساس اور شوہر کے تمام مظالم سہتی اور ایسی قربانیاں کرتی ہے کہ آپ دنگ رہ جائیں گے۔ گیارہ دفعہ چھپی ہے۔ قیمت وہ شب زندگی کمل ۔۔۔

نوحۂ زندگی

وہ سنگ دل باپ جس نے لڑکی کو اس گناہ پر کہ نکاحِ ثانی کیا عدالت تک گھسیٹ کر جیل خانہ پہنچا دیا بلغ ہے وہ بچھڑا جس نے زبیدہ [illegible] اور منہ دوسری جگہ پرورش کی بیگناہ بچی کو یہ دیکھ کر کہ نکاحِ ثانی کے [illegible] جیل رہی ہے نہال نہال ہے نوحۂ زندگی میں آپ کو ایک [illegible] جس میں ایک عصمت کی لاج رکھنے والی بیوی اور غیرت پر قربان [illegible] ماں اپنے دو معصوم بچوں کو دائیں بائیں لئے گہری نیند سو رہی ہے۔ بیوہ کے نکاحِ ثانی پر بہت مشہور و مقبول کتاب ہے۔ آٹھواں ایڈیشن قیمت ۱۲

طوفانِ حیات

اس کتاب کی ہیروئن حشمت کی زندگی اس قدر دلچسپ ہے کہ پڑھنے کے بعد گھر میں لغو رسموں کا نشان تک باقی نہیں رہتا۔ شرک جو دنیا کے مسلمانوں پر عام طور سے قابض ہے طوفانِ حیات کے مطالعہ سے کوسوں دور بھاگ جاتا ہے اور رسوم مروجہ خوفناک اژدہے کی صورت میں نظر آنے لگتی ہیں اور انسان خدائے واحد کی عظمت کے آگے سر جھکا دیتا ہے۔ [illegible] دلچسپی زبان کی سلاست کے متعلق کچھ کہنا فضول ہے۔ [illegible] درد انگیز ہچکی بندھ جاتی ہے۔ قیمت صرف ۔۔۔

جوہرِ قدامت

[illegible] دو لڑکیاں [illegible] عورتوں کی جگر خراش داستان جن میں ایک دو سیقہ کی [illegible] دوسری طرزِ جدید کی دلدادہ ہے عالم نسواں آج سے [illegible] رکھتا تھا مسلمان گھرانوں میں اس وقت [illegible] تھے اور مغربی تعلیم کس سمت انہیں لے جا رہی ہے [illegible] کے مطالعہ سے معلوم ہوگا۔ قیمت صرف [illegible]

منازل السائرة

[illegible] میں بھی ایک [illegible] کے تمام [illegible]

اس قصہ [illegible] حصہ اول ایک روپیہ۔ حصہ دوم ایک روپیہ چھ آنے [illegible]
دہی کتاب [illegible]

(ب) اصلاحی ومعاشرتی افسانے

تمغۂ شیطانی
[illegible] عبرت آموز افسانہ جس میں [illegible] شیطان کے [illegible] کے گئے ہیں ان لڑکوں کے جو مسلمان ہو کے جاتے تھے مگر ان کے صرف ایک فعل سے جو بظاہر بہت معمولی بات تھی ملت شیطانی میں داخل ہو گئے جہاں تاک سے والی [illegible] خانہ خراب کے حالات پڑھ کر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے [illegible] شیرازی کے واقعات اس قدر درد انگیز ہیں کہ آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے ہیں۔ قیمت بارہ آنے (۱۲ر)

سات روحوں کے اعمالنامے
دہلی سات عجیب وغریب روحیں ایک شیطان کی مغفرت کے لئے پیش کی جاتی ہیں۔ جن کے مطالعہ سے کہیں ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں کہیں آنسو نکل آتے ہیں۔ آخری روح کے کارنامے اس قدر درد انگیز ہیں کہ کلیجہ منہ کو آ جاتا ہے۔ قیمت ۸ر

غدر کی ماری شہزادیاں
یا دہلی میں پہلی اشاعت ۱۸۵۷ء کے غدر کی لٹی ہوئی دلی کی شہزادیوں اور بیگمات کی دل ہلا دینے والی کہانیاں کہ پڑھ کر دل کے ٹکڑے ہو جائیں۔ کئی رنگ کی بلاک کی تصویریں بھی ہیں۔ قیمت ۱۲ر

ستونتی
نہایت دلچسپ سبق آموز قصہ جس میں ثابت کیا ہے کہ ہندو کے لئے بیوی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہو سکتی اور شریف عورت شوہر کے لئے سب کچھ قربان کر کے اور ایثار کے جوہر دکھا کر دنیا کو حیرت میں ڈال دیتی ہے چار بار چھپ چکی ہے۔ قیمت ۸ر

موؤدہ
لڑکیوں کے ترکہ سے محروم کرنے کے متعلق علامہ راشد الخیری کا نہایت موثر درد بھرا افسانہ جس میں اس قدر درد وسوز وگداز ہے کہ پتھر سے پتھر دل بھی اس کو پڑھ کر پسیجتے ہی نہیں بلکہ موم ہو جاتے ہیں۔ قیمت ۸ر

تفسیر عصمت
علامہ راشد الخیری [illegible] افسانہ [illegible] پر لطف ہے کہ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں [illegible] واقعات اس قدر درد انگیز کہ بیساختہ آنسو نکل آتے ہیں [illegible] افسانہ آج تک اردو زبان میں [illegible]

انگوٹھی کا راز
[illegible] مختلف الخیال لوگوں [illegible] اسلامی کی جگر خراش داستان [illegible] حل کرتا ہے کہ پڑھنے والا [illegible]

ولایتی ممی
تاش خانہ کے دور کا نہایت پُر لطف (باتصویر) افسانہ جس کے ہر ہر فقرہ پر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں۔ ممی نے بڑھاپے میں جو جو سوانگ بھرے ہیں کہ بس پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ قیمت ۸ر

منازل ترقی
اس عبرت انگیز افسانے میں دکھایا گیا ہے کہ انسان ترقی کی دھن اور لیڈری کی شوق اور دولت کے نشہ میں اخلاق انسانیت اور مذہب کو تج کر غریب رشتہ داروں پر کیسے کیسے ظلم ڈھاتا ہے۔ مس لعل شیریں۔ دونوں میاں بیوی کے کیرکٹر نہایت دلچسپ ہیں۔ قیمت ۸ر

بچہ کا کرتہ
ایک عاشق زار بدنصیب ماں اپنے جوان بچہ کی بدولت وہ وہ مصیبتیں اٹھاتی ہے کہ کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ دنیا اس کی محبت اور ایثار کا وہ عبرت انگیز جواب دیتی ہے کہ آنکھ سے آنسو نکل پڑتے ہیں۔ بہت موثر افسانہ ہے اور کئی بار چھپ چکا ہے۔ قیمت ۸ر

ویڈیا کی سرگذشت
مگر وہ مرتی رہی مگر نہ تھا فیشن و جدت کی دلدادہ ایک انگریز عورت کی کہانی اسی کی زبانی مغربی معاشرت کا ایک نہایت کامیاب مرقع میاں بیوی کے تعلقات کا ہو بہو فوٹو۔ بار سوم۔ قیمت ۸ر

چہار عالم
ایک درد انگیز افسانے میں تین چار سبق آموز زمانے حیات انسانی پر پہلوؤں کی بحث ہندوستانی معاشرت کا یہ افسانہ گویا مرقع ہے چند عنوان کمزوریاں کر دو ایک پیرایہ میں بیان کیا ہے قصہ کا پلاٹ بہت دلکش ہے پہلے یہ افسانہ گلدستہ عید کے ساتھ شائع ہوا تھا اب علیحدہ شائع کیا گیا ہے اور کئی رنگین تصویریں بھی دی گئی ہیں۔ قیمت صرف ۸ر

بنت الوقت
ہماری مستورات کی تعلیم وتربیت کا بہترین مرقع وقت کا انداز فیشن کا ساتھ دینے والی ایک ناعاقبت اندیش لڑکی کا عبرت انگیز انجام۔ چوتھی دفعہ چھپ چکی ہے ۸ر

سراب مغرب
غیر مسلم والدین میں لڑکیوں کی تعلیم پانا کہاں تک جائز ہے اس بحث پر مشہور کتاب تقلید مغربی کے درد ناک نتائج۔ عبرت خیز کا حشر یاں باپ کی ناعاقبت اندیشی اور لڑکی کی تباہی۔ آٹھ مرتبہ چھپی ہے۔ قیمت ۸ر کنواری لڑکیاں ضرور دیکھیں۔

فسانہ سعید
بیوہ کا نکاح ثانی اسلام کا حکم ہے مگر جس جاہلیت سے حضرت مصور غم نے سعید کا نکاح [illegible] رکھتا ہے کہ ہر مسلمان اس کتاب کو پڑھے۔ سعید [illegible] ہندوستان والوں کا [illegible] یہ نہایت موثر کتاب ہے۔ قیمت

(ج) مختصر افسانوں کے مجموعے

علامہ مرحوم کے مختصر افسانوں کا تیس سال سے ہندوستان بھر میں ڈنکا بج رہا ہے علامہ کی شخصیت [illegible] جنھوں نے اپنے افسانوں میں مختصر افسانہ نویسی کو معراجِ کمال پر پہنچا دیا ہے جذباتِ نسوانی کی مصوری میں ان کی صحیح ترجمانی میں علامہ راشد الخیری سے بڑھ کر مصنف ملک کی [illegible] اس پہلو کو کرنے کی ناممکن ہے کہ سنگ دل سے سنگ دل انسان بھی ان افسانوں کو پڑھ کر آنسو بہائے بغیر رہ سکے۔ شہنشاہ غم کے [illegible] ان افسانوں نے ادب اردو میں غیر فانی درجہ رکھتے ہیں اور جن پر بڑے بڑے ضخیم ناول قربان ہیں۔ [illegible] کی صورت میں شائع ہوئے۔

جوہرِ عصمت

۱۴ سبق آموز افسانے (۱) مظلوم بیوی کا پاک جذبہ۔ وفادار ایک شریف اور معزز خاندان کا شخص بری صحبتوں کی وجہ سے لاکھ کا گھر خاک کر کے جیل خانہ پہنچ جاتا ہے کہ مظلوم بیوی کی کوششوں سے اس طرح رہائی حاصل کرتا ہے کہ پڑھنے والے دنگ رہ جاتے ہیں (۲) بھنور کی دولھن بڑی قوم کے مرد و عورت کے لیے کیرکٹر از دواج ثانی پر نہایت موثر بحثیں محبت کا جواب اور انتقام بے انتہا دلآویز افسانہ (۳) انگلی مجتبیں ہزار دل پر کیا پہلے کے قصوں کا ایک دلچسپ مرقع شجاعت رحمان نثاری دوستی و ناداری اور سچی محبت کے حیرت انگیز مناظر (۴) فسانہ تنویر ملک تنویر کی دردِ غم بھری کہانی (۵) بیگناہ کا قتل سفید کی شرافت اور انتقام امیر کی بدگمانی اور سنگدلی اور محبت کی چوکھٹ پر کسان لڑکی کی قربانی (۶) بھاوج کا کینہ دولت اور عصمت کا مقابلہ (۷) مامون رشید کا دربار اور ایک چپتی عورت (۸) عدلِ جہانگیری شہنشاہ جہانگیر کے انصاف کا دل ہلا دینے والا واقعہ (۹) بلبل کی شہادت (۱۰) ملکہ شہر زاد کو طرابلس اور بادشاہ کا افتراق ملکہ کا عصمت کی کسوٹی پر پورا اترنا (۱۱) بے قصر کی مستحق خدا کی لاٹھی بے آواز ہے (۱۲) غلط فہمی نہایت موثر قصہ خاتمہ بالخیر۔ ان تیرہ افسانوں کا مجموعہ جوہرِ عصمت ہر شریف مرد اور ہر شریف عورت کی نظر سے گزرنا چاہیے بہت مشہور و مقبول ہے اب چھٹی مرتبہ شائع ہوا ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنہ (۱ روپیہ ۸ آنہ)

سیلابِ اشک باتصویر

۷ دردانگیز افسانے (۱) پرستارِ محبت عورت کامل وفا و محبت کے خزانے سے مالامال ہے۔ یہ سبق آموز افسانہ پڑھ کر سنگدل انسان کی آنکھیں نمناک کر دے گا اس کا ثبوت یہ ہے کہ بہت مقبول ہوا ہے (۲) بلوچن کے تین رنگ ایک خوددار لڑکی کی وفاداری اور انتقام اور احسان کے جوہر دکھا کر حیرت کر دیتی ہے (۳) طلاق کا سفید بال۔ میاں بیوی کے تعلقات کیا چیز ہیں خودداری اور ایثار کے بگڑے ہیں شوہر اور بیوی کیا کام کرتا ہے اس دردانگیز افسانے سے معلوم ہوگا جس نے کتنے ہی گھر تباہی سے بچا دئے (۴) حج اکبر جس سے معلوم ہوگا کہ دل کامل کیسی محبت سے لبریز ہوتا ہے اور سچی خوشی کے کہتے ہیں (۵) عدلِ گلبدن شہنشاہ بابر کی لختِ جگر شہزادی گلبدن بیگم کی شجاعت عدل و کرم احسان و عفو کے حیرت انگیز کارنامے (۶) بے قصور کی [illegible]

بے انتہا موثر افسانہ (۷) ثریا کا تخیل ہر افسانے کے متعلق دلکش صرف کرکے زودیاک کی تصاویر لگائی گئی ہیں۔ قیمت [illegible]

طوفانِ اشک

بہنوں بیٹیوں کی چوکھٹ پر مظلوم عورتوں کی قربانیاں وہ موثر اور سبق آموز کتاب جس میں یہ ۱۲ دل ہلا دینے والے افسانے ہیں

رواج کی بھینٹ	محروم وراثت	اس ہاتھ دے	میں نے کیا دیکھا
کلنگ کا ٹیکہ	سوتیلی ماں کا آخری وقت	اس ہاتھ لے	شہیدِ معاشرت
بیوی کی سمجھ	توصیف کا خواب	تغیرِ حالت	طوفانِ اشک

بار سوم قیمت [illegible]

شہیدِ مغرب

طرابلس میں [illegible] مسلمانوں اور عیسائیوں کے مقابلے اسلام اور نصرانیت کے معرکے مسلمان عورتوں کی ناموسِ اسلام پر قربانیاں مسلمانوں کی ترقی کا راز اور تنزل کے اسباب شدھی اور تبلیغ کا اثر مندرجہ ذیل دردانگیز افسانے ہیں

دو آسمانی شاعر	شہیدِ مغرب	طرابلس سے صدا
غریب سیدانی	سیاہ داغ	افراط و تفریط
صدائے دلگداز	کٹھ پتلیاں	[illegible]

ان کے مطالعہ سے حب وطنی، عشقِ رسول، بہادری، شجاعت، خودداری، غیرت و حمیت کے شریفانہ جذبات پیدا ہوتے ہیں قیمت [illegible]

نسوانی زندگی

جس پر حضرت [illegible] صاحب [illegible] نے ہر تصنیف میں [illegible] مختلف حیثیتیں دکھائی ہیں مگر اس کتاب میں خصوصیت کے ساتھ [illegible] کی ہر حیثیت علیحدہ علیحدہ دکھائی گئی ہے [illegible] میں ایسا ایسا ایثار اور قربانیاں کر دکھائی ہے [illegible] قیمت صرف [illegible]

نانی عشو

آپ نے کتنی ہی [illegible] ہے "نانی عشو" پڑھنا [illegible] میں اسے ہنسے ہنسے بل پڑ جائیں [illegible] اس کمال کے تمام ہندوستان میں [illegible] ایسے ہی [illegible] آمیز مگر نتیجہ خیز افسانے [illegible] ندامت [illegible] بھی ایک [illegible] دوسرے [illegible]

[illegible]

اقدس [illegible]
اج [illegible]
صرف [illegible]
کے بہت [illegible]
مایل [illegible] جن کو [illegible] ہے جو کہ نظمیں ہیں
جنمیں [illegible] مرتب [illegible] قیمت ۱۲
گرفتار قفس [illegible] کا دوسرا حصہ یہ نظمیں [illegible]
[illegible] ہیں کہ مستقل

[illegible] کی [illegible] جمع ہے [illegible] قیمت ۱۲
جس کی [illegible] کی [illegible]
گلدستۂ عید کی عید ترکی [illegible] عید اپنے لیے
سبق آموز افسانے اور مضامین
جن کے متعلق [illegible] کس طرح میسر ہوتی ہے رمضان شریف میں
کیا کرنا چاہیئے اس کا جواب گلدستۂ عید سے ملے گا
جو ایک طرف بہترین عیدی ہے تو دوسری طرف ہر وقت پڑھنے
اور روزانہ زندگی میں بہت سے مفید نتائج اخذ کرنے کی چیز
ہے [illegible] قیمت [illegible]

(د) تاریخ و سیر، ادب و انشاء

آمنہ کا لال اردو زبان کا سب سے بہتر مولود شریف
جو ہر [illegible] کی مجالس میلاد میں بھی
کتاب پڑھی جاتی ہے اور [illegible] مسلم [illegible] کرتے [illegible]
ہیں اور اعلیٰ تعلیم یافتہ مرد [illegible] ذوق و شوق سے آمنہ کے لال کا مطالعہ
کرتے ہیں کیونکہ اس میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ہے جو خلاف عقل کہا جا سکے
نثر کے ساتھ ساتھ جا بجا نظم ہے وہ بھی اس قدر موثر ہے کہ اہل دل تڑپ
اٹھیں کیونکہ تمام اشعار خود علامہ مغفور ہی کے ہیں۔ آمنہ کے لال میں علامہ
راشد الخیری کا بہترین لٹریچر ہے۔

سینہ کا لال شہادت کی مکمل مفصل تاریخ جس میں
مکمل تاریخ شہادت ہے۔ ام المومنین
صدیقۃ الکبریٰ اور جناب سیدہ کے فضائل سرور کائنات صلعم کی رحلت
حضرت عثمان اور حضرت علی کی خلافت۔ حضرت عمر حضرت عثمان حضرت
علی رضی اللہ عنہم کی شہادتیں [illegible] جنگ جمل جنگ صفین کا
مکمل بیان شیعہ سنی [illegible] کی کوششیں امیر معاویہ
کی سیاست امام [illegible] کی [illegible]
جس سے واقعہ کربلا [illegible] دوسرا
حصہ مراثی کربلا [illegible] حضرت [illegible] کی شہادت
بی بی زینب کا [illegible] شہادت حضرت عباس حضرت
قاسم۔ حضرت علی اکبر [illegible]
علی کی شہادت [illegible]
سنی اختلاف پر [illegible]
اس قدر درد انگیز [illegible]
مرتبے علامہ مغفور [illegible]
ادب لطیف کے علاوہ [illegible]
اور تحریریں کسی کتاب [illegible]
کتاب پڑھتے ہیں [illegible]

الزہرا اردو زبان میں جگر گوشہ رسول سیدۃ النساء
حضرت بی بی فاطمہ کی بہترین سوانح عمری
جو بتاتی ہے کہ میاں بیوی کو کس طرح رہنا چاہیئے بچوں کی پرورش کس طرح
کرنی چاہیئے دنیا کے ساتھ دین کس طرح میسر آ سکتا ہے واقعات اس قدر
درد انگیز کہ ہچکی بندھ جائے آخر میں واقعہ کربلا کا مختصر بیان اور مصنف کا
قلم [illegible] خوب ہی لکھا ہے قیمت ایک روپیہ

نوبت پنج روزہ شاہجہاں آباد اجڑ چکا مگر اس کے
کھنڈر ایک سٹے ہاروں کے
کانا سے سنا سنا کے ہیں اور شہر کے در و دیوار اس وقت بھی اپنے ماضی
کا مرثیہ پڑھتے ہیں آج سے ستر سال پہلے دلی کیا تھی بادشاہ کا جلوس
قلعہ معلیٰ کی بہاریں، شاہی جھگڑے، بیگمات کے رنگ۔ دربار کی
کیفیت، قطب صاحب کے تہوار، پیر [illegible] شاہ [illegible] کے
جشن شہر آبادی کی چہل پہل ہندو مسلمانوں کی معاشرت رمضان، عید
سالگرہ [illegible] اہتمام شادی بیاہ کے رسوم رواج اور گزشتہ
کی یادگار دیکھنی ہو تو نوبت پنج روزہ [illegible]
[illegible] کی بہاریں [illegible]
[illegible] جب دلی
[illegible] کے واقعات [illegible]
[illegible] کی تباہی اور بادشاہ کے [illegible]
[illegible] آپ آنسو بہائے بغیر [illegible] بادشاہ کی تصویر [illegible]
[illegible] قیمت [illegible]

قلب حزیں چھوٹے چھوٹے [illegible] لطیف [illegible]
[illegible] مجموعہ [illegible] کی درد انگیز [illegible]
[illegible] شاعری [illegible]

دلِ عاشق

[illegible]
اس قابلیت [illegible] سے [illegible] کرکے [illegible]
محبت کے اس [illegible] جن [illegible] کے [illegible] کی
[illegible] کے [illegible] ہے [illegible] جو [illegible]
کہ [illegible] کرنے کے کتنے ہیں اور لڑکی
لڑکے کے [illegible] طرح [illegible] والوں کے دل کو تسخیر کر سکتی ہے لیکن
[illegible] دونوں کی [illegible] جائیں سر کتابوں کے پڑھنے کو
[illegible] صرف اس کتاب کے پڑھنے کا کیونکہ یہ اپنی ہی ہے
قیمت ۱۰/

امین کا دمِ واپسیں

شہنشاہ ہارون الرشید اور ملکہ زبیدہ کا [illegible]
کے لخت جگر شہزادہ امین الرشید کا
دردناک قتل اسلامی تاریخ کا ایک ہی ایک درد انگیز واقعہ ہے اس پر مصنف
کے دلکش پیرایہ میں عبرت انگیز واقعات اپنے خاص رنگ میں لکھے ہیں
حال ہی میں تیسرا ایڈیشن چھپا ہے۔ قیمت ۱۲/

اسلامی تاریخ افسانہ کی طرز پر

اب تک حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہٗ کی ان تصانیف کا اشتہار
تھا جو عورتوں اور مردوں کے لئے یکساں مفید ہے کیونکہ اصلاحی کتابیں ہیں
اور ان میں ہندوستانی گھروں کی معاشرت دکھائی گئی ہے اور عورت کی پیدائش
سے موت تک جو جو واقعات پیش آتے ہیں ان سب کو بیان کیا گیا اور بحث کی
گئی ہے اور یہ سب کتابیں مصنف کی ترقی اور اصلاح کی غرض سے لکھی گئی
ہیں۔ اب ان کتابوں کا اشتہار دیا جاتا ہے جو مردوں کے لئے لکھی گئی ہیں
کنواری لڑکیاں نہ منگائیں۔ البتہ بڑی عمر کی شادی شدہ عورتیں پڑھ سکتی ہیں۔

عروسِ کربلا

علامہ محترم کے تمام تاریخی ناولوں میں بلحاظ
درد و اثر کے تا زندگی کربلا کے تاریخی واقعات
پہلے ہی کچھ کم درد انگیز نہیں اس پر مولانا کے قلم گوہر ریز نے قیامت
ڈھا دی ہے کئی جگہ ہچکی بندھ جاتی ہے اس پر لطف یہ ہے کہ محبت کا
دلآویز افسانہ ہے بہت عمدہ کتاب ہے ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے
اور آج تک اسی طرح دھڑا دھڑ نکل رہی ہے عروسِ کربلا طرز پر کئی مصنفوں
نے [illegible] مگر عروس کربلا عروس کربلا ہی ہے۔ حال میں چھٹی دفعہ شائع
ہوئی ہے۔ قیمت ۱۲/

محبوبۂ خداوند

قرونِ اولیٰ کے پرجوش و پاکباز
مسلمانوں کی دلآویز جانبازیاں
پڑھنے والوں کو بہشت بادیتی ہیں طرابلس کا مقدس خداوند کار [illegible]
عثمانی افریقہ کی حسینہ [illegible] کرنے کے لئے اپنے زخمی و عورتوں
[illegible] کتاب دکھاتا ہے اور محبوبۂ خداوند کس طرح اپنی عزت بچا کر اسلام
قبول کرتی ہے یہ ایک راز ہے جو صرف کتاب محبوبۂ خداوند کے مطالعہ سے

[illegible]
[illegible] ہے [illegible] تھا [illegible] چہار نو
سب [illegible] ہے قیمت ۱۲/

شہنشاہ کا فیصلہ

[illegible] افسانہ ایک
شخص [illegible] کے
تحت میں ایک دوسرے شخص سے [illegible] کا بیگناہ
پھر کس رو سے واجب القتل [illegible] اصلی [illegible] ہوتی ہے
مگر اپنے حصولِ مقصد کے لئے [illegible] کوشش [illegible] کر رہی
ہے شہنشاہ کا فیصلہ درد کا اور [illegible] جیسا ایسے
اب ہیں کہ صرف پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں [illegible] حال ہی شائع
ہوا ہے قیمت ۲/

منظرِ طرابلس

تسخیر طرابلس کے لئے مسلمانوں کا جوش ایمانی
حضرت [illegible] عوام کی بے مثل بہادری
ایثار و شجاعت، محبت کے آتشکدہ میں [illegible] قربانی۔ حقیقی بہن کے
ہاتھوں بھائی کا قتل، مذہبی [illegible] سیاہ کاریاں [illegible] اور شہزادی [illegible]
کی کہانی اور فتح طرابلس کا آخری منظر قیمت ۱۰/

دُرِ شہوار

ایران، [illegible] کی [illegible] ایران کا رتبہ،
بہرام کے شاہانہ کارنامے اور [illegible] احسانات، شہزادہ
[illegible] کی فراست اور بہادری اور [illegible] کی مکاریاں [illegible] قیمت [illegible]

سودائے نقد

جس سے مطلع [illegible] کا نکاح ثانی اور
اسلام میں [illegible] کیا ہے۔ یا زمانہ
بتائے گا کہ جوان بیٹی کی شادی نہ کرنا سوسائٹی کا کیسا زبردست گناہ ہے
دو سگی بہنوں کی کوششیں حقیقی ان کے ہاتھوں [illegible] محبت کا [illegible]
غرض نہایت دلچسپ پلاٹ ہے۔ قیمت ۱۰/

یاسمین شام

امیر المومنین [illegible] کے زمانہ
کی اسلامی [illegible]، اسلام و
عیسائیت کے معرکے، [illegible] حلب۔
انطاکیہ۔ بیت المقدس اور یرموک کے [illegible] سرفروشانہ
قربانیاں۔ جنگ یرموک [illegible] ہزار مسلمانوں نے
عیسائیوں کی متفقہ طاقت [illegible] جس میں [illegible]
عورتیں اس طرح [illegible] حضرت ابوعبیدہ
خالد بن ولید اور [illegible] ایمانی جوش
جانبازی اور ایثار کے دل [illegible] یاسمین شام [illegible]
نظر آئیں گے اگر [illegible] یاسمین
کا مطالعہ کرو۔ [illegible] اور مسلم [illegible]
کی دلخراش داستان [illegible] اسلام
ہوا ہے۔ قیمت [illegible]

تیغِ کمال

[illegible] مفصل حالات
[illegible] فتح کے

[illegible]

مضامین کے جدید مجموعے

قرآنی قصے — قرآن نبیوں اور رسولوں کے مقدس حالات جن کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے حضرت علامہ راشد الخیری نے یہ قصے مسلمان لڑکیوں کے لیے ان کی سمجھ کے مطابق آسان زبان میں مگر اپنے خاص رنگ میں لکھے تھے۔ عورتوں کے لیے نبیوں کے حالات میں بہترین کتاب ہے جس کا درجہ باعتبار ادب بھی نہایت بلند ہے۔ قیمت [illegible]

عروسِ مشرق — یورپ کی اندھا دھند تقلید اور مغربی تہذیب کے زہر آلود اثر سے محفوظ رکھنے کے لیے گزشتہ چوتھائی صدی میں حضرت مصور غم نے اپنے مخصوص طرز میں جو مضامین تحریر فرمائے تھے ان کا مجموعہ۔ ان مضامین میں ان مشرقی خوبیوں کو جو روز بروز مٹ رہی ہیں اور جن پر ہندوستان کے بسنے والے ناز کرتے تھے مؤثر پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ قیمت ۱۰/

گردابِ حیات — حضرت مصور غم نے عورتوں کی اصلاح و ہدایت میں چھوٹے چھوٹے نتیجہ خیز اور مؤثر افسانے عام فہم پیرایہ میں عصمت میں لکھے تھے۔ ان میں سے پچیس افسانوں کا یہ مجموعہ مرتب کیا گیا ہے۔ ان افسانوں نے سینکڑوں عورتوں کو افسانہ نگار بنا دیا اور سینکڑوں عورتوں کی زندگی سنوار دی۔ قیمت [illegible]

بزمِ رفتگاں — اردو ادب کے غیر فانی نثر کے مرثیے جو ملک کی نامور خواتین اور باکمال شعراء اور ادیبوں کی یاد میں لکھے گئے تھے اور جو معدنِ ادب کے گوہر ہائے بے بہا ہیں۔ حضرت علامہ مغفور کا یہ [illegible] ظاہر ہوتا ہے کہ بزمِ رفتگاں کا ایک ایک فقرہ اور ایک ایک جملہ درد و اثر میں ڈوبا ہوا ہے۔ قیمت ۱۰/

گدڑی میں لعل — [illegible] عورتوں کو [illegible] زندگی بسر کرنے کے لیے خانہ داری کے متعلق [illegible] کتاب زنانہ لٹریچر میں [illegible] ہزاروں [illegible] کامیاب [illegible]

سیاحتِ ہند — [illegible] حالات عصمت و بنات [illegible] ہندوستان کے مختلف [illegible]

[illegible] عادات و خصائل کا بھی پتہ چلتا ہے۔ قیمت [illegible]

دادا لال بجھکڑ — اپنی حماقتوں میں پرلطف مزاحیہ قصے جنہیں پڑھ کر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جائیں۔ [illegible] کی طرز بھی لیکن نتیجہ خیز کتاب جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصور غم علیہ الرحمۃ ظرافت نگاری میں بھی کس قدر کمال رکھتے تھے۔ قیمت آٹھ آنے۔ (۸/)

بے فکری کا آخری دن اور دوسرے مضامین کا مجموعہ۔ بچیوں کے لیے جن کا مقصد یہ ہے کہ ان میں اچھی عادات و خصائل پیدا ہوں۔ وہ اپنے فرائض کو سمجھیں، خوشگوار زندگی گزارنے کی تیاری کر سکیں، اپنے والدین کو نعمت جانیں اور [illegible] کی قدر کریں۔ قیمت ۴/

نالۂ زار — خواتینِ ہند کے حسن و ظلم کے درد انگیز مضامین جن میں عورت کی مختلف حیثیت پر بحث کی گئی ہے یہ وہ معرکۃ الآرا مضامین ہیں جو زنانہ لٹریچر میں غیر فانی درجہ رکھتے ہیں۔ نالۂ زار میں عورت کی مظلومیت کا مرقع اور ان کے مصائب و آلام کی درد انگیز داستانیں ہیں جنہیں پڑھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے اور سنگدل سے سنگدل انسان کی آنکھیں نمناک ہو جاتی ہیں۔ قیمت ۱۲/

تمام کتابوں کا محصول ڈاک خریدار کے ذمہ ہوگا۔

عصمت کا راشد الخیری نمبر

بہت سے پرچوں کے راشد الخیری نمبر ہاتھوں ہاتھ نکل گئے اور اب کسی قیمت پر نہیں مل سکتے البتہ عصمت کے اسی خاص نمبر کے کچھ پرچے باقی ہیں۔ اس نمبر میں ہندوستان اور بیرون ہند کے مسلم اور غیر مسلم مشہور لکھنے والوں اور اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین نے ہندوستان کے مصلح اعظم کی یاد میں پُرزور مضامین لکھے اور مصور غم کی تصانیف پر تنقید کی ہے اور حضرت علامہ مغفور کی بے بہا خدمات اور ادبی کمالات کا اعتراف کیا ہے اور کئی مضمون حضرت مصور غم علیہ الرحمۃ کے ذاتی حالات اور خانگی زندگی کے متعلق ہیں جو علاوہ دلچسپ ہونے کے سبق آموز اور نتیجہ خیز ہیں۔ حضرت علامہ مرحوم کی مختلف عمروں کی تصاویر بھی دی گئی ہیں۔ مضامین کے صفحے [illegible] تصانیف مصور غم کے سائز کے ۶۰۰ صفحوں کے مضامین شامل کیے گئے ہیں۔ کاغذ اعلیٰ قسم کا۔ لکھائی چھپائی بہترین۔

ہندوستان کے کسی رسالہ نے کسی ادیب اور کسی شاعر کی یاد میں ایسا شاندار اور ایسا قدر کامیاب ضخیم خاص نمبر شائع نہیں کیا۔

عصمت کا راشد الخیری نمبر ایک تاریخی پرچہ ہے

جس کا مطالعہ صرف تعلیم یافتہ خواتین کے لیے ضروری ہے جنہیں تحریر کا شوق ہے [illegible] ضروری پڑھنا چاہیے جنہیں ادب اردو کا مذاق [illegible]

کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب انڈین میڈیکل سروس کی بے مثل کتاب

زچہ خانہ

ہندوستان میں ہر سال لاکھوں عورتوں کی جانیں زچگی کے سلسلہ میں ضائع ہو رہی ہیں۔ ہر جگہ ایسا معقول انتظام ہو کہ ہر قسم کی سہولت فائدہ اٹھا سکیں۔ نہ ہندوستانی زبانوں میں کوئی ایسی کتاب شائع ہوئی جو انہیں پورا پورا فائدہ پہنچا سکے اور حقیقی معنوں میں ان کے لئے کار آمد و مفید بھی ہو سکے۔ اڈیٹر عصمت نے کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد اسسٹنٹ میڈیکل افسر ایسٹ انڈیا ریلوے کو اس طرف متوجہ کیا جو ولایت کی لندن کی یونیورسٹیوں اور بہار، بنگال، راجپوتانہ وغیرہ میں اپنی بے مثل خداداد قابلیت کا سکہ بٹھا چکے ہیں جن کی ہدایتوں سے ہندوستان میں ہزاروں عورتوں نے زچگی کے زمانہ سے پہلے اور بعد میں فائدہ اٹھایا اور آج بھی اٹھا رہی ہیں کپتان صاحب مشکل سے مشکل پیچیدہ سے پیچیدہ اور خشک سے خشک مضامین پر اس قدر عام فہم اور دلآویز پیرایہ میں اظہار خیالات فرماتے ہیں کہ معمولی قابلیت کی خواتین بھی ان سے پورا پورا فائدہ اٹھاتی ہیں۔ کپتان صاحب کے طرز بیان کی دلکشی قبولیت عام حاصل کر چکی ہے انہوں نے یہ کتاب نہایت دردمندی اور دلسوزی کے ساتھ تحریر فرمائی اور مضامین کی وضاحت کے لئے تصاویر کی فراہمی پر بھی سینکڑوں روپیہ صرف فرمایا اور بڑی بڑی وقتیں اٹھائیں کتاب کے تین حصے ہیں

(۱) حاملہ (۲) زچہ (۳) بچہ۔ فی الحال پہلے دو حصے تیار ہیں۔

زچہ دوسرا حصہ ہے جس کی مختصر فہرست یہ ہے۔ پہلا باب حمل پاکیزگی۔ دوسرا باب ولادت۔ تیسرا باب زچہ خانہ کی تیاری۔ چوتھا باب وقت ولادت کی احتیاط اور انتظام۔ پانچواں باب پرسوت۔ چھٹا باب۔ زچہ کی خوراک۔ ساتواں۔ رہائش و عام زندگی۔ ساتواں باب۔ زچہ بچہ کا تعلق۔ آٹھواں باب۔ زچگی کے خطرات اور ان کا تدارک۔ نواں باب۔ چند خطرناک امراض کا ولادت سے تعلق۔ دسواں باب۔ ایک جاہل دائی کی زچہ کا ایک ہوشیار دائی کی زچہ سے مقابلہ۔ گیارھواں باب۔ آخری باتیں۔

تیسرے باب کی فہرست۔ زچہ خانہ کی تیاری نہ کرنے کی وجوہ۔ غربت۔ جہالت۔ رسومات قدیمہ۔ زچہ خانہ کی اصلاح کے خلاف اور پیش بندیاں۔ زچہ خانہ اور اس کا سامان۔ دائی کے لئے۔ زچہ کے لئے بستر کپڑے۔ بچہ کے لئے آنکھ و منہ کی صفائی کا سامان نال کا سامان غسل کا سامان کپڑے بستر۔ زچہ خانہ کی ضروری چیزوں کی فہرست اسی طرح ہر باب کے تحت میں زیادہ سے زیادہ معلومات فراہم کی گئیں ہیں کوئی بات چھوڑی نہیں گئی ہر جگہ مشورے دیئے گئے ہیں وہ سب عام ہندوستانی معاشرت ملحوظ رکھ کر جن سے ہندوستان کی ہر قسم کی عورتیں پورا فائدہ اٹھا سکیں۔

حاملہ و زچہ دونوں حصوں میں ۲۴ ہاف ٹون بلاک کی تصاویر ہیں جو صرف کثیر رقم کے بعد خاص طور پر ... ہیں اور وہ شکلیں بہت صاف اور واضح ہیں دونوں حصوں کی قیمت ساڑھے تین روپیہ ... محصول ہے

یہ کتاب کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب کا غیر فانی کارنامہ ہے۔ ہندوستان کی کسی زبان میں ... اور قابلیت سے لکھی ہوئی اتنی مفید اور کار آمد اس قدر جامع اور مفصل مکمل کتاب ہندوستانی عورتوں کے لئے آج تک ... ہر گھر میں اس کتاب کی موجودگی ضروریات میں سے ہے۔

ملنے کا پتہ۔ دفتر عصمت کوچہ چیلان دہلی

خوبصورتی جوانی اور تندرستی کی خواہش ہو تو

مختلف قسم کے پاؤڈر، منجن، سرمہ، کریم، سنو، تیل، صابن، غازہ، پیسٹ، لیپ، معجون، نسخے، عرق، اور یورپ کی اشتہاری دواؤں پر ہزاروں روپے برباد کرنے، ڈاکٹروں اور حکیموں کی طرف رجوع کرنے سے پہلے کتاب سنگھار خانہ مطالعہ کیجئے۔

سنگھار خانہ

میں تندرستی ہزار نعمت سے مالا مال ہونے اور جسم کے ہر حصہ کو خوشنما بنانے اور جوانی قائم رکھنے کے متعلق بے انتہا قیمتی اور مفید مضامین اور نسخے درج ہیں۔

پہلے باب کی مختصر فہرست

خوبصورتی بڑھانے کے راز	رنگ نکھارنے والی غذائیں
افزائش حسن کے نسخے	خوبصورتی بڑھانے کے طریقے
کہیں جانے سے پہلے سنگھار	موسم گرما میں حسن کی حفاظت
تھکے ہوئے چہرے پر حسن کی چمک	یورپ میں حسن بڑھانے کے طریقے
کس رنگ پر کس رنگ کا لباس زیب دیتا ہے	سانولے رنگ کی خوشنمائی
گورا رنگ کس طرح قائم رہ سکتا ہے	ادھیڑ عمر میں خوبصورتی

سنگھار کی تکمیل	غسل کے مصالحے	خوبصورتی
عمر کا غماز	پر تکلف غسل	خوش پوشاکی

ایک اور باب کی مختصر فہرست ملاحظہ ہو

جسم کا ہر ایک حصہ خوشنما بنایا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر صرف بالوں کے سنگھار کے متعلق نہایت مفید مضامین ہدایتوں اور نسخوں کی فہرست ملاحظہ فرمائیے۔

بالوں کی حفاظت	بال دھونا	بالوں میں کنگھی	بالوں کی خرابیاں
بال بڑھانے کے تیل	بالوں کی صفائی و تازگی	بالوں کی مالش	بالوں کی نگہداشت
بالوں کا سنگھار	سرخ اور سفید بال	بال بنانا	بالوں کی خوشنمائی

اسی طرح ناک، کان، دانت، آنکھ، رخسار، ٹھوڑی، کلائی، کمر، ہاتھ، انگلیاں، پاؤں، غرض ہر حصہ جسم کو خوشنما بنانے کی صحیح ترکیبیں اور کار آمد نسخے ہیں۔

سنگھار خانہ میں کمر اور کولھے اور سارے جسم کے موٹاپے کے دور کرنے اور بدن میں چستی اور پھرتی پیدا ہونے کی تدبیریں اور زنانہ ورزشیں نیز سنگھار کے متعلق تصاویر بھی ہیں۔

سنگھار خانہ ۲ سال کی محنت کے بعد تیار ہوئی ہے اردو میں اس موضوع پر اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی۔

فیشن پسند اور پرانے خیالات کی خواتین دونوں طبقوں میں بہت پسند کی جا رہی ہے اور اس قدر ہاتھوں ہاتھ نکل رہی ہے کاغذ بھی عمدہ ہے۔ قیمت صرف [illegible] مجلد [illegible]

عصمتی دسترخوان کا دوسرا حصہ

مشرقی مغربی کھانے

ابتک کھانے پکانے کے موضوع پر جس قدر کتابیں ہندوستان میں شائع ہوئی ہیں عصمتی دسترخوان ان سب پر فوقیت رکھتا ہے کیونکہ اس کی تمام ترکیبیں تجربہ کرنے کے بعد لکھی گئی ہیں اس لئے ترکیبیں صحیح ہیں اور وزن درست اور ہندوستان بھر کی ۸۰ عصمتی بہنوں نے اپنے اپنے صوبوں کے کھانے لکھے ہیں۔ عصمتی دسترخوان کا دوسرا حصہ جسکا نام مشرقی مغربی کھانے ہے بعض اعتبار سے عصمتی دسترخوان جیسی مفید کتاب پر بھی فوقیت رکھتا ہے۔

عصمتی دسترخوان کی طرح اس کتاب کی ترکیبیں بھی تجربہ کرنے کے بعد لکھی گئی ہیں لیکن جن کھانوں کی ترکیبیں عصمتی دسترخوان میں آگئی ہیں وہ اس کتاب میں نہیں ہیں ہاں البتہ چند ترکیبوں کے عنوانات وہی ہیں مگر ترکیبیں نئی ہیں اور ایک چیز کی کئی ترکیبیں ہیں۔

"مشرقی مغربی کھانے" کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں کھانے پکانے کے سلسلہ میں تقریباً سو صفحوں کے نہایت ہی کار آمد مضامین ہیں جو بڑی کوشش اور محنت سے حاصل کئے گئے ہیں۔ عنوانات یہ ہیں

علم غذا کے متعلق ایک یورپین خاتون کا مفصل مضمون	ہماری خوراک پر ایک سائنٹفک مضمون

کھانے کے اصول	پکانے کے اصول	کھانے کی حفاظت
جرمنی باورچیخانہ ایک جرمن خاتون کا مضمون	کون کون سے کھانے ایک ساتھ کھانے سے نقصان ہوتا ہے	کون کونسی غذائیں کتنی دیر میں ہضم ہوتی ہیں
باورچیخانہ کیسا ہو	باورچیخانہ کی ضروریات	اناج کا صندوق
کچی سبزی	ترکاریوں کے خواص	ترکاریوں کی حفاظت
کھانے کا کمرہ	بوتل خانہ	نعمت خانہ
پھلوں کے فائدے	ایرانی دعوت	جاپانی باورچیخانہ

یہ گراں بہا مضامین ہیں جن کا ہر خاتون کی نظر سے گذرنا اشد ضروری ہے کھانے پکانے کے متعلق ایسے ایسے کار آمد بیش قیمت مضامین کھانے پکانے کی کسی کتاب میں آجتک شائع نہیں ہوئے۔

مشرقی مغربی کھانوں میں سادے ترکاری کے سالن کی ۴۴ نئی ترکیبیں اور مختلف قسم کی بریانی، پلاؤ، کھچڑی، متنجن، مزعفر، زردہ وغیرہ کی ۲۰ نئی ترکیبیں ہیں اور اسی طرح بہت سے کھانے اس کتاب میں بہت زیادہ ہیں عربی، ایرانی، ترکی، جاپانی، عراقی کھانوں کی ترکیبیں بھی کافی ہیں اور انگریزی، جرمنی، فرانسیسی، روسی، اطالوی کھانوں کی ترکیبیں بھی۔ دوسرا ایڈیشن قریب الختم ہے۔ قیمت [illegible] مجلد [illegible]

ملنے کا پتہ۔ دفتر عصمت کوچہ چیلان دہلی

زنانہ دستکاری کی مفید کتابیں

(باقی کتابوں کا اشتہار ٹائٹل کے صفحہ پر دیکھئے)

سوئی کا کام

"فن خیاطی" یعنی کپڑوں کی کٹائی سلائی سے واقف ہونا ہر لڑکی اور ہر عورت کی روزانہ ضروریات میں سے ہے اس فن پر محترمہ فاطمہ جعفر منشی فاضل نے ڈیڑھ درجن مشہور دستکار بہنوں کی مدد سے **سوئی کا کام یا چمنستان خیاطی** وہ کتاب تیار فرمائی ہے جس سے بھو ہڑ عورتیں بھی بہت فائدہ اٹھا سکتی ہیں

بچوں کے کپڑے۔ سوٹ جانگیے۔ باڈی۔ پاجامہ سینہ بند۔ فیڈر۔ فراک قمیص کرتے مختلف قسم کے دیدہ زیب جمپر۔ نئی طرز کی قمیص پارسی۔ مدراسی اور دیگر قسم کے بلاؤز۔ وضع وضع کے خوبصورت کالر اور کف۔ لباس شب خوابی۔ باڈی۔ لیڈیز انڈرویر۔ پاجامہ شلوار۔ مختلف چیزیں مثلاً دیوارگیری کی جھالر۔ الماری پوش آئینہ پوش۔ جگ کور۔ تکئے کے غلاف دسترخوان وغیرہ کے ۱۸۱ نمونے ہیں اور ہر نمونے کے متعلق کٹائی اور سلائی کی مفصل اور مکمل ترکیبیں۔ عورتوں کے لئے بہت کارآمد کتاب ہے۔ نمونے واضح اور خوب صاف کاغذ اعلیٰ درجہ کا ۔ قیمت ۱۲/

سلمہ ستارہ کا کام

ملک کی نامور دستکار محترمہ خدیجہ بانو صاحبہ انجیری کی یہ کتاب اکثر اعتبار سے ہندوستان کی دستکاری کی بہترین کتاب سمجھی جاتی ہے شرح اس کارآمد ہدایتیں نہایت قابلیت کے ساتھ لکھی گئی ہیں۔ چند عنوانات یہ ہیں۔ جن نقاشی سادہ نقاشی۔ نقاشی جس میں ریشم جالی پر موٹے ریشم پر نقاشی۔ یادہ رنگ پر نقاشی۔ سلائی کی مشین سے نقاشی۔ کریم یا کار گاہ۔ وسنی رنگ یا حلقہ بکس۔ اسمرچ پیپر قلم اور سلائی احتیاطیں سلمہ ستارہ سب کو ۵ حصوں میں تقسیم کرکے ہر حصہ کے متعلق ضروری ہدایت دی گئی ہیں بطور مثال حصہ اول کی ہدایات کے عنوانات درج کئے جاتے ہیں۔

سلمہ کی آسان کڑھت	سلمہ کی گنجان کڑھت	بھری ہوئی کڑھت
سلمہ زری کلابتون بٹا ہوا	سلمہ گجائی کی کڑھت	سلمہ ستارہ ٹکل کی کڑھت
رنگین زری کلابتون بٹا ہوا	سلمہ ریشم کی کڑھت	

(۱) خالص سلمہ (۲) سلمہ اور ستارے (۳) سلمہ اور موتی (۴) سلمہ کلابتون ٹکور تیار ہیں اور ۵۰ متفرق قسم کے پھول بیلیں عبارتیں قطعات وغیرہ کے ۲۷۲ نمونے واضح صاف اور نہایت خوبصورت نمونے شائع کئے ہیں کاغذ اعلیٰ درجہ کا خوب موٹا چکنا سفید گلیز

تارکشی کا کام

جس کی مدد سے لڑکیاں کپڑے سے دھاگے نکالنے کا کام بہت آسانی کے ساتھ سیکھ جائیں گی اور جو پہلے سے جانتی ہیں وہ اس کام کی ماہر ہو جائیں گی تارکشی کی عمدہ بیلیں جھالر اور کنارے گوشہ موڑے انسرشن کرنے۔ میز پوش کے مرکز۔ گریبان۔ متفرق چیزیں مثلاً پنکھا۔ بلاؤز۔ دسترخوان۔ ٹی کوزی۔ دستی بیگ۔ چڑیوں کی جوڑی۔ تاج محل وغیرہ وغیرہ ۶۵ اعلیٰ درجہ کے خوبصورت نہایت نفیس نمونے ہیں اور ہر نمونے کے متعلق مفصل ترکیب ایک درجن کے قریب سادہ رنگین بلاکوں کے نمونے ہیں اس کتاب کی دستکار خواتین میں عموم تیز گئی اس کی تعریف میں کئی درجن خطوط شائع ہو چکے ہیں علاوہ

گلدستہ تارکشی

"تارکشی کا کام" کی قدر اور بھی بڑھ گئی کیونکہ بذریعہ محترمات سیدہ اشرف و نجیدہ اشرف نے جو ہندوستان کی بہترین دستکار خواتین میں سے ہیں اس کتاب میں نمونے بھی بہترین

دئے ہیں۔ اردو زبان میں اس دستکاری پر کوئی کتاب اس قدر لعبر۔ شائع نہیں ہوئی۔

باب ۱۔ تارکشی کا کام۔ ضروری اشیاء۔ دھاگے نکالنے کے طریقے۔ یہ سب مضامین نہایت عام فہم پیرایہ میں مفصل اور مکمل طور پر لکھے گئے۔

باب ۲۔ تکیہ کے غلاف۔ تپائی پوش۔ میز پوش۔ وغیرہ وغیرہ کے لئے ۱۲ مختلف قسم کے دیدہ زیب کرنے۔

باب ۳۔ میز پوش کے لئے ۴ نئی قسم کے نمونے

باب ۴۔ نیپ کن کشتی پوش، میز پوش، کرسی پوش وغیرہ کے ۷ نمونے

باب ۵۔ ۴ نہایت نفیس دیدہ زیب جھالریں۔

باب ۶۔ بیل انسرشن۔ نئی وضع کی بیل۔ خوشنما بیل۔ ڈالی۔ لیڈیز ہینڈبیگ پیٹی کوٹ، ۶ نمونے۔

باب ۷۔ میز پوش کے کنارے کی جالی۔ میز پوش کا مرکز۔ کشتی پوش۔ خوبصورت خوان پوش۔ آئینہ پوش وغیرہ کے کھلے دامنوں میں ۷ نہایت خوبصورت نمونے

باب ۸۔ ۲ وضع وضع کے دلفریب نمونے کروشیا

باب ۹۔ ایمبرائیڈری۔ میز پوش کے لئے نفیس خاکہ۔ نظر فریب کونہ۔ پلنگ پوش کا ایک دلفریب خاکہ۔ کرسی کی پشت کا کپڑا۔ لیمپ شیڈ کی جھالر۔ کرسی کے کپڑے کے لئے۔ کرسی پوش۔ خوبصورت صوفہ کشن۔ کشن کا خاکہ تکیہ کے غلاف کا کونہ ۱۰ نمونے کل ۵۷ نہایت خوبصورت نہایت صاف وضع وضع کے نمونے قیمت صرف ۱۲/

اونی کام سلائیوں سے

"فن نٹنگ پر" قابل قدر کتاب جس میں بنائی کے متعلق مضامین اور ہدایتیں بے انتہا عام فہم پیرایہ میں ہیں۔

مختصر فہرست نمونوں کی۔ بچوں کی اونی ٹوپیوں کے ۵ اونی بچوں کے اور مردانہ موزوں کے نہایت صاف و خوبصورت ۸ نمونے اور بچوں کے لئے اونی بنیان۔ فراک۔ نیکر۔ پیٹی کوٹ کے ۱۰۔ سوئٹر۔ سوئٹر کوٹ۔ سلیپ اور جرسی وغیرہ کے ۹ عمدہ نمونے۔ مختلف قسم کی بارڈر اور بیلیں ۱۶۔ ترکیبیں ان کے علاوہ ہیں۔

متفرق چیزیں مثلاً زنانہ جمپر۔ واسکٹ۔ زنانہ بنیان۔ اونی مفلر گلوبند وغیرہ کل تعداد ۵۲ بلاک کے نقشے اور تصویریں ۳۶ ہیں۔ بیتھو کے نقشے اور تصویریں ان کے علاوہ ہیں اپنے موضوع پر نہایت مفید کتاب ہے۔ قیمت ۸/

کراس اسٹچ ورک

یعنی دوسوتی کام یا ترچھے ٹانکوں کا کام اردو میں اپنے موضوع پر پہلی کتاب ہے جو نہ صرف اس دستکاری سے ناواقف لڑکیوں کے لئے بہترین استانی ہے۔ بلکہ اہل خواتین کے لئے بھی نہایت

مفید ہے جو یہ کام جانتی ہیں۔ محترمات غیرہ فاطمہ سنجیدہ اشرف کے نہایت کار آمد مضامین اور عام فہم ہدایتیں ہیں۔

باب ۱۔ وضع وضع کی ۱۵ دلآویز بیلوں کے نہایت صاف اور واضح نمونے چند عنوانات یہ ہیں۔ پتلی بیل۔ آستینوں کی بیل۔ ساری کی بیل زیہ کے کنارے کی بیل۔ چوڑی بیل۔ انگوری بیل وغیرہ وغیرہ۔

باب ۲۔ طرح طرح کی ۸ خوبصورت گوشہ موڑی بیلوں کے دلفریب نمونے۔

باب ۳۔ مختلف چیزوں کے ۱۵۔ دیدہ زیب اور خوشنا کونوں کے بہترین نمونے۔

باب ۴۔ گلدستے۔ کونوں کے لئے۔ رومال کے لئے۔ میز پوش اور تکیہ کے غلاف کے لئے ۱۶ خوبصورت گلدستے۔

باب ۵۔ میز پوش کا مرکز۔ مبارکباد عید۔ خوبصورت مرکز نفیس دلآویز وسطی۔

باب ۶۔ ۵ نفیس نمونے پھولوں کی ٹوکریوں کے۔

باب ۷۔ دوڑتا ہوا چندہ۔ تیتری دوڑتی ہوئی۔ بطخ۔ بطخوں کی جوڑی۔ چڑیا مع ڈالی۔ اڑتی ہوئی تیتری۔ چڑیا۔ تتلی۔ سارس۔ مور۔ شاخ انگور پر چڑیا۔ نامہ بر۔ چڑیا کا گھونسلہ۔ طوطو شاخ پر وغیرہ وغیرہ ۱۲ نمونے۔

باب ۸۔ بلی۔ چوہا۔ گلہری۔ ہرن۔ اونٹ۔ ہاتھی۔ گھوڑا۔

باب ۹۔ میز پوش کے لئے ۶ بہترین نمونے۔

باب ۱۰۔ عید مبارک۔ دستکاری کا شعر۔ گا ڈبلیس۔ ہمارا گھر۔ کنگ۔ نقشہ ہندوستان۔ ویل کم۔ ہندسے۔ مونوگرام کے ۱۶ نقشے۔ حروف تہجی وغیرہ وغیرہ۔

باب ۱۱۔ دستی رومال۔ دستی بیگ۔ (۲ مختلف نمونے) پردہ۔ دریائی غار پلنگ پوش۔ چائے دانی۔ چائے پوش۔ جمپر۔ فراک میں کشتی وغیرہ ۱۳ نمونے۔

کل ۱۲۲ بہترین نمونے خوب واضح اور دیدہ زیب مصوری اور چھپائی صاف نفیس کتابت اچھی کاغذ سفید دبیز

قیمت عہ

تصانیف محترمہ ملقیس بیگم (و۔ا) صاحبہ

عورت کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ امور خانہ داری میں ماہر ہو عورت کتنی ہی اعلیٰ تعلیم یافتہ کتنی ہی خوبصورت اور کتنی ہی دولتمند کیوں نہ ہو اگر گھرداری کے کام کاج اچھی طرح نہیں کر سکتی تو اس کی زندگی ہرگز کامیاب نہیں عصمت کی نامور مضمون نگار محترمہ ملقیس بیگم (و۔ا) صاحبہ کی کتاب **خانہ داری کے تجربات** پھوہڑ سے پھوہڑ لڑکیاں بھی اگر مطالعہ کریں تو سلیقہ شعار اور سگھڑ بن جائیں گی کیونکہ اس بیش بہا کتاب میں وہ مضامین ہیں جو ذاتی تجربوں کی بنا پر نہایت محنت اور بڑی قابلیت سے لکھے گئے ہیں فصل اوّل میں ان ۴۴ کھانوں کے تیار کرنے کی نہایت مکمل اور بالکل صحیح ترکیبیں ہیں جو طاقت بخش یا کسی تکلف کے رفع کرنے میں مددگار ہیں یا بیماری سے اُٹھکر کمزوری کی حالت میں کھانا نہایت مفید ہے فصل دوم میں مفید صحت توانا تندرست رہنے کے بیش بہا مفید مضامین ہیں مثلاً

پانی کی احتیاط	دودھ کی احتیاط	باسی روٹی	مرچ
دونسل کا تجربہ	رات کو سوتے وقت	اصول تربیت	اچھی غذا
آرام کی ضرورت	جسم کی صفائی	ہمارا مکان	

فصل سوم میں وہ کار آمد باتیں ہیں جن کا جاننا ہر گھردار عورت کے لئے اشد ضروری ہے مثلاً

نوکروں سے برتاؤ	بچوں کی تربیت	شادی بیاہ میں مہمان جانا
صنعت وحرفت	کام کی باتیں	جاڑوں کی راتیں

غرض **خانہ داری کے تجربات** کا ہر مضمون جو ذاتی تجربوں کی بنا پر نہایت سلیقہ اور خوبی سے لکھا گیا ہے ہر شریف عورت اور لڑکی کو ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔ عورتوں کی زندگی میں اس کتاب سے ایک انقلاب پیدا ہو سکتا ہے قیمت ۱۰ر

مفید نسواں خانہ داری کے تجربوں کا دوسرا حصہ جس میں تندرستی اور بیماری کے متعلق نہایت کار آمد مضامین ہیں مثلاً آنکھوں کی قدر قیمت نظر کی کمزوری کے اسباب اختلاج قلب، چیچک، مختلف قسم کے درد قبض ٹرلگنا، کھانسی زکام وغیرہ کے اسباب، علاج ہدایات احتیاطیں تفصیل کے ساتھ لکھی گئی ہیں اس کتاب میں ایک مضمون بھی ایسا نہیں جس میں سُنی سُنائی باتیں لکھی ہوں یا غیر معتبر کتاب سے کچھ نقل کیا گیا ہو بلکہ ہر ایک چیز ذاتی تجربہ کی بنا پر لکھی ہے۔ قیمت ۸ر

جالی کا کام ہندوستان کی پرانی صنعت پر قابل قدر کتاب ہے دفتر عصمت کی زنانہ دستکاری کی کتابوں کی طرح نہایت کامیاب ہے متعدد فوٹو بلاک کے نمونے بھی ہیں قیمت ۱۲ر

محترمہ حجاب اسمٰعیل کی تصانیف

نغمات موت ان دلآویز مضامین کا مجموعہ ہے جو مصنفہ نے اپنی والدہ مرحومہ کی یاد میں لکھے تھے اور جو اردو کے مشہور رسائل میں شائع ہو کر مقبول ہو چکے ہیں۔ یہ مضامین مصنفہ کے دلی جذبات کا آئینہ اور نظم نما نثر کا بہترین نمونہ ہیں محترمہ حجاب کے انداز بیان کی دلکشی اور ان کے شاعرانہ خیالات کی نزاکت و رفعت بدرجہ اتم نغمات موت میں نمایاں ہے۔ قیمت ۶ر

ادب زریں محترمہ حجاب اسمٰعیل نثر میں خوب شاعری کرتی ہیں ان کے چھوٹے چھوٹے لطیف مضامین ان کے بلند تخیل عبارت کی رنگینی اور جذبات کی ترجمانی کا بہترین آئینہ ہوتے ہیں اس مجموعہ میں وہ مضامین ہیں جن میں سے اکثر مختلف رسائل میں شائع ہو کر خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ قیمت ۸ر

ملنے کا پتہ۔ دفتر عصمت کوچہ چیلاں دہلی

ہندوستان کی نامور افسانہ نگار خواتین کے اصلاحی اخلاقی ناول و افسانے

شہید وفا سلسلہ نے دُنیا کے سامنے محبت اور وفا کا جو دردناک نمونہ پیش کیا ہے شہید وفا میں پڑھئے دل لرز جائے گا آنکھیں پرنم ہو جائیں گی اور ایک بہادر لڑکی کی تصویر آپ کی نگاہوں کے سامنے آجائے گی ہندوستان کی مشہور افسانہ نگار محترمہ امۃ الوحی صاحبہ کا یہ مشہور افسانہ ہے جس کے ساتھ دوسرے ۸ دلچسپ افسانے اور بھی آپ کی دلچسپی کے لئے حاضر کئے گئے ہیں یہ آٹھ افسانے بھی محترمہ موصوفہ کے نہایت موثر نتیجہ خیز بہترین افسانے ہیں ہر افسانہ درد اور جذبات کی سچی تصویر مرد اور عورتوں کے لئے یکساں دلچسپی کا سامان "شہید وفا" اور ان آٹھ افسانوں میں موجود ہے۔ عصمت، تہذیب، تکمیل، انقلاب وغیرہ نے شاندار ریویو اس کتاب پر کئے۔ ضخامت دو سو صفحوں کے قریب ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ (عہ) مجلد ۱؍

انوری بیگم اُردو کی نامور افسانہ نگار محترمہ طیبہ بیگم مرحومہ مسز بیگم نواب حیدر جنگ بہادر کا مشہور دلچسپ افسانہ بیاری نیارواری کے عنوان سے عصمت میں جس کی چند قسطیں شائع ہو کر دھوم مچ گئی تھی اس اثر انگیز اصلاحی ناول میں حیدرآباد کے ایک معزز اعلیٰ تعلیم یافتہ گھرانے کی مستند معاشرت دکھائی گئی ہے۔ انوری بیگم کی جو قصہ کی ہیروین ہے بیمار اور تیمارداری اور تندرستی بیماری اور شادی کے حالات نہایت ہی دلچسپ پیرایہ میں لکھے گئے ہیں تمدنی خرابیوں اور بعض بُرانے رسم و رواج کی پابندیوں کے نقصانات خوش اسلوبی کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں پلاٹ میں نہایت دلکشی اور طرز بیان میں بے تکلفی اور سادگی ہے حیدرآبادی اماؤں کی زبان بھی خوب لکھی گئی ہے کہیں کہیں ظرافت کی بھی چاشنی ہے۔ اردو میں خواتین کے لکھے ہوئے ایسے مستند معاشرتی ناول بہت کم نکلیں گے کاغذ لکھائی چھپائی عمدہ قیمت صرف ایک روپیہ تین آنہ مجلد ۱؍

دولت پر قربانیاں تعلیم یافتہ اور روشن خیال لڑکی کی اس جد سے کہ غیر کفو میں شادی کرنے سے ترک دیدی دیا ہو گا برادری کے لڑکے سے جو لڑکی کے لئے عمر قابلیت وغیرہ کے لحاظ سے موزوں نہیں اور مزاج و خیالات جداگانہ رکھتا ہے شادی کرنے کے دردناک نتائج اور دولت کے لالچ میں سوکن پر بیٹی بیاہنے کا عبرتناک انجام ہندوستان میں لاکھوں بے زبان لڑکیاں رواج اور دولت کی جو کھٹ پر قربان کی جاتی ہیں۔ اسی سلسلہ کے دو بہترین درد انگیز افسانے ہیں۔ قیمت ۸؍

غیرت کی پتلی محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ منشی فاضل سابق ایڈیٹر شریف بی بی کا لکھا ہوا ایک سبق آموز دلچسپ قصہ جس میں تین مختلف الخیال عورتوں کے حالات ہیں جس سے معلوم ہو گا کہ اولوالعزمی اور ہمت سے عورت کس طرح بگڑا ہوا گھر بنا سکتی ہے۔ دولت کے لالچ میں اور چھوٹی حیثیت کے لوگوں میں شادی کرنے کے کیا کیا نتائج ہوتے ہیں۔ قیمت ۶

چار رُخ عصمت کی مشہور انشاپرداز محترمہ انیس فاطمہ بنت مسبوق کا لکھا ہوا ایک نتیجہ خیز افسانہ ہے جس میں چار عورتوں کی عبرت انگیز اور سبق آموز آپ بیتی ہے چاروں کہانیاں سچی ہیں اور ان میں مغربی تمدن کی اندھا دھند تقلید عیسائی مشنریوں کی صحبت اور رواج کی پابندیوں کے نہایت دردناک نتائج دکھائے گئے ہیں کتاب مختصر ہے لیکن جو نتیجے اس سے نکلتے ہیں وہ نہایت اہم ہیں قیمت ۴؍

جاں باز ہندوستان کی نامور افسانہ نگار محترمہ نذر سجاد حیدر کے افسانے پلاٹ کی دلآویزی کے اعتبار ادبی حلقوں میں نہایت پسندیدگی کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں اور اس میں شک نہیں محترمہ موصوفہ ہندوستان کے بہترین افسانہ نگاروں میں نہایت ممتاز درجہ رکھتی ہیں "جاں باز" محترمہ نذر سجاد حیدر کا اصلاحی معاشرتی ناول ہے جس میں ایک معزز اعلیٰ تعلیم یافتہ گھرانے کے حالات نہایت ہی دلچسپ پیرایہ میں بیان کیے گئے ہیں۔ زبیدہ اپنے منگیتر کے لئے کیا کیا قربانیاں کرتی ہے۔ مسز قمر ایک کم حیثیت مغربی لڑکی کے ہاتھوں کس طرح اپنی پُرمسرت زندگی کو تباہ کرکے موت کے منہ میں پہنچ جاتے ہیں خاندان بھر کا ایک سچا دوست تمام مشکلات کو کس طرح حل کرتا اور اپنے دوستوں کی خاطر کیسی کیسی قربانیاں کرکے محو حیرت کر دیتا ہے یہ ایسے باب ہیں کہ آپ عش عش کریں گے۔ قیمت ۱۲؍

فیروزہ ایک دولتمند گریجویٹ بیرسٹر لڑکی کا افسانہ غم شرافت اور انسانیت کی دل ہلا دینے والی قربانیاں جن سے معلوم ہو گا کہ کس وجہ سے ایک شریف عورت اپنے شوہر کو ایک دوسری عورت کے حوالہ کر دیتی ہے۔ لالچ بے ایمانی ہنگامی جذبات کے قابل نفرین مرقعے احسان فراموشی محسن کشی کے کمینے حملے اور استقلال دوراندیشی کی فتح ایک سبق آموز افسانہ جو بتائے گا کہ بڑی بڑی مشکلات کا مقابلہ کرنے پر بھی عورت اعلیٰ تعلیم سلیقہ شعاری اور معاملہ فہمی کی بدولت زندگی خوشگوار بناتی اور قومی خدمات انجام دے سکتی ہے عصمت کی مشہور مضمون نگار محترمہ جمیلہ بیگم صاحبہ کلکتہ کی تصنیف ہے قیمت ۸؍ (علاوہ محصول)

دوسرے کتب خانوں کی منتخب زنانہ کتابیں

گلہائے صد سال عہ	شوہر کی نصیحتیں ۲؍	عورتی نامہ ۲؍	منحوس سہری ۵؍
قوس قزح ۸؍	زنانہ خطوط ۲؍	راہ جنت ۳؍	خواتین انگورہ ۱۲؍
اُمہات الامہ ۵؍	رفیق مرزا ۴؍	صنعت خانہ ۴؍	بیگمات بنگال ۲؍
لیڈی ڈاکٹر	بہشتی جوہر ۱۰؍	جمیلہ خاتون ۳؍	بیگمات کے آنسو ۱۲؍
حلیمہ خانم ۱۲؍	صبر کی دیوی ۳؍	گھر اور گھر والی ۴؍	بیوی کی تعلیم ۲؍
آداب شوہراں ۵؍	پہلا نامہ ۲؍	شکایت شعاری ۲؍	بیوی کی تربیت عہ

دلچسپ اور مفید زنانہ کتابیں

تاریخی لطیفے

دُنیا کے نامور مصنفوں شاعروں بادشاہوں شہزادوں وغیرہ کے لطیفے جو بہت سی کتابوں سے جمع کر کے لڑکیوں اور عورتوں کے لئے مشہور اہل قلم خواتین نے منتخب کئے ہیں۔ مولانا راشد الخیری ایڈیٹر عصمت و بنات اس کتاب کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ان میں جہاں تک ممکن ہوا کوئی ایسا لطیفہ نہیں جو دائرہ تہذیب سے باہر ہو اور لغویات خرافات و فضولیات سے مبرا ہو اور ہاں کوئی لطیفہ فرضی یا من گھڑت نہیں ہر لطیفہ تاریخی حیثیت رکھتا ہے جو بذلہ سنجی اور حاضر جوابی کا عمدہ نمونہ ہے۔ ان لطیفوں سے جہاں دل بہلے گا ہنسی آئے گی۔ دل میں اُمنگ و جوش پیدا ہوگا اور طبیعت میں جلا آئے گی وہاں معلومات میں بھی اضافہ ہوگا۔ قیمت ۸ر

ہنسی کی باتیں

عامیانہ اور بازاری لطیفے نہیں جو پھکڑپن سے بھرے ہوتے ہیں۔ یہ کتاب ہندوستان کے معزز گھرانوں کی محترم خواتین کے نئے نئے طبع زاد مہذب لطیفے ہیں جنھیں پڑھکر سنجیدہ انسان بھی مسکرائے بغیر نہ رہ سکے لطف یہ ہے کہ رفتار تہذیب سے گرا ہوا کوئی لطیفہ نہیں۔ مہذب ظرافت کی یہ بہترین کتاب ہے عورتوں اور مردوں، بڑوں اور بچوں سب کو پسند ہے۔ قیمت ۸ر

عقل کی باتیں

بڑے بڑے پیغمبروں بادشاہوں مصنفوں شاعروں ادیبوں اور فلاسفروں کے وہ اقوال جو برسوں کے تجربوں پر مبنی ہیں جن میں ہنسی خوشی کامیابی سے زندگی گذارنے کا راز ہے جن میں حیات انسانی کی پیچیدہ سے پیچیدہ گتھیاں سلجھانے کا حل ہے جو دل بہلانے غم غلط کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں۔ ان بیش بہا مشوروں کو سوچنے اور ان پر غور کرنے سے عقل بڑھتی ہے اور انسان زندگی میں انقلاب پیدا کر سکتا ہے۔ بہت محنت سے تیار کی گئی۔ قیمت ۸ر

خواتین اندلس

اندلس یعنی اسپین میں مسلمانوں نے ۸۰۰ سال تک جس شان سے حکومت کی ہے تاریخ سنہری الفاظ میں ہمیشہ اس کا ذکر کرے گی مسلمانوں کے زمانہ میں سرزمین اندلس نے ایسی ایسی باکمال خواتین پیدا کی تھیں جنھوں نے علوم و فنون کے دریا بہا دیئے تھے۔ محترمہ مہرالنساء صاحبہ نے بہت سی کتابوں سے بڑی تلاش و جستجو اور بیحد محنت و جانکاہی سے ان خواتین کے حالات اخذ کر کے نہایت دلچسپ پیرایہ میں لکھے ہیں جن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں طبقہ نسواں کیسی کیسی اعلیٰ پایہ کی شاعرہ ادیب مصور بذلہ سنج لطیفہ گو حاضر جواب رکھتا تھا طرز بیان بہت دلچسپ ہے تاریخ میں افسانہ کا لطف ہے قیمت ۶ر

پردہ و تعلیم

اس نوعیت کی کتاب آج تک شائع نہیں ہوئی۔ اس کتاب سے معلوم ہوگا کہ تعلیم نسواں کی طرف سے غفلت کرنے سے مسلمانوں کو کیا شدید قومی نقصان پہنچ چکا ہے اور اب ان کی ترقی و بہتری کی کیا صورت ہے اس کتاب میں ہر مذہب کی عورتوں کا مقابلہ کر کے پردہ پر قرآن و حدیث کی رُو سے اسلامی بلکہ سیاسی و معاشرتی نقطہ نظر سے بھی بحث کی گئی ہے مشہور افسانہ نگار محترمہ ایس آر کرانیہ مصنفہ نیرنگ لکھتی ہیں اس موضوع پر اس سے بہتر کوئی کتاب میری نظر سے نہیں گذری۔ قیمت ۱۲ر

بچوں کی تربیت

اگر آپ کے گھر میں ننھے بچے ہیں تو ضرور یہ کتاب منگا لیجئے کیونکہ بچوں کی پرورش اور تربیت پر اس قدر آسان پیرایہ میں ایسی مفید کتاب اُردو میں آج تک شائع نہیں ہوئی دہلی کے شریف گھرانوں میں بچوں کی پرورش میں جن جن باتوں کا خیال رکھا جاتا تھا آج جن بیماریوں پر اشرفیاں خرچ کی جاتی ہیں اور اس وقت پیسوں میں کام ہو جاتا تھا وہ سب اس میں جمع کی گئی ہیں۔ یہ سائنس اور حفظان صحت کے اصولوں پر لکھی گئی ہے اور ذاتی تجربے بیان کئے گئے ہیں از مولوی عبدالغفار الخیری سابق پروفیسر ٹرکش یونیورسٹی بیروت قیمت ۱۰ر

تندرستی ہزار نعمت

عصمت کی مایہ ناز مضمون نگار محترمہ زہرہ بیگم صاحبہ فیضی بمبئی کے نہایت مفید مضامین جن میں صحت قایم رکھنے کے چند اُصول بڑی خوبی سے بیان فرمائے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اپنی سیاحت امریکہ اور یورپ کے تجربات بھی تحریر فرمائے ہیں آنکھیں آنکھوں کا تعلق ہاضمہ سے دانت، مالش کرنے سینے کا پانی، غذا، نیند، کتاب کے اہم عنوانات ہیں قیمت ۴ر

دوسرے کتب خانوں کی منتخب زنانہ کتابیں

ثروت ذہن ۱۲ر	سیرۃ کبریٰ ۱۲ر	بیگمات عالم عہ	نصیحت کا کرن پھول ۸ر
انجام زندگی ۸ر	صحابیات ۱۲ر	مضامین ۱۲ر	پتھر سے ہیرا ۱۳ر
اتالیق نسواں ۱۱ر	فطرت نسوانی ۱۲ر	زنانہ تحصیل ۱۲ر	اسلام اور عورت ۸ر
تعلیم خانہ داری ۱۲ر	گہوارہ تمدن ۱۲ر	ہدیہ نسواں عہ	مرأۃ العروس عہ
بچی کی اُستانی ۸ر	مشاہیر نسواں عہ	تاج آفرینش ۱۰ر	بنات النعش عہ
گھر والی کی تربیت ۸ر	حلیمہ ۴ر	خدمات خلق ۱ر	توبۃ النصوح عہ
گلبدن بیگم یا تصویر ۸ر	عالم خیال ۸ر	نغمات شرف ۱۲ر	فسانہ مبتلا ۱۲ر
کامل دائی ۱۲ر	دختران شمشیر عہ	جہاں آرا بیگم ۴ر	رویائے صادقہ ۱۲ر
شمیم ۱۲ر	انشائے نسواں ۸ر	نیرنگ ۱۲ر	اقبال دولہن ۱۲ر
سیرۃ عائشہ صدیقہ ۱۲ر	پردہ عہ	ماں بچے کی نگہداشت ۱۲ر	حسن معاشرت ۱۲ر

سینکڑوں روپیہ کی بچت اور ہزاروں روپیہ کا منافع

اب ہر عورت خوش حال رہ سکتی ہے

تمام ملک کو شکر گذار ہونا چاہیئے کہ مولوی عبدالرحیم صاحب چیف کیمسٹ دوارکا کی اہلیہ محترمہ جناب امتہ الحفیظ صاحبہ کا جنہوں نے اپنی ہندوستانی بہنوں کی مفلسی اور ناداری دور کرنے کے لئے اپنے شوہر کی مدد سے بار بار تجربہ کرکے ہزاروں روپیہ خرچ کرکے تین سال کی شبانہ روز محنت کے بعد مختلف قسم کی چیزیں بنانے کے صحیح نسخے تحریر فرما کر کتاب تیار کردی۔ یہ وہی بیش بہا کتاب ہے جس کے بعض مضامین ۱۹۳۳ء اور ۱۹۳۴ء کے عصمت میں شائع ہوئے تھے کہ سارے ملک میں دھوم مچ گئی اور ملک کے ہر حصہ سے ان مضامین کی اشاعت پر شکریہ کے خطوط موصول

صنعت و حرفت

ہوئے سینکڑوں خواتین نے ان مضامین کے نسخوں کو آزمایا۔ اور بالکل صحیح پایا۔ اور مصنفہ کی محنت اور ایثار کی داد دی۔ آخر اڈیٹر عصمت کی فرمائش پر مصنفہ نے ایک ایک چیز کا تجربہ کرکے ایک ضخیم کتاب تیار فرما دی۔ جس میں خواتین ہند کو بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے پیمانے پر تجارت کرنے اور روزمرہ کی ضروریات سے ہر ماہ ایک معقول رقم میں انداز کر لینے کے بے بہا مشورے دئے ہیں جس میں ایک ایک چیز کئی کئی قسم کی تیار کرنے کے بہایت صحیح اور آزمودہ نسخے نہایت احتیاط سے درج کئے گئے ہیں مثال کے طور پر صرف دو چیزوں کی فہرست دی جاتی ہے۔

صابن		مختلف قسم کی سیاہیاں بنانے کے نسخے		
صابن	ملبی صابن	مختلف سیاہیاں	بلیو بلیک سیاہی	شرخ روشنائی نمبر ۲
سب سے آسان نسخہ	کاربالک ایسڈ سوپ	سیاہ روشنائی	دیگر	شرخ روشنائی کی ٹکیہ
دیسی صابن بنانا	نیم کا صابن	کاجل	نقل پذیر سیاہی	ان مٹ سیاہی
نہانے کا صابن	ڈاڑھی مونڈنے کا صابن	سیاہی کا عمدہ نسخہ	نیلی سیاہی کی ٹکیہ	کپڑے پر نشان کرنے والی سیاہی
شفاف ہاتھ سوپ	" سفوف	دیسی سیاہی	شرخ روشنائی	نظر نہ آنے والی سیاہی

اسی طرح لکڑی کے سامان کے لئے رنگ و روغن دانتوں کے لئے منجن کریم اور چہرہ کے پاؤڈر۔ ویسلین۔ غازہ حسن پامیڈ۔ تیل اور روغن خضاب مختلف اشیاء کو جوڑنے کے مصالحے سیمنٹ وغیرہ بوٹ شوز کریم۔ اور پالش۔ شربت سازی۔ سرمئی لاکھ کی تجارت ربڑ اور مکھن کی تجارت۔ اچار چٹنیاں۔ مربے وغیرہ۔ خوشبودار تمباکو خوردنی۔ تیزاب۔ عطریات۔ ارواح۔ ایسنس نیل۔ کتھہ چاک اور بتیاں۔ کافور ارنڈی کا تیل۔ نشاستہ آئس کریم شیشے بنانا۔ آتش بازی بنانا وغیرہ وغیرہ ۴۴ باب ہیں اور ہر باب میں ایک ایک چیز کے مختلف قسم کے آٹھ آٹھ دس دس بلکہ پندرہ پندرہ نسخے ہیں اور آزمودہ۔ بازاری کتابوں کی طرح کوئی نسخہ سنا سنایا درج ہے۔ نہ محض اندازہ سے لکھا گیا ہے نہ کسی کتاب سے نقل یا ترجمہ کیا گیا ہے بلکہ خاص طور پر اس کتاب کے لئے زر کثیر خرچ کرکے ایک ایک نسخہ تجربہ کرنے کے بعد بہت احتیاط سے قلمبند کیا گیا ہے۔ ہندوستان کی کسی زبان میں اس موضوع پر اس قدر صحیح اور مستند اور اتنی مفید اور کارآمد کتاب آج تک نہیں چھپی کتاب صنعت وحرفت اور کم استطاعت عورتوں کی مالی پریشانیاں ختم کردے گی اور وہ گھر بیٹھے عزت و خودداری کے ساتھ زر کثیر کما سکیں گی۔ خوش حال بیبیاں کتاب صنعت وحرفت کی موجودگی میں ہر ماہ ایک معقول رقم جمع کر سکیں گی۔ دولتمند خواتین بیواؤں اور محتاجوں میں یہ کتاب تقسیم کرکے نقد روپیہ سے زیادہ انہیں بہت زیادہ فایدہ پہنچا سکتی ہیں کتاب اس پایہ کی ہے کہ اس کی قیمت دس روپیہ بھی رکھی جاتی تو کم تھی۔ مگر اس لئے کہ ہر شخص فایدہ اٹھا سکے صرف **دو روپیہ** قیمت رکھی گئی ہے علاوہ محصول ڈاک۔ مجلد ۲/۴ سوا دو روپیہ

ا بنت حاجی عبداللہ صاحب سوداگر اعظم پورہ چادر گھاٹ لکھتی ہیں۔ میں نے صنعت و حرفت کے متعلق بہت سے رسالے اور کتابیں دیکھیں مگر کتاب صنعت و حرفت جیسی مکمل اور آسان کتاب اور آزمودہ نسخے کسی کتاب میں نہیں اس کتاب کی جتنی تعریف کروں کم ہے جو ہر بہن کو اپنے پاس رکھنی چاہیئے۔ مجھے تو امید ہے بہت سی بہنیں اس سے فایدہ اٹھا رہی ہوں گی۔

اہلیہ مولوی محمد عزیز الدین صاحب دواخانہ معین الصحت۔ جدید قطبی گوڑہ حیدرآباد لکھتی ہیں:- "رسالہ عصمت میں آپ کے صابن بنانے کے نسخے پڑھ کر میں نے آزمائے اور اچھے ثابت ہوئے۔ اس بنا پر میں نے آپ کی کتاب صنعت وحرفت منگائی بہت سے نسخے تیار کرکے دیکھے بفضل خدا تمام کے تمام ٹھیک اترے۔ اس عظیم احسان کا میری جانب سے پرخلوص دل سے ہدیہ تشکر قبول فرمائیے۔ میری تو رائے یہ ہے کہ ہر مسلمان کے گھر میں ایک جلد صنعت وحرفت کی ضرور ہونی چاہئے اس سے ایک کثیر رقم پس انداز ہو سکتی ہے۔

لڑکیوں اور عورتوں کے لئے قابل مردوں کے لکھے ہوئے دلچسپ افسانے وغیرہ

بچیوں اور لڑکیوں کے لئے

زنانہ بستہ

دس کتابوں کا مجموعہ

(۱) بسم اللہ کی کتاب۔ ننھی ننھی بچیوں کو بطور قاعدہ پڑھائی جاتی ہے۔ (۲) **کہانیوں کی کتاب**۔ سات نہایت دلچسپ کہانیاں ننھی بچیوں کے ہی مطلب کی جنہیں بچیاں مزے لے لے کر پڑھتی ہیں (۳) **کھیل کی کتاب**۔ چھوٹی بچیوں کی عمر کے لحاظ سے دلچسپ کھیل کھیلنے کے طریقے بیان کیے گئے ہیں (۴) **لکھنے کی کتاب** جس میں بچیوں کو لکھنے کے طریقے سکھائے ہیں قلم دوات کا عمدگی سے استعمال لکھنے کی ہدایتیں بچیوں کے مطلب کے خطوط کے مختلف نمونے نہایت آسان زبان اور عام فہم پیرایہ میں (۵) **نماز کی کتاب**۔ خدا اور رسول کے متعلق جو باتیں جاننی ضروری ہیں پہلے وہ بتائی ہیں نماز کے فائدے۔ وضو کا پورا بیان اس کے بعد نماز کا بیان اس قدر آسان کہ بچیاں خود بخود سمجھ کر اپنے شوق سے نماز پڑھنے لگیں اس کے بعد روزہ کا بیان ہے (۶) **کھانے پکانے کی کتاب**۔ مضامین کے عنوانات یہ ہیں۔ ضروری ہدایتیں۔ روٹی، دال، اور چپاتی کیسا ہو۔ مصالحہ کیا کیا ہوتا ہے اور کس طرح پیسا جاتا ہے گوشت سادہ اور ترکاری کا کیسا پکایا جاتا ہے۔ ان کے بعد چاول، کھچڑی، کوفتے، پلاؤ، شامی کباب، پراٹھے، کھٹا گوشت، انڈوں کے کوفتے، اور چٹنیاں تیار کرنے کی نہایت آسان ترکیبیں بچیوں کے مطلب کی درج کی گئی ہیں (۷) **تندرستی کی کتاب**۔ مضامین کے عنوانات یہ ہیں۔ صفائی غسل۔ کھانا۔ سونا۔ دانتوں کی صفائی آنکھوں کی حفاظت۔ مکان کی صفائی۔ معدہ کی صفائی۔ سیر و تفریح "تندرستی کے اصول" (۸) **تہذیب، ادب، اور اخلاق کی کتاب** جس میں کھانے پینے کے ملنے ملانے کے اور گفتگو کرنے کے اور لکھنے پڑھنے کے آداب بہت خوبی سے لکھے گئے ہیں، ماں باپ اور شوہر کے حقوق پر بھی اس میں بحث ہے نیز تواضع۔ حیا۔ صبر و استقلال۔ معافی۔ کفایت شعاری محنت پر نہایت مفید باتیں لکھی گئیں ہیں (۹) **پردہ کی کتاب** جس میں پردہ اور حیا کے متعلق بعض باتیں نہایت کام کی بتلائی گئی ہیں (۱۰) **خانہ داری کی کتاب** یہ دولہن کا جہیز جس میں شوہر اور بیوی کے تعلقات پر مؤثر بحث کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ شوہر کے دل کو کس طرح فتح کیا جا سکتا ہے۔ ساس نندیں کیسے برتاؤ سے محبت کرنے لگتی ہیں جو کتاب ہے جس مضمون پر ہے مکمل ہے بچیوں اور لڑکیوں کے لئے زنانہ بستہ نہایت ہی مفید اور بڑے کام کی کتاب ہے اور دلچسپ بھی اتنی ہے کہ وہ خوشی خوشی اور اپنے شوق سے بار بار پڑھتی ہیں ضخامت پونے دو سو صفحے سے کچھ کم کاغذ سفید قیمت صرف ایک روپیہ۔ (عـه)

ملنے کا پتہ۔ **دفتر عصمت کوچہ چیلان دہلی**

روحانی شادی

یہ اصلاحی ڈرامہ ملک کے مشہور افسانہ نگار منشی پریم چند بی اے نے عصمت کے لئے لکھا تھا عصمت میں شائع ہو کر خوب مقبول ہوا۔ اب کتابی صورت میں شائع کیا گیا ہے۔ پلاٹ، مکالمہ، کیرکٹر ہر اعتبار سے نہایت کامیاب ہے۔ نتیجہ خیز اور سبق آموز ہے دلچسپ اور دلآویز ہے عبرتناک بھی ہے۔ اور کافی تفریحی مذاحیہ بھی ہے اصلاح معاشرت پر اتنے مؤثر اور بلند پایہ مختصر ڈرامے بہت کم نکلیں گے۔ قیمت ۶ر

دامنِ باغباں

ہندوستان کے مشہور افسانہ نگاروں میں یہ خصوصیت ڈاکٹر سعید احمد بریلوی ہی کی تحریر میں ہے کہ وہ خشک سے خشک مضمون کو نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان فرماتے ہیں جذبات نگاری میں ڈاکٹر صاحب کو کمال حاصل ہے اور زبان روزمرہ نہایت عام فہم لکھتے ہیں کہ بار بار پڑھنے کو جی چاہتا۔ دامنِ باغباں ڈاکٹر صاحب کے ۷ افسانوں کا مجموعہ ہے نمبر ا نصیبن کا بیاہ نمبر ۲ خدا کا باغی نمبر ۳ بخار کا تعویذ نمبر ۴ بڑا آدمی نمبر ۵ سکون نا آشنا دل نمبر ۶ حسرت نصیب مزدور نمبر ۷ حفاظت کے فرشتے اس مجموعہ کے وہ دلآویز نتیجہ خیز سبق آموز افسانے ہیں جو اردو کے بہترین افسانوں میں شمار کئے جاتے ہیں اور صرف ایک ہی افسانے کو پڑھنے سے ساری کتاب کی قیمت وصول ہو جاتی ہے افسانے جس قدر دلچسپ ہیں اتنا ہی بڑھیا ولایتی کاغذ لگایا گیا ہے لکھائی چھپائی بھی اعلیٰ درجہ کی قیمت صرف ایک روپیہ (عـه)

افسانہ حرم

لڑکیوں کے لئے ایک فاضل جرنلسٹ نے دس کہانیاں لکھی ہیں اور ہر کہانی سے کوئی نہ کوئی مفید نتیجہ نکلتا ہے۔ لڑکیاں کتاب کو نہایت دلچسپی سے پڑھیں گی۔ طرز بیان میں دلآویزی ہے عبارت بہت ہی آسان عام ہندوستانی گھرانوں کی کیفیت نہایت خوبی سے دکھائی گئی ہے۔ قیمت ۸ر

دودھ کی قیمت

اور دوسرے افسانے منشی پریم چند صاحب کے سات مختصر افسانے اور ایک ڈرامہ جو منشی جی مرحوم نے خاص طور پر عصمت کے لئے لکھے تھے اور جو اُن کے شاہکار افسانے ہیں ۱۲ر

آفتابِ زندگی

مولانا سیماب اکبر آبادی جن کی قابل قدر کتاب زنانہ بستہ لڑکیوں میں اس قدر مقبول ہوئی کہ اب چوتھی دفعہ چھپی ہے یہ قصہ انہیں کی تصنیف ہے جس میں ایک لڑکی کی شادی تک کے حالات دلچسپ پیرایہ میں لکھے گئے ہیں لڑکیوں اور عورتوں کے لئے اسکا مطالعہ سبق آموز اور مفید ہے زبان سلیس عام فہم کاغذ معمولی قیمت صرف ۶ر

شبابِ زندگی

آفتاب زندگی کا دوسرا حصہ جس میں شمس النساء کی شادی سے کر اس وقت تک کے حالات درج ہیں جب تک کہ وہ بال بچوں والی ہو گئی، اس ضمن میں جو مصائب اور تکلیفیں، جو آرام اور جو راحتیں اس نے اٹھائیں، اور جو تجربے اس نے حاصل کئے وہ سمجھنے اور پڑھنے اور گرہ میں باندھ لینے کے قابل ہیں۔ قیمت ۶ر

بچوں اور بچیوں کے لئے کتابیں

مزیدار کہانیاں
چھوٹے بچوں کے مطلب کی انھیں کی زبان میں لکھی ہوئی نہایت دلچسپ کہانیاں ہیں اور جناب سید ابو تمیم صاحب نے لکھی ہیں دلی کی زبان اور پھر سید صاحب کا طرز بیان ایک بھی کہانی ایسی نہیں کہ بغیر ختم کئے بچے چھوڑ سکیں اول تو کہانیوں کی دلچسپی اس پر عمدہ عمدہ تصویریں بچے خوش ہو جائیں گے۔ قیمت در

جاپانی کہانیاں
مسز فضلی صاحبہ اپنے شوہر کے ساتھ جاپان میں کئی سال رہیں انھوں نے بچوں کے مطلب کی نہایت عمدہ عمدہ سبق آموز کہانیاں جمع کیں اور بڑی قابلیت سے اُردو میں لکھیں چند کہانیوں کے عنوان یہ ہیں۔ چڑے چڑیا کی کہانی، پھول کھلانے والا بڈھا، انگل کے برابر بچہ، عجیب شفتا، کیکڑا اور بندر، بچوں کا باغ، شفتو کر اور وغیرہ جاپانی بچوں کی یہ سبق آموز ۱۲ کہانیاں ہیں جن سے بچے بہادر، بلند ہمت، محنتی، جفاکش ہوتے ہیں ہر کہانی کے ساتھ کئی کئی عمدہ تصویریں ہیں قیمت ایک روپیہ (عہ)

بچوں کی دنیا
ملک روس کے مشہور مصنف ٹالسٹائی کی کتابیں مرد، عورت، بچے سب پسند کرتے ہیں، ٹالسٹائی نے بچوں کے لئے جو کہانیاں لکھی تھیں ان میں سے ۵ بہترین کہانیوں کا ترجمہ بچوں ہی کی زبان میں کیا گیا ہے دلچسپ ہونے کے علاوہ بچوں میں ان کہانیوں سے نیکی، محبت، بہادری، حب الوطنی، ہمدردی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں قیمت ۶ر

بالشتیوں کی دنیا
یعنی مختصر دنیا، ایک انگریز سیاح بالشتیوں کی دنیا میں چلا گیا بالشتیے اسے دیو سمجھنے لگے سیاح کبھی دو دو چار چار بالشتیوں کو جیب میں ڈال لیتا کبھی سینکڑوں بالشتیوں کا کھانا ایک لقمہ میں ختم کر دیتا، بہت آسان زبان میں اس دلچسپ کہانی کا ترجمہ کیا گیا ہے بچے اور بچیاں مزے لے لیکر پڑھتی ہیں ۵ر

زنانہ نظموں کے دو مجموعے

آئینہ جمال
یعنی دور حاضرہ کی نامور شاعرہ محترمہ ملتیس بہال جمال کی ۔۔ نظمیں نہایت دلآویز اور اعلیٰ نمونہ اسلام کے دور اولین کے سبق آموز معلوم واقعات، اور قومی کی ترغیب، مناظر قدرت کی مصوری، جذبات نسوانی کی صحیح ترجمانی، موسیقی کی لطافت کیا خوبی ہے جو آئینہ جمال میں نہیں، خوف خدا، پاس مذہب، حب وطن، ایثار، ہمت، بہادری کے جذبات اس کے مطالعہ سے پیدا ہوتے ہیں قومی، اخلاقی، تاریخی نیچرل نظموں کا یہ دلآویز مجموعہ ہے اور عورتوں کی ۔۔ سا ہے یہ نظمیں چار حصوں میں منقسم ہیں۔ (۱) جذبات پریشان (۲) حسرت اسلام (۳) ترانہ ہائے ملید (۴) اعلیٰ ۔۔ بر ۔۔ انھیں ۔۔ شاندار ریویو کئے ہیں۔ قیمت ۱۲ر

شمع خاموش
اُردو کی مشہور شاعرہ محترمہ بیگم مسعود کا ۔۔ مجموعہ جس کا مقدمہ مولانا رازق الخیری ایڈیٹر عصمت و بنات

آئینہ موٹر
موٹر کے متعلق اردو میں کئی کتابیں شائع ہوئی ہیں مگر وہ سب ملکر آئینہ موٹر کا پاسنگ بھی نہیں ہیں اس کتاب میں سب سے پہلے موٹر انجن کے ہر حصے کے اصول سلیس اور عام فہم عبارت میں سمجھائے گئے ہیں اور ہر مضمون کے علیحدہ باب مقرر کیے گئے ہیں اس کتاب میں موٹر کے ہر پرزے کے متعلق تمام ضروری معلومات فراہم کی گئی ہیں جن سے ہر پرزے کو کھول کر باسانی ہر شخص فٹ کر سکتا ہے۔ ڈرائیور علی العموم صرف گاڑی چلانی جانتے ہیں۔ چلتے چلتے موٹر بگڑ جائے تو صحیح اصولوں پر مرمت نہیں کرتے اور پھر بہت سا وقت ضائع ہو جاتا ہے لیکن اس کتاب کی مدد سے ہر پرزہ کے متعلق مالک موٹر کو کافی واقفیت ہو جاتی ہے، وہ انجن کی آواز سے معلوم کر لیتا ہے کہ اس کی موٹر کس حالت میں ہے ڈرائیور اور دوکانداروں کی پریشانیوں کی نوبت نہیں آتی اور بہت سا روپیہ ضائع ہونے سے محفوظ ہوتا ہے ہر باب کے بعد اس کتاب میں سوال و جواب کی صورت میں نفس مضمون ذہن نشین کر دیا گیا ہے اس کے اسباب تحریر کیے گئے ہیں جن سے ہر نقص باسانی دور کیا جا سکتا ہے پھر موٹر چلانے کے اصول بھی درج کیے گئے ہیں آخر میں تمام مروجہ اصطلاحیں اور ان کی مفصل تشریح موٹر کے پرزوں کی بیشمار تصاویر دی گئی ہیں یہ کتاب درجنوں جرمنی انگریزی کتابوں کا نچوڑ ہے ایک ماہر فن کی جنھوں نے جرمنی میں بھی کام سیکھا ہے برسوں کی محنت ہے۔ قیمت ۱۲ر

کا ایسا دردانگیز مجموعہ اب تک نہیں چھپا۔ زبان آسان اور عام فہم ۶ر

نے دیباچہ لکھکر مرتب کیا ہے۔ یہ نظمیں ہندوستانی مسلمان عورتوں کی مظلومیت کا صحیح ترین فوٹو ہیں۔ اکثر رسائل میں شائع ہو کر مقبول ہو چکی ہیں ہر ہر شعر درد سے لبریز ہے پڑھکر آنسو نکل آتے ہیں کسی خاتون کے کلام

مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ کی چند تصانیف

آمنہ کا لال عہ	جوہر عصمت ۱۲ر	شام زندگی عہ	انگوٹھی کا راز ۶ر
الزہرا ۱۲ر	طوفان اشک ۱۲ر	صبح زندگی ۱۲ر	منظر طرابلس ۵ر
وداع خاتون ۵ر	ولایتی نمی ۶ر	دہ زندگی ۱۲ر	سیلاب اشک ۲ر
چمنستان مغرب عہ	منازل السائرہ	محبوبہ خداوند ۱۲ر	نانی عشو ۱۰ر
شب زندگی ۶ر	دو حصے عا	طوفان حیات عہ	سودائے نقد ۵ر
نسوانی زندگی ۵ر	امین کا دم واپسیں ۲ر	تمنہ شیطانی ۱۲ر	بنت الوقت ۸ر
حیات صالحہ ۱۲ر	ریڈیا کی سرگزشت ۲ر	یاسمین شام ۱۲ر	بچہ کا کرتہ ۴ر
تدبیر ندامت ۱۲ر	چار عالم ۴ر	غدر کی ماری	شہنشاہ کا فیصلہ ۴ر
مورودہ ۸ر	سراب مغرب ۵ر	شہزادیاں ۱۲ر	فسانہ سعید ۸ر
سنوتی ۶ر	سات روحوں کے	قلب حزیں ۸ر	شہید مغرب ۱۲ر
وداع ظفر ۱۲ر	اعمالنامے ۸ر	تیغ کمال ۱۲ر	دُرِ شہوار ۸ر
گلدستہ عید ۵ر	سیدہ کا لال ۱۲ر	گرفتار قفس ۴ر	اندلس کی شہزادی ۲ر
سرد او قفس ۱۰ر	آمنہ کا لال عہ	قرآنی قصے عہ	بزم رفتگاں ۱۰ر
تفسیر عصمت ۵ر	آمنہ کی مائیں ۱۲ر	عروس مشرق ۱۰ر	گدڑی میں لعل ۱۲ر
منازل ترقی ۴ر	عروس کربلا ۱۲ر	گرداب حیات عہ	سیاحت ہند ۱۰ر
[illegible] ۱۲ر	نالہ زار ۱۲ر	دوالال بچہ ۲ر	[illegible]

خانہ داری

جس میں سنگھار اور آرائش بھی شامل ہے

حسن کے دشمن احتیاط اور عذر و پرہیز صحت کی شرط ہے بعض ادنیٰ ادنیٰ باتیں عورتوں کی خوبصورتی کی جانی دشمن [illegible] جن سے ہر عورت بچ سکتی ہے (۱) خوراک میں بے احتیاطی کبھی غذا میں نشاستہ یا چربی زیادہ ہو یا بھوک [illegible] اس سے نہ صرف صحت بگڑے گی بلکہ رعنائی میں فرق آجائے گا۔

(۲) کم نیند۔ گرمیوں میں ۲۴ گھنٹوں میں سے ۸ گھنٹے ضرور سونا چاہئے۔ اگر کم خوابی کی شکایت ہو تو سنگترہ کے چھلکے [illegible] دو چمچے ضاسے گرم پانی میں ملائیں اور اس میں بورا یا مصری ڈال کے میٹھا کریں اور سوتے وقت پی لیں۔ شکایت جاتی رہے گی۔

(۳) ورزش سے غفلت۔ روزانہ باقاعدہ ورزش کرنا چاہئے یا کم از کم دن کے ٹھنڈے حصہ میں باقاعدہ سیر کر لیا کریں۔

(۴) منہ بگاڑنا۔ ہنستے وقت آنکھوں کو سکیڑنا یا بھینچنا بُری عادت ہے۔ اس سے آنکھوں کے آس پاس اور ابروؤں کے [illegible] پڑجاتی ہیں۔ حیرانی میں پیشانی چڑھا لینے سے بھی ماتھے میں لکیریں پڑجاتی ہیں۔ آنکھیں خوبصورت رکھنا منظور ہوں تو آنکھیں [illegible]

(۵) آنکھوں پر بوجھ۔ آنکھیں تنگ چلنے سے چہرہ زیادہ عمر ظاہر کرنے لگتا ہے۔ کم روشنی میں پڑھنے یا کام کرنے سے [illegible] اور روشنی کی چمک سے بھی بچے رہنا چاہیئے۔

(۶) سوتے وقت چہرہ صاف نہ کرنا جن کو پوڈروں اور کریموں کا شوق ہے بے منہ صاف کئے ہرگز نہ لیٹیں۔ اس سے [illegible] ہوجاتی ہے اور چہرہ کی دلکشی جاتی رہتی ہے۔ چہرہ سرسری طور سے صاف نہ کریں۔ خوب صاف کرنا چاہئے۔ اچھا صابن [illegible] ہو یا صاف کرنے کی کریم لگا کے جلدی تھوڑی دوا Skin tonic لگا لیں۔

(۷) بے پروائی سے منہ پونچھنا۔ اکثر عورتیں سخت تولیہ سے رگڑ کے منہ پونچھتی ہیں۔ اس سے جلد کھنچ کے بڑھ جاتی ہے شکنیں نمودار ہوجاتی ہیں۔ چہرہ اور ہاتھ ملائم طور سے تھپک تھپک کے تولیہ سے خشک کرنے چاہئیں۔

(۸) سنگھاری اشیاء سے غفلت۔ کنگھی خراب ہے۔ برش بے دُھلا یا خراب دُھلنے سے سخت ہوگیا ہے۔ یہ [illegible] مضر ثابت ہوجاتی ہے۔ صابن خراب قسم کا نہ ہو۔ چہرہ کا پوڈر صرف ذرا نہیں ہونا چاہیئے۔

(۹) دوائیں یا تیز اشیا کا استعمال۔ چائے بھی ایسی چیز ہے۔ اسپرین یا کونین کا زیادہ استعمال بھی مضر ہے۔ خواہ [illegible] کا استعمال نقصان دہ ہے۔ معدہ وغیرہ کی شکایات ذرا سی ورزش اور غذا کی احتیاط سے دُور ہوسکتی ہے۔

خوشبو لگانا خوشبو کے سلسلے میں دو باتیں دھیان کی ہیں۔ ایک انتخاب دوسرے لگانے کا طریقہ۔ عام طور سے صبح کے وقت [illegible] Valley [illegible] خوشبو بہت مناسب ہے۔ اس کے علاوہ [illegible]

[illegible]

[illegible] دعوتوں میں گہری خوشبو لگائیں جس کی بنیاد خشک صندل یا عنبر ہو۔ چھوٹی دعوتوں کے موقع پر ہلکی خوشبو اچھی رہے گی۔ خوشبو ہرگز کپڑے پر نہ لگائیں۔ کوئی پوستین ہو تو اس پر چھڑک دیں۔ وہاں دیر تک رہتی ہے۔ یا بالوں یا جلد پر چھڑک لیں۔ کانوں کے پیچھے ٹھوڑی کے نیچے کلائیوں اور پوروں پر خوشبوئیں ہی چھوا دیں۔

ملائم روئی کے چھوٹے سے پھوئے پر دو تین قطرے ڈال کے جلد سے چھوئے ہوئے کپڑے جیسے انگیا یا نیفہ میں رکھ لینے سے ہلکی ہلکی خوشبو دیر تک آتی رہے گی۔

بعض بیبیاں اپنے کپڑے یونڈر کے خوشبودار صابن سے جو خاص اسی مطلب کے لئے بنا ہوا ہوتا ہے دھوتی ہیں اور بعض جاذب کے پھاہوں پر اپنی دلپسند خوشبو کے چند قطرے ڈال کے اُسے نیفہ یا جیب وغیرہ میں رکھ لیتی ہیں اس سے خوشبو دیر تک قائم رہتی ہے۔ کپڑے اُجلے ہوں اور خوشبو بھینی بھینی آتی ہو تو ایک خاص تازگی برسا کرتی ہے۔ کپڑے اُتارنے کے پہلے یہ دیکھ لیا کریں کہ دھبہ تو کہیں نہیں آ گیا ہے جب اس طرف سے اطمینان ہو جائے تو اُسے ہوا میں گھنٹہ دو گھنٹہ لٹکا دیں بعد میں تہہ کر کے صندوقچہ میں رکھیں۔ ایک ہفتہ میں ایک دن ان باتوں کے لئے مخصوص کر نے سے بڑا آرام ملتا ہے۔ اُسی روز کپڑے برش کنگھے زیور وغیرہ صاف کر لینے چاہئیں۔

انگوٹھا چوسنا

بہت سی مائیں بچوں کو انگوٹھا چوستے دیکھ کے بڑی خوش ہوا کرتی ہیں لیکن طبیب اسے اچھی عادت نہیں بتاتے انگوٹھا چوسنا خوراک کی کمی اور خرابی کا نتیجہ ہے یا معدہ کی خرابی اس کا باعث ہے۔ ایک معمولی صحت کا بچہ کبھی اس عادت کا شکار نہیں ہوتا۔ اس میں تو شک نہیں کہ انگوٹھا چوسنے سے گھر میں امن پڑ جاتا ہے۔ لیکن ماں کو چاہیئے کہ اس کا سبب دریافت کرے۔ اتنے بچہ کو انگوٹھا چوسنے دو۔

جب یہ عادت گھنٹوں جاری رہے تو اس سے تالو جبڑوں اور دانتوں کو نقصان پہنچ جاتا ہے کیونکہ یہ مقامات اس عمر میں نہایت ملائم ہوتے ہیں اور دیر دیر تک چوسنے سے ان کی شکل صورت پر نمایاں اثر پڑنے کا احتمال ہے۔ بعض ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ چوسنے سے منہ کا لعاب ضائع ہو جاتا ہے اور رفتہ رفتہ لعاب پیدا کرنے والے غدود کمزور پڑ جاتے ہیں۔

اگر بچہ کو خوراک مناسب طریقہ سے نہیں مل رہی۔ اگر ملنے لگے تو وہ یہ عادت خود ہی چھوڑ دے گا۔ ماں کی خوراک و صحت کو بھی اس عادت میں بڑا دخل ہے۔ جو مائیں گوشت نفیس بورا سرکہ اچار مصالحہ دار غذائیں کھاتی رہتی ہیں ان کے بچوں کو ایسی تکلیفیں پیدا ہو جاتی ہیں جن سے سکون حاصل کرنے کے لئے وہ انگوٹھا چوسنے لگتے ہیں۔ اگر ماں غذا میں ایسی چیزیں استعمال نہیں کرتی جن سے بچہ کی بالیدگی اور پرورش میں مدد ملے تو یہ عادت نمودار ہو جاتی ہے۔

بچہ کے دودھ میں میٹھا ملا کے پلانا یا دودھ کا زمانہ گزر جانے کے بعد اور غذاؤں میں میٹھا ملانا اور کافی پینے کا پانی نہ دینا بچہ میں پیاس سے بچنے کے لئے یہ عادت پیدا کر دیتا ہے گو تسکین اس طرح بھی کم ہی میسر آتی ہے۔

وجہ دور کرنے کی بجائے بچہ کو انگوٹھا چوسنے کی عادت چھوڑنے پر مجبور کرنا اس کے نظام عصبی پر بُرا اثر ڈالتا ہے۔ عادت تو جائے گی نہیں البتہ اس میں ضد اور چڑچڑاپن پیدا ہو جائے گا۔ اس عادت کو دور کرنے کے لئے چسنیوں پر یا انگلیوں پر بدمزہ اشیا مثلاً ایلوہ پھٹکری مرچ ہینگ لگاتا ہے رہی ہے اور اس سے بچہ بیکل رہنے کی وجہ سے روُنا ہو جاتا ہے۔ بچہ انگوٹھا چوستا ہے چوسنے دو وہ تو چوسے گا ہی۔ ضرورت یہ ہے اصل وجہ معلوم کر کے اُسے دور کر دو۔

سنگھار کے طریقے

ایشیا میں تو اب تک یہی حال ہے کہ سنگھار پر گفتگو علیحدگی میں کی جاتی ہے اور سنگھار بھی علیحدگی میں ہوتا ہے۔ لیکن یورپ میں نہ صرف اس پر گفت و شنید کھلم کھلا کی جاتی [illegible]

باتیں کرتے کرتے سنگھار کرنا شروع کر دیتی ہیں۔ جیب میں سے ذرا سا آئینہ نکالا اور پوڈر کا پھا نکال کے جلد جلد گالوں پر پوڈر لگا لیا یا لاکھے کی قلم نکال کے ہونٹوں پر پھیر لی۔ یہ کس قدر بھدی بات ہے۔ ایسی عورت کی عزت دل میں کم ہو جاتی ہے۔ سنگھار تو ایک یکسوئی اور علیحدگی کی چیز ہے۔

سنگھار تو ایک نازک چیز ہے لیکن عورتیں اس قدر مبالغہ کر جاتی ہیں کہ ہولی کا بلیارہ معلوم ہونے لگتی ہیں۔ سنگھار تو ایسا ہونا چاہئے کہ اس سے قدرتی رنگ میں جلا آجائے۔ سنگھار سبک ہونا چاہئے۔ بھاری پن اس میں نہ پایا جائے۔ مصنوعی پن نہ ٹپکے۔ کامل صحت کا نمونہ پیش نظر ہونا چاہئے۔

ہر سنگھاری چیز احتیاط سے منتخب کریں۔ پوڈر لیتے وقت اپنی جلد کی بناوٹ اور رنگ کو دیکھیں۔ اسی طرح پوڈر کی بناوٹ اور رنگ کو دیکھیں۔ رُوژ چکدار ہو اور لینے سے پہلے ذرا لگا کے دیکھ لیں۔ lip-stick ایسی چیز سے بنی ہو جس میں نرم کر دینے کی قابلیت ہو ورنہ ہونٹ نازک چیز ہونے کی وجہ سے خراب لاکھے کی قلم سے پھٹ جاتے ہیں۔

جب سنگھار شروع کریں تو پہلے کوئی اچھی سی بنیادی کریم یا لوشن لگائیں۔ لیکن اس سے قبل جلد کو بالکل صاف کریں۔ ہلکے ہلکے پوڈر عین بالوں کے کنارہ تک لگائیں لیکن برش ضرور کر دیں تاکہ اس میں سے ذرے جھڑ جائیں اور پھر ابروؤں اور پلکوں پر برش کر دیں۔

روز رخسار کی ہڈی سے اونچا لگانے سے بالکل گول چہرہ میں لمبائی آجاتی ہے اور بہت بلند لگانے سے آنکھوں کے بشرہ میں روشنی آتی ہے۔ لمبے پتلے چہرہ پر ذرا نیچے کی طرف لگائیں اور زیادہ پھیلائیں۔ البتہ ہر حالت میں اس کا خیال رکھیں کہ اس کے کنارے نظر نہ آئیں۔ اسے جلد کی زردی میں اصل کیفیت کے طور پر گھل مل جانا چاہیئے۔

لپ اسٹک لگانے سے پہلے ہونٹوں کو نمدار کریں۔ پھر دونوں پر ساتھ ساتھ ہموار رنگ جمائیں۔ اس کے بعد دہن کے عین بیچ میں رنگ ذرا گہرا کر دیں اور باچھوں تک ہلکا کرتے جائیں۔ آنکھوں پلکوں اور ابروؤں کا سنگھار انفرادی مذاق کی چیز ہے دن کے مقابلہ میں شام کے وقت یہ سنگھار اچھا معلوم ہوتا ہے۔

خانگی ٹوٹکے

چاندی کے برتنوں پر دھبے پڑ جائیں تو کپڑے پر بائی کاربونیٹ آف سوڈا چھڑک کر ملیں جاتے رہیں گے۔ چاندی پر سے انڈے کے دھبے محض معمولی کھانے کا نمک گیلا کر کے مل دینے سے جاتے رہتے ہیں۔

جن رومالوں کا رنگ خراب ہو جائے ایسے گرم پانی میں بھگوئیں جس میں پائپ کلے pipe clay ملی ہو۔ دھو کر دوسرے دن پانی میں اُبالیں اور دھو ڈالیں۔

چرمی اور فولادی اسباب پر ویسلین تھوڑی سی لگائیں اور خشک ہونے دیں۔ حالت اچھی رہے گی۔

عمدہ شیشے کے برتن سوڈا ملے پانی سے ہرگز نہ دھوئیں۔ ورنہ مصفا پن جاتا رہے گا۔ اگر شیشہ کے برتن ٹھنڈے پانی میں دھوئے جائیں تو ان میں چمک و صفائی خوب آجاتی ہے۔ اگر گرم پانی سے دھوئیں تو آخر میں ٹھنڈے پانی سے دھا لیں۔

السی، یا میٹھا تیل ساگی کے سامان کے لئے اچھا ہے۔ سامان کپڑے سے پونچھ کے اس پر فلالین سے ان میں سے کوئی سا تیل لگائیں۔

اگر وارنش خراب ہو جائے تو السی کا تیل اور میتھی لیٹڈ سپرٹ مساوی مقدار میں ملا کے لگائیں اور جب تک میل دور نہ ہو ملے جائیں۔

آنچوں پر دوا کے دھبے پڑ جائیں۔ لیموں کے عرق سے دور کئے جا سکتے ہیں۔

محمد ظفر

سیر بین

عورتوں کی بہادری

انگلستان میں ایک پہاڑ ایڈورڈ پیک ہے۔ اس پر دو عورتیں پہلی مرتبہ پہنچی ہیں۔ اس سے پہلے صرف تین مرتبہ مرد ہی وہاں تک گئے ہیں۔ دونوں سوئٹزرلینڈ کی رہنے والی ماں بیٹی ہیں بیٹی کی عمر اس وقت ۱۹ سال کی تھی۔ یہ کارنامہ ۱۹۳۸ء میں انجام پایا۔ دونوں نے تنگ پاجامے اور خاکی قمیص پہن رکھی تھیں اور تین گھنٹے میں وہ اوپر پہنچ گئیں۔ چونکہ بہت جگہ جگہ ڈھیلی تھی اور چٹانوں پر برف ہی برف تھی اس لئے چڑھائی نہایت خطرناک تھی اور ایک بے ڈھب قدم موت کا پیام ثابت ہو سکتا تھا۔ اترتے وقت تو بیٹی بالکل تھک گئی ہی تھی۔ اُس کا پاؤں برف سے پھسلا اور وہ لڑھکنے لگی۔ اُس کے ہوش قائم رہے وہ چت ہو گئی اور ٹانگیں اکڑا لیں۔ اس طرح وہ ایک جگہ رُک جانے میں کامیاب ہو گئی۔ خادمہ پہاڑ سے چھوٹے پاس ہی رہ گیا تھا۔ ساتھ والے گھبرا کر بھاگے۔ لیکن لڑکی کھڑی ہو لی اُنہیں ہنستی ہوئی ملی کہ یہ طریقہ بھی تو پہاڑ سے اترنے کا ہے۔

۶۵ سال کی دلہن

لندن کے پاس ایک مقام پر ایک ۶۵ سال کی عورت نے ایک ۲۲ سال کے نوجوان سے شادی رچائی ہے۔ یہ خبر سُن کے لوگوں میں کچھ ایسی گڑبڑ مچی کہ وہ ان کے گھر کے ارد گرد منڈلاتے رہتے ہیں اور جب موقع ملتا ہے باتیں کر کے انہیں تنگ کرتے ہیں۔ اس نوجوان کے بڑے بھائی نے کسی ملاقاتی سے کہا کہ لوگوں نے خواہ مخواہ میرے بھائی کو دق کر رکھا ہے۔ شادی کا معاملہ ہر شخص کا ذاتی ہے۔ میرے کنبہ کے اور آدمی اس شادی میں موجود تھے۔ اگر اس نے اپنی دادی کی عمر کی عورت سے شادی کی ہے تو یہ اس کی خوشی ہے کسی کو اس سے کیا۔

اس بڑھیا کا ۴۹ سالہ خاوند ایک سال سے کم ہوا مر گیا۔ نوجوان دولھا اس بڑھیا کے پاس ایک دکان میں کام کرتا تھا۔ ایک روز یہ عورت اُس کی دکان پر آٹا دال وغیرہ خریدنے آئی۔ ان دونوں میں دوستی ہو گئی۔ جب اُس کا شوہر مرا تو اُس نے اُس سے ہمدردی کی اور اُس کے ساتھ سیر کو جانے لگا۔ اور یگانگت بڑھتی گئی۔

اس عورت کے چھ بچے اور آٹھ پوتی پوتے ہیں۔

امریکہ میں نابالغ شادیاں

پچھلے مہینہ میں فلوریڈا میں ایک عدالت میں ایک مقدمہ کے دوران میں معلوم ہوا کہ ایک بارہ سالہ لڑکی کی شادی ایک ۷۰ سالہ بڈھے سے ہو چکی ہے۔ لڑکی رو رو کے درخواست کر رہی تھی کہ مجھے اس بڈھے کے گھر نہ بھیجو۔ مقدمہ والدین نے دائر کیا اس لئے نہیں کہ شادی منسوخ کی جائے بلکہ اس لئے کہ شادی جائز قرار دی جائے۔ باپ نے شادی اس لئے کی کہ وہ اس کارخانہ میں نوکر ہے جہاں وہ بڈھا مہتمم ہے۔ اگر شادی نہ ہوتی تو وہ علیحدہ کر دیا جاتا۔ لڑکی سے اس نے یہی کہا تھا۔ ہفتہ بھر یہ عجیب جوڑا ساتھ رہا لیکن لڑکی کی بڑی بہن اس قدر بگڑی کہ اُس نے عدالت میں شادی کی منسوخی کا مقدمہ دائر کرنے کی دھمکی دی چنانچہ لڑکی کے والدین نے پیش بندی کے طور پر اپنی بڑی لڑکی کے خلاف اغوا کا دعویٰ کر دیا۔ مقدمہ چل رہا ہے۔

ایک اور بارہ سالہ لڑکی ایک ۱۹ سالہ لڑکے سے بیاہی ہے گو دونوں ساتھ رہنا چاہتے ہیں لیکن عدالت نے اُسے ایک لڑکیوں کے مدرسے میں خانگی تربیت حاصل کرنے کے لئے بھیج دیا اور کہا کہ ابھی دونوں کو گھریلو زندگی بسر کرنے کے لئے کچھ انتظار کرنا چاہیئے۔ لڑکی کے پیٹ میں بچہ ہے جو تھوڑے دنوں میں ہونے والا ہے۔

گرنے کے چوٹ عام طور سے لوگ معمولی گرنے کو معمولی سی بات سمجھتے ہیں لیکن عموماً دیکھا گیا ہے کہ بڑے بڑے [illegible] پہلوان

آدمی اونچی سے گرنے کا شکار ہو کے بڑی بڑی ضربوں کا نشانہ بن جاتے ہیں۔ ایک بڑا نامی باز پہلوان ایک چھڑہ کے ٹکڑے پر پھسل کے سر کے بل گرا اور اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ ایک مداری جو اونچے اونچے بانسوں پر قلابازیوں کے کرتب دکھلایا کرتا تھا۔ سڑک کے کنارہ کے ایک کنکر سے ٹھوکر کھا کے ایسا گرا کہ ساری عمر کے لئے لنگڑا ہو گیا۔ ایسے واقعات کثیرالوقوع ہیں۔ ایک بیمہ کمپنی نے اس قسم کے حادثوں کے اعداد و شمار جمع کرکے دکھایا ہے کہ ایک اوسط آدمی کے گرکے چوٹ کھانے کے امکانات اتنے ہی زیادہ ہیں جتنے ایک موٹر سے ٹکرا کے زخمی ہو جانے کے ہیں۔ کارخانوں سے باہر ۲۲ ہزار حادثوں میں سے ۷۷،۴۴ موٹروں سے اور ۴۲۵،۴۴ گرنے سے پیش آئے ۴۴،۲۵ کھیلوں کی چوٹیں تھیں۔ ۳۰۷ آدمیوں نے پلنگ پر لیٹتے یا اُٹھتے ہوئے اور ۴۶ نہانے نے ٹب میں سے اُٹھتے اور اس میں بیٹھتے چوٹ کھائی۔

پودوں کی دلچسپیاں یہ تو معلوم ہو ہی گیا ہے کہ پودوں میں بھی جان ہے اور وہ تکلیف اور خوشی کو محسوس کرتے ہیں یہ پودے زمین کو کھودنے میں بھی بڑے مشاق ہیں۔ مولی شلغم وغیرہ جتنے اوپر ہیں اُس سے کہیں زیادہ جگہ زمین کے اندر لیتے ہیں۔ مولی دو فٹ گہری زمین سے رس چوس کے تیار ہوتی ہے۔ ایک پودا گیس کا رخ کرتا ہے۔ دیا سلائی وہاں جلاؤ وہ ہوا بھڑک اُٹھے گی۔ یہ پودا جنوبی یورپ اور وسطِ ایشیا میں ملتا ہے۔ اس کے نموالے حصہ میں ایسے غدود پائے جاتے ہیں جن میں اُڑ جانے والا تیل ہوتا ہے۔ گرمیوں میں تیل اُڑ جاتا ہے اور پودے کے گرد کی ہوا کو آتشگیر بنا کے چھوڑ جاتا ہے۔

خواب کی اصلیت ہر زمانہ میں خوابوں پر لوگوں کو اعتقاد رہا ہے۔ ان کی تعبیریں کرنے والے بھی دنیا میں موجود ہیں۔ خواب اس قدر مختلف ہیں کہ ان کی تعبیر وغیرہ کے سلسلہ میں کوئی خاص اصول بیان نہیں کیا جاسکتا۔ چھوٹے سے چھوٹے سے بڑے سے بڑے خواب نظر آتے ہیں۔ بعض خواب اس قدر صاف ہوتے ہیں گویا جاگتے میں کوئی واقعہ پیش ہو رہا ہے۔ بعض دھندلے یاد رہ جاتے ہیں۔ اور بعض مفصل ہوتے ہیں اور قصہ کہانیوں کی طرح دلچسپ ہوتے ہیں۔ بعض مسلسل ہوتے ہیں بعض بالکل لچر، فضول اور مجنونانہ۔ بعض کا اثر بھی نہیں ہوتا۔ اور بعض سے ہم پر خوف طاری ہو جاتا ہے۔ اس قدر دُکھ ہوتا ہے کہ آنسو آجاتے ہیں بعض اس قدر پریشان ہوتے ہیں کہ آدمی کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ بعض بار بار نظر آتے ہیں اور بعض کچھ عرصہ بعد پھر نظر آجاتے ہیں۔ بعض خواب کسی ہنگامی اثر کا نتیجہ ہوتے ہیں مثلاً خواب میں دیکھا کہ کسی آتش فشاں پہاڑ پر چل رہے ہیں آنکھ کھلی تو پاؤں انگیٹھی پر نظر آئے۔ خواب دیکھا کہ کسی مکڑی نے بازو میں کاٹ لیا۔ آنکھ کھلی دیکھا تو بازو سویا ہوا پایا۔ خواب میں ریڈیو کی دلفریب تانیں سنائی دیں۔ آنکھ کھلی الارم بج رہا تھا۔

آدمی بغیر خوراک کے زندہ رہ سکتا ہے لیکن نیند کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا ہے۔ ہر شخص کے لئے نیند لازمی چیز ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ سوتے میں آدمی کا تعلق زندگی کے واقعات سے رہتا ہے؟ بات یہ ہے کہ دن میں جو آرزو نامکمل رہ جاتی ہے دل اُس کے لئے بے چین رہتا ہے۔ نیند میں آرزو پوری ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے غریب کو خواب میں نظر آتا ہے کہ وہ اشرفیاں اُٹھا رہا ہے بھوکے کو غذائیں نظر آتی ہیں۔ کوئی کرکٹ کا کھلاڑی کوئی رن کئے بغیر آوٹ ہو جائے تو وہ خواب میں دو دو سو رن کرتا نظر آتا ہے۔ معلوم ہوا کہ خواب دن کی نامکمل آرزو کی تکمیل ہوتی ہے۔

غور کیا جائے تو خوابوں سے کسی شخص کی دماغی اور دلی کیفیت بآسانی معلوم ہو سکتی ہے اور اس کا آسانی سے علاج کیا جاسکتا ہے۔

عورتوں کے علمی کارنامے شروع زمانہ سے عورتوں نے دنیا کے مختلف شعبوں میں نام پیدا کئے ہیں۔ یورپ

پچھلے ایشیان کے کارناموں سے گونج چکا ہے۔ یورپ و امریکہ میں عورتوں کو اب مساوات حاصل ہوئی ہے لیکن مختلف زمانوں میں عورتوں نے اس حالت میں بھی بڑے بڑے کام انجام دیئے ہیں۔ ایک زمانہ تھا کہ ٹریٹ شک برلن کے ایک مشہور پروفیسر نے اپنے درس کے کمرہ میں لڑکوں کے ساتھ ایک لڑکی کو جگہ پر بیٹھے دیکھا۔ وہ حیران ہوا لیکن دلیرانہ قدم اُٹھاتا ہوا اُس کے قریب جاکے اُس نے اپنا ہاتھ گویا اخلاق کے طور پر بڑھایا۔ لڑکی نے اسی اخلاق کے جواب اس سے سہارا لیا۔ پروفیسر اُسے دروازہ کے باہر چھوڑ آیا۔

سکندریہ میں ہائپیشیہ نجوم الجبرا علم مساحت کی معلم رہی ہے۔ مائع کے کشید کرنے کا آلہ بھی اُسی نے ایجاد کیا۔ اس سے تین سو سال قبل ایک عالمہ کلیوپیٹرا گذری ہے۔ اس نے ایک کتاب سنگھار پر اور دوسری اوزان اور پیمانوں پر لکھی ہے۔ اس کے علاوہ اُس نے علم الکیمیا پر بہت کچھ لکھا ہے۔

بارہویں صدی میں دیہ ہلڈ گارڈ مشہور ہو گذری ہے۔ اُس نے ایک خانقاہ قائم کی وہ علم طبیعات کی بڑی شائق تھی اس کے مشاہدات چار جلدوں میں محفوظ ہیں۔ ان میں دھاتوں پودوں درختوں کی خصوصیات کا تذکرہ ہے۔ ان میں بعض ایسی باتیں اُس نے درج کی ہیں جو کہیں بہت بعد کے زمانہ میں دریافت ہوئیں۔ مثلاً انسان کے جسم میں خون گردش کرنے کا ایک نظام ہے۔ سمندروں میں جوار بھاٹے کیوں آتے ہیں۔

بولونا میں کیتھرائن بسی ایک پورے کنبہ والی تھی لیکن علم طبیعات کی پروفیسری کرتی رہی اور اُس کے مرد ہم عصر اس کے کام سے بالکل مطمئن تھے۔ شمالی فرانس میں میڈم ڈی بوسیل کی تحقیقات کے سلسلہ سے صنعت و حرفت کو بڑی ترقی حاصل ہوئی اور معدنی کاروبار محققانہ بنیاد پر جاری ہوئے۔ علم نجوم میں منجم ہرشل کی بیوی نے بڑا کام سرانجام دیا ہے۔ اُس نے ۱۷۸۶ء سے ۱۷۹۷ء تک سات نئے سیارے دریافت کئے۔

تیرھویں صدی میں میریا مرین علم حشرات الارض کے مطالعہ کے لئے امریکہ گئی۔ اور وہ اس سلسلہ میں بڑی مشہور ہے کلیمنو روائر نے علم طبیعات کیمیا علم الاقتصاد پر مستند کتابیں لکھی ہیں۔ ملن کے فلاسفرہ میری انگینسی نے ریاضی میں وہ پیچیدہ قسم کی مساوات ایجاد کی جو انگینسی کے سحر کے نام سے مشہور ہے۔

بڑے بڑے سائنسدانوں کی بیویوں نے خانہ داری کے ساتھ ساتھ اپنے شوہروں کے علوم میں ان کا ہاتھ بٹا کے بام شہرت پر پہنچایا ہے۔ میڈم کیوری اور مسز انگولڈ (موجودہ پروفیسر علم کیمیا لیڈس کی بیوی) زندہ مثالیں ہیں۔ ان سے پہلے جرمن لشر کی علم طبیعات کے رسالہ کا فرانسیسی میں ترجمہ دراصل بیوٹ کی بیوی نے کیا اور یہ بات کہیں بعد کی طباعتوں میں تسلیم کی گئی۔ فلے میرین منجم کی بیوی نے ایک فرانسیسی رسالہ میں زمین کے دھچکوں پر ایک طبعزاد مضمون لکھا۔ میڈم لیپانے سائرا اپنے شوہر کی رصد گاہ میں اس کی نائب اور پرائیویٹ سکرٹری تھی۔

روس میں صرف کسی عالم کی بیوی کو ہی یونیورسٹی کی تعلیم میں حصہ لینے کی اجازت تھی۔ صوفیہ ایک روسی لڑکی نے ۱۴ سال کی عمر میں ہی بہت سا علم حاصل کر لیا تھا۔ اس کی تعلیم بند ہو جاتی لیکن اُس نے ایک ڈاکٹر کوویلیسکائی سے شادی کر لینے کی تدبیر سوچی چنانچہ شادی کے بعد ہی دونوں نے عہد کیا کہ وہ بھائی بہن کی طرح رہ کے سائنس کی خدمت کریں گے۔ چنانچہ وہ اپنے زمانہ کی زبردست ریاضی داں گزری ہے۔ اور پیرس کی ایک اعلیٰ انجمن نے اس کی بڑی تعریف کی ہے۔

پھلجھڑیاں ۔ شتر مرغ کا انڈا ایک اوسط درجہ کی ہندوستانی مرغی کے انڈے سے ۲۴ [illegible]

شمالی سرد ملکوں میں بمقابلہ گرم ملکوں کے توام بچے زیادہ ہوتے ہیں۔ سویڈن میں توام بچوں کی فی صدی اوسط اطالیہ اور برازیل کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے۔

اس وقت انگلستان میں ۲ کروڑ ۹۵ لاکھ عورتیں اور دو کروڑ ۳۰ لاکھ مرد ہیں۔ اگر بالغوں کا ہی حساب لگایا جائے تو ایک کروڑ عورتیں مردوں سے زیادہ ہیں۔ حکومت اسٹریلیا اور کناڈا سے خط و کتابت کرکے زائد لڑکیاں وہاں بھیجنا چاہتی ہے۔ کیونکہ وہاں عورتیں کم ہیں اور بہت سے کنوارے بیٹھے ہیں۔

لیڈی سکندر شٹین غزہ کے ایک فرعونی مقبرہ سے ایک ہڈی لے آئی۔ گھر میں اچانک کئی دفعہ سخت بیماریاں نمودار ہوئیں اور دو دفعہ آگ لگی۔ وہ ایسی گھبرا گئی ہے کہ خود مصر جاکے اس ہڈی کو اس مقبرہ میں رکھ آئے گی۔ لیڈی کے گھر رات کے وقت عجیب لباس کی ایک صورت گھوما کرتی ہے۔

آج سے تین ہزار برس پہلے چینی تیل نکالنے کے کنوئیں برماتے تھے۔ آج کل تیل نکالنے کے لئے بعض کنوئیں دو دو میل گہرے برمائے گئے ہیں۔ لاگت مختلف ہے۔ ایک کی قیمت ایک لاکھ ۳۳ ہزار سواتین سو روپیہ تک ہو سکتی ہے۔

اگر آدمی کو نظر نہ آئے تو وہ چھوٹے چھوٹے حلقوں میں گھومنے لگتا ہے۔ جیسے گھڑی کی سوئیاں گھومتی ہیں۔ جنگل میں کوئی بھٹک جاتا ہے تو اس کی رفتار بھی ایسی ہی رہتی ہے۔ آنکھوں پر پٹی باندھ کے آدمی کو چھوڑ دیا جائے تو آدمی دائیں بائیں جیسا اس کا رجحان ہو مڑنے لگتا ہے۔ مچھلی بھی اسی طرح تیرتی ہے۔

ہسپانیہ میں مے نوشی کم ہے۔ شارع عام میں کسی کا نشہ میں لڑکھڑاتے نظر آنا شاذ و نادر ہی ہے۔ حالانکہ وہاں شراب بے حد سستی ہے۔

محمد ظفر

حیدرآبادی بریانی

آج کل حیدرآباد کی یہ دو چیزیں بہت مشہور ہیں۔ لباس میں شیروانی اور طعام میں بریانی، اگرچہ نام کے لحاظ سے یہ دونوں چیزیں نئی نہیں ہیں مگر میرا خیال ہے کہ حیدرآباد ہی کی فضا میں اپنے ارتقائی مدارج طے کرکے یہ دونوں چیزیں اب اس درجہ پہنچی ہیں کہ اس سے زیادہ ترقی کی گنجائش اب ان میں نہیں معلوم ہوتی۔

شیروانی کی خوبی تو یہیں کے کسی درزی سے سلوا کر زیب تن کرنے پر ظاہر ہوگی مگر بریانی کی لذت سے ہر وہ شخص اپنے کام و دہن کو ذائقہ بخش سکتا ہے جو یہاں کی مروجہ ترکیب کے موافق اس کے پکانے کا اہتمام کرے۔ چونکہ ماہ اپریل کے عصمت میں ایک عصمتی بہن نے اس کی ترکیب دریافت فرمائی ہے اس لئے حیدرآبادی بریانی کی اعلیٰ قسم کی ترکیب درج کی جاتی ہے مگر اس سے پہلے اتنا جان لینا ضروری ہے کہ بریانی، ایرانی زبان کا لفظ ہے یعنی بھونے ہوئے گوشت پر، پسا کر دم دئے ہوئے چاول کو بریانی کہتے ہیں چنانچہ حضرت شہنشاہ عالمگیر نے بھی اپنے ایک رقعہ میں "کھچڑی بریانی" کا لفظ استعمال فرمایا ہے یعنی بھونی کھچڑی جو خاص ترکیب سے پکائی جاتی ہے، اگر کسی کو خواہش ہو تو آیندہ کسی موقع پر اس کی ترکیب بھی لکھی جائے گی۔ اگر گوشت بھنا ہوا نہ ہو۔ کچا ہی رکھا جائے تو اس کو پلاؤ کہتے ہیں پس حیدرآباد کی اصطلاح میں بریانی بھی دو قسم کی ہوتی ہے ایک کچی دوسری پکی پھر ہر ایک کی دو قسمیں ہیں یعنی گوشتہ و دوگوشتہ۔

حیدرآبادی دوگوشتہ بریانی

وزن۔ گوشت دو سیر۔ چاول باریک عمدہ ایک سیر۔ ادرک ڈیڑھ چھٹانک لہسن چار تولہ۔ پیاز پاؤ سیر۔ زعفران عمدہ ایک ماشہ۔ نمک حسب ذائقہ۔ زیرہ سیاہ ۲ ماشہ۔ الائچی ۲ ماشہ۔ لونگ ۲ ماشہ۔ جوز ادیا۔ پپیٖی رکھا اندرخربوزہ ۲ ماشہ۔ دودھ پاؤ سیر۔ دہی پاؤ سیر۔ گھی ڈیڑھ پاؤ لیموں ۲ عدد۔ پودینہ کوتمیر ہری مرچیں چھ چھ ماشہ۔

ترکیب۔ گوشت کو چھچھڑوں سے پاک کرکے چھٹانک چھٹانک کی بوٹیاں کاٹ لی جائیں اور ان کو پانی سے دھوکر کسی ٹوکری میں رکھ دیا جائے جب پانی پوری طرح نتھر جائے تو دیگچہ میں ڈال کر پسی ہوئی پپیٖی اور حسب ذائقہ نمک اس کو لگائیں اور ڈھک کر گھنٹہ بھر اس کو رکھ چھوڑیں اتنی دیر میں گوشت نرم ہوجائے گا۔ اب ڈیڑھ پاؤ گھی میں پیاز کے لچھے بادامی رنگ کے تل کر نکال لیں اور اس تلی ہوئی پیاز کے تین حصہ کرکے دو حصے الگ رکھیں اور ایک حصہ الگ اور گھی بھی تیار کر ایک کٹورے میں الگ رکھیں اب تھوڑے سے گھی میں یعنی تقریباً نصف گھی میں ادرک دہی لگا کر قورمہ لہسن پیا ہوا تل کر گوشت کو بگھار دیں، گوشت کا پانی سوکھنے کے بعد اس کو خوب بھون لیں اور گوشت گلنے کے اندازے پانی ڈال دیں جب گوشت گل جائے اور پانی خشک ہوجائے تو قورمہ تیار ہے۔ گرم مصالوں اور زعفران ہر ایک کے تین تین حصے کریں ایک ایک حصہ پیس کر اس قورمہ پر چھڑک کر اس کو دم پر چھوڑ دیں بقیہ دو دو حصے ویسے ہی اٹھا کر رکھیں پودینہ کوتمیر اور ہری مرچیں بھی باریک کتر کر ایک حصہ چھڑک دیں اور دو حصے اٹھا رکھیں۔ جوز بھی باریک پیس کر گوشت پر چھڑک دیں اور ایک لیموں کی ترشی بھی، وہ ایک حصہ پیاز بھی باریک چورہ کرکے چھڑک دیں۔

اب چاولوں کے پساؤ کے لئے تین سیر پانی چولہے پر چڑھا دیں اور اس میں ثابت گرم مسالہ جو دو حصہ رکھا ہوا ہے یعنی الائچی زیرہ سیاہ، لونگ دار چینی یہ چاروں چیزیں پانی میں ڈال دیں اور نمک بھی۔ جب پانی کو جوش آجائے تو چاول ڈال کے اس میں ذرا سا گھی کا دو ڈال دیں اور جب چاول دو کنی پر آجائے تو ایک ٹوکری میں الٹ دیں تاکہ پیچ نتھر جائے، دیگچہ میں مزید پانی ڈال کر دو بھی چاولوں پر سے بہا دیں اور چاولوں کے ٹوکرے کو ہلا کر اوپر نیچے کریں تاکہ پیچ پوری طرح نتھر جائے۔

قورمہ جو تیار رکھا ہے اس پر ان چاولوں کو پھیلا دیں اور اس پر بقیہ زعفران پسی ہوئی، پیاز تلی ہوئی۔ گھی اور دودھ، لیموں کی ترشی،

پودینہ کوتھمیر وغیرہ سب ڈال دیں اگر خوشبو دینا منظور ہے تو عرق گلاب کیوڑہ ایک چھٹانک ڈال دیں کونڈا ڈھک کر کناروں کو آٹے سے بند کر کے چولھے پر رکھ کر زور کی ایک آنچ دیں جب گھی کی آواز آنے لگے تو نکال کر آگ پر چھوڑ دیں جب خوشبو آنے لگے تو آگ کو کم کر کے ڈھکنے پر کچھ وزن رکھ دیں تاکہ بھاپ نہ نکلے اور نیچے اوپر کچھ آگ رکھ کر دم پر چھوڑ دیں۔

کچی بریانی اگر بکانی ہو تو گوشت کا قورمہ نہ پکائیں بلکہ کچے گوشت کو نمک اور پپیتہ لگا کر رکھ دیں، گھنٹہ دو گھنٹے بعد جتنا بھی پانی گوشت کا چھوٹتا ہے دیگچے کو ٹیڑھا کر کے نکال دیں اور ایک صاف کپڑے سے پونچھ پونچھ کر نچوڑ دیں۔ پھر پسے ہوئے ادرک لہسن کا شیرہ نکال کر گوشت میں اچھی طرح ملا دیں۔ وہ تمام مسالے جو قورمہ میں دیئے گئے تھے اور جتنے گئے تھے وہ سب اسی مقدار میں اس گوشت میں ڈال کر کفگیر سے خوب ملائیں اور رکھ چھوڑیں پھر چاولوں کو پکا کر اس گوشت پر بچھا دیں اور مذکورۂ بالا ترکیب کے موافق دم دے دیں۔ دم دینے میں مہارت، تجربہ، اور احتیاط کی ضرورت ہے۔ اور اس میں باورچی کا کمال ظاہر ہوتا ہے۔ آج کل اسی کچی بریانی کا عام رواج ہے۔

کوفتے انڈے والے حیدرآبادی وزن۔ گوشت آدھ سیر۔ گھی پاؤ سیر۔ بادام ۲ تولہ۔ چرونجی ایک تولہ۔ خشخاش ایک تولہ۔ کھوپرہ سوکھا ۱½ تولہ۔ چنے بھونی دال ۲ تولہ۔ دہی چکہ آدھ پاؤ۔ پیاز ایک گٹھی۔ لہسن ایک گٹھی چھوٹی۔ دانہ الائچی ایک ماشہ۔ لونگ ۴ عدد۔ دارچینی ایک ماشہ۔ سیاہ زیرہ ایک ماشہ۔ زعفران نیم ماشہ۔ مرچ نمک انڈے پودینہ کوتھمیر حسب ضرورت۔

ترکیب ران کے گوشت کے پسندے بنوا لیں۔ ایک چمچہ گھی میں پیاز کے لچھے اور لہسن کو تل کر نکال لیں اور باریک پیس کر رکھ لیں۔ اور اسی گھی میں گوشت بگھار دیں۔ کوفتوں میں ادرک مطلق نہیں ڈالی جاتی۔ کیونکہ اس سے کوفتے کھل جاتے ہیں۔ بادام چرونجی خشخاش کھوپرہ ان چاروں چیزوں کو توے پر بھونیں۔ اور دہی کے پانی کا چھینٹا دے کر خوب باریک پیس لیں۔ چنے کی دال گرم مسالے اور زعفران کو بھی الگ الگ باریک پیس لیں۔ دہی کو کپڑے میں باندھ کر اس کا پانی نکال لیں جب گوشت خوب گل جائے اور پانی بالکل سوکھ جائے تو اس کو کوٹ لیں پھر دہی اور مسالے ملا ملا کر خوب باریک کوٹ لیں مگر یہ پسا ہوا گوشت سخت رہے پتلا نہ ہونے پائے۔ اس میں گڑھا کر کے گھی ڈال کر ایک انگارہ رکھ کر ڈھک دیں تاکہ خوشبودار ہو جائے۔ پھر ایک یا دو انڈے کی سپیدی پھینٹ کر اس میں ملا دیں تاکہ بناتے وقت کوفتے ٹوٹنے نہ پائیں۔ اب حسب ضرورت انڈوں کو ابال لیں ان کا چھلکا دور کر دیں اور ان پر اس پسے ہوئے قیمہ کی باریک تہ چڑھا دیں اور گھی میں تل لیں بس انڈے والے کوفتے تیار ہو گئے۔ اب اگر ان کوفتوں کو بیچ میں سے تراش کر دو دو کر دیں تو یہی نرگسی کباب ہو گئے۔

ام عاصمہ گلبرگہ

معاشرت کی قربان گاہ پر ایک ماں اور دو بچوں کی قربانی

ہندوانی پکوان

ماہ اپریل کے بزم عصمت میں محترمہ مسز حامد اللہ صاحب نے کسی ہندو بہن سے ہندوانی پکوان خصوصاً آلو کی چیزیں دریافت کی ہیں لہٰذا میں چند ترکیبیں درج کرتی ہوں جو ہندو بہن کی بتائی ہوئی اور ان کی اور میری آزمودہ ہیں

بگھارے آلو ۔ ترکیب۔ آلو پاؤ سیر، سرخ مرچ کا سفوف حسب پسند، ہلدی کا سفوف ۲ ماشہ، پیاز دو گٹھی، لہسن ایک گرہ چھوٹی، کوتمیر تھوڑی سی، ہری مرچ حسب منشا، ماش کی دال ۲ ماشہ، گرم مسالہ کا سفوف دو چٹکی، تیزاب جو استعمال کرتے ہوں، ادرک آدھی گرہ۔ پہلے آلو ابال کر چھیل لیں اور چار چار قتلے کرلیں پھر جب تیار کرلیں تو حسب پسند نمک پر ایک چھڑک کر رکھ لیں۔ اور کسی برتن میں دو چھٹانک گھی ڈال کر کڑکڑا لیں۔ اس میں ماش کی دال اور کریپاک کے چند پتے ڈال کر بھونیں۔ جب دال سرخ ہونے لگے تو پیاز باریک تراش کر ڈالیں پیاز زیادہ سرخ نہ ہونے پائے صرف کملا جائے تو اُبلے ہوئے آلو اس میں ڈال دیں۔ اور اچھی طرح کفگیر سے ہلا کر سرخ مرچ کا سفوف حسب پسند تیزاب اور ہلدی کا سفوف اور ہری مرچ تراش کر ڈالیں۔ اور خوب بھونیں مگر یہ خیال رہے کہ آلو ٹوٹنے نہ پائیں۔ بعد ازاں جب مسالہ اچھی طرح مل جائے تو لہسن ادرک کوتمیر پیس کر ڈال دیں اور اچھا سب یک جان کرکے بھون کر اتار لیں یہ خیال رہے کہ زیادہ سوختہ نہ ہونے پائے ورنہ خستہ ہونے پر پوری سے کھانے کے قابل نہ ہوگا۔

دیگر اس کی ترکیب بھی بعینہٖ یہی ہے جو اوپر درج ہے اور تمام مصالحہ اور بگھارنے کی ترکیب بھی بالکل یہی ہے اس میں فرق صرف یہ ہے کہ پہلے کی ترکیب میں آلو ابال کر قتلے کرلئے تھے اس میں آلو ابال کر ہاتھ سے مسل کر توڑ لیجئے تاکہ بھورا ہو جائے تو نمک چھڑک کر رکھ دیں۔ اور بقیہ ماندہ مندرجہ بالا ترکیب سے بگھار کرتے ہوئے آلو ڈال دیں اور بھون کر اتار لیں۔ یہ آلو کا بگھارا بھوٹ کہلاتا ہے۔

دیگر بگھارے ہوئے کھٹے آلو آلو۔ املی۔ ہلدی کا سفوف۔ سرخ مرچ کا سفوف۔ ہلدی۔ نمک۔ ترکیب۔ آلو ابال کر پھانکیں کاٹ لیں۔ املی جتنا کھٹا پسند ہو حسب مرضی لے کر اچھی طرح مٹھی باندھ کر ملیں مگر ملتے وقت پانی ذرا سا ڈالیں تاکہ کھٹا عرق اچھا گاڑھا نکلے جب خوب ملتے ملتے چکیں تو مٹھی باندھ کر نتھار لیں اور اس عرق میں نمک گھول لیں بعد ازاں مرچ اور ہلدی کا سفوف ملا لیں۔ اور آلو کی پھانکیں بھی اس میں ڈال کر اچھا ملا دیں۔ اور چولھے پر چڑھا دیں جب پکنے لگے اور املی کا کھٹا اور مصالحہ سوکھنے پر آئے تو اتار کر کسی طشت میں ڈال کر پھیلا دیں تاکہ سوکھ جائے۔ دھوپ میں نہ سکھائیں۔ بلکہ ہوا میں سوکھنا چاہیئے۔ جیسا بار اکھا جائے تو اس کو ادا پاؤ گھی ڈال کر تل لیں جب ایک طرف سرخ ہو جائیں تو دوسری طرف تل لیں اور سرخ کرکے اتار لیں۔ یہ سوختہ آلو ہیں انہیں کھانے کے ساتھ چکھا جاتا ہے امید ہے کہ عصمتی بہنوں کو پسند آئیں گے۔

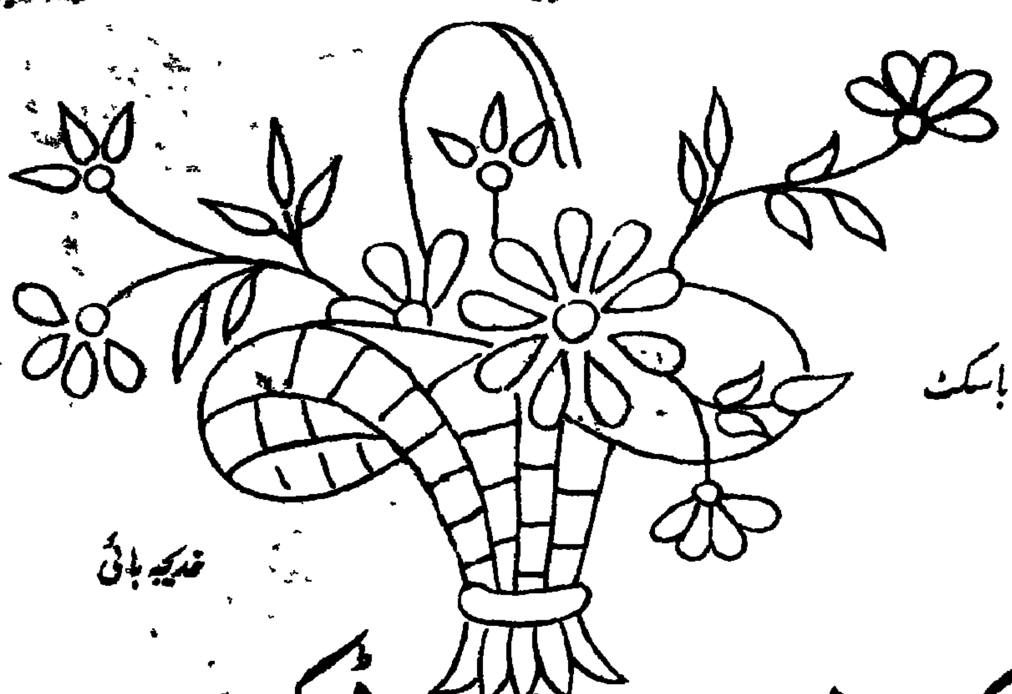
نوٹ مندرجہ بالا دو ترکیبوں میں دار چینی کے سفوف کا جو لکھا گیا ہے وہ آلو بھون کر اتارتے وقت ایک ایک چٹکی اس میں برائے خوشبو ڈال کر کفگیر سے اچھا ہلا کر اتار لیں۔ اور آلو ان چیزوں کی تیاری کے لئے ہمیشہ پرانا لیں۔ نیا آلو اُبلتے اُبلتے ٹوٹ جاتا ہے۔

ب۔ن۔ مسز ابراہیم۔ مدراس

جالی اور چکن کاری
نظر فریب
میز پوش



سیدہ اشرف



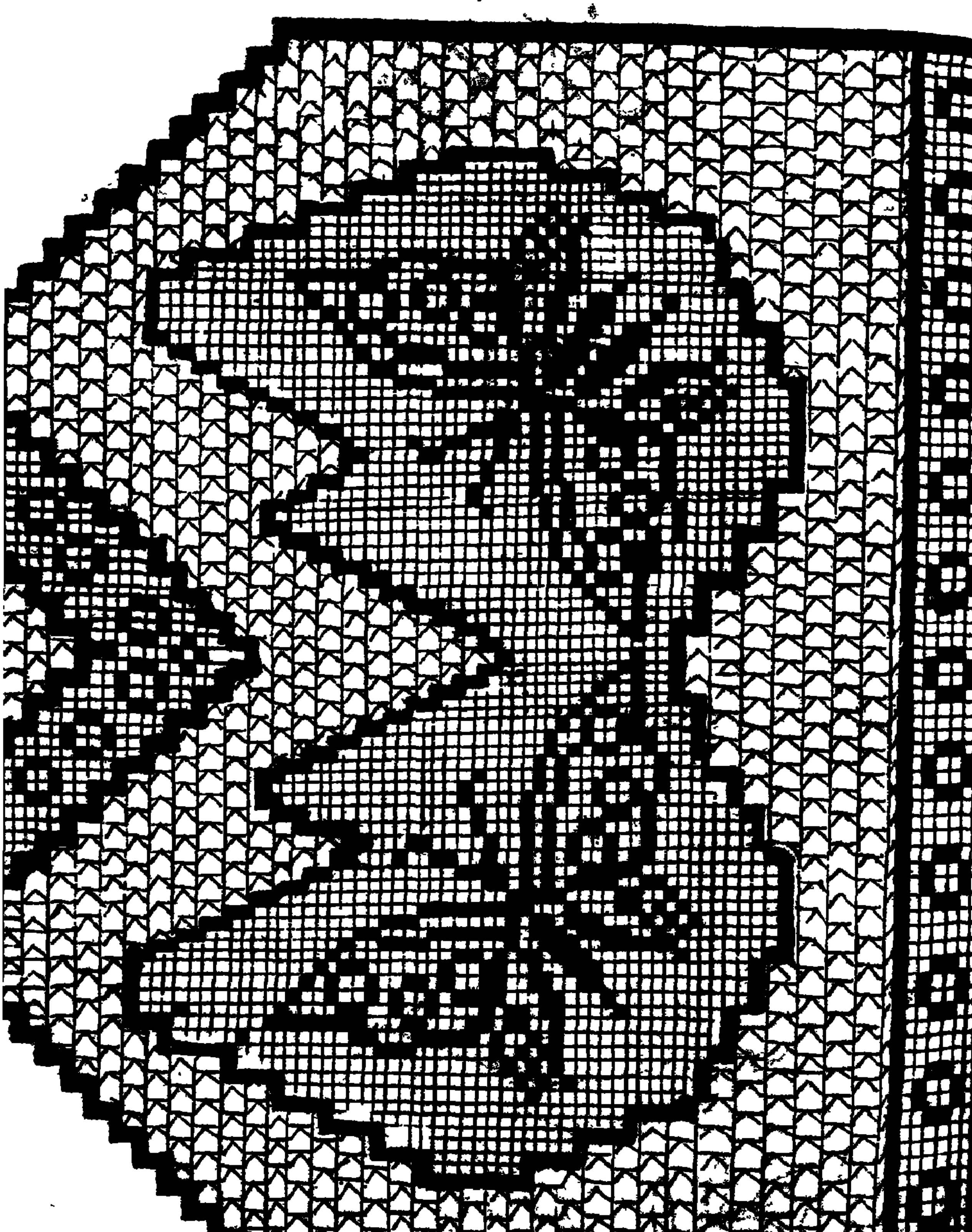
کروشیا میں دلفریب ٹی کوزی

اس ٹی کوزی کا نقشہ بالکل واضح ہے۔ دیکھ کر آسانی سے بنائی جا سکتی ہے۔ سنہری تلے سے اگر بنیں تو نیچے کا غلاف قرمزی ساٹن کا ہونا چاہیئے۔ اور اگر روپہلی تلے سے بنیں تو غلاف فیروزی، سرخ یا جامن رنگ کی ساٹن کا ہونا چاہیئے۔ رنگا رنگ کے چکنے والے ورق، جو کہ بازار میں بکتے ہیں، لے کر تیتریوں کے سائز کے کاٹ کر ٹی کوزی کے سائن کے غلاف پر صفائی سے چسپاں کریں تاکہ اس میں کوئی شکن نہ رہے۔ اس کے بعد باریک سوئی سے ورق کے ہم رنگ دھاگے سے احتیاط سے سی لیں۔ لیکن یہ خیال رہے کہ پہلے یہ دیکھ لیں کہ یعنی کروشیا کی بنی ہوئی ٹی کوزی کے غلاف کو ٹی کوزی پر چڑھا کر دیکھ لیں، کروشیا کی تیتریاں ان ورق کی کی ہوئی تیتریوں پر ٹھیک آ جاتی ہیں

جب ٹی کوزی بنائی جا چکی ہو کوئی چھوٹی سی نفیس لیس بن کر اردگرد ٹانک دیں۔ ورنہ تلے کے ہم رنگ موتی اور ستارے سے کر لیس بنا لیں۔ اور جہاں اس قسم ■ کا پھول بنا ہوا ہے وہاں سفید یا سنہری ستارہ سے کر ساٹن کے ہم رنگ موتی سے ٹانک لیں۔

تیتریوں پر بھی جا بجا موتی لگائیں۔ ان موتیوں کا رنگ ورق کے رنگ کا سا ہو۔ اس ٹی کوزی کی خوشنمائی کا اظہار میں لفظوں سے اور نہیں کر سکتی۔ اس کی دلفریبی کا اندازہ کچھ اس کے تیار ہونے پر ہی ہو سکتا ہے۔

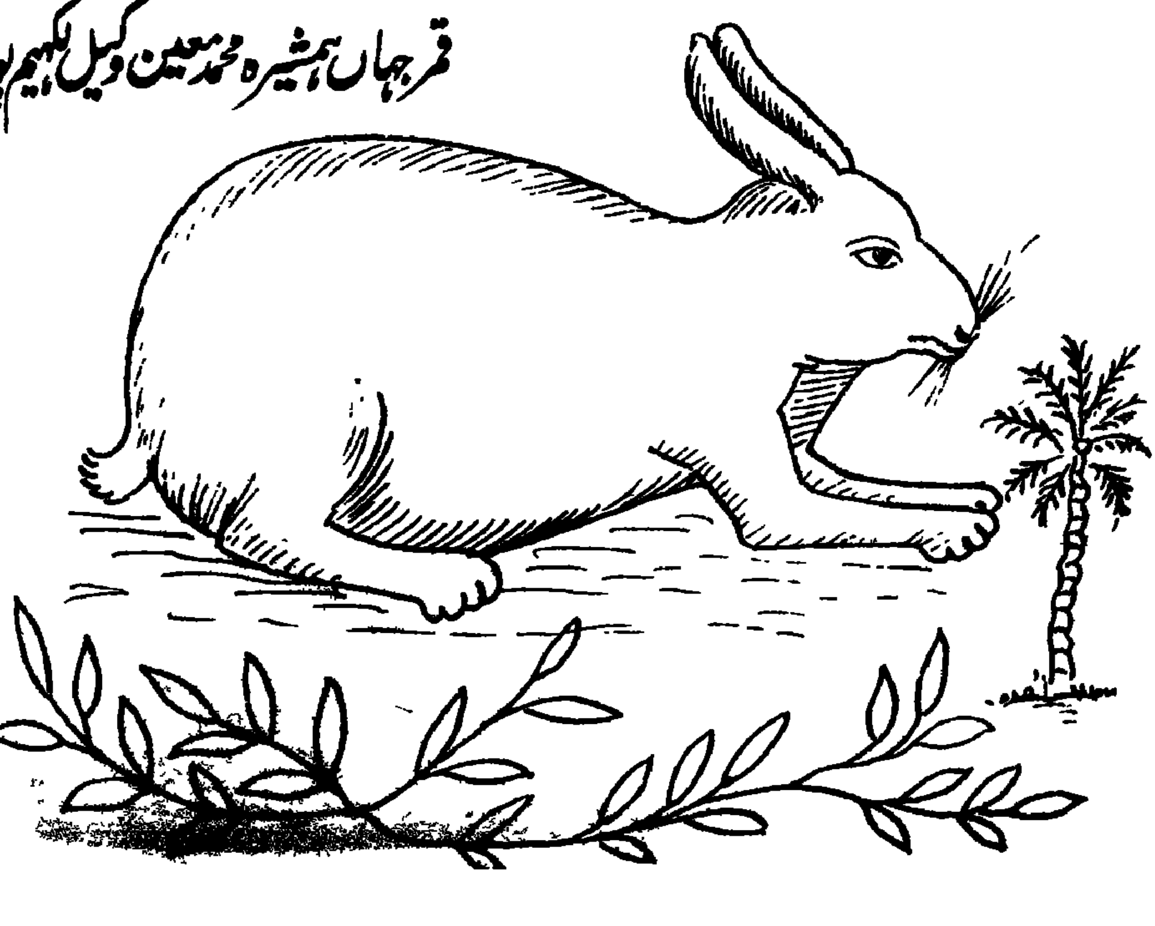
[illegible] بیگم



روئی کا خرگوش

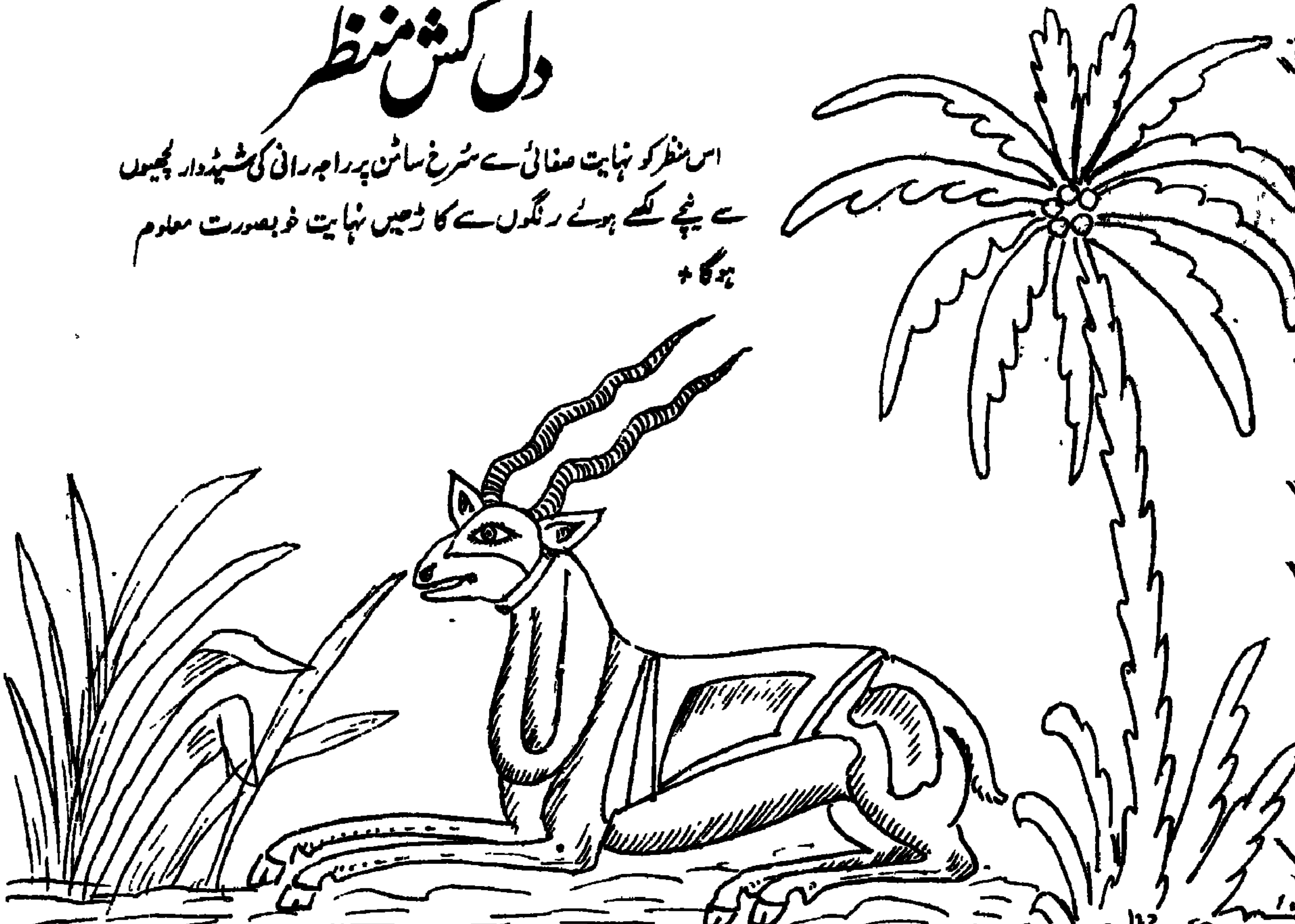
یہ دستکاری عصمت میں کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے اور بہنوں نے پسند بھی کی ہے اس لئے آج میں روئی کا خرگوش پیش کرتی ہوں یہ دستکاری بہت ہی آسان و کم خرچ بالا نشین ہے ایک بنڈل روئی میں کتنی چیزیں بن جاتی ہیں اس سے پہلے بہن نشاط افزا صاحبہ کی طرف سے مرغی وغیرہ شائع ہو چکی ہے اس لئے زیادہ مفصل لکھنے کی ضرورت نہیں۔ خرگوش کو کاغذ پر اتار کر کاٹیں اور اس کاغذ کو روئی پر رکھ کر کاٹ لیں۔ نیلی مخمل پر سبز ریشم سے جھاڑی و کھجور بنا لیں۔ اور خرگوش کو سفید کیلے کے ریشم سے بھر دیں اس سے بیحد خوشنما ہو جائے گا۔ آنکھ پر پہلے ایک لمبا شکوپس ستارہ ٹانکیں ان کے اوپر سرخ نگ اگر نگ نہ ملے تو پتھر کا موتی ٹانک دیں اور منہ ہلکے گلابی ریشم سے بنائیں۔ مونچھیں سفید ریشم سے بنا کر ٹانکیں اور مخمل کو دفتی پر گوندے چپکا کر خرگوش کو جھاڑیوں کے اوپر آہستہ سے بیچ میں چپکا دیں اور فریم لگوا کر اپنے کمرے میں آویزاں کر دیں بہت خوشنما معلوم ہوگا اور بہت مشکل سے کوئی بتا سکے گا کہ یہ خرگوش روئی کا یا ایمبرائڈری مشین کا ہے۔

قمر جہاں ہمشیرہ محمد معین وکیل لکھیم پور



دل کش منظر

اس منظر کو نہایت صفائی سے سُرخ ساٹن پر راجہ رانی کی شیڈدار بچیوں سے نیچے لکھے ہوئے رنگوں سے کاڑھیں نہایت خوبصورت معلوم ہوگا +

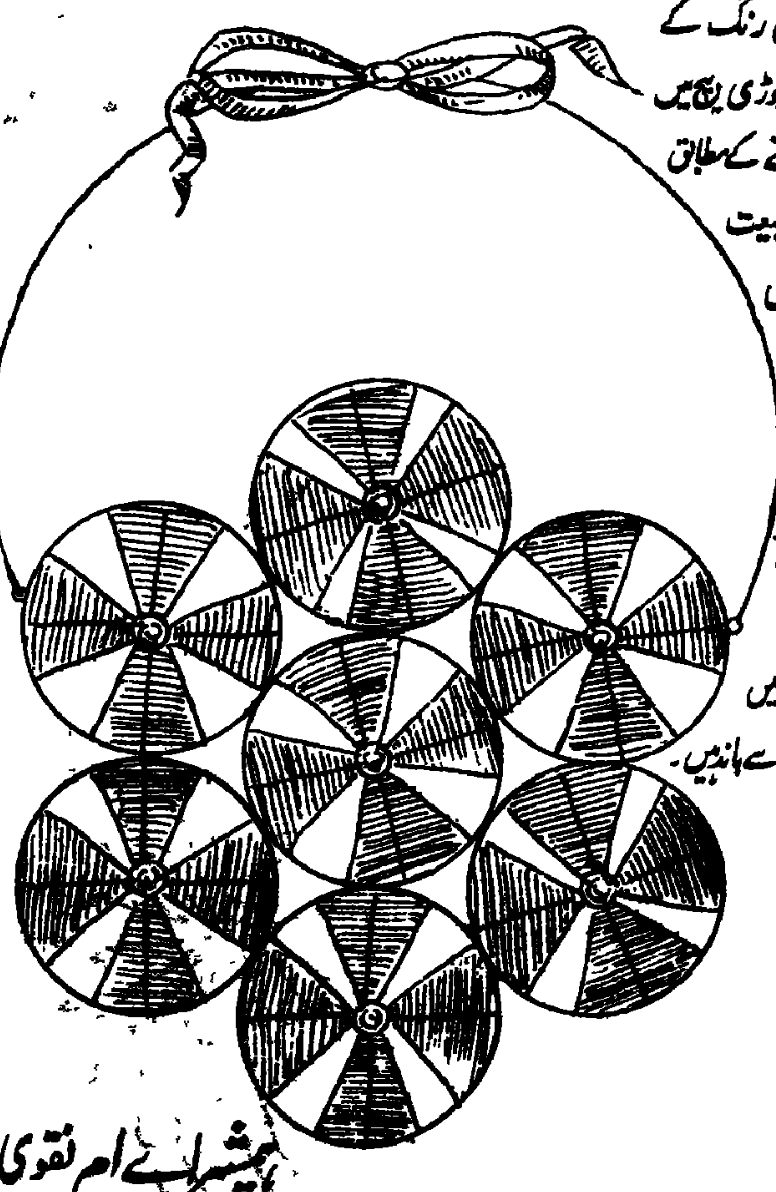


درخت گہرے ہرے رنگ کا شیڈدار۔ ہریاکلٹ شیڈدار۔ گھاس سبز رنگ ہے۔

مس انیس سلمہ لکھنؤ

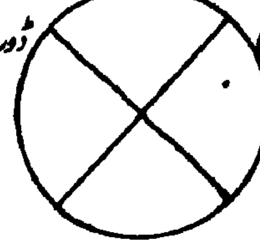
خوبصورت باسکٹ

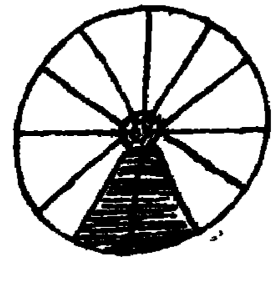
ترکیب ذیل میں ایک باسکٹ کا نمونہ بہنوں کے سامنے پیش کرتی ہوں امید ہے بہنیں بھی پسند فرمائیں گی۔ جونہایت آسان خوبصورت اور پائدار ہے۔ چھوٹی بچیاں بھی تیار کرسکتی ہیں۔ سات چوڑیاں لوہے کی جو عام طور پر آج کل پہنی جاتی ہیں۔ چنہ برابر ایک کچھ بڑی تار لوہے کا حسب ضرورت چوڑیوں اور ہینڈل کے لئے تار پر پیشتر سبز کپڑا اور پھر سبز ڈورا لپیٹ لینا چاہئے۔ بعدہ مرغوب طبع رنگ کے ڈورے سے پھول بنائیں۔ بڑی چوڑی بیچ میں لگائیں۔ پھول تیار ہونے پر نمونے کے مطابق باندھ لیں اور ہینڈل لگائیں اگر طبیعت چاہے پھول میں چھ پتیاں بنائیں ورنہ چار۔



گول نشان پر اندر باہر سنہری ستارے لگائیں نمونہ اور ترکیب بہت صاف ہے امید ہے بہنیں نمونہ دیکھ کر با آسانی تیار کرسکتی ہیں۔

یہ خیال رہے چوڑیاں اور ہینڈل آپس میں سنہری ڈورے سے باندھیں۔





ہمشیرہ اے ام نقوی

اس پرچہ کی
چند تاریخی تصاویر

مسجد پیرس کے جو فوٹو اس پرچہ میں شائع کئے جا رہے ہیں اُن میں سے ایک مسجد کے دروازہ کا ہے جس میں نہایت عمدہ کام لکڑی کے کسراد کا بنا ہوا ہے جو انتہائی خوشنما ہے۔ دوسری تصویر اس جگہ کی ہے جہاں منبر رکھا ہے۔ یہ اندر کا حصہ ہے۔ منبر بہت کافی بلند ہے اور خوبصورت ہے۔ تیسری تصویر بالکل اندر کی ہے جہاں ایک بہت بڑا جھاڑ لگا ہوا ہے اس کی سات منزلیں ہیں جس وقت اس میں روشنی ہوتی ہے تو آنکھیں خیرہ ہوجاتی ہیں۔ بہت دیدہ زیب ہے اندر تمام ایرانی قالینوں اور مخملی پردوں اور بہترین سامان سے جھاڑ مزین ہیں۔ جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ چوتھی تصویر مسجد کے حمام خانہ کی ہے یہاں ہر قسم کے غسل کا سامان موجود ہے اور صفائی کا باقاعدہ انتظام ہے۔ ہر غسل کرنے والے کو انتہائی آرام پہونچایا جاتا ہے۔ حمام میں متعدد کمرے ہیں ایک دوسرے سے زیادہ گرم۔ آخری کمرہ بہت زیادہ گرم ہے۔ علاوہ جمعہ کے ہر روز یہاں نہلنے والوں کا جمگھٹا رہتا ہے۔ سب سے زیادہ تعریف کی بات یہ ہے کہ ہر جمعہ کو مسجد میں قریب ساڑھے پانچ سو افراد کے نماز میں شرکت کرتے ہیں۔ یہ ایسی جگہ ہے جہاں مسلمان بالکل نظر نہیں آتے۔ پیرس جیسے مقام پر اتنا بڑا مجمع تعجب انگیز بات ہے۔

ہوٹل نیپلز نیپلز اٹلی کا ایک مشہور شہر ہے۔ ہوٹل کے سامنے جو دھواں نظر آتا ہے وہ مشہور کوہ آتش فشاں ہے۔ جب اس میں حدت زیادہ ہوتی ہے تو اکثر راتوں کو آگ کے شعلے آوازوں کے ساتھ نکلتے ہیں۔ دھواں تو ہر وقت نکلتا رہتا ہے۔

وینس یورپ کا مشہور شہر ہے وہاں زمین کم پانی زیادہ ہے لہذا سڑکوں پر بھی اکثر بوٹ کام کرتے نظر آتے ہیں۔ وہاں کے لوگ اپنی ضروریات کو بوٹوں سے راستہ طے کر کے پورا کرتے ہیں۔ یہ عمارتیں بہت قدیم ہیں اور ساتھ ہی خوبصورت بھی۔

مسز حمید لکھنوی

چہل زینہ شہر قندہار سے کوئی پانچ میل کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے جسے چہل زینہ کہتے ہیں۔ یہ ایک پہاڑ پر واقع ہے۔

پہاڑ پر موٹر کی سڑک ہے۔ دو تین موڑ چڑھنے کے بعد ایک کھلا میدان پہاڑ کو صاف کر کے موٹر کے لئے بنایا گیا ہے۔ چہل زینہ پہاڑ کی چوٹی پر ایک محراب کو جو پہاڑ کو کاٹ کر بنائی گئی ہے کہتے ہیں۔ اوپر چڑھنے کے لئے چالیس سیڑھیاں ہیں جو بہت اونچی اونچی ہیں۔ بعض تو ایک گز کے قریب ہیں۔ اس لئے چڑھنا مشکل ہے۔

یہ محراب اور زینہ شہنشاہ بابر کے وقت کا ہے۔ جو بابر نے اپنی فتح کی یادگار کے طور پر بنایا تھا۔ محراب میں پتھر کے ابھرے ہوئے حروف سے بابر کے تمام مفتوح علاقوں کے نام لکھے ہیں۔ جواب کہیں کہیں سے ٹوٹ کر پڑھنے کے قابل نہیں رہے۔ محراب کے دروازہ پر دو شیر پتھر کے بنے ہوئے ہیں۔ افغانوں نے بت سمجھ کر ان کی گردنیں اڑا دیں اس جگہ ہر وقت لوگوں کا ہجوم رہتا ہے۔

گو چہل زینہ پر لوگوں کا چڑھنا مشکل ہے۔ مگر اوپر سے نیچے کا منظر تو دیکھنے ہی کے قابل ہے۔ یہ دو تصویریں بھیجتی ہوں۔ ایک نیچے سے چہل زینہ کی ہے۔ اور دوسری اوپر سے لی گئی ہے۔

(سیدہ صدیق حسن از قندہار)

مہابلیشور پونہ سے قریباً پچھتر میل دور ایک صحت افزا مقام ہے۔ گرمی کے موسم میں بہت سے

لوگ تبدیل آب وہوا کے لئے وہاں جاتے ہیں شہر کے دو حصے مانے گئے ہیں۔ ایک حصہ جہاں پرانے زمانہ کی چند عمارتیں اور مندر وغیرہ ہیں۔ وہ پرانا مہابلیشور کہلاتا ہے۔ اور دوسرا حصہ جہاں زمانہ اور ضرورت کے لحاظ سے نئی نئی عمارتیں بازار راستہ وغیرہ بنائے گئے ہیں وہ "نیا مہابلیشور" کہلاتا ہے۔ یوں تو مہابلیشور میں بہت سی اونچی اونچی چوٹیاں ہیں جن میں سے کناٹ پیک Connaught Peak اور Arthur Seat قابل ذکر ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اوّل الذکر بمبئی پریسیڈنسی میں سب سے زیادہ اونچی چوٹی ہے۔ جہاں سیزن کے زمانہ میں سینکڑوں لوگ بطور سیر جایا کرتے ہیں مگر راستہ خطرناک وکٹھن ہے۔ مگر منزلِ مقصود پر پہونچنے کے بعد ساری تکان مسرت سے بدل جاتی ہے۔ چوٹی پر سے دور دور کے نچلے مکانات سبز پہاڑوں کا منظر نہایت دلکش معلوم ہوتا ہے۔ پرانے مہابلیشور کا مندر خاص طور پر قابل ذکر ہے جس کی عمارت پرانے زمانے کے طور پر تعمیر کی گئی ہے۔ اور جہاں سوائے ہندوؤں کے کسی غیر قوم کے فرد کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ مندر کی پچھلی طرف پانچ دریاؤں کا اتصال ہے سب سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے۔ کہ مندر میں گائے کے منہ کی ایک مورت ہے جہاں سے ان پانچ دریاؤں کا پانی نکل کر نیچے گرتا ہے۔ پانی جمع ہونے کے لئے معمولی طرز پر ایک تالاب بنا دیا گیا ہے (جیسا کہ تصویر سے ظاہر ہے) جہاں سے سینکڑوں لوگ پانی لے جاتے ہیں۔ اس حصہ سے علیحدہ دوسری طرف ایک اور عمارت ہے جہاں دیوتا مہادیو کی مورت ہے ایک جانب پیتل کا پلنگ ہے۔ کہتے ہیں کہ مہادیو دیوتا اس پر سویا کرتے تھے۔ اور چند چیزیں بھی رکھی ہوئی ہیں جن کے متعلق بھی ایسی ہی بہت سی باتیں مشہور ہیں۔ مندر میں ایک بڑی شمع جلا کرتی ہے۔ مگر پھر بھی اسقدر تاریکی ہے کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا۔ (مریم بیگم ابراہیم ہارون جعفر پونا)

پگلی

یہ پاگل عورت جس کی عمر قریباً ۴۰ سال ہے بھوپال کے ایک قصبہ کی رہنے والی اور ایک پٹیل کی لڑکی ہے دماغ کی خرابی سے اپنے گاؤں سے نکل بھاگی بھوپال میں مسلمان کی گئی اور نام سکینہ رکھا گیا۔ مگر اب نہ وہ ہندوؤں میں ہے نہ مسلمانوں میں ہر قوم کا کھاتی ہے کپڑا اور رنگین دیتل کا زیور پہننے کی بہت شوقین ہے اور صرف پہننے کی پاگل ہے۔ تمام سڑکوں پر ماری ماری پھرتی ہے۔ لڑکوں اور آدمیوں کا ہجوم اس کے ساتھ رہتا ہے۔

بزمِ عصمت

بزمِ عصمت میں صرف وہی خطوط درج کئے جاتے ہیں (۱) جن میں نمبر خریداری کا حوالہ ہو (۲) خط بہت مختصر ہو۔ (۳) وہی استفسار نہ ہو جس کے جوابات عصمت میں بیسیوں مرتبہ شائع ہو چکے ہیں۔ (۴) جس میں رسالہ کے انتظامی امور یا مضامین کے بارہ میں کوئی بات نہ ہو (۵) علیحدہ کاغذ پر روشن سیاہی سے بنا بنا کر لکھا ہوا ہو۔ ایڈیٹر

نہایت مسرت و انبساط سے ایڈیٹر صاحب اور عصمتی بہنوں کو اطلاع دیتی ہوں کہ عصمت کی مشہور شاعرہ میری بڑی ہمشیرہ خورشید آرا بیگم منشی فاضل ادیب فاضل (امراؤتی) پرشین پروفیسر سنٹرل کالج فار ویمن (ناگپور) کی شادی خانصاحب نواب صدیق علی خانصاحب ایم۔ ال۔ اے (دہلی) اسپیشل مجسٹریٹ فرسٹ کلاس (ناگپور) کے ساتھ بتاریخ ۱۷ مئی ۱۹۵۴ء بطریق شرعی بحسن و خوبی انجام پذیر ہوئی۔ دعا ہے خدائے قدوس یہ سنجوگ فریقین کو مسعود و مبارک کرے۔ آمین۔ اس خوشی میں رسالہ کا ایک نیا خریدار پیش کرتی ہوں۔

نہایت فخر و خوشی سے یہ اطلاع بھی دیتی ہوں کہ میری چھوٹی بہن بلقیس جمال بنت قاضی محمد قیام الدین صاحب۔ امراؤتی نے امسال ناگپور یونیورسٹی کے۔ ایف۔ اے۔ کے امتحان میں شاندار کامیابی حاصل کی۔ عزیزہ سلمہا یونیورسٹی کی تمام طالبات میں اول رہیں۔ اور زر دعا بانی پانسکر میڈل حاصل کیا۔ اس خوشی میں دو روپے ارسال ہیں۔

عابدہ بیگم مسز ڈاکٹر شریف حسین مقیم امراؤتی

بہنوں کی آگاہی کے لئے یہ خوشخبری لکھتی ہوں کہ میری منجھلی ہمشیرہ سیدہ زمرد خاتون کی شادی شاہ آبادی شیخ محمد رفیق صاحب سکرٹری ڈسٹرکٹ بورڈ آف ایسٹ آبادیزاہ کے ساتھ مورخہ ۱۵ مئی ۱۹۵۴ء کو نہایت [illegible]

[illegible] کریں کہ دولہا بھائی اسم بامسمّیٰ صحیح معنوں میں میری ہمشیرہ کے رفیق حیات ثابت ہوں اور یہ جوڑا ہمیشہ شاد و خرم امن و چین کی زندگی بسر کرے۔ آمین!

گ۔ ن۔ بنت ڈاکٹر شیخ ابوالفضل۔ کپورتھلہ

ناظرین و ناظرات عصمت کو یہ خبر سنکر خوشی ہوگی کہ میرے بڑے بھائی جان سید محمد احمد صاحب سبزواری خدا کے فضل و کرم سے اور ہماری سب کی دعا سے امتحان بی۔ اے۔ میں عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد سے درجہ دوم میں پاس ہو گئے۔ دو روپے کی ناچیز رقم خیرات فنڈ میں ارسال ہے۔

حامدہ سلطان سبزواریہ بھوپال۔

کیا کوئی بہن بتا سکتی ہیں کہ دیوان سعدیؒ فارسی مع ترجمہ کہاں اور کس قیمت پر مل سکتا ہے۔ نئے اور پرانے دونوں کی قیمت مطلوب ہے۔ نیز دیوان جلیل اردو کی بھی ضرورت ہے کوئی واقف کار بہن ملنے کا پتہ اور قیمت سے آگاہ فرمائیں۔ ممنون ہوں گی۔

ب۔ ن۔ آنسہ ابراہیم مدراس

از راہ کرم کوئی بہن انڈے بھرا مرغ پکانے کی ترکیب لکھ کر ممنون فرمائیں۔

بیگم حکیم محمد عزیز خاں صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ میرے سر کے بال کثرت سے گر رہے ہیں۔ بدرنگ ہوتے جاتے ہیں اور قبل از وقت بے حد سفید ہو رہے ہیں درد سر بہت رہتا ہے۔ میں تمام عمر شکرگزار رہوں گی۔ خدا کے لئے اپنے مشورہ سے مستفید فرمائیں۔

خریدار ۱۵۴۴

خریدار نمبر ۱۸۴۹۔ آپ لائم جوس آئل پانچویں چھٹے روز سر میں ڈالا کریں۔ اور عرق شاہترہ ۵ تولہ عرق مارالجبین ۵ تولہ میں شربت عناب ۲ تولہ ملا کر روزانہ صبح پی لیا کریں۔

خریدار نمبر ۸۰۲۷ ثانی۔ آپ ملاحظہ فرمائیں بقدر چار ماشہ کر [illegible] عرق شاہترہ میں [illegible] تولہ [illegible]

روزانہ صبح کھالیا کریں۔

خریدار نمبر ۲۲۳۔ آپ بوقت صبح خمیرہ گاؤزبان عنبری پانچ ماشہ کھاکر اوپر سے عرق گاؤزبان دس تولہ پی لیا کریں۔

خریدار نمبر ۶۰۳۔ تخم خرفہ سیاہ ۶ ماشہ حب الآس ۶ ماشہ۔ بیخ انجبار ۶ ماشہ۔ پانی میں پیس چھان کر شربت نیلوفر ۲ تولہ ملاکر پلائیں اور گرم غذاؤں سے پرہیز رکھیں مثلاً انڈا میتھی۔ گوشت۔ گڑ تیل وغیرہ بالکل نہ کھائیں ٹھنڈی سبز ترکاریاں زیادہ کھائیں خصوصاً خرفہ کا ساگ زیادہ مفید ہوگا۔ کچے گولر بھی اگر ترکاری کے طور پر پکاکر کھائے جائیں تو فائدہ سے خالی نہیں ہیں۔ کھانا کھانے کے بعد ایک چنے برابر کافور گل لینے سے بھی کچھ فائدہ پہونچتا ہے۔

بیگم حکیم محمد عزیز خاں (دستند طبیہ کالج دہلی) جاورہ

خریدار نمبر ۲۲۳ کو معلوم ہو کہ رات کو سوتے ہوئے ایک چھٹانک بالائی اور گیارہ دانے بادام (جو کہ بھگو کر چھیل لئے ہوں) کھالیا کریں۔ اس کے بعد پانی نہ پئیں جب تک آرام نہ ہو جائے۔ آپ اسی کا استعمال کریں۔ انشاء اللہ ضرور فائدہ ہوگا۔

بلقیس سلطانہ۔ لاہور

خریدار نمبر ۶۰۳ کو معلوم ہو کہ آپ کے بھائی کو نکسیر آتی ہے۔ اس کی نہایت مجرب دوا میں آپ کو تحریر کرتی ہوں۔ یہ آزمودہ ہے۔ تالاب کے پانی پر جو کائی جم جاتی ہے وہ اتار لیں اور اپنے بھائی کے سر یعنی تالو پر اور گدی پر رکھیں۔ انشاء اللہ نکسیر فوراً رک جائے گی، اگر اس سے بالکل فائدہ نہ ہو۔ تو اپنے پتے سے اطلاع دیں۔ میں آپ کو ایک اور دوا تحریر کردونگی۔

بلقیس سلطانہ۔ سعدی منزل لاہور

بہن زہرہ خاتون صاحبہ خریدار نمبر ۴۸۰۴ کو معلوم ہو کہ بفا کے لئے سب سے اچھی چیز دہی ہے۔ ہر تیسرے روز غسل کرنے سے ایک گھنٹہ قبل دو پیسہ کا خوکھٹا دہی اپنے سر زمین اچھی طرح بالوں میں لگائیں اور پھر ایک گھنٹہ بعد سر کو خوب اچھی طرح جس صابن سے چاہیں مل کر دھو دیں۔ لیکن پیر سوپ زیادہ اچھا ہے بالوں کے لئے اور اگر ماش کی دال پیس کر سر دھویا جائے تو بہت ہی بہتر ہے اس سے بال گرنا بالکل بند ہو جاتے ہیں۔ اکثر بفا سے بھی بال گرجایا کرتے ہیں۔ لیکن تین روز دہی سر میں لگانے سے خود بخود بہن صاحبہ کو معلوم ہو جائے گا کہ دہی کس قدر فائدہ مند ہے۔ بفا کو دور کرنے اور بالوں کو گرنے سے روکنے کیلئے۔

ان۔ آر بیگم۔ خریدار نمبر ۱۱۳۹

ماہ مئی کے عصمت میں بہن صغرا بیگم سبزواری صاحبہ نے اپنی بھتیجی کا تاریخی نام نکالنے کی خواہش ظاہر کی ہے۔ تاریخی نام صغرا حبیب (۱۳۶۵) اگر پسند ہو تو رکھ لیں۔

خریدار نمبر ۴۵۶ کی خدمت میں عرض ہے۔ کہ آپ اپنی عزیزہ کو افغان اسنو استعمال کرائیں۔ اس طرح پر کہ روزانہ بعد غسل بغلوں میں افغان اسنو آہستہ آہستہ جذب کر دیا کریں۔ انشاء اللہ تعالے یہ شکایت رفع ہو جائے گی۔

ارجمند بانو

محترمہ دختر امین اللہ صاحب قریشی کی خدمت میں عرض ہے کہ محترمہ نذر سجاد حیدر صاحبہ کی تصنیف ثریا کی قیمت ۱۹۳۳ء تک ۱۲ ار تھی۔ اس پتہ سے مل سکتی ہے۔ دفتر اخبار دور جدید لاہور۔

ارجمند بانو آگرہ

مہربانی فرماکر کوئی بھائی یا بہن بذریعہ عصمت مطلع کریں کہ پکے رنگ کہاں ملتے ہیں۔ اور سیاہ رنگ پکا کرنے کی کیا ترکیب ہے۔

ایک ضرورتمند

[illegible] آباد دکن

دوربین

سیاسی افق ہسپانیہ کی خانہ جنگی بدستور زوروں پر ہے۔ جرمنی کے ایک جہاز پر ہوائی جہازوں نے گولے برسائے جس سے بہت سامانی و جانی نقصان ہوا۔ جرمنی نے بدلہ میں ہسپانوی مستحکم مقام المیریا پر آدھ گھنٹہ تک دو سو گولے برسائے جب مقامی توپ خانہ خاموش ہو گیا اور استحکامات منہدم ہو گئے تو جرمنی جہاز واپس چلے گئے۔

فقیر ایپی محسود کے علاقہ میں فرار ہو گیا۔ اس کے غاریں کا غذات کا تھیلا برآمد ہوا ہے لیکن کاغذات پڑھے نہیں جاتے محسران بجان لڑ رہے ہیں۔ وزیریوں نے صلح کی درخواست کی ہے۔ انگریز فقیر ایپی کے حوالہ کئے جانے پر زور دے رہے ہیں۔

اطالیہ کو حبش کے انتظام میں مشکلات کا سامنا ہو رہا ہے۔ وہ کوشش میں ہے کہ نجاشی شاہنشاہ حبش کے بیٹے کو اپنے ماتحت بادشاہ بن جانے پر آمادہ کرلیں مگر شہزادہ کٹھ پتلی بن کر سلطنت کرنے کا خواہش مند نہیں۔ جو سفیر اطالیہ کی جانب سے اسے اس بات پر آمادہ کرنے کے لئے آئے وہ اُن سے نہ ملا اور کہلوا دیا کہ وہ اپنے اس خیال خام کو چھوڑ دیں۔

اس وقت دنیا جنگ کے لئے بری طرح تیار ہے۔ اگر جنگ شروع ہو جائے تو ایک رات بھر میں ۴۸ قوموں میں ۵½ کروڑ مسلح آدمی میدان میں آ کودیں گے۔ اس میں چین کے دس لاکھ لڑاکا شمار نہیں کئے گئے۔ تمام دنیا کی محفوظ و غیر محفوظ سپاہی ۵۴۴۱۲۶۲۸ ہیں۔ سب سے بڑی فوج روس کے پاس ہے۔ ۱۵۴۵۰۰۰ باقاعدہ ـ اور ۱۹۴۹۰۰۰۰ جنگی تربیت یافتہ سپاہی ہیں۔ اطالیہ دوسرے درجہ پر ہے۔ اس کے لشکر میں ۶۲۹۴۴۹۵ سپاہی ہیں۔ برطانیہ پانچویں درجہ پر ہے۔ اس کے پاس ۳۸۴۷۰۸۰ سپاہی ہیں۔ سوئٹزرلینڈ اور کوسٹاریکا کے پاس سب سے چھوٹا لشکر ہے۔ پہلے کے پاس ۳۰۹ سپاہی اور دوسرے کے پاس ۷۳۰ سپاہی ہیں۔ سوئٹزرلینڈ کے پاس ۶ لاکھ جنگی تربیت یافتہ محفوظ سپاہی بھی ہیں۔ امریکہ کے پاس یکم جولائی تک ۱۶۵۰۰۰ سپاہی ہو جائیں گے۔

مفلسی کی بھینٹ گوجرانوالہ ڈسٹرکٹ بورڈ نے تین سال ہوئے اپنے ڈسٹرکٹ انجینئر اور ایک اوورسیر کو برطرف کر دیا۔ بورڈ نے کچھ عرصہ بعد انجینئر کو بحال کر دیا۔ اوورسیر کا اپیل کمشنر نے نامنظور کر دیا۔ اس غریب اوورسیر کا دل ٹوٹ گیا اور چاروں طرف سے مایوسی گھٹا اس پر چھا گئی۔ اس کے ایک بچے نے جس سے وہ بہت محبت کرتا تھا ایک روز اس سے ایک پیسہ مانگا۔ مگر اس کے پاس ایک پیسہ بھی نہ تھا مفلسی کی اس انتہائی کیفیت نے اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا دیا۔ اس نے اپنی بیوی کے نام ایک خط لکھ کے کوٹ کی جیب میں ڈال دیا۔ اور خود گھر واپس نہ آنے کا ارادہ کر کے باہر نکل گیا۔ اگلے دن اس کی لاش نہر سے برآمد ہوئی۔ اس نے ایک بیوہ اور سات بچے اس سانحہ پر آٹھ آٹھ آنسو رونے کے لئے چھوڑے ہیں۔ متوفی ہندو تھا۔

میاں کھانا پکائے ہر کارل لیٹز ایک ویانہ (آسٹریا) کے آدمی نے اپنی ۲۴ سالہ بیوی پر طلاق کا دعویٰ اس بنا پر کیا تھا کہ وہ جب کھیلتی ہے تو مجھے ہی کھانا پکانا اور گھر درست رکھنا اور ہر سالہ لڑکے کی نگرانی کرنا پڑتی ہے۔ بیوی نے عذر کیا تھا کہ میں بھی کھیل کود میں [illegible] ایک

ملاقاتی سے کہا تھا کہ خطا تو خود میاں کی ہے کہ پہلے مجھے فٹ بال کا شوق دلایا کیونکہ وہ فٹ بال کا کھلاڑی ہے۔ جب یہ کھیل میری روح رواں بن گیا تو اب میاں روکتے ہیں۔ اب یہ میرے بس کا روگ نہیں! ۔ عدالت نے شوہر کا مقدمہ خارج کر دیا کہ بیوی کو بھی فٹ بال کھیلنے کا حق حاصل ہے۔

بیوی سے بیرحمی پٹنہ کی ایک عدالت سے ایک ۲۰ سالہ مسلمان کو تین ماہ قید سخت اور ۵۰ روپے جرمانہ کی سزا ہوئی اس کی بیوی اور میاں میں جھگڑا رہتا تھا۔ اس پر اس نے اسے طلاق دیدی۔ بیوی نے مہر مانگا شوہر نے انکار کیا اور ایک کورے کاغذ پر رسید کے طور پر اس کا انگوٹھا لگوانا چاہا۔ اس کے انکار پر اس نے اسے باندھ کر کفگیر گرم کر کے اس کے بدن پر آٹھ جگہ داغ لگائے۔ جب اس کا باپ آیا تو اپنے داماد کی اس بدسلوکی کی خبر ہوئی۔ اس نے دعویٰ کر دیا۔ شوہر نے جواب میں کہا کہ مقدمہ جھوٹا ہے اور طلاق حاصل کرنے کے لئے ناجائز دباؤ ڈالا گیا ہے۔

ممبرانِ اسمبلی کی تنخواہیں پنجاب میں یہ تجویز اسمبلی کے سامنے پیش ہونے والی ہے جو یقیناً منظور ہو جائے گی۔ کہ آئندہ ہر ممبر کو ڈیڑھ ہزار روپیہ سالانہ تنخواہ ملا کرے اور آنے جانے کا سفر خرچ اوّل درجہ کا ۱½ کرایہ ہوگا۔ سب کمیٹیوں کے اجلاس میں بدستور سابق بارہ روپے روزانہ ملا کریں گے وہ اس تنخواہ سے جداگانہ ہوں گے۔ اس طریقہ سے پہلے کے مقابلہ میں ۲½ لاکھ روپے سالانہ زیادہ خرچ ہوا کرے گا۔ اگر کوئی ممبر جلسہ میں حاضر نہ ہوگا تو دس روپے روزانہ کے حساب سے تنخواہ کٹ جایا کرے گی۔ سال بھر میں صرف ستر اجلاس ہونگے۔ اس سے معلوم ہوگا کہ تنخواہ سے ممبروں کو کتنا زیادہ فائدہ ہے۔ اگر کوئی ممبر سال بھر غیر حاضر رہے تو آٹھ سو روپے کے قریب تو بھی اسے مل جایا کریں گے۔

اسمبلی کی سرکاری زبان انگریزی ہوگی۔ مگر ہندوستانی زبانوں میں صرف اردو اور پنجابی شامل ہوگی۔ ممبران ان تینوں میں سے جس زبان میں چاہیں تقریر کر سکیں گے۔

نئے مجوزہ قانون پنجاب اسمبلی کے سامنے میاں عبدالعزیز نے دو مسودات قانون پیش کئے ہیں۔ ایک میں اس کا انتظام کیا گیا ہے کہ عورت کو شوہر سے پیچھا چھڑانے کے لئے مذہب تبدیل کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔ اب تک یہ ہوتا تھا کہ مسلمان عورت مرتد ہوئی اور نکاح ٹوٹا۔ اب وہ باقاعدہ طلاق لے سکے گی۔ دوسرے مسودہ کی رو سے شادی بیاہ طلاق تبنیت ولایت نابالغی وصیت ہبہ تقسیم وغیرہ کے معاملات میں ہندو دھرم شاستر کے اور مسلمان شریعت کے پابند ہونگے۔ جہاں شاستر یا شرع خاموش ہوگی وہاں مقبول و منصفانہ رواج کی پابندی جائز بھی جائے گی۔

مرکزی اسمبلی میں سر محمد یعقوب نے ایک مسودہ پیش کیا ہے کہ بے آل و اولاد اور بے وصیت مرجانے والے مسلمان کی جائداد بحق سرکار ضبط نہ ہوا کرے بلکہ مسلمان قوم کو مل جانی چاہئے۔ کیونکہ شرع کی رو سے ایسے مال کا وارث بیت المال ہے۔ جس سے اسلامی کام جاری رہتے ہیں۔ جہاں بیت المال نہ ہو وہاں ایسی جائدادیں اسلامی انجمنوں کو مل جایا کریں۔

تاروں کا جھمیلا لکھنؤ میں عید غدیر کے موقع پر شیعہ سنیوں میں بلوہ ہو گیا۔ شیعہ ۱۸ ربیع الاوّل کو اس بات کا جشن منا رہے تھے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت علیؓ کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ [illegible]

[illegible]

[illegible] ہندوستان بھر کے سوا پنجاب اور بہار کے ذریعہ ملکوں میں حکومت نے اردو کے استعمال کی اجازت دی ہوئی ہے اور جہاں جہاں پنجابی، بنگالی وغیرہ اور دو اور کئی مقامی رسم الخط دونوں میں تحریر کئے جایا کریں گے [illegible] میں ہندی اور گجراتی جاری رہے گی۔

[illegible] میں ایک استاد بچوں کو سبق پڑھا رہا تھا کہ بجلی گری مدرس اور آٹھ بچے ہلاک ہو گئے۔ [illegible] سخت [illegible] ہوئے۔ اس روز باد و باراں کا سخت طوفان آ رہا تھا۔

امریکہ کا نہایت مالدار شخص مسٹر راک فیلر ۹۷ سال کی عمر میں مر گیا۔ وہ چھوٹی حیثیت سے بڑھ کے مٹی کے تیل کا [illegible] بن گیا اور اس کی دولت کا اندازہ نہیں کیا جا سکا۔ وہ ساری عمر خیراتی کاموں میں بڑی بڑی رقمیں خرچ کرتا رہا۔ [illegible] یونیورسٹی اور تحقیق امراض کا انسٹیٹیوٹ اس نے قائم کئے۔ موسمی اور زرد بخاروں کے علاج وغیرہ کے سلسلہ میں اس نے بڑے بڑے عطیے دئے۔

حکومت برطانیہ کے شاہی خاندان نے ڈیوک آف ونڈسر سابق شاہ ایڈورڈ کو ایک لاکھ پونڈ کی رقم دیدی ہے۔ اگر وہ اپنی بیوی سے پہلے فوت ہو جائیں تو ان کی آمدنی ان کی بیوی کو ملتی رہے گی۔ ڈیوک کی کل آمدنی ۲۰ ہزار پونڈ سالانہ ہوگی اس میں ان جائدادوں کی آمدنی بھی شامل ہے جو ملکہ وکٹوریہ سے انہیں ملی۔ ان کی آمدنی ۱۵ ہزار پونڈ سالانہ ہے۔ اپنے مرنے کی حالت میں وہ اس آمدنی کو بھی اپنی بیوی کے لئے مخصوص کر سکتے ہیں۔ سرکاری طور پر یہ بھی اعلان ہوا ہے کہ ہز رائل ہائنس اور ڈیوک کا خطاب ذاتی ہے۔ یہ خطابات ان کی بیوی پر حاوی نہ ہوں گے۔

امریکہ میں ایک ۱۷ سالہ لڑکی نے ایک ۷۰ سالہ مرد سے جو پانچ بچوں کا باپ ہے اور جس کی پہلی بیوی نے طلاق لے لی ہے شادی کی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ مجھے اس سے کیا غرض کہ اس نے پہلے کیا کیا۔ میں تو اسی سے شادی کرنا چاہتی تھی

ضلع مراد آباد کے ایک گاؤں میں ایک سات سالہ برہمن لڑکا مدرسہ سے آیا۔ ماں نے ابھی روٹی پکائی نہ تھی۔ وہ [illegible] سے بے قرار ہو رہا تھا۔ ماں نے کہا کہ اندر ہنڈیا میں سے لڈو نکال کر کھا لے۔ اس نے لڈو نکال کے جھٹ منہ میں کو لیا اور منہ چلانا شروع کر دیا۔ یکایک وہ منہ پیٹنے اور چلانے لگا۔ ماں نے دیکھا تو منہ اور تالو میں چیونٹیاں ہیں۔ پانی [illegible] سے بہتیرا حلق صاف کرنا چاہا لیکن بے سود بچہ تھوڑی دیر بعد مر گیا چیونٹیاں لال ہونگی۔

دہلی یونیورسٹی سے اس سال ۱۰ لڑکیاں بی۔ اے اور ایک لڑکی بی ایس سی ہوئی ہے۔ بی اے میں ایک [illegible] سالہ لڑکی برابر کے نمبر حاصل کر کے اول آئی ہیں اور ایک لڑکی تیسرے نمبر پر آئی ہے۔ بی اے [illegible] میں سے [illegible] پاس ہوئے کوئی اول درجہ میں نہیں آیا۔ بی ایس سی میں ایک مسلمان اول آیا [illegible] ہوا ہے۔

[illegible] میں ایک مسلمان نے ایک سکھ برادر کو مار ڈالا۔ [illegible]
[illegible] تھی۔

[illegible] کھانے	ترکی [illegible] کھانے	ایرانی [illegible] کھانے	بنگالی [illegible]	انگریزی [illegible] مدراسی کھانے
[illegible] کھانے	تنبیر نفیس کھانے	[illegible]	عمدہ عمدہ کھانے	دلی اور لکھنؤ کے کھانے
[illegible] کھانے				پشاوری اور سندھی کھانے

سینکڑوں قسم کے کھانے تیار کرنے کی اردو زبان میں منظر کتاب

عصمتی دسترخوان حصہ اول

[illegible]

فہرست [illegible]

[illegible] اس کتاب کا [illegible] [illegible]

[illegible] ہندوستان [illegible] زبان میں [illegible] کتاب [illegible]

[illegible] سال میں ہاتھوں ہاتھ تین ایڈیشن نکل گئے۔ یہ کتاب [illegible] قدر [illegible]

[illegible] لیکن اس سے ہر شخص اس سے فائدہ اٹھا سکے صرف دو روپیہ قیمت تھی

اب دو روپیہ چار آنہ ہے۔ [illegible] زیادہ رنگین [illegible] جاتی ہے۔

منیجر رسالہ عصمت، کوچہ چیلان دہلی

عصمتی دسترخوان کے اصول پر عصمتی کن ہی ل

یہ کتابیں بھی شائع کی گئی ہیں!

[illegible] ہاتھوں ہاتھ [illegible]

عصمتی بند کلیا [illegible]

[illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible] کھانے [illegible]

[illegible] کتاب [illegible] [illegible] کی شادی [illegible] لڑکیاں یہ کتاب [illegible]

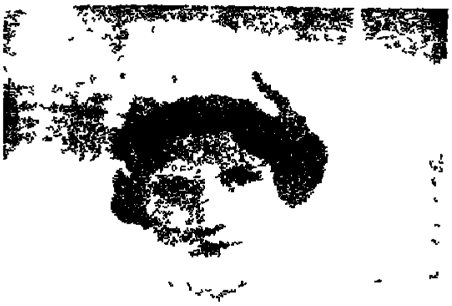
مشرقی مغربی کھانے [illegible]


THE ISMAT, DELHI.
عصمت
شریف ہندوستانی بیبیوں کیلئے
پاکیزہ خیالات علمی و ادبی مضامین اور
مفید معلومات کا ماہوار ذخیرہ
ستمبر
۱۹۳۷
چندہ سالانہ ۱لسم
خاص ۱۳ روپیہ
چندہ سالانہ
چار روپیہ

[illegible]

[illegible]

[illegible]





رسالہ عصمت دہلی

تیسواں سال | بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۷ء سنہ عیسوی | جلد ۵۹ نمبر ۳

فہرست مضامین

چندہ سالانہ مع محصول ڈاک چار روپے للعہ پیشگی ممالک غیر سے دس شلنگ

قسم خاص (آرٹ کاغذ کا ایڈیشن) دس روپے۔ رؤسا سے پچیس روپے، اولیان ریاست سے سو روپے۔ ممالک غیر سے ایک پونڈ۔ فی پرچہ ایک روپیہ

رسالہ عصمت۔ ہندوستان کے بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں پر میسرز اے ایچ دھیلر کے بک سٹال پر بھی ۵ر میں ملتا ہے۔

باہتمام امین مولوی محمد امان الرحمن پرنٹر و پبلشر محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپا

دان والی اماں

از حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ۔

دلی کی خاک سے جو باکمال اُٹھے اور جن کی زندگی کو وقت نے سرآنکھوں پر جگہ دی وہ آج وطن کی خاک میں آرام کر رہے ہیں۔ یہ گو ابدی نیند سو چکے مگر شہرت اس وقت بھی ان کے نام کا ڈنکا بجا رہی ہے ان میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی لیکن اس مجلس میں مرد ہی مرد نظر آرہے ہیں عورتوں کا کہیں نشان نہیں پیاری بچیوں پردے کے پیچھے دیکھو تمہاری نانی دادیوں کا گروہ مردوں سے بڑھ چڑھ کر کام کرتا ہوا دکھائی دے گا ان کے جگمگاتے چہرے اور نورانی صورتیں تم کو بتائیں گی۔ کہ اس صدی کی ابتدا میں اسلامی معاشرت کیسے کیسے پھولوں سے مہک رہی ہے۔ مسلمان لڑکیاں اپنے بہت سے جواہر گنوا چکیں مگر ابھی وقت ہے کہ قدامت کے اس چمن سے جہاں میں بناتی بچیوں کو لے جا رہا ہوں وہ کچھ پھول چُن لیں لیکن وہ پھول جن کے ساتھ بو بھی ہو۔ اور برابر کے بیٹھنے والے کو بھی مہکا دیں وہ نہیں جو صرف مانگ کو سجا دیں۔

پیاری بچیوں غور سے دیکھنا یہ اس وقت کی دھندلی سی تصویریں ہیں جس کو آج کی دنیا دور جہالت بتا رہی ہے۔ بے شک نہیں یہ موجودہ علوم سے محروم ہیں۔ لیکن ان کے سینے کلام الٰہی سے آراستہ اور ان کی زندگیاں ہمدردی میں ڈوب رہی ہیں۔ احکام الٰہی اور ارشاد نبوی کے دریا ان کی زبانوں سے جاری ہیں اور یہ وہ ہیں جو مرنے کے بعد بھی زندہ رہیں گی۔

لو بچیوں دیکھو غدر ۵۷ء کو دس سال سے زیادہ ہو گئے سونے چونے والیاں خاک میں مل چکیں جن گھروں پر ہاتھی جھومتے تھے وہاں گدھوں کے ہل پھر گئے تخت و تاج کے مدعی دو دو دانوں کو محتاج پھر رہے ہیں پہاڑ گنج کے پاس قاری امیر علی کی گلی میں جس کا آج نام و نشان بھی نہیں محمدی بیگم اور ان کے شوہر شہزادہ سلطان مرزا رہتے ہیں محمدی بیگم بادشاہ کی قریبی عزیز ہیں۔ اور اکیاون روپے کے قریب سرکار سے ماہوار وظیفہ ملتا ہے دونوں میاں بیوی اطمینان سے گذارہ کر رہے ہیں۔

گو غدر کی مصیبتیں بہت کچھ کم ہو گئیں ہیں۔ مگر ایک ایسا انقلاب پیدا ہو گیا ہے جو انسانی آنکھوں نے اس سے پہلے بہت ہی کم دیکھا ہوگا۔ شہزادے اور شہزادیاں بھیک مانگتے پھر رہے ہیں۔ اور روٹی نصیب نہیں ہوتی ان کے ساتھ جہان آباد کے اور شرفا بھی شامل ہیں جو غدر کے مارے ہیں۔ کل راج کر رہے تھے اور آج ٹکڑے ٹکڑے کو محتاج ہیں محمدی بیگم مرحومہ اور اُن کے شوہر شہزادے نہیں فقیر تھے اور صرف اس لئے زندہ تھے کہ خلق اللہ کی خدمت کریں میرے جد امجد کی شاگرد تھیں۔ اور ہر جمعہ کو وعظ فرماتی تھیں ایک جمعرات کو مجھے اُن کے ہاں سونے کا اتفاق ہوا اس وقت

میری عمر دس گیارہ سال کی ہوگی ۔

میں آج بھی تمنا رکھتا ہوں کہ یہ رات زندگی میں ایک دفعہ اور دیکھ لوں اور صحبتِ شب کا لطف اُٹھاؤں مگر وہ رات دوبارہ نصیب نہ ہوئی اور نہ اُمید ہے کہ وہ ٹکھڑے اب دکھائی دیں گے اور ان پھولوں کی خوشبو سے اب دماغ معطر ہوگا۔

مغرب کے بعد دسترخوان بچھا اس وقت کے بچاس آج کے پانچ سو سے زیادہ تھے کھانا معمولی تھا دال سالن اور روٹی مگر دسترخوان پر پندرہ بیس آدمیوں سے کم نہ ہونگے ان میں محلہ کے اکثر غریب تھے رانڈیں تھیں یتیم تھے اور ایک مفلوج بھی محمدی بیگم مرحومہ کے ہاں کوئی ماما نہ تھی۔ وہ خود پکاتی تھیں اور جس وقت لوگ کھانا کھاتے تھے اپنے ہاتھ سے گرم گرم روٹی پکاتی اور کھلاتی تھیں۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد محمدی بیگم نے خود کھانا نہیں کھایا۔ تھوڑی دیر بعد ایک عورت اور اُس کا چھ سات برس کا بچہ آئے یتیم بچہ اور اس کی ماں کھانا کھاتے اور دعائیں دیتے جاتے تھے۔

اب محمدی بیگم خود کھانا کھانے بیٹھیں ایک معمولی سی رکابی میں روٹیاں اور دال تھی کھا ہی رہی تھیں کہ ایک عورت گھبرائی ہوئی آئی اور کہنے لگی "اماں بچہ کسی عنوان نہیں ہوتا۔ پیسہ پاس نہیں دائی کو کہاں سے بلاؤں۔ ذرا چلی چلئے بچی تڑپ رہی ہے"

اتنا سنتے ہی محمدی بیگم روٹی چھوڑ برقع سر پر ڈال اس کے ساتھ ہولیں۔ اور گھنٹہ سوا گھنٹہ میں ہنستی ہوئی آئیں اور فرمانے لگیں "مولوی صاحب الحمد اللہ اُس کے ہاں لڑکا ہوا۔ کم بخت رانڈ ہے۔ اب میں ان بچاریوں کے واسطے دائی بھی بن جاتی ہوں"

عشا کے بعد دونوں میاں بیوی اور مولوی صاحب باتیں کر رہے تھے۔ اور بحث کلام اللہ کی کسی آیت پر تھی خدا معلوم میری نیند اُس روز کیوں اُڑ گئی تھی بارہ ایک بجا ہوگا، اور یہ سب باتوں میں مصروف تھے کہ ایک عورت روتی ہوئی آئی اس کی گود میں بچہ تھا۔

اس نے دروازے ہی میں سے چیخ کر کہا دان والی اماں دیکھئے تو سہی بچہ کو دورہ پر دورہ اُٹھ رہا ہے۔ محمدی بیگم مرحومہ نے بچہ کو غور سے دیکھا اور چھچہ میں ایک گولی گھول کر دی تھوڑی دیر بعد دورے موقوف ہوگئے اور عورت ہنستی ہوئی چلی گئی۔

محمدی بیگم اپنی تنخواہ میں دس روپیہ ماہوار جمع کرتی تھیں اور جب محلہ میں کسی لڑکی کا نکاح ہوتا تھا تو پانچ برتن اور تین جوڑے دُلہن کو دیتی تھیں اس واسطے وہ دان والی اماں کے نام سے مشہور تھیں۔ اصلی پہاڑ گنج کی اینٹ سے اینٹ بج گئی مگر آج بھی جب وہ محلہ اُجڑ گیا، اور وہ لوگ فنا ہو چکے دان والی اماں کا نام بچہ بچہ کی زبان پر ہے ۔

بنات ۱۹۳۳ء

استخارہ

استخارہ کے معنی ہیں طلب خیر کرنا یعنی بہتری چاہنا اور دین دنیا کے اہم کاموں کا ارادہ رکھنے والے کے لئے دل کی تقویت حاصل کرنے اور صحیح فیصلہ کرنے کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ وہ اپنے اس کام میں اس قادر مطلق اور عالم و دانا سے مدد کا طالب ہو جس کے قبضۂ قدرت میں کائنات کی ہر چیز شامل ہے اور جس کی نظر سے دنیا کا کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں۔ انسان پر دنیا میں ہزاروں وقت ایسے آتے ہیں اور ایسے مرحلے درپیش ہوتے ہیں جن میں اس کی محدود عقل کام نہیں کرتی کہ کونسا راستہ اختیار کرے کبھی کسی سے صلاح لیتا ہے کبھی کسی سے مشورہ کرتا ہے کبھی ایک کی بات پر دل ٹھکتا ہے کبھی دوسرے کی تدبیر پسند آتی ہے غرض ہر وقت طبیعت ڈانواں ڈول رہتی ہے آج کل کے زمانے میں ایسے خدا کے نیک بندے بھی کم نظر آتے ہیں جو سچے دل سے دوسرے کی بہتری کو پیش نظر رکھ کر اس کے کام میں غور و فکر کریں اور اس کو بے لاگ رائے دیں اور اگر کسی کو خوش قسمتی سے ایسا صلاح کار مل بھی جائے تو یہ بھی ممکن ہے کہ اسے اس کام کا تجربہ نہ ہوا ور وہ خود کوئی اچھی رائے دینے سے قاصر ہو۔ غرض ان حالتوں میں جب انسان آخری فیصلہ کرنے کو پریشان ہو اور کوئی ذمہ داری تنہا اپنے اوپر لیتے ہوئے اس کا دل ہچکچائے تو اسے چاہیئے کہ عشاء یا ظہر کو یا جو سکون کا وقت میسر آسکے اس میں وضو کرکے دو رکعت نفل پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعائے استخارہ پڑھے جو اکثر قاعدہ بغدادی کے آخر میں یا نماز کی کتاب میں مل جاتی ہے۔ ورنہ پھر یوں ہی دعا مانگے کہ "الٰہی اس پریشانی میں میری مدد فرما۔ مجھے اپنے اچھے برے کی کچھ خبر نہیں تو ہر بات کا جاننے والا ہے اور تیری مرضی سب سے بہتر ہے اگر یہ کام میرے حق میں اچھا ہے اور اس میں دین دنیا کی کسی طرح کی برائی نہیں تو میرا دل اس پر مضبوط کردے اور اگر اس کا نتیجہ کسی طرح سے بھی برا ہو، تو خدایا مجھے اس سے باز رکھ اور ہر مصیبت سے بچا۔ آمین"۔ اس کے بعد وہیں جا نماز پر قبلے کی طرف سر کرکے دہنی کروٹ سے لیٹ جائے (یعنی سیدھا ہاتھ نیچے رہے) اور اپنے مقصد پر خیال جمائے ہوئے سو رہے۔ سو کر اٹھنے کے بعد جو خیال دل میں قائم ہو اس پر عمل کرے۔ اگر وہ کام خدا کو منظور ہوگا تو ہر قسم کے وسوسے اور پریشانیاں دور ہو جائیں گی۔ کوئی کھٹکا باقی نہ رہے گا اور ایسا معلوم ہوگا۔ گویا ہمارے ارادے کے پورا ہونے میں کچھ دقت ہی نہیں ہے۔ بلکہ سب ہوا ہوایا رکھا ہے۔ اور اگر نہیں ہونا ہوگا تو وہ خیال اس طرح دل سے نکل جائے گا گویا کبھی اس کا ارادہ ہی نہیں کیا تھا۔ اس حالت کو عموماً استخارہ منع آنا کہتے ہیں کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کچھ تذبذب کی حالت رہتی ہے یا نیند ہی نہیں آتی اور خیالات کی الجھن کہیں سے کہیں پہونچا دیتی ہے کبھی ایک بیقراری سی ہوتی ہے کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے اور اس میں نیند اتنی ہلکی رہتی ہے کہ کسی ذرا سی آہٹ سے بھی آنکھ کھل کر دماغ پریشان ہو جاتا ہے۔ ایسی سب حالتوں میں پھر کرنا چاہیئے۔ لیکن اسی دن نہیں کر سکتے دوسرے تیسرے دن یا جب چاہیں کر سکتے ہیں مگر ایک بات کے لئے تین دفعہ سے زیادہ نہیں کرنا چاہیئے اور گویا یہ بھی ممانعت ہی کی ایک صورت ہے کہ بار بار استخارہ کرنے پر بھی دل کی الجھن نہ مٹے۔ کسی دین کے کام کے لئے مثلاً حج کو جانے یا کسی کو کچھ دینے۔ کسی عزیز کی پرورش کا بار اپنے ذمے لینے کے لئے بھی استخارہ کرنا اچھا ہے لیکن اس میں کرنے نہ کرنے کا سوال نہیں ہوتا بلکہ یہ کہ اس کام کو ابھی شروع کیا جائے یا ٹھیر کر۔ مثلاً حج کے لئے یہ کہ اس سال جانا چاہیئے یا پھر کبھی۔ غرض یہ کہ کوئی بھی اہم بات ہو اس کے لئے استخارہ کرنے سے بہت بڑی ہدایت مل جاتی ہے اور دل کو بڑی تقویت حاصل ہوتی ہے۔ میں نے اپنی زندگی کے نازک سے نازک موقعوں پر استخارہ کیا ہے اور عجیب حیرت انگیز طور پر پریشانیوں سے نجات پائی ہے۔ بعض لوگ استخارے کا نام سن کر کہتے ہیں کہ یہ تو اہل شیعہ کا طریقہ ہے اہل سنت کو اس سے کیا واسطہ مگر یہ

خیال ٹھیک نہیں مذہبًا استخارہ ہمارے یہاں بھی ہے اور ان کے یہاں بھی۔ لیکن اُن کا طریقہ اس سے بالکل مختلف ہے اور جو لوگ اس کے زیادہ پابند ہیں وہ کوئی معمولی سے معمولی کام بھی بغیر استخارہ کے نہیں کرتے مگر ہم لوگ صرف خاص خاص باتوں میں کرتے ہیں جن میں انسانی عقل ٹھیک فیصلہ کرنے سے عاجز ہو۔

و-۱

دُعائے باراں

ہم گنہگاروں پہ رحمت کر کریم و کردگار
کر چکا غرقِ ندامت تیری خاطر کا غبار

واسطہ اپنے حبیبِ پاک کا بحرِ کرم
ابتو برسا دے کہ ہے جانِ حزیں اب بیقرار

قحطِ نان و قحطِ باراں مار ڈالے گا ہمیں
پانی پانی ہیں ندامت سے یہ رندِ میگسار

کثرتِ عصیاں سے آ ہیں ٹھوکریں کھا کر پھریں
اے خدا۔ بابِ اجابت تک نہیں ہے انکو بار

مل گئے ہیں۔ خاک میں ہم نامرادی کے سبب
اپنی بداعمالیوں سے ہیں بہت کچھ خوار و زار

گرمی کے مارے پھُکے جاتے ہیں بچے پھول سے
جوشِ وحشت سے ہیں اپنے جیب و دامن تار تار

بچیاں بے آب و ناں جس طرح مرجھائی کلی
دیکھ لے برگِ خزاں دیدہ کی صورت ہیں عذار

بھوک سے مرجھا چلے ہیں نونہالانِ چمن
پیٹ بھر کر رزق ملتا ہی نہیں پروردگار

سوکھ کر کانٹا ہوئے سب ناتوان و پیرِ زال
جس کو دیکھو ہے وہی افلاس کا پیہم شکار

جنکے دروازے سے سائل خالی پھرتا ہی نہ تھا
ہاتھ پھیلائے وہ بیٹھے ہیں سرِ ہر رہگذار

بارشِ رحمت سے اب سیراب کر بحرِ کرم
بھر دے پھر جل تھل کہ ہیں اب جاں کنی میں کاشتکار

سارا ساون سوکھا کا سوکھا ہی گذرا اس برس
ایک قطرہ کو نہ ٹھہری چشمِ گردوں اشکبار

ابتو برسا دے فلک سے ابرِ رحمت اے خدا
سب کہیں برسا چھما چھم پھر وہ ابرِ نو بہار

آغا شاعر دہلوی

غذا اور مطالعہ کے اوقات

بظاہر یہ ایک نہایت معمولی عنوان معلوم ہوتا ہے لیکن افسوس ہے کہ جن ضروری باتوں کو ہم ادنےٰ اور معمولی تصور کرتے ہیں اکثر انکی ضرورت اور حقیقی اہمیت کو لاعلمی یا لاپرواہی کے باعث فراموش یا نظرانداز کر جاتے ہیں اور انکے نقصانات کی زد سے ہم قدرتاً محفوظ نہیں رہ سکتے یہ دوسری بات ہے کہ وہ نقصانات بعیدالوقوع اسباب کی وجہ سے کسی اور طرف محمول کر لئے جائیں۔

ہمارے ملک میں عام تعلیم ہی برائے نام ہے اور جو کچھ ہے وہ بالکل غیر علمی اور قطعی طور پر غیر مفید تو پھر کسی خاص شعبہ کی عمدہ تعلیم کا تو ذکر ہی کیا ہے اور پھر عام پبلک سے تو اس کے مبادیات کے جاننے کی بھی توقع رکھنا بالکل فضول ہے۔

میں مانتی ہوں کہ عنوان بالا بظاہر بالکل معمولی سی روزمرہ کی بات ہے لیکن میں یہ بھی نہیں مانتی کہ اس پر عوام کا روزمرہ کا عمل بھی از روئے علم حفظان صحت درست ہے اور سچ پوچھئے تو جاہل عوام تو بیچارے مفت میں بدنام ہیں میں نے تو پڑھے لکھے لوگوں کو بھی اس پر صحیح طریقے پر عمل کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

غذا اور مطالعہ کے اوقات کے لئے پہلے مختصر طور پر مجھے یہ بتا دینے کی ضرورت ہے کہ غذا اور مطالعہ نظام جسمانی پر کیا اثر ڈالتے اور تغیر پیدا کرتے ہیں ہضم غذا اور مطالعہ دونوں جسم کے مخصوص اور متعلقہ اعضاء کی ایک طرح کی ورزش تصور کیجا سکتی ہے غذا کے پہلے ہی لقمہ سے منہ کے اندر ہی فعل شروع ہو جاتا ہے بلکہ غذا کے وقت غذا کے تصور ہی سے معدہ کی ورزش شروع ہو جاتی ہے اسی لئے اُسوقت اگر ذرا دیر ہو جائے تو گاہے بیتابی کی نوبت آجاتی ہے اور جب غذا معدہ میں پہونچتی ہے تو معدہ کی اندرونی سطح سے ایک طرح کی ہاضم رطوبت مترشح ہونے لگتی ہے جو غذا کے ساتھ ملکر اُسکے متیز اجزاء کے ہضم ہونے میں مدد دیتی ہے یہاں غور کرنیکی بات یہ ہے کہ معدہ کی سطح سے رطوبت ہاضمہ کے ترشح کے لئے نہایت ضروری بلکہ لازمی ہے کہ معدے کی ساخت میں خون زیادہ مقدار میں پہونچے اور خون زیادہ مقدار میں تب ہی وہاں پہونچیگا کہ جب دوسرے اعضاء کی طرف کم جائیگا۔ اور معدے کی طرف دوران خون تیزی کے ساتھ ہوگا۔

اب مطالعہ کو لیجئے آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ یہ بھی ایک طرح کی دماغی ورزش ہے مطالعہ کے بعد دماغی تکان سے بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ دماغی ورزش ہے ورزش خواہ تمام جسم کی ہو یا کسی ایک عضو کی اس کا قاعدہ ہے کہ اس سے دوران خون تیز ہو جاتا ہے چنانچہ ورزش کرنیوالے خوب جانتے ہیں کہ ورزش کے وقت جسم میں خوب گرمی پیدا ہو جاتی ہے اور پسینہ خارج ہونے لگتا ہے یہ دونوں باتیں دوران خون کی تیز گردش کا نتیجہ ہیں۔ اسی طرح مطالعہ کے وقت دماغ میں دوران خون تیز ہونے لگتا ہے گویا دماغ کی طرف خون زیادہ مقدار میں جاتا ہے۔

اب یہاں یہ بات صاف سمجھ میں آجائیگی کہ غذا اور مطالعہ کے اوقات کے درمیان حفظان صحت کے اعتبار سے وقفہ ہونا چاہئے کیونکہ اگر دونوں کام ایک ہی وقت میں کئے جائینگے تو مطالعہ کی وجہ سے دماغ میں خون زیادہ جائیگا اور معدہ کو خون کم مقدار میں ملیگا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ رطوبت ہاضم کم مقدار میں مترشح ہوگی اور ہاضمہ ناقص رہیگا۔ لہذا معلوم ہوا کہ حفظان صحت کی رو سے کھانا کھاتے وقت مطالعہ قطعی نہیں کرنا چاہئے بلکہ اگر کھانا کھانیکے بعد بھی گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بالکل آرام کیا جائے

بیگم حکیم محمد عزیز خاں۔ جاورہ

تہذیبِ ملاقات

میل جول اور تبادلۂ خیالات ہمارے لئے بیحد ضروری باتیں ہیں۔ اگر ان سے قطع نظر کر لی جائے اور ہر شخص سوسائٹی سے علیحدہ زندگی بسر کرنے کو ترجیح دینے لگے تو تہذیب ملاقات کو وہ بالکل فراموش کر سکتا ہے۔ مردوں میں چونکہ بیحد آزادی اور بے تکلفی کو دخل ہوتا ہے اور ان کے ملنے ملانے میں کوئی حارج نہیں ہوتا اس لئے بچہ بچہ آداب ملاقات اور میل جول کے اصول سے واقف ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ محض اَن پڑھ جاہل مرد بھی آداب ملاقات ہماری بیشتر تعلیم یافتہ بہنوں سے زیادہ جانتا ہے لیکن اس میں ان کا کوئی قصور نہیں بچپن سے ہوش سنبھالنے تک سوائے اپنے خاندان کے لوگوں کے اور کسی سے ملنے ملانے کا اتفاق ہی نہیں ہوتا۔ جو بہت ہی زیادہ دقیانوسی رسم و رواج کے پابند گھرانے ہیں وہاں ہوش سنبھالتے ہی لڑکیوں کو پردہ کی قید و بند میں ڈال دیا جاتا ہے۔ لیکن آنا جانا۔ یا غیر خاندان سے ملنے دینا ناممکن ہے لہذا وہ آداب ملاقات کے اصول سے بے بہرہ ہونے کے علاوہ لوگوں کی صورت سے خائف ہو جاتی ہیں۔ اگر اتفاق سے انہیں اجنبی خواتین سے ملاقات کرنی پڑتی ہے تو وہ عجیب و غریب حرکتیں کرنے لگتی ہیں۔ بعض گھرانوں میں دیکھا گیا ہے۔ کہ اتفاق سے اگر کوئی انجان خاتون لڑکیوں کے جمگھٹے میں بھٹکتی آگئیں تو وہ سب کی سب بھیڑ کے گلوں کی طرح پتہ توڑ بھاگ جاتی ہیں۔ اتنی بھی تہذیب انہیں نہیں سکھائی جاتی کہ کم از کم سلام اور مزاج پرسی تو کر لیں۔ علاوہ ازیں اگر بزرگوں کی حکم سے کسی سے تعارف بھی کرا دیا گیا تو اس وقت بھی نادانی سے اُنہیں خوش خلقی سے ملنے اور مہذب گفتگو کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ دراصل اس میں بیچاری لڑکیوں کا کوئی قصور نہیں۔ انہیں تو شروع سے اس کی تعلیم دینی چاہیئے کہ اس طرح ملتی جلتی رہو۔ فلاں امر تہذیب کے خلاف یا فلاں بات وحشیانہ ہے۔ اس کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ صغرسنی سے لڑکیوں کو سب سے ملائیں اور آداب ملاقات کی تعلیم دیں۔

جن گھرانوں میں مزید پردے کی پابندیاں نہیں۔ وہاں بھی لڑکیوں کو اسی غیر تربیت اصول کے زیر تحت آداب ملاقات سے محض نابلد دیکھا گیا ہے۔ اس کی وجہ بھی وہی ہے کہ پردے کی سختیاں تو اُٹھالی گئی ہیں مگر اخلاق کی تعلیم نہیں دی گئی ہے۔ سوائے اس کے کہ اسکول یا کالجوں میں گئیں۔ اپنے اسباق طوطے کی طرح رٹ لئے۔ اور ہر سال امتحان دیتی ہیں والدین کے لئے یہی کامیابی کیا کم رہی کہ لڑکیاں لڑکوں سے زیادہ دل لگا کر پڑھنے کی وجہ سے اس قدر فیل نہیں ہوتیں وہ ہر سال ایک ایک کلاس میں ترقی ہوتی گئی۔ اخلاق چاہے کیسے ہی بدتر کیوں نہ ہوں۔ مگر دل کے خوش کرنے کو یہ خیال کافی ہے کہ میری لڑکی ڈگری یافتہ ہے۔

خود لڑکیوں کی یہ حالت ہے کہ اپنی خامیوں کو سمجھتیں نہیں اور کیونکر سمجھیں جبکہ ان کو پڑھائی سے فرصت ہی نہیں۔ امتحان

ایسی تعلیم یافتہ لڑکیوں سے خود مرعوب ہوتی ہیں پھر انہیں صحیح اصول سکھائے کون۔ پڑھنے لکھنے سے اتنا وقت نہیں نکلتا کہ ادھر اُدھر سیر و تفریح کو جائیں۔ اور مہذب سوسائٹی سے میل ملاپ کا طریقہ سیکھیں۔ اسکول میں ٹیچروں سے ادب جس طرح ملحوظ رکھنا سکھایا جاتا ہے۔ اگر اسی طرح دوسرے بڑوں سے ادب سے ملنا۔ اور چھوٹوں کے لحاظ سے میل ملاپ رکھنا بھی سیکھیں تو ان کی اخلاقی خوبیوں کے لوگ گرویدہ ہو سکتے ہیں۔

دنیا میں انسان کو اس کی اخلاقی برتری کی وجہ سے فوقیت دی جاتی ہے۔ کوئی کیسا ہی امیر کبیر کیوں نہ ہو اگر بداخلاق ہے۔ تو لوگ اِسے نفرین نگاہوں سے دیکھتے اور دور ہی سے پناہ مانگتے ہیں۔

بعض بہنوں کا یہ خیال ہے جہالت کی وجہ سے عورتوں کو ملنے ملانے کی تہذیب نہیں آتی۔ مگر میں آپ کو یقین دلا سکتی ہوں۔ کہ بیشمار ایسی خواتین ہماری نظر سے گزری ہیں جو یونیورسٹی کی ڈگری یافتہ ہیں مگر آداب محفل اور تہذیب ملاقات سے نابلد محض ہیں۔ اجنبی لوگوں کو تو چھوڑ دیجئے اپنے جان پہچان والوں سے سلام یا مزاج پرسی کرنے کی بھی صلاحیت نہیں رکھتیں بعضوں کی تو یہ حالت ہو جاتی ہے کہ جہاں کسی نئی آنے والی خاتون کو دیکھا کہ ہنس ہنس کر دیوانی ہو گئیں۔ کوئی پوچھے کہ بوا! اس غیر معمولی مضحکہ خیز ہنسی کی وجہ تو جواب شافی ان کے پاس نہیں۔ آنے والی الگ متحیر ہو رہی ہے کہ نہ جانے مجھ میں یا میرے لباس میں یا زیورات میں ایسی کیا بات ہے کہ لڑکیاں اس قدر تمسخر آمیز مظاہرہ کرنے لگیں۔ اگر جاہل لڑکیاں ہوں تو قابل عفو ٹھیر سکتی ہیں۔ مگر ایسی تعلیم یافتہ غیر مہذب لڑکیوں سے تو ان کی اس قبیح حرکت پر طبیعت بیزار ہو جاتی ہے۔ اور خواہ مخواہ انگریزی تعلیم اور آزادی کا نام خراب ہوتا ہے۔ حالانکہ انگریز لڑکیاں نہایت صغرسنی سے میل جول کے تمام دل خوش کن اصولوں سے واقفیت حاصل کر لیتی ہیں اور ہر کسی سے نہایت خندہ روئی اور تہذیب سے ملتی ہیں بوڑھی عورتیں اگر محفل میں ہوں تو ہر امکانی طریقوں سے اُنہیں مدد دینے پر تیار ہو جاتی ہیں۔ اور بجائے اس کے کہ ان کی ہنسی اُڑائیں اور تمام نقل و حرکت پر ہنس ہنس کر لوٹن کبوتر بن جائیں۔ ان کو راہ بتلانے۔ آرام سے بٹھانے اور تفریح حاصل کرنے میں ہاتھ بٹائیں گی۔ اکثر اوقات دیکھا گیا ہے کہ اندھے یا اپاہج راستے سے بمشکل گزر رہے ہیں۔ اور ان کے پیچھے غول کے غول راستے کے شریر لڑکے دوڑے جا رہے ہیں۔ کوئی ڈنڈا چھین رہا ہے تو کوئی کنکریاں مار رہا ہے۔ کسی نے دھکے دئے۔ اس پر اتفاق سے اگر کیسی ہی کم عمر کوئی یوروپین لڑکی کا گذر ہو گیا تو وہ ان آفتوں سے اُس غریب کو پناہ دینے میں حتی الامکان کوشش کرے گی۔ اور لونڈوں کو ڈانٹ ڈپٹ کر علیحدہ کر دے گی۔ برعکس اس کے عام طور پر ہماری نو تعلیم یافتہ لڑکیوں کا عمل یہ ہوگا۔ کہ اگر کسی معذور شخص کو دیکھ لیں گی تو پہلے اس کی مجبوری لغزشوں کی نقالی ہوگی اس کے بعد مارے ہنسی کے لوٹ لوٹ جائیں گی۔ مدد کرنا تو کار دارد۔ میں آپ کو اتفاقیہ ایک واقعہ سناتی ہوں جو چشم دید ہے۔ اور میں دعویٰ سے کہہ سکتی ہوں کہ عموماً یہی روش اکثر ان گھرانوں کی لڑکیوں نے اختیار کیا ہے۔ جہاں چند سال پیشتر لڑکیوں کی تعلیم ناظرہ قرآن مجید پڑھانا۔ اور صرف اردو کی معمولی شُد بُد ہوتی تھی کہ یکایک بزرگوں کے خیالات میں غیر معمولی تغیر پیدا ہو گیا۔ اور اُنہوں نے سرکاری نصاب

لڑکیوں کو رٹا کر یونیورسٹی تک پہنچا دیا۔ اس طرح خاص وہ مضامین جو ضروری تھے یاد کر لئے گئے۔ لیکن واقفیت اور کامل دستگاہ حاصل کرنے کے لئے یہ اصول غلطی پر مبنی رہا۔ صرف یونیورسٹی کے اگزامینیشن پیپر کے متعلق جو سبجکٹ تھے وہی ادھورا انہیں یاد رہا۔ اکابران قوم بتلائیں کہ یونیورسٹی کی ڈگری اس طرح اگر مل گئی تو کیا فائدہ جبکہ علمیت محدود ہی رہ گئی اگر صرف نام کے خیال سے پڑھنا ہے تو تو خیر ورنہ تحصیل علوم کا مطلب اس میں سراسر خبط ہو جاتا ہے۔ پھر اُن کے دماغ میں یہ غرور سما جاتا ہے کہ یہ سب جاہل ہیں میں تو یونیورسٹی کی ڈگری یافتہ ہوں غیر ڈگری یافتوں سے ملنا جلنا کسر شان۔ ان سے اخلاق سے پیش آنا بھی اپنی تحقیر خیال کرتی ہیں۔

ایک مرتبہ چند کالج کی لڑکیاں جو رشتہ میں بہنیں تھیں ایک جا جمع تھیں۔ اور حسن اتفاق سے ان کے کوئی عزیز سخت بیمار تھے لوگ عیادت کو آرہے تھے اور ہر آنے والیوں کی نگاہ لڑکیوں پر پڑتی مگر کسی کو وہ سلام نہیں کرتیں اور نہ پیشوائی کو آگے بڑھتیں۔ بلکہ ہنس ہنس کر لوٹ رہی تھیں۔ اتنا بھی خیال نہ تھا کہ گھر میں جاں بلب مریض پڑا ہے۔ اور وہ بھی کون اپنا عزیز۔ ا یہ نماز مغرب کا وقت تھا۔ ایک ضعیف العمر خاتون جو نماز کی پابند تھیں لڑکیوں کو دیکھ کر اس طرف آنکلیں کہ وضو کرنے کی جگہ اور جا نماز ان سے معلوم کریں۔ اگرچہ ان کو کھلکھلاتے دیکھ کر اول ہی ان کی ہمت سرد ہو چکی تھی تاہم انہوں نے دل کڑا کر کے پوچھا کہ بیوی میں وضو کروں گی ذرا غسل خانہ تو بتا دو جس پر نہایت لاپروائی سے ایک لڑکی نے کچھ دور ایک کمرے کی طرف اشارہ کیا جس کو غنیمت جان کر وہ آگے بڑھیں چونکہ اس مکان میں اُن کو آنے کا بہت ہی کم اتفاق ہوا تھا اُس پر جھٹ پٹا شام کا وقت بوڑھی خاتون یوں ہی ذرا دھندلا دیکھتی تھیں۔ اندھیرے غسلخانے میں جاتے ہی زمین کی غلاظت سے پھسل گئیں۔ اور ایک ٹپ سے ٹھوکر کھا کر بالکل اوندھے منھ لوٹے پر جا گریں۔ لوٹے کی ٹونٹی پیشانی میں گڑ گئی بارے ہلکی خراش آئی مگر اس وقت جو وہ بیچاری گریں تو بالکل بے قابو تھیں۔ خراش سے خون بھی آرہا تھا۔ یہ لڑکیاں دھما کے آواز سن کر مارے ہنسی کے لوٹ رہی تھیں! اتفاق سے اس وقت گھر کی ماما کسی کام کو اس طرف آرہی تھی دھما کی آواز سے وہ غسل خانے کی طرف دوڑی اور جا کر بیچاری بوڑھی خاتون کو سہارا دے کر اٹھایا زخم پونچھوائے غرضکہ ماما کی آواز پر صاحب خانہ اور دو ایک دوسری بیویاں بھی دوڑی آئیں۔ اور انہیں فوری امداد پہونچائی۔ حالانکہ یہ بیویاں کوئی اسکول یا کالج کی ڈگری یافتہ نہ تھیں۔ اور نہ فرسٹ ایڈ کا عملی تجربہ کیا تھا۔ یہ عام قاعدہ ہے کہ زخمی جسم کو خاک و خون سے صاف کر کے ٹنکچر لگا دی جائے وہی انہوں نے کیا۔ اور بیچاری خاتون کو بستر پر لٹا کر برف اور کیوڑہ ڈال کر سرد پانی پلایا جس سے انہیں تسکین ہوئی۔

اسی طرح ایک شادی کے موقع پر میں نے چند کالج گرلز کی ایسی ہی بے تہذیبی کا مظاہرہ دیکھا ہے۔ ساری محفل یکطرف اور یہ چند لڑکیاں ایک طرف حاضرین کی نقلیں اتار رہی اور زور زور سے قہقہے لگا رہی ہیں۔ کئی بیویوں نے چاہا کہ ان سے باتیں کریں مگر ان کے کسی استفسار کا جواب بس وہی کھلکھلاہٹ یا سروں کی جنبش سے دیا گیا۔ یا خاموشی سے

اسی طرح قومی جلسوں کے موقع پر تقریریں ہوتی ہیں بوڑھی بیویاں تو خیر ماحول تھیٹر میں ایک طرف اپنی شناساؤں سے مزاج پرسی اور مختلف گپوں میں منہمک ہیں۔ دوسری طرف نوخیز تعلیم یافتہ لڑکیاں مارے ہنسی کے لوٹ لوٹ جا رہی ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پاس کی دوسری بیٹھنے والیاں جن کو تقریر سننے کی خواہش ہوتی ہے ایک لفظ بھی نہیں سمجھ سکتیں۔ بزرگ بیویوں کو گپوں کی آواز کی گنگناہٹ اور لڑکیوں کی ہنسی کچھ ایسی سامعہ خراش ہو جاتی ہے۔ کہ ایسی مجلس میں جانے کو جی نہیں چاہتا لطف تو یہ ہے کہ بعض لڑکیوں کا یہ جوش ظرافت فقط محدود حلقوں تک ختم ہو جاتا ہے۔ اور یہی لڑکیاں دوسرے موقعوں پر اور دوسری صحبتوں میں جہاں ان کی مخصوص ملنے والیاں نہ ہوں تیوری پر بل ڈالے رہیں گی گویا کسی پر بھری بیٹھی ہیں۔ ٹھیس لگی اور پھوٹ پڑیں۔

ملنے ملانے کا احسن طریقہ یہی ہے کہ ہر ایک سے خوش اخلاقی سے ملا جائے۔ اور خندہ پیشانی سے ہر استفسار کا خواہ وہ کسی اجنبی کی جانب سے کیوں نہ ہو اور کیسا ہی غیر موزوں ہو نرم جواب دیا جائے بعض پرانے خیالات کی بڑی بوڑھیاں عموماً خانگی امورات کے متعلق عام مجلسوں میں سوالات کر بیٹھتی ہیں اس پر انہیں جھڑک کر جواب دینا یا تلخی سے پیش آنا آداب مجلس کے خلاف ہے لہٰذا ان باتوں کے جوابات آہستگی سے نفی میں دینے چاہئیں۔ کیونکہ تلخ روئی سے یکایک کسی کی بات کا جواب دینا گویا ساری مجلس کی توجہ اپنی جانب منعطف کرانا ہے۔ ایسے موقعوں پر ہمیشہ یہ خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ مختصر اور سنجیدہ الفاظ سے جلد ایسے معاملوں کو ختم کر دیا جائے۔ اگر ابتدا سے لڑکیوں کو ان کی ایسی قبیح حرکتوں سے آگاہ نہ کیا گیا تو آئندہ زندگی میں وہ سوسائٹی کی قابل نفرین اور بدترین افراد ثابت ہوں گی جن کو نہ بوڑھی بیویاں محبت سے دیکھیں گی اور نہ مہذب مجلس دیدہ دوسری تعلیم یافتہ خواتین قدر کریں گی۔ وہی حال ہوگا کہ دھوبی کا کتا گھر کا نہ گھاٹ کا۔

جمیلہ بیگم کلکتہ

صفحہ ۲۴۰ کا بقیہ

میں خط کھول کر ضرور پڑھتا۔

تانگے والا "لیکن اس میں ضرور کوئی غلط فہمی ہے"

منیجر۔ "تمہاری طرف سے ہو تو ہو مجھے تو کوئی غلطی نظر نہیں آتی"

تانگے والا۔ "معاف فرمایئے۔ لیکن یہ بات قطعاً ناممکن ہے کہ آپ کو اس خط کا مضمون معلوم ہو۔"

منیجر (نہایت متانت کیساتھ نرم لہجہ میں) "تمہارے خیال کی تردید میں یہ کہنا کافی ہوگا کہ اس خط میں مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تم سے کوئی سوال نہ کروں۔"

اس جواب سے تانگے والے پر گویا بجلی گر پڑی۔ چکرا گیا اور سہارے کے لئے دیوار پکڑ لی لیکن فوراً سنبھل گیا۔ اور کہا "میں نہایت ادب سے آداب عرض کرتا ہوں" یہ کہہ کر بینک کی عمارت سے باہر نکل گیا۔ خادم صورت دیکھتے ہی کھٹک گیا کہ پٹ پڑی۔

خادم۔ "معلوم ہوتا ہے کہ دھوکا کھا گئے"

تانگے والا۔ "دھوکا!! ارے ایسا دھکا لگا ہے کہ زندگی بھر یاد رہے گا۔ لیکن یہ ہوا کیا۔ اور کیونکر؟ وہ چڑیل کوئی جادوگرنی تھی!!!"

حامد حسین قادری
پروفیسر سینٹ جانسن کالج

سکونِ شب

اور

بچپن کی یاد

سیاہی شب کی بڑھتی آ رہی ہے — چراغِ شام کو دھندلا رہی ہے
مناظر پر خموشی چھا رہی ہے — سواری ظلمتوں کی آ رہی ہے
حجابوں میں ہیں دشت و کوہ و دریا — ہر اک شے پر خموشی چھا رہی ہے
ہوا ساکت ہے سبزہ سو رہا ہے — حسین کلیوں کو بھی نیند آ رہی ہے
شگوفے ڈالیوں پر جھک گئے ہیں — شگفتہ بیخودی سی چھا رہی ہے
شمیم و نکہتِ گل سو گئی ہیں — لچک شاخوں کی سوئی جا رہی ہے
ہری شاخیں نشہ میں نیند کے ہیں — ہر اک پتے کو بھی نیند آ رہی ہے
چمن میں ہے سکون اندوز بلبل — خموشی کی زباں سے گا رہی ہے
ہر اک وادی کا دامن بے صدا ہے — سکوں کا راگ ندی گا رہی ہے
صنوبر کے یہ لمبے گہرے سائے — نظر بھی جن میں کھوئی جا رہی ہے
عجب حیرت سی طاری ہے دروں پر — اداسی مقبروں پر چھا رہی ہے
بساطِ سبزہ پر گر گر کے شبنم — پیامِ بے ثباتی لا رہی ہے
وہ ندی جس پہ سائے چھا گئے ہیں — سکوں کے ساتھ بہتی جا رہی ہے
متانت سے رواں ہے اپنی دھن میں — کوئی پیغام لے کر جا رہی ہے
نہ جانے اس کی منزل کس جگہ ہے — خدا جانے کہاں سے آ رہی ہے
کہیں کوئی کنول یوں تیرتا ہے — کہ جیسے ننھی کشتی جا رہی ہے
کنول خاموشیوں کے جل رہے ہیں — ستاروں کی چمک دھندلا رہی ہے
ہے ان کی انجمن بیہوش و جامد — سکون کی نیند ان کو آ رہی ہے
کسی نے کوئی جادو کر دیا ہے — تجلی ان کی سوئی جا رہی ہے

کوئی بادل کا بھولا بھٹکا ٹکڑا ہوا نے جس کو ساکن کر دیا ہے
ہے اُس پہ ایسی حیرانی کہ جیسے مسافر راستہ بھولا ہوا ہے
صعوبت سے سفر کی چُور ہے وہ تھکا ماندہ ہے دم سینے میں اٹکا ہے
نہیں شاید فرشتے کا یہ بازو سرِ پرواز میں پھیلا ہوا ہے
کوئی آنچل ہے یا لیلائے شب کا فضا میں پھیل کر جو رہ گیا ہے
گھنے پیڑوں کے پیچھے سے فلک پر نکل کر ماہِ روشن آ رہا ہے
نہیں شاید فرشتہ ہے یہ کوئی جو حیرت سے ٹھٹک کر رہ گیا ہے
اگرچہ اس کی کرنیں بڑھ رہی ہیں مگر پھر بھی کُہر سا چھا رہا ہے
ہر اک منظر پہ طاری ہے سکوں سا سکوں اک خواب بن کر چھا گیا ہے
مگر اس وقت بھی میں ہوں پریشاں کہ اک طوفان سا دل میں بپا ہے
وہ طوفاں جو محیطِ روح و دل ہے تخیل جس میں بھٹکا جا رہا ہے
نہ سوئے گی مری یہ تیرہ بختی سکونِ دنیا پہ چھایا ہے تو کیا ہے
مرے دکھ اور مری بےچینیوں کو فضا کا یہ سکوں چونکا رہا ہے
مجھے پھر آ رہی ہے یادِ دوشیں فسانہ پھر وہی یاد آ رہا ہے
وہ بچپن! آہ! میرا عہدِ شیریں کہانی دل وہی دہرا رہا ہے

تھیں جب اک کیف سے مخمور آنکھیں
وہ دورِ زندگی یاد آ رہا ہے

آنسہ خورشید اقبال حیا میرٹھی (سابق مدیرہ خاتونِ مشرق)

نسبت میں رخنہ اندازی

رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کی جتنی تاکید ہمارے پیارے مذہب اسلام میں ہے، ہم اس کے پیرو اتنا ہی اس کے خلاف عمل کرتے رہتے ہیں، رسول اکرم روحی فداہ کا ارشاد ہے کہ تم قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ اس سے آپس میں محبت بڑھتی ہے اور مال میں برکت و عمر میں ترقی ہوتی ہے اک دوسرا فرمان یہ ہے کہ جس قوم میں کوئی رشتہ توڑنے والا ہوتا ہے اس قوم میں اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی۔ ایک تیسری حدیث سے جس کے الفاظ بجنسہ دماغ میں محفوظ نہیں ہیں یہ ثابت ہوتا ہے کہ "برادری کا حق نہ ماننے والوں پر اللہ نے لعنت فرمائی ہے اور عجب نہیں کہ اللہ انہیں بہرا اور اندھا کردے" اور وہ دنیا ہی میں غضب الٰہی کا شکار ہو جائیں، اس موضوع کی احادیث متعدد ہیں، حتیٰ کہ اقربا کو خیرات تک دینے کا ثواب دوگنا ٹھیرایا گیا ہے، ایک صدقہ کا دوسرے اقربا سے حسن سلوک کا۔ یہاں پر واضح رہے کہ حق ماننا اور حسن سلوک کے الفاظ محض مالی امداد کے لئے نہیں آئے ہیں، بلکہ ہر قسم کی عملی امداد اور زبانی ہمدردی اس مفہوم میں شامل ہے، جس میں اعزہ کے امارت و غربت کی کوئی تخصیص نہیں، سبحان اللہ غور کرنے کا مقام ہے کہ ان زریں ارشادات میں کتنے دینی و دنیاوی فوائد پنہاں ہیں، ہم اسلام کے نام لیوا صرف ایک ہی فرمان پر عمل کرنے کی ہمت کریں تو ہماری سوسائٹی کے تمام اُلجھے ہوئے مسائل سلجھ جائیں، جہاں ایسی صورتیں ہوتی ہیں کہ خاندان کا کوئی عزیز مالی اعتبار سے توجہ کا مستحق نہیں ہے لیکن صرف بیکس ہے یا یتیم ہے۔ وہاں اس عزیز کو صرف اپنے اعزہ کی زبانی ہمدردی یا کبھی کبھی عملی مدد ہی کافی ہے۔ قرابت داروں میں بیشتر یتیم بچوں اور بیوہ عورتوں کے ضروری ضروری کام اس لئے پڑے رہ جاتے ہیں، کہ ان بیچاریوں کا کوئی سرپرست نہیں ہوتا، اور باوجود روپیہ خرچ کرنے کے بھی ان کی زندگی کی دشواریاں کماحقہ حل نہیں ہوتیں، اگر برادری کے صاحب اثر لوگ اپنے لایعنی مشاغل میں سے کچھ وقت نکال کر اس طرف توجہ کریں تو خیال کیجئے کہ کتنے خوشگوار نتائج برآمد ہو سکتے ہیں اور موجودہ مشکلات میں جن کا رونا خاندان کے ہر بدنصیب گھر میں پڑا رہتا ہے، کتنی کمی ہو سکتی ہے، لیکن افسوس ہے کہ احادیث نبوی کا مطالعہ ہم لوگ عمل کے لئے نہیں کرتے، ورنہ آج پستی کے گڑھے میں دھنسے ہوئے نظر نہ آتے، سوسائٹی کی حالت تو ایسی ہے کہ اس نے مذہب و اخلاق کے ہر ہر اصول کی مخالفت کا بیڑا اٹھا رکھا ہے، ان میں جو ذرا خوش حال ہیں، ان کا طرز عمل یہ ہے کہ دوستوں، شناساؤں کے لئے اخلاق مجسم ہیں اور ان کی ہر مشکل میں مدد کرنے کو حاضر رہتے ہیں، موقعہ ملنے پر مالی خدمت سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ لیکن بیچارے قرابت دار ہیں کہ ان کی نظروں میں معتوب اور منہ لگانے کے قابل نہیں ہیں، نام آتے کے ساتھ ان کی پیشانیوں پر بل پڑ جاتے ہیں، دنیا میں کون ایسی بُرائی ہے جو بیچارے اعزہ کے سر نہ تھوپی جاتی ہو، اور یہ سب کچھ بیشتر

اوقات بلا قصور و بلا سبب ہوتا ہے، جب نفرت اس درجہ پہونچی ہوئی ہو تو ہمدردی یا مصیبت میں کام آنے کا ذکر ہی کیا بلکہ جہاں تک بس چلتا ہے ایذا رسانی کے درپے رہتے ہیں اور زندگی کی ہر مشکل میں کوڈ کر اولجھاوے ڈالتے ہیں۔ بعض اللہ کی بندیاں ایسی بھی ہیں، جو اپنے دور و نزدیک کے اقربا سے خواہ مخواہ کا للّٰہی بُغض رکھتی ہیں، یہ میرا صرف چشم دید واقعہ ہی نہیں بلکہ خود مجھ پر بیتے ہوئے حالات ہیں، ہزار خوشامد و خلوص سے پیش آیئے مگر یہ نیک بختیں عمر بھر صاف نہیں ہوتیں، بہت ہوا تو اوپر دل سے مل لیتی ہیں، اور دل میں کدورتوں کا غبار ویسا ہی بھرا کا بھرا رہتا ہے، میں تو یہاں تک کہنے کو تیار ہوں، کہ اس عیب میں خواندہ و جاہل، مہذب و غیر مہذب ہر قسم کی بیبیاں مبتلا ہیں، اور اچھے خاصے تعلیم یافتہ مرد شاید کچھ زیادہ ہی نمبر پانے کے مستحق ہیں، بعض بیبیاں احکام شرعی سے واقف اور پابند صوم و صلوٰۃ بھی ہیں، اور ہمیشہ تلاوت قرآن شریف اور درود وظائف میں لگی رہتی ہیں مگر رشتہ داروں کے حق میں نیش عقرب سے کم نہیں ہیں، ایسے موقعوں پر ان کی خدا ترسی نہ معلوم کس کونہ میں منھ چھپا لیتی ہے، ایک دفعہ کا مشاہدہ ہے کہ ایک بڑی عمر کی دیندار بی بی تسبیح پھیرتے ہوئے بیچ بیچ میں اک بے گناہ عزیزہ کے خلاف زہر بھی اگلتی جاتی تھیں ایک خاص قسم کی ایذا رسانی جس سے ہر شریف گھر نالاں نظر آتا ہے، آج کل زیادہ پھیلی ہوئی ہے، وہ ہے لڑکے لڑکیوں کی نسبت چھڑانا۔ کتنی لگی لگائی نسبتیں اقربا کی ان نیش زنیوں کی بدولت چھوٹ جاتی ہیں، کتنے گھروں میں ایسا ہوا ہے کہ تاریخ مقرر ہوگئی اور جہیز بھی تیار ہے، نکاح کو صرف ایک دو روز باقی رہ گئے ہیں کہ یکایک نسبت کی منسوخی کی اطلاع آجاتی ہے، دریافت کرنے پر ان حرکات کے مرتکب اپنے ہی کوئی چچا، ماموں، خالو، نکل آئے ہیں۔ یہ بُرائی اس قدر عالمگیر ہے اور خبیث طبیعتیں ان حرکات میں اس قدر دلچسپی لیتی ہیں، کہ اس ناپاک مقصد کے لئے دور دراز کا سفر تک اختیار کیا جاتا ہے اور ہر ممکن کوشش بلکہ دروغ گوئی افترا پردازی کے حربے استعمال کئے جاتے ہیں یہاں تک کہ ان کی مراد پوری ہو جاتی ہے، بھلا یہ خبیث باطن لوگ کیونکر گوارا کر سکتے ہیں کہ اقربا میں ایک خوش حال گھرانے کا اضافہ ہو، بہنیں خود سمجھ سکتی ہیں کہ ان حالات میں لڑکیوں کو موزوں بر ملنا کتنا مشکل ہوتا ہوگا، ایسی مثالیں بہت ہیں، کہ بیچاری لڑکیوں کو اپنے اقربا کی نوازشوں کا خمیازہ عمر بھر بھگتنا پڑتا ہے۔ اچھی نسبتیں تو یہ اللہ کے بندے لگنے ہی نہیں دیتے، والدین آخر کہاں تک انتظار کریں جب عمر کا بہترین حصہ ختم ہونے لگتا ہے تو چار و ناچار اپنی پیاری بیٹیوں کو کسی معمولی جگہ دیدیتے ہیں، لڑکیوں کی نسبت کا مسئلہ اک تو یوں ہی کچھ کم وقت طلب نہ تھا کہ ان حالات کی بنا پر اور بھی لاینحل بن گیا ہے، اور اُس کے ذمہ دار سراسر ہمارے نیش عقرب اقربا ہیں، والدین اس قدر عاجز آگئے ہیں کہ اب نسبتیں چپکے چپکے ہونے لگی ہیں، نزدیک کے اقربا تک کو معلوم نہیں ہوتا، کہ ان کی بھتیجی یا بھانجی کی نسبت کہاں لگ رہی ہے، تمام منزلیں طے کر چکنے کے بعد عین وقت پر نکاح یا شادی کا اعلان کیا جاتا ہے، چند مثالیں میری نظروں کے سامنے ایسی بھی ہیں کہ بیچارے والدین گرد و پیش کی نیش زنیوں سے تنگ آکر ترک وطن پر مجبور ہو گئے اور بغیر

ذات ونسل کا خیال کئے ہوئے پردیس ہی میں لڑکیوں کو بیاہ دیا ہے، آخر ان بیچاروں کو کسی نہ کسی طرح اس فرض سے سبکدوش ہونا تھا، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اپنی سوسائٹی کے اس مخصوص عیب کو کونسا نام دوں، وطن کی دوسری جماعت ان عیوب سے تقریبًا پاک نظر آئے گی، وہاں ہر گھر میں لڑکیوں کے بر کے لئے کوشش کرنا کار ثواب سمجھا جاتا ہے، اور اس مسئلہ میں برادری کے تمام لوگ متحد ہوجاتے ہیں، میرے پڑوس ہی کے ایک ہندو خاندان کا واقعہ سُن لیجئے کہ لڑکی کے چچا و ماموں گو معزز تھے، مگر وہ بیچاری خود یتیم تھی اور مع اپنی بیوہ ماں کے چچا کے پاس رہتی تھی کسی قسم کی مشترکہ جائداد کے حقوق بھی ان بیچاریوں کو حاصل نہ تھے، لیکن شریف النفس چچا اور برادری کے تمام افراد کی متفقہ کوششوں سے اس کی نسبت اک اچھے گھر میں لگی اور خاندانی طریقہ کے مطابق دُھوم دھام سے بیاہ رچایا گیا میں بھی اس شادی میں شریک تھی، مطلق معلوم نہ ہوتا تھا کہ اک یتیم ومفلس لڑکی کی شادی ہورہی ہے، اب وہ لڑکی اپنے عہدہ دار شوہر کے ساتھ بڑے آرام وچین کی زندگی بسر کر رہی ہے، اور یقینًا اپنے خیر خواہوں کو دعائیں دیتی رہتی ہوگی، جنہوں نے اس کی زندگی کو محض اقربا پروری کی وہن میں آتنا سنوار دیا ہے، کیا ہماری سوسائٹی اس قسم کی کوئی مثال پیش کرسکتی ہے، ملک کے دور افتادہ گوشوں میں شاید ایسی نظیریں موجود ہوں، مگر ضلع پٹنہ اور اس کے قرب وجوار کی بستیاں ایسی مثالوں سے ضرور خالی ہیں، ہم برادران وطن کی برابری کا دعویٰ تو بہت کرتے ہیں مگر عمل میں ان سے بہت پیچھے ہیں، اگر ہم نے اپنی اسلامی تعلیمات پر عمل کرنا چھوڑ رکھا تھا تو کم از کم اپنے ہمسایوں ہی کی تقلید کرتے، نئی نسل کی لڑکیاں کیا جانیں اُنہیں بخوبی معلوم ہے کہ اس مسئلہ میں ہماری دادیوں اور نانیوں کا جو جاہل کہلاتی تھیں، کیا طرز عمل تھا، یوں تو یہ سیدھی سادھی بی بیاں جن کا ہم آج مضحکہ اُڑاتے ہیں، ہر اعتبار سے اسلامی خوبیوں کا نمونہ تھیں قرابت کے ہر شخص کے درد سے ان کا دل بے چین ہوجاتا تھا امیر عزیزوں سے خلوص وہمدردی رکھنا اور غریب اقربا کی حتی الامکان مالی امداد بھی کرنا ان کے اصول زندگی میں داخل تھا، ان کا قول تھا کہ (پہاڑ سی دوستی نہ بھلی رائی بھر کا رشتہ اچھا) مگر اعزہ کی کنواری لڑکیوں پر ان کی نظر توجہ خاص طور پر رہتی تھی ان کے لئے تلاش بر اور شادی کی ذمہ دار وہ خود ہوجاتی تھیں، بڑے عیب اور شرم کی بات تھی کہ بڑی بوڑھیوں کی موجودگی میں کوئی لڑکی زیادہ سن تک بیٹھی رہ جائے، یا محض غربت ویتیمی کے باعث اس کی شادی نہ ہوسکے، یتیم ومفلس لڑکی کی شادی بھی اسی دھوم دھام سے ہوتی تھی جس طرح اپنی پیاری بیٹیوں کی، باہر کے لوگوں کو حقیقت حال کا اندازہ لگانا دشوار تھا، پھر تعریف اس بات کی ہو کہ لڑکیوں پر اپنے اس احسان کا دباؤ ہرگز نہ ڈالتی تھیں، اور نہ اُن سے کسی قسم کا تحقیرانہ برتاؤ کیا جاتا تھا، نئی نسل کی لڑکیاں قبلہ محترم علامہ راشد الخیری مرحوم کی کتابوں میں ایسے واقعات پڑھتی ہیں، تو ان کو افسانے سے معلوم ہوتے ہیں، مگر میں ان کو یقین دلاتی ہوں کہ علامہ مرحوم کی تصانیف محض دل بہلانے کے افسانے نہیں ہیں، اور نہ ان میں تخیل سے کام لیا گیا ہے بلکہ ان میں اُن نیک بی بیوں کی سچی تصویریں ہیں، جن کا وجود پچیس تیس سال قبل تک ہر گھر میں ہوتا تھا، لیکن آج ہر گھر ان صورتوں سے خالی ہورہا ہے ⬥

بلقیس بانو۔ از مظفرپور

وفاقِ ہند

ہندوستان کے جدید نظامِ حکومت کے متعلق جو مضامین عصمت میں شائع ہو چکے ہیں ان سے یہ حقیقت واضح ہو گئی ہے کہ جدید نظام کے ماتحت ہندوستان میں ایک خاص قسم کا وفاق (فیڈریشن) قائم کیا جا رہا ہے جس کی تشکیل دوسرے وفاقوں سے بہت کچھ جداگانہ طریقہ سے ہونی قرار پائی ہے۔ دیگر ممالک میں وفاقوں کے قیام کے حالات مختلف تھے۔ اور ہندوستان میں واقعات اور حالات ہر دوسرے ملک سے الگ ہیں۔ پورا برطانوی ہند تاج برطانیہ کی ملکیت ہے کچھ حصہ معاہدات کے ذریعہ ملا۔ کچھ ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے ملا اور کچھ فتوحات سے حاصل ہوا۔ اور اس پر تاج برطانیہ کو پورے مالکانہ اختیارات حاصل ہیں اور وہ اس کا مجاز ہے کہ ہندوستان پر جس طرح چاہے حکومت کرے۔ ہندوستان میں جو دیسی ریاستیں ہیں۔ ان سب پر تاج برطانیہ کی سیادت قائم ہے اور یہ سیادت مختلف اوقات اور مختلف حالات میں معاہدات کے ذریعہ حاصل ہوئی۔ قریب قریب ہر ریاست کے والی اور برطانوی حکومت کے درمیان مختلف قسم کے معاہدات ہوئے ہیں۔ بعض معاہدات کی شرائط ایک دوسرے سے مختلف ہیں بعض ریاستیں اندرونی نظم ونسق میں زیادہ آزاد ہیں اور بعض کم۔ اور بہت کم۔ جو ریاستیں قریب قریب برابری کی حیثیت سے معاہدے کر کے کسی زمانہ میں برطانیہ کی حلیف معاون یا دوست تھیں وہ بھی اب عملاً اپنی آزادانہ حیثیت کھو چکی ہیں۔ ریاست حیدرآباد کے والی نظام دکن نے معاہدات کی بنا پر اپنی آزادانہ حیثیت پر لارڈ ریڈنگ (سابق وائسرائے ہند) کے زمانہ میں اصرار کیا تھا۔ اس پر ان کو جو جواب دیا گیا اور اُس کے سلسلہ میں ان کے ساتھ جو طرزِ عمل روا رکھا گیا۔ اس نے ایک بڑی حد تک معاملہ کا مختتم طور پر فیصلہ کر دیا اور وہ فیصلہ یہ تھا کہ حکومت برطانیہ حکومت بالادست ہے اور ریاستیں اس کی زیرِ سیادت۔ ممکن ہے کہ بعض والیانِ ریاست اب بھی یہ محسوس کرتے ہوں کہ معاہدوں کی رو سے وہ حکومت برطانیہ کے محکوم نہیں ہو سکتے۔ لیکن حالت موجودہ میں کوئی والئے ریاست کسی معاہدے کی بنا پر اپنے اس قسم کے حق کو ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ تمام ہندوستان پر حکومت برطانیہ کا شاہی اقتدار ہے۔ تاج برطانیہ جس کی ہندوستان کے ۲/۳ حصہ پر ملکیت اور ۱/۳ حصہ پر سیادت قائم ہے۔ وہ آئینی اعتبار سے اسے اس کا مجاز بناتی ہے کہ جس طرح چاہے ہندوستان پر حکومت کرے اور ہندوستان کے لئے جس قسم کا نظامِ حکومت چاہے تجویز کرے تاج برطانیہ کی طرف سے حکومت کرنے کے اختیارات برطانوی پارلیمنٹ کو حاصل ہیں۔ اس نے ایک خاص قسم کا وفاق ہندوستان کے لئے طے کیا ہے۔ اور اُسی نے یہ طے کر دیا ہے کہ برطانوی ہند میں وفاق کے جو اجزا ہوں گے ان کو قانون سازی وغیرہ کے کیا کیا اختیارات حاصل ہوں گے اور مرکزی حکومت کن کن اختیارات کی حامل ہوگی۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ موجودہ نظامِ حکومت میں تاج برطانیہ نے

اپنے اختیارات کا کچھ حصہ صوبوں کو منتقل کر دیا اور کچھ مرکز کو اگرچہ دیسی ریاستیں تاج برطانیہ کی سیادت میں ہیں لیکن وہ اس طرح وفاق میں شامل نہیں کی گئیں جس طرح برطانوی ہند کے صوبجات۔ اس کی راہ میں بہت زیادہ رکاوٹ وہی معاہدات ہیں جو والیان ریاست اور تاج برطانیہ کے درمیان وقتاً فوقتاً ہوئے ہیں۔ سب ریاستوں کے سب معاہدوں کی یہ یک دقت بے وقعتی نہ دانشمندانہ تھی اور نہ مناسب پھر اس کے معنی صاف یہ ہوئے کہ حکومت برطانیہ والیان ریاست کے مالکانہ حقوق کو غصب کرنا چاہتی ہے۔ اس نے نہ والیان ریاست کو مجبور کیا گیا کہ فیڈریشن میں شریک ہوں اور نہ ایسے حالات پیدا کئے گئے جس کی وجہ سے والیان ریاست میں کوئی خطرناک ہیجان پیدا ہو جائے۔ ہاں ایسا ماحول ضرور پیدا ہو گیا ہے کہ قریب قریب تمام بڑی ریاستیں فیڈریشن میں شریک ہو جائیں گی۔ اور خاص خاص شرائط کے ساتھ۔ یہ بات مسلم ہے کہ فیڈریشن (وفاق) کی تشکیل اس وجہ سے نہ رکے گی کہ والیان ریاست اس میں شریک نہیں ہیں۔

وفاق ہند کا ڈھانچہ اس طرح بنایا گیا ہے کہ۔

(۱) ملک معظم کی طرف سے فیڈرل گورنر جنرل ہندوستان کے نظم و نسق کا ذمہ دار ہو گا۔

(۲) قانون سازی کے لئے دو فیڈرل ایوان ہوں گے۔

(۳) گورنر جنرل کی امداد اور مشورہ کے لئے وزرا کی ایک کونسل ہو گی جس کی تعداد دس سے زیادہ نہ ہو گی۔

(۴) اپنی اعتبار سے گورنر جنرل وزرا کا انتخاب کرے گا اور ان کے عہدے کی مدت کا انحصار بالکل گورنر جنرل کی خوشی پر ہو گا۔ جو وزرا اس طرح منتخب کئے جائیں گے۔ وہ مجالس آئین ساز کے ممبر نامزد کئے جائیں گے لیکن اگر کوئی وزیر تقرر کے ۶ ماہ کے اندر مجالس آئین ساز کا ممبر منتخب نہ ہو جائے گا تو وہ وزارت کے عہدے پر قائم نہ رہ سکے گا۔

(۵) معاملات مذہبی اور دفاع اور تعلقات خارجہ مکمل طور پر گورنر جنرل سے متعلق ہوں گے ان امور میں وزرا کے مشورہ کی ضرورت نہیں۔ وہ ذاتی رائے اور اپنی قوت تمیزی سے مختتم فیصلہ کا مجاز ہو گا۔ ان امور کے انصرام میں معاونت کے لئے گورنر جنرل کونسلروں کا تقرر کرے گا جن کی تعداد تین سے زیادہ نہ ہو گی جن امور میں گورنر جنرل کو اپنا اختیار تمیزی استعمال کرنے کا اختیارات نہیں ان میں نگرانی اور ہدایت کا وزیر ہند مجاز ہو گا۔

(۶) ہندوستان میں ملک معظم کی افواج کی قیادت کے لئے ملک معظم کمانڈر انچیف کا تقرر کریں گے۔

(۷) تاج برطانیہ اور والیان ریاست کے تعلقات کے سلسلہ میں ملک معظم کی نمائندگی ایک نمائندے کے ذریعہ سے ہو گی۔ ملک معظم اس قسم کی نمائندگی کے لئے گورنر جنرل ہی کا تقرر کر سکتے ہیں۔ جو شخص ہندوستان میں حکومت کے نظم و نسق کا ذمہ دار اور تاج برطانیہ کی خاص نمائندگی دونوں عہدوں پر فائز ہوتا ہے وہ گورنر جنرل اور وائسرائے کہلاتا ہے۔ اس وقت تک ایک ہی شخص وائسرائے اور گورنر جنرل ہوتا ہے گمان غالب یہ ہے کہ بالعموم آئندہ بھی یہی صورت رہے گی۔ یا قانونی اعتبار سے رہ سکتی ہے۔

وفاق کی ترتیب اس طرح عمل میں آئے گی کہ اس میں وہ تمام صوبجات شامل ہوں گے جو گورنروں کے صوبہ کہلاتے ہیں نیز وہ تمام صوبے شامل ہوں گے جو چیف کمشنر کے صوبہ کہلاتے ہیں اور وہ تمام ریاستیں شامل ہوں گی جن کے والی فیڈریشن میں شریک ہونے پر آمادگی ظاہر کریں اور اس دستاویز شرکت پر دستخط کر دیں جس میں ان خاص حقوق کی تشریح ہوگی جو وہ وفاق کو تفویض کریں گے۔ ہر والئے ریاست کو اپنے حقوق میں سے کچھ تو ضرور فیڈریشن کے سپرد کرنے پڑیں گے، بعض حقوق ایسے ہوں گے جو کوئی ریاست وفاق کے سپرد کرے گی۔ اور کوئی اپنے لئے محفوظ رکھے گی۔ وفاق کے اختیارات قانون سازی گورنر جنرل اور دو مجالس آئین ساز کو حاصل ہوں گے گورنر جنرل بعض مخصوص حالات میں از خود کسی قانون کے نافذ کرنے کے مجاز ہوں گے اور مجالس آئین ساز اکثریت سے ہر قانون کو منظور کریں گی لیکن ان قوانین کا نفاذ بھی گورنر جنرل ہی کی منظوری سے ہوگا۔

دو مجالس آئین سازی میں مجلس بالا کا نام کونسل آف اسٹیٹ ہوگا۔ اور دوسری کا نام ہوس آف اسمبلی ہوگا۔ اگر فیڈریشن یا وفاق کی تشکیل ہوگی اور تمام ریاستیں اس میں شامل ہوگئیں تو اس کے اراکین کی تقسیم اس طرح ہوگی۔

کونسل آف اسٹیٹ میں برطانوی ہند کے ڈیڑھ سو نمائندے ہوں گے اور ریاستوں کے نمائندوں کی تعداد ۱۰۴ سے زیادہ نہ ہوگی اور ہوس آف اسمبلی میں برطانوی ہند کے نمائندوں کی تعداد ڈھائی سو اور ریاستوں کے نمائندوں کی تعداد سوا سو سے زیادہ نہ ہوگی۔ دونوں ایوانوں میں ریاستوں کے نمائندوں کی جو تعداد بتائی گئی ہے وہ اس نظریہ کی بنا پر ہے کہ تمام ریاستیں وفاق میں شریک ہوں گی۔ اگر کچھ کم ریاستیں شریک ہوئیں تو ریاستوں کے نمائندوں کی تعداد کم ہو جائے گی۔ ذیل کے نقشوں سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ دونوں ایوانوں میں ممبران کی تقسیم کس طرح پر ہے۔

کونسل آف اسٹیٹ

صوبہ جات	عام نشستیں	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	میزان
مدراس	۱۴	۱	۰	۴	۱	۲۰
بمبئی	۱۰	۱	۰	۴	۱	۱۶
بنگال	۸	۱	۰	۱۰	۱	۲۰
صوبجات متحدہ	۱۱	۱	۰	۷	۱	۲۰
پنجاب	۳	۰	۴	۸	۱	۱۶
بہار	۱۰	۱	۰	۴	۱	۱۶
صوبجات متوسط	۶	۱	۰	۱	۰	۸
آسام	۳	۰	۰	۲	۰	۵
صوبہ سرحدی	۱	۰	۰	۴		۵
اڑیسہ	۴	۰	۰	۱		۵
سندھ	۲	۰	۰	۳		۵
برطانوی بلوچستان	۰	۰	۰	۱	۰	۱
دہلی	۱	۰	۰	۰	۰	۱
اجمیر مارواڑ	۱	۰	۰	۰	۰	۱
کورگ	۱	۰	۰	۰	۰	۱
اینگلو انڈین	۰	۰	۰	۰	۰	۱
یورپین	۰	۰	۰	۰	۰	۷
عیسائی	۰	۰	۰	۰	۰	۰
برطانوی ہند کے نمائندوں کی میزان						۱۵۰
اگر سب ریاستیں شریک ہوگئیں تو ریاستوں کے کل نمائندوں کی						
تعداد						۱۰۴

کونسل آف اسٹیٹ کی پوری تعداد ۲۵۴

ہاؤس آف اسمبلی

صوبجات	عام نشستیں	پست اقوام کی نشستیں	سکھوں کی نشستیں	مسلمانوں کی نشستیں	اینگلو انڈینوں کی نشستیں	یورپینوں کی نشستیں	ہندوستانی عیسائیوں کی نشستیں	تجارت وحرفت کے لئے نشستیں	زمینداروں کی نشستیں	مزدوروں کے نمائندوں کی نشستیں	عورتوں کی نشستیں	میزان
مدراس	۱۵	۴	۰	۸	۱	۱	۲	۲	۱	۱	۲	۳۷
بمبئی	۱۱	۲	۰	۶	۱	۱	۱	۳	۱	۲	۲	۳۰
بنگال	۷	۳	۰	۱۷	۱	۱	۱	۳	۱	۲	۱	۳۷
صوبجات متحدہ	۱۶	۳	۰	۱۲	۱	۱	۱	۰	۱	۱	۱	۳۷
پنجاب	۵	۱	۶	۱۴	۶	۱	۱	۰	۱	۰	۱	۳۰
بہار	۱۳	۳	۰	۹	۰	۱	۱	۰	۱	۱	۱	۳۰
صوبہ متوسط و برار	۷	۲	۰	۳	۰	۰	۰	۰	۱	۱	۱	۱۵
آسام	۳	۱	۰	۳	۰	۱	۱	۰	۰	۱	۰	۱۰
صوبہ سرحدی	۱	۰	۰	۴	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۵
اڑیسہ	۳	۱	۰	۱	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۵
سندھ	۱	۰	۰	۳	۰	۱	۰	۰	۰	۰	۰	۵
برطانوی بلوچستان	۰	۰	۰	۱	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۱
دہلی	۱	۰	۰	۱	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۲
اجمیر مارواڑ	۱	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۱
کرگ	۱	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۱
غیر صوبجاتی نشستیں	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۳	۱	۰	۴
میزان	۸۶	۱۹	۶	۸۲	۴	۸	۸	۱۱	۷	۱۰	۹	۲۵۰

اگر کل ریاستیں فیڈریشن میں شریک ہوگئیں تو ان کے نمائندوں کی پوری تعداد ۱۵۰

ہوس آف اسمبلی کی پوری تعداد ۴۰۰

قومی ترقی عورتوں کے ہاتھ میں ہے

علم کی فضیلت کے راگ دن رات سنتے ہیں۔ جتنا زور اسلام نے علم کی اہمیت پر دیا ہے کسی دوسرے دین یا فلسفے یا حکومت یا سوسائٹی نے نہیں دیا۔ اسلام میں علم حاصل کرنا ہر مرد اور عورت پر فرض ہے۔ حدیثیں بھری پڑی ہیں جگہ جگہ اس قسم کے جملے لکھے ہیں۔ جو علم سکھاتا ہے اللہ سے ڈرتا ہے جو علم سیکھنا چاہتا ہے اللہ کی عبادت کرتا ہے۔ جو علم کی بابت گفتگو کرتا ہے اللہ کی تعریف کرتا ہے جو علم پھیلاتا ہے صدقہ بانٹتا ہے جو صاحب علم ہوتا ہے وہ قابل عزت واحترام ہے۔ علم ہم کو گمراہی اور گناہ سے بچاتا ہے، جنت کا رستہ روشن کرتا ہے۔ علم سفر میں ہمارا محافظ ہے اور تنہائی میں ہمارا ساتھی۔ رنج اور خوشی میں علم ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ دوستوں میں علم ہمارا گہنا ہے اور دشمنوں میں ہماری ڈھال ہے۔ علم کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بڑائی اور اچھے برے کی تمیز دیتا ہے۔ علمار کی یادگار ہمیشہ زندہ رہتی ہے۔ علم جہالت کی بیماری کی اکسیر دوا ہے۔ بے انصافی اور ظلم کی رات میں درخشندہ تارا ہے۔ علم سیکھنا ایسا ہی با وقعت ہے جیسے روزہ رکھنا۔ علم سکھانا نماز پڑھنے سے کم نہیں۔ عالم کی روشنائی شہید کے خون کے برابر ہے" وغیرہ وغیرہ

علم ہی کی وجہ سے انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اللہ نے آدمؑ کو اسمار ہی تو سکھا دئے تھے جو فرشتے نہ جانتے تھے۔ علم ہی کی وجہ سے تو فرشتوں نے آدم کو سجدہ کیا۔

مگر ایک چیز علم سے بھی بڑی ہے اور اُس کو علم کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ علم کی وجہ سے فرشتوں نے آدم کو سجدہ کیا۔ علم کی وجہ سے انسان فرشتوں پر فضیلت لے گیا۔ مگر ایک چیز اور ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالےٰ بھی انسان کی عزت کرتا ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسان کی تکریم ہے۔ اس چیز کا اشارہ اس آیت کی طرف ہے:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ" (سورۃ الحجرات ۱۳) یعنی اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ قابل اکرام وعزت وہ ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ متقی پرہیزگار با اخلاق ہو۔ بس اچھا اخلاق انسان میں سب سے زیادہ بڑائی ہے۔ اور ہم آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ آج کل بھی روپے پیسے سے زیادہ علم سے زیادہ ایک اچھے اخلاق والے متقی پرہیزگار کی لوگ دل سے عزت کرتے ہیں بادشاہ اُس سے ملنے جاتے ہیں۔ اُس کو کسی کی پروا نہیں وہ سب سے زیادہ بالاتر ہے۔

علم تو آدمی مکتبوں میں مدرسوں میں اسکولوں میں کالجوں میں یونیورسٹیوں میں عام طور سے سیکھتا ہے لیکن اچھے برے اخلاق کی بنا صرف گھر ہی میں پڑ سکتی ہے۔ اخلاق بنانے والی صرف **ماں** ہی ہے۔ اسی واسطے ماں کا اسلام میں بڑا درجہ ہے۔ باپ کے درجے سے بہت اعلیٰ ہے۔ اسی وجہ سے ماں کے قدموں کے تلے جنت ہے۔ دنیا کی تاریخ بھری پڑی ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے دنیا میں بڑائی حاصل کی ماں ہی کی بدولت حاصل کی۔ حضرت ابن زبیر کی والدہ

اور اسپین کے آخری مسلمان بادشاہ کی والدہ کا حال تو سب کو معلوم ہے۔ جب حضرت زبیر مدینے میں محصور ہو گئے اور کوئی امید کامیابی کی باقی نہ رہی تو آپ نے اپنی والدہ ماجدہ سے کہا کہ اب کوئی امید نہیں۔ کامیابی ناممکن ہے۔ کہئے تو ہتیار ڈال دوں اور دشمن کی اطاعت قبول کرلوں۔ تو اُن کی ماں نے جواب دیا "بیٹا اگر تم پہلے حق پر لڑ رہے تھے تو پھر اب ہتیار ڈالنے کے کیا معنی"! چنانچہ حضرت ابن زبیر میدان میں گئے اور حق کی شہادت دیتے ہوئے شہید ہو گئے۔ اسی طرح جب اسپین کا آخری مسلمان بادشاہ قصر الحمرا کی کنجیاں دشمن کے سپرد کرکے رخصت ہوا اور ایک پہاڑی پر سے حسرت کی نگاہ سے آخری مرتبہ اپنے قصر کو دیکھا تو رونے لگا اس پر اُس کی ماں نے کہا کہ "جس کو تو مردانہ وار بچا نہ سکا اب اس کو کھو کر عورتوں کی طرح روتا ہے"! یورپ کے بڑے بڑے لوگ بھی اپنی بڑائی کو اپنی ماں ہی کی طرف کرتے ہیں۔ کانٹ، گوئٹے، کارلائل وغیرہ کو ان کی ماؤں ہی نے عظمت دلوائی۔ ہزاروں مثالیں اس کے ثبوت میں دی جاسکتی ہیں کہ اخلاق کی بنیاد ڈالنے والی فقط اُمت کی مائیں ہی ہیں۔

قوموں کی ترقی کی بنیاد بھی فقط افراد کے شخصی اور اجتماعی اخلاق ہی پر ہے۔ جب قوموں کے اخلاق اچھے ہو جاتے ہیں چاہے علم ہو یا نہ ہو چاہے پیسہ ہو یا نہ ہو تو اُن قوموں کو اللہ تعالےٰ فضیلت بڑائی اور حکومت دیتا ہے۔ ابتداء اسلام کی تاریخ اس کی شاہد ہے۔ مسلمانوں کے پاس کیا تھا۔ نہ پیسہ تھا نہ ہتیار رکھتے، نہ تعداد تھی، نہ آج کل کے معنوں میں علم تھا یعنی لکھنے پڑھنے سے بے بہرا تھے خود اُن کا نبی اُمّی تھا۔ فقط اخلاق تھے جس کی وجہ سے کوئی مقابلہ نہ کرسکا ایک ایک مسلمان دس دس پر بھاری تھا۔ روما کا زوال ہوا تو روما کے پاس مال و دولت تھی قوت تھی اُس وقت کی آدھی دنیا پر ان کی حکومت تھی تمام ممالک سے دولت روم کی طرف کھچی آتی تھی علم بھی ہر طرح کا موجود تھا مگر ایک چیز کی کمی تھی اور وہ اخلاق تھا۔ روما کو جاہل اور بے پیسہ والی قوموں نے برباد کردیا نہ دولت رہی نہ علم رہا اور نہ حکومت۔

پس معلوم ہوا کہ سب سے بڑی فضیلت بڑائی اخلاق کی ہے اور اُس کے بعد علم کی۔ اگر اخلاق اور علم دونوں ساتھ ساتھ ہوں تو سونے پر سہاگہ۔ پھر کیا کہنے۔ اور جیسا کہ ابھی کہا گیا اخلاق فقط ماں ہی پیدا کرسکتی ہے ہمارے نبی اخلاق ہی کی تعلیم دینے کے لئے آئے مکارم اخلاق کی تکمیل کرنے کے لئے بھیجے گئے۔ اعلیٰ اخلاق کا وہی نمونہ ہیں قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ یہی کہتا ہے کہ رسول اللہؐ میں عمدہ اخلاق کا بہترین نمونہ ہے۔ رسول اللہؐ ایک انسان تھے ان کی زندگی کے انسانی پہلو کو سمجھنا چاہیئے۔ ہر ماں کا فرض ہے فرض اوّل ہے کہ رسول اللہؐ کی زندگی کی کتابیں پڑھے اور نہایت آسان طریقے سے اپنے بچوں کو بتائے اور اپنے بچوں کو رسول اللہؐ کے اخلاق پر چلائے یہاں تک کہ بچے کی عادت بن جائے۔ اخلاق اصل میں عادت کو بھی کہتے ہیں۔ عمدہ عمل عمدہ کام کی عادت پڑ جانی ہی اخلاق ہے۔ ماں کے لئے یہ امر کوئی مشکل نہیں کہ بچے میں عمدہ عادتیں ڈال دے کسی کام کو بار بار ایک ہی طرح سے کرنے سے عادت پڑ جاتی ہے۔ مثلاً صبح اُٹھنا ضروری باتوں سے فارغ ہونا وضو کرنا نماز پڑھنا ایک رکوع قرآن شریف

پڑھنا۔ ہنس مکھ رہنا۔ بدن اور کپڑوں کو صاف رکھنا۔ بڑوں کو سلام کرنا ادب کرنا جن کی اطاعت ضروری ہے خوشی خوشی اطاعت کرنا۔ بھائی بہنوں سے اچھا سلوک کرنا آپس میں بانٹ کر کھانا کھانا۔ ایک دوسرے کی شکایت نہ کرنا سچ بولنا چاہے سچ پر سزا ہی ملے۔ سچ بول کر سزا پر فخر کرنا مگر اُس جرم پر فخر نہ کرنا جس پر سزا ملی ہے۔ حاجت مندوں کی مدد کرنا۔ بے زبان جانوروں پر رحم کرنا ترس کرنا اور جو مدد ہو سکے کرنا۔ کسی کی بُرائی اور عیب نہ کرنا۔ کام سے جی نہ چرانا۔ ہر حالت میں ماں باپ بھائی بہن پڑوسی وغیرہ کی مدد کرنا۔ کبھی کام نہ کرنے کے بہانے نہ ڈھونڈنا۔ برائی کا بہادرانہ مقابلہ کرنا اور سب سے زیادہ جو بنیادی اور مرکزی چیز ہے اللہ تعالیٰ کی دل سے عبادت کرنا اُس پہ صدق دل سے ایمان لانا اور تمام کام اُسی کے لئے کرنا۔ یہ اخلاق کی جڑ ہے کہ تمام کام صرف اللہ ہی کے لئے کئے جائیں۔ یہ باتیں صرف ماں ہی پیدا کر سکتی ہے بچپن کی باتیں نقش کالحجر ہو جاتی ہیں۔ بڑے ہو کر پھر اُن کا الگ ہونا ناممکن ہوجاتا ہے لہٰذا ایک قوم کی ترقی کا دارومدار اُس قوم کی عورتوں اُس قوم کی ماؤں پر ہے۔ پہلے اُن کو خود علم اور اخلاق سے آراستہ ہونا چاہیئے یہ قومی ترقی کا اصلی زینہ ہے۔ مگر اب بھی اگر ہر ماں جو باتیں میں نے لکھی ہیں اُن کو نظر کے سامنے رکھے ان کا خیال رکھے تو بہت کچھ کر سکتی ہے۔ مگر جیسا کہ چاہیئے وہ تو جب ہی ہو سکتا ہے جب اخلاق خود ماؤں کے اسلامی ہوں اور پھر صحیح علم حاصل ہو۔ یہ بات عمدگی سے "ماؤں کے مدرسوں" ہی میں حاصل ہو سکتی ہے جس کا میں کئی مرتبہ عصمت میں ذکر کر چکا ہوں۔ ماؤں کو بھی اُن باتوں کی عادت ہونی چاہیئے جن باتوں پر بچے کے اخلاق کا دارومدار ہے۔ فقط علم سے کام نہیں چلتا۔ میں نے ان بیگمات کو دیکھا ہے جنہوں نے ڈاکٹری تعلیم بھی ختم کر دی مگر عادتیں زندگی کے اصولوں کے خلاف ہی ہیں۔ نہ کھانے میں صفائی نہ پہننے میں صفائی۔ نہ علاوہ یہ جانتی ہیں کہ کون سی چیز بدہضمی کرتی ہے اور کیا چیز ثقیل ہے نہ وہ اپنے بہن بھائیوں اور ان کے بچوں کو کسی ایسی بات سے روکیں جس سے نمونیہ یا ٹائیفائڈ کا ڈر ہے۔ ہاں اگر یہ بیماریاں ہو جائیں تو کسی کتاب میں پڑھا ہوا نسخہ غالباً صحیح لکھ دیں گی۔ لہٰذا علم اگر صحیح عادتیں نہ پیدا کرے اور جزو اخلاق نہ بن جائے تو بے کار ہی نہیں بلکہ بعض وقت کیا اکثر سخت نقصان وہ بھی ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اپنے میں اور اپنے بچوں میں صحیح اخلاق پیدا کرنے سے مائیں قومی ترقی کی بنیادیں ڈال سکتی ہیں۔ اگر یہ بنیادیں گہری اور مضبوط نہ ہوئیں تو قومی ترقی کا مکان کسی آندھی اور مینہ اور معمولی سے زلزلے سے برباد ہو سکتا ہے ٭

محمد عبد الستار خیری

بُوا فِرعونی

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

(از پروفیسر مولوی حامد حسن صاحب قادری)

بوا فرعونی کو اپنے وقت میں ایسی بیسیوں تدبیروں سے کام لینا پڑا تھا۔ خانہ داری کی سیاست کی ایسی ماہر تھیں کہ پاس پڑوس کی عورتیں، سہیلیاں، ہجولیاں اپنے اپنے معاملات میں ان سے مشورہ لینے آتی تھیں۔ اور یہ ایسی ایسی ترکیبیں دماغ سے اتارتی تھیں کہ چاہے گھر کا گھروا ہو جائے لیکن بیوی کی بات اوپر رہے، بوا فرعونی کی جوانی کا ذکر ہے کہ ان کے میاں کسی بات پہ ان سے ناراض ہو گئے، بولنا چھوڑ دیا۔ اور یہ قطع تعلق دو چار دن نہیں، دو چار ہفتے نہیں، دو چار مہینے نہیں۔ دو چار برس تک جاری رہا۔ مگر شاباش ہے بوا فرعونی کو کہ یہ زمانہ اس طور سے گزار دیا کہ کانوں کان کسی کو خبر نہ ہوئی۔ حد یہ ہے کہ گھر کے آدمیوں اور اپنی اولاد تک کو بھی اس کا احساس اور شبہ نہ ہونے دیا لیکن اس سارے عرصے بوا فرعونی کے دل و دماغ میں ایک طوفان جاری اور ایک قیامت برپا رہی۔ دعا۔ درود، تعویذ، گنڈے، منت مراد، کون سی چیز تھی جو انہوں نے اٹھا رکھی۔ چلے کھینچے وظیفے پڑھے، عاملوں سادھوؤں کے پاس دوڑی پھریں، روپیہ ٹھیکریوں کی طرح لٹایا، پانی کی طرح بہایا، آخر میاں سے اپنا سجدہ کرا کر چھوڑا، پھر تو وہی میاں صرف زن مرید نہیں "زن بندہ" بن گئے۔ اور ختم نبوت کی طرح بیوی کی ختم ولایت کا دم بھرنے لگے،

اس شورش باطنی اور قیامت خاموش کے زمانہ میں بوا فرعونی نے جیسی جیسی جسمانی مصیبت اٹھائی جو جو روحانی کوفت سہی وہ ایک مستقل داستان ہے لیکن اس میں ان پر ایک ایسا عجیب و غریب واقعہ گذر گیا کہ آج بھی سنکر حیرت ہوتی ہے اور بوا فرعونی کی ہمت مردانہ پر دل سے آفریں نکلتی ہے۔ بہادر سے بہادر مرد بھی اس سے زیادہ کیا کر سکتا تھا جو بوا فرعونی نے کر دکھایا۔

بوا فرعونی نے سنا کہ شہر سے دس میل ایک گاؤں ہے اس میں کوئی فقیر صاحب کا زبردست عامل ہے۔ فوراً اپنی رازدار ماما کو بھیجا وہ گئی، دیکھ آئی۔ مل آئی اور یہ جواب لائی کہ میاں صاحب بہت خفا ہوئے اور فرمایا۔ "جا جا جس کا کام ہے وہی آئے اور اکیلا آئے" بوا فرعونی کے یہ سنکر چھکے چھوٹ گئے۔ پسینہ آگیا، جانا کوئی نئی بات نہ تھی۔ تنہا جانا بھی کوئی بڑا کام نہ تھا۔ لیکن تنہا آنے کی شرط کیوں لگائی ہے۔ اس سے جی ڈرتا تھا پوچھا۔ "اری کمبخت میاں صاحب کس وقت ملتے ہیں، دن کو یا رات کو، اکیلے ہوتے ہیں یا اور لوگ بھی پاس ہوتے ہیں" ماما نے کہا "اے بوا دن ڈھلے عصر کے وقت ملتے ہیں۔ رات کو تو وہ کسی کو پاس تک نہیں آنے دیتے۔ مغرب کے بعد کوٹھری بند کر لیتے ہیں صبح کو کھولتے ہیں، کہتے ہیں رات کو ان کے پاس جن آتے ہیں اور کسی وقت تنہا بھی نہیں ہوتے، ویسے تو باہر آدمیوں کا میلا لگا رہتا ہے لیکن ان کے پاس بھی ہر وقت دو چار دس بیس حاجت مند بیٹھے رہتے ہیں۔ میاں صاحب بہت باتیں نہیں کرتے۔ کسی کا قصہ داستان نہیں سنتے۔ بس ایک لفظ میں مقصود دریافت کر لیتے ہیں۔ اور کوئی تعویذ دیتے ہیں، عمل بتا دیتے ہیں کسی پر دم کر دیتے ہیں کسی کو جھاڑ دیتے ہیں۔ اے بی میرے سامنے ایک عورت آئی اور کہا کہ بیٹا ایسا بیمار ہے کہ کھٹیا سے لگ گیا ہے یہاں تک نہیں آسکتا چل کر دم کر دیجئے۔ میاں صاحب نے کچھ پڑھ کر چھت کی طرف منہ اٹھا کر پھونک ماری اور کہا جا دم کر دیا۔ اچھا ہو جائے گا۔ ایک اور عورت آئی اور کہنے لگی کہ میاں نے چھوڑ دیا ہے۔ پہلے تو دیکھی دیا کرتا تھا

اب دوسرا نکاح کرنے کے لئے دوسرے گاؤں کو گیا ہے۔ میاں صاحب نے کچھ پڑھ کر زمین پر انگلی سے بڑی لکیر کھینچی اور پھر اس لکیر کے بیچ میں انگلی رکھکر اپنی طرف کو لکیر کھینچدی (⊤) اور کہا جا جہاں تک گیا ہے وہاں سے آگے نہیں بڑھے گا۔ پیچھے کو لوٹ آئے گا" عورت نے جلدی سے پوچھا "میاں صاحب پھر کیا میرے پاس آئے گا۔ کہنے لگے "چل باتیں نہ بنا اور کیا میرے پاس آئے گا"۔ بوا فرعونی نے جو یہ واقعات سنے تو ایسی بے تاب ہوئیں کہ پر لگ جائیں اور ابھی اڑ کر جا پہونچیں۔ اتفاق سے دوسرے روز سے کئی دن کی تعطیل تھی اور میاں وطن جانیوالے تھے، اتفاق سے موقعہ نکل آیا۔ میاں ایک بجے دن کو بڑی لائن سے سوار ہوئے اور بوا فرعونی ماما کو ساتھ لے چھوٹی لائن سے تین بجے چلدیں۔ سات میل تک تو ریل جاتی تھی اسٹیشن پر اتر گئیں وہاں سے گاؤں تین میل تھا۔ اسٹیشن کے پاس سرائے تھی۔ اس میں ایک کوٹھری کرایہ پر لی۔ ماما کو وہاں چھوڑا اور آپ تن تنہا برقع میں لپٹی ہوئی تانگہ میں بیٹھ میاں صاحب کی خدمت میں روانہ ہوئیں۔ میاں صاحب کی جھونپڑی سے کچھ فاصلے پر تانگہ سے اتر گئیں، تانگہ والے کو ٹھہرنے کا حکم دیکر میاں صاحب کے پاس پہونچیں وہاں کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ بہت سی عورتیں مرد بیٹھے تھے۔ آجا رہے تھے۔ یہ بھی خاموش ایک کونے میں جا بیٹھیں، ماما سے سن چکی تھیں کہ میاں صاحب لمبی چوڑی کہانی نہیں سنتے۔ اور یہ غیروں کے سامنے سنانی بھی نہ چاہتی تھیں۔ سمجھتی تھیں کہ میاں صاحب کو کشف سے سب کچھ معلوم ہو جاتا ہے۔ اس لئے متوجہ کرنیکی غرض سے کاغذ کے پرچہ پر صرف چار لفظ لکھ لائی تھیں۔ جب ان کی باری آئی پرچہ پیش کر دیا۔ اس پر لکھا تھا:-

یوسف گم گشتہ باز آید بکنعاں[1] یہ لفظ دیکھتے ہی میاں صاحب کا چہرہ چمک اٹھا، ان کو اب تک جاہلوں گنواروں سے سابقہ پڑا تھا، اس ذرا سے پرچے نے بوا فرعونی کی علمیت، ذہانت، شہرت، دولت، ہمت سب روشن کر دی۔ گویا برقع کے اندر عورت کے علاوہ جو چیزیں تھیں سب اس پرچہ پر منقوش تھیں۔ پرچہ پڑھتے ہی بیساختہ میاں صاحب نے فرمایا: غم مخور۔ بوا فرعونی کا دل فرط خوشی سے اچھلنے لگا۔ قریب تھا کہ میاں صاحب کے قدموں پر گر پڑیں کہ انہوں نے شاید یہ بات سمجھ کر جلدی سے کہا "اس کے مقطع کو ہمیشہ پیش نظر رکھو" بوا فرعونی کا دل دھک سے ہو گیا۔ کیا میاں صاحب ان کے علم و عقل کا امتحان لے رہے تھے۔ لیکن وہ امتحان میں کامیاب تھیں۔ کون ہے جس نے فارسی پڑھی ہے اور حافظ شیرازی کی یہ غزل نہیں دیکھی۔ پھر بوا فرعونی اس سے کیا بے خبر ہوتیں اور کچھ نہیں تو فال دیکھنے کے لئے ہی دیوان حافظ قرآن مجید سے زیادہ ان کے مطالعہ میں رہتا تھا۔ قرآن پاؤ یاد ہوگا تو دیوان حافظ آدھا۔ فوراً غزل کا یہ مقطع یاد آ گیا۔

حافظ در کنج فقر و خلوت شب ہائے تار
تا بود وردت دعا و درس قرآں غم مخور

اور اس کا مضمون ذہن میں آتے ہی دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ میاں صاحب کرامت کے ذریعہ سے پھونک مار کر اس مشکل کو حل کرنا نہیں چاہتے۔ یہ تصور آتے ہی مایوسی چھا گئی۔ آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ میاں صاحب شاید اس کیفیت کو بھی دل کی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے بولے "سب کام ایک سے نہیں ہوتے۔ پھر کچھ عمل اور وظیفہ اس کا طریقہ اس کی زکوۃ سب بتائی۔ اور خاموش ہو گئے۔ بوا فرعونی ایسے غور و توجہ سے سن رہی تھیں کہ ایک ایک ہدایت ایک ایک لفظ دل پر نقش ہو رہا تھا۔ لیکن جو عمل بتایا گیا تھا وہ بہت دشوار، نہایت دیر طلب اور سخت امتحان کا تھا۔ بوا فرعونی نے ارادہ کر لیا تھا کہ بے ضرورت اپنی آواز نہ سنائیں گی۔ اس وقت بے اختیار جی چاہا کہ قدموں پر گر کر عرض کریں کہ یا حضرت اس ناتوان و دردمند کنیز سے یہ پہاڑ نہ اٹھے گا۔ آپ اپنی کرامت سے بیڑا

[1] یعنی کھویا ہوا یوسف پھر کنعان میں آجائے۔ خواجہ حافظ شیرازی کے مشہور مطلع کا پہلا مصرعہ ہے۔ ع یوسف گم گشتہ باز آید بکنعاں غم مخور

پار لگا دیجیے، لیکن یہ بات بھی شاید میاں صاحب نے سمجھ لی، فرمایا۔ بیگم صاحب جاؤ، تمہارے لئے یہی حکم ہے" بیگم صاحب کا لفظ سنتے ہی بوا فرعونی کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ چکر آنے لگا۔ پسینہ چھوٹ گیا۔ لیکن سنبھلیں اور فوراً کھڑی ہو کر خاموش سلام کر کے الٹے پاؤں باہر نکل گئیں

تانگہ کھڑا ہی تہا۔ بیٹھ گئیں۔ تانگہ اسٹیشن کو روانہ ہوا اور بوا فرعونی اپنے خیالات اور منصوبوں میں غرق ہو گئیں ابھی خیالی پلاؤ پکا رہی تھیں کہ یکایک جھٹکا لگا، سنبھلیں اور ایسا معلوم ہوا کہ سوتے سے چونکی ہیں۔ ادہر اُدہر دیکھا تو خیال آیا کہ یہ راستہ وہ نہیں ہے۔ جس سے آئی تھی۔ اس خیال کے آتے ہی دل بیٹھ گیا۔ مغرب کا وقت آگیا تھا اور اندھیرا بڑھ رہا تھا۔ تانگہ اس قدر تیز جا رہا تھا کہ جیسے جان بچا کر بھاگ رہا ہے۔ سمجھ گئیں کہ تانگے والے کی نیت بد ہے۔ پہلے تو بہت گھبرائیں ہاتھ پاؤں پھول گئے، کچھ کہنا چاہا زبان نے یاری نہ دی لیکن ایک لمحہ میں یہ کیفیت گذر گئی، اور دل کو مضبوط کر کے تانگے والے سے پوچھا، کدہر جا رہے ہو۔ اسٹیشن کا راستہ یہ نہیں ہے اسٹیشن کتنی دور ہے لیکن اس نے جواب دینے کی بجائے گھوڑے کے دو ہنٹر رسید کئے۔ گھوڑا اور اڑ چلا اب بوا فرعونی کے حواس غائب پھر غائب ہو چلے لیکن پھر ہمت باندھی اور تانگہ کا کندھا پکڑ کر زور سے ہلایا اور چلا کر کہا" تانگہ روک لے، ورنہ کود پڑتی ہوں۔ میری تو جان جائے گی لیکن تو بھی نہ بچے گا، پکڑا جائے گا، مارا جائیگا۔" تانگہ والے نے جھٹکا دیکر کندھے سے ہاتھ ہٹا دیا لیکن منہ سے کچھ نہ بولا، اب بوا فرعونی نے پھر چاروں طرف نظر ڈال کر بچنے کے امکانات کا اندازہ کیا۔ لیکن ہر طرف سنسان میدان نظر آیا۔ آدم نہ آدم زاد۔ آبادی۔ نہ روشنی۔ بھلے کو چاندنی رات تھی۔ ورنہ اب تک اتنا اندھیرا ہو جاتا کہ راستہ بھی نظر نہ آتا۔ چاند پر نظر پڑتے ہی خیال آیا آج گیارہویں تاریخ ہے اس وقت گھر ہوتی تو گیارہویں شریف کی نیاز کرتی۔ فوراً دل میں نیت کی کہ" یا پیر دستگیر اس مصیبت سے نجات دو، رات ہی میں گھر پہنچا دو تو صبح کو اتنی نیاز کروں جتنی سال کے بارہ مہینوں میں کرتی"۔

یہ دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ تانگہ اک دم بائیں ہاتھ کی طرف مڑا۔ اور معاً سامنے ایک دھندلی سی عمارت آئی اور پانی کے بہنے کی آواز سنائی دی۔ سوچنے لگیں کہ دیکھئے اب کیا گل کھلتا ہے۔ اتنے میں یکایک تانگہ رک گیا۔ یہ ابھی جلدی سے کود کر کھڑی ہی ہوئی تھیں کہ تانگے والے نے آکر پہنچا پکڑ لیا اور فوراً منہ سے زور کی سیٹی بجائی۔ بوا فرعونی نے زور کر کے ہاتھ چھڑانا چاہا لیکن لوہے کے شکنجہ کی گرفت تھی۔ چیخیں چلائیں برا بھلا کہا۔ اور پوچھا کہ آخر مطلب کیا ہے۔ یہاں کیوں لائے ہو۔

تانگہ والا۔" پہلی بات تو یہ ہے کہ یہاں چیخنے چلانے سے فائدے کی جگہ نقصان ہوگا۔ اس لئے بالکل خاموش رہو۔ دوسری بات یہ کہ اس 'جنگ محل' کے اندر چلو"

بوا فرعونی۔ "پہلے میرا ہاتھ چھوڑ۔ بے حیا بدذات!"

تانگے والا۔ "دیکھو بیگم صاحب، زبان نہ چھوڑو۔ یہ تمہارے لئے زیبا نہیں۔ لو میں ہاتھ چھوڑتا ہوں۔ لیکن اس پستول کو دیکھ لو تم نے چیخنے یا بھاگنے کا ارادہ کیا اور میں نے دو ٹوک فیصلہ کیا۔"

بوا فرعونی۔ اے میرے اللہ! کیا تم میری جان لینا چاہتے ہو؟

تانگہ والا۔" اس کی ضرورت ہوتی تو اتنی دیر کرنے سے کیا فائدہ تھا۔ اور پہلے سے خبردار کیوں کرتا۔"

اتنے میں ایک شخص عمارت کی طرف سے آتا نظر آیا۔ بوا فرعونی نے اس طرف نظر اٹھائی تو معلوم ہوا وہ عمارت پانی کے کنارے پر بنی ہوئی ہے اور سڑک سے اس کے اندر جانے کے لیے تختوں کا راستہ بنا دیا ہے۔ تانگہ والے نے اسی شخص کو بلانے کے لئے سیٹی بجائی تھی۔ تانگہ والا اس کی طرف مخاطب ہوا۔

تانگہ والا۔" رفیق قریب آؤ۔ دیکھو۔ یہ بیگم صاحب آئی ہیں۔ ان کو "جنگ محل" کی سیر کراؤ۔ بیگم صاحب اس کے ساتھ جائیے میں ابھی گھوڑے کو باندھ کر آتا ہوں"

بوا فرعونی۔ "کیا! ہرگز نہیں میں اس کے ساتھ اس مکان میں ہرگز نہ جاؤں گی۔ اس سے مرجانا اچھا ہے۔ تم مار ڈالو۔

تانگہ والا۔ (پستول تان کر) "تم کو جانا پڑے گا بحث اور حجت سے کچھ فائدہ نہیں۔ میں پھر کہتا ہوں کہ ہمیں تمہاری جان لینی نہیں ہے، مال لینا ہے"۔

بوا فرعونی۔ (اپنا بٹوہ بڑھاکر)۔ "لو تو مال لیلو۔ جو کچھ ہے سب لے لو"

تانگے والے کا ساتھی (بٹوہ ہاتھ سے لیکر) کفران نعمت نہیں کرنی چاہیئے۔ اس تحفہ کا شکریہ لیکن مکان کے اندر پھر بھی چلنا پڑے گا۔ ایک ذرا سے کاغذ پر آپ کو دستخط کرنے ہیں

بوا فرعونی۔ "تم قسم کھاتے ہو کہ میری جان کا کوئی خطرہ نہیں ہے؟"

تانگے والا۔ "یہ تو میں کئی بار یقین دلا چکا ہوں"

بوا فرعونی۔ "اچھا چلو۔ تم آگے بڑھو"

رفیق۔ "نہیں بیگم صاحب آپ آگے چلئے لیکن یاد رکھئے کہ میں پاس ہی ہوں اور میرے ہاتھ میں بہت موٹا ڈنڈا ہے"۔

دونوں آگے پیچھے تختوں کا راستہ طے کرکے مکان کے دروازے پر پہونچے۔ رفیق نے کہا "دروازے کو دھکا دو کھل جائیگا"۔ بوا فرعونی نے دروازہ کھولا تو اندر بالکل اندھیرا گھپ نظر آیا۔ اندر قدم رکھتے ہی رفیق نے اندر سے دروازہ بند کرلیا۔ اب اس قدر تاریکی تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ سوجھتا تھا۔ تاریکی۔ تنہائی اور غیر مرد کا تصور آتے ہی بوا فرعونی کانپ اٹھیں۔ پاؤں لڑکھڑانے لگے۔ اتنے میں رفیق نے دیا سلائی۔ اور موم بتی روشن کرلی۔ اب بوا فرعونی کا خوف ذرا کم ہوا۔ اندر ایک زینہ نظر آیا۔ رفیق نے کہا "اوپر چلئے"۔ اب بحث و انکار کا موقعہ نہ تھا۔ آگے بوا فرعونی پیچھے رفیق زینے پر چڑھکر ایک کمرے میں پہونچے۔

رفیق۔ "اب میں غریب خانہ پر آپ کا خیر مقدم کرتا ہوں، تشریف رکھئے، یہ میری بیوی خدمت کے لئے حاضر ہے۔ بوا فرعونی نے دیکھا کہ مجازی نہیں حقیقی غریب خانہ ہے۔ پلنگ پیڑھی میز کرسی۔ سب خستہ و خراب ہیں۔ اور ایک پلنگ پر ایک عورت بیٹھی ہے۔ وہ ان کو دیکھتے ہی کھڑی ہوگئی۔ عورت کو دیکھکر بوا فرعونی کے جان میں جان آئی۔ کیسی ہی مگر وہ صورت سہی اپنی ہمجنس تو ہے۔

چند منٹ میں تانگے والا بھی آگیا اور آتے ہی بولا۔

تانگے والا "کہئے بیگم صاحب اب کیا ارادہ ہے؟

بوا فرعونی۔ "میرا ارادہ؟ تم اپنا ارادہ بتاؤ مجھے کیوں یہاں لائے ہو۔ وہ کاغذ کیسا ہے جس پر مجھ سے دستخط کرانے ہیں۔ یا بہانہ ہی بہانہ تھا۔

تانگے والا۔ "ہم حیلے بہانے کے آدمی نہیں، صاف معاملہ کرنے والے ہیں بیگم صاحب اب تم بالکل ہمارے قابو میں ہو اور ہم جو کہیں اس کے کرنے پر مجبور ہو اس کے بعد اگر دیر ہوگی تو تمہاری طرف سے ہوگی، اچھا پہلے اپنا نام بتائیے"

بوا فرعونی۔ "میرا نام؟ تمہیں نام سے کچھ کام نہیں"۔

تانگے والا۔ "اچھا اگر تم چک پر اپنا نام نہیں لکھنا چاہتیں تو کسی شخص کے نام رقعہ لکھدیجئے کہ مجھے ایک ہزار روپیہ دیدے اور کسی قسم کا کوئی سوال نہ کرے"۔

بوا فرعونی:" تمہیں کیا معلوم کہ میری اتنی حیثیت بھی ہے کہ ایسی بڑی رقم دے سکوں"۔

تانگے والا: ایک تو تمہارے اسی سوال سے میرے قیاس کی تصدیق ہو گئی۔ تمہاری اتنی حیثیت نہ ہوتی تو یہ نہ پوچھتیں کہ مجھے کیونکر معلوم ہوا بلکہ صاف انکار کرتیں قسمیں کھاتیں۔ رو دیتیں پیٹتیں۔ اگرچہ اس پر بھی مجھے یقین نہ آتا اس لئے کہ میں پہلے ہی تھوڑی بہت تحقیق کر چکا تھا"۔

بوا فرعونی (حیرت سے) "وہ کیسے"؟

تانگے والا: "بات ختم ہونے میں دیر لگنے سے تمہارا ہی نقصان ہے۔ مجھے بتانے میں کچھ عذر نہیں۔ کل تمہاری ماما میاں صاحب کے پاس آئی تھی اور اس کو اسٹیشن سے میں ہی لایا تھا۔ یہاں تانگے دو ایک ہی ہیں۔ میں نے اس سے کچھ نہیں پوچھا نہ پوچھنے کی ضرورت تھی۔ نہ خیال۔ ہمارا یہ پیشہ نہیں ہے کہ ہر مسافر کو بہکا بھٹکا کر لوٹ لیں۔ کبھی اتفاق سے کوئی سونے کی چڑیا ہاتھ آ جاتی ہو تو بے شک نہیں چھوڑتے۔ جب تمہاری ماما میاں صاحب کے پاس گئی تو میں بھی ویسے ہی جا کر کھڑا ہو گیا کہ میاں صاحب کا دیدار ہو جائے گا، تمہاری ماما نے میاں صاحب سے مختصر طور پر جو کچھ حال بیان کیا وہ میرے کان میں بھی پڑ گیا۔ اس وقت بھی مجھے کوئی خیال پیدا نہ ہوا، اتفاق سے آج تم دونوں اسٹیشن سے نکلیں تو مجھے وہ بات یاد آ گئی، اور آج میں تمہاری باتیں ہی سننے کے لئے پھر میاں صاحب کی کوٹھڑی کے پاس جا کھڑا ہوا۔ جب رخصت کرتے وقت میاں صاحب نے تمہیں بیگم صاحب کہا تو بس اسی وقت میرا یہ سب منصوبہ بندھ گیا۔ اگر اب بھی آپ یہ ہی کہو کہ میرا خیال غلط ہے تو آپ یہاں ٹھیرو۔ میں ابھی اسٹیشن جا کر سرائے میں تمہاری ماما سے تحقیقات کرا آتا ہوں۔ مجھے پوچھنے کے ایسے ڈھب آتے ہیں کہ وہ کچھ چھپا نہیں سکتی۔ اور فرض کرو کہ اس نے نہ بتایا تو آپ تو یہاں موجود ہی ہیں۔ میں کل دن میں شہر جا کر سب حال معلو

اس تقریر کو سنکر بوا فرعونی کے ہوش اڑ گئے، بولیں۔

بوا فرعونی۔ "اچھا قصہ کو مختصر کرو، میں اپنے بینک کو خط لکھ دیتی ہوں"۔

تانگے والا۔ "یہ آپ ہی کے لئے برا ہے یہاں کوئی آس پاس ایسا شخص نہیں ہے جس کو لکھ دو اور وہ دیدے"؟

بوا فرعونی۔ "نہیں۔ میں اس ضلع میں کسی کو نہیں جانتی۔ یہاں بالکل اجنبی ہوں"۔

تانگے والا۔ "بہتر۔ اپنے بینک ہی کے مینیجر کو لکھ دو۔ میں فوراً روانہ ہو جاؤں گا۔ اور کل صبح بنک کھلتے ہی خط پہونچا کر وصول کرلاؤں گا کل ایک بجے تک یہیں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا"۔

بوا فرعونی۔ "یا اللہ! تم اتنی دیر مجھے یہاں مقید نہیں رکھ سکتے"۔

تانگہ والا۔ "نہیں رکھنا پڑے گا۔ اور تمہیں رہنا پڑے گا۔ کیا تم ہم کو اتنا احمق سمجھتی ہو کہ بغیر روپے وصول کئے چھوڑ دینگے"

بوا فرعونی: "لیکن میں تمہیں سارا خط بجز دستخط کے دکھا دوں گی اور قسم کھاتی ہوں کہ تمہارے خلاف کوئی بات نہ لکھوں گی۔ تم تین آدمیوں میں کوئی تو پڑھا ہو گا"۔

تانگے والا: "آپ کا یہ خادم ہی کچھ شد بد جانتا ہے لیکن اس طرح کام نہ بنے گا۔ ہم صرف وعدوں پر بھروسہ کرنے کے آسامی نہیں ہیں۔ آپ کو تکلیف تو بیشک ہو گی۔ لیکن رفیق کی بیوی خدمت گذاری کے لئے حاضر ہے"۔

بوا فرعونی رات بھر کی قید کا تصور کر کے نہایت بے چین ہوئیں اور بولیں۔

بوا فرعونی۔ اچھا تم میرا زیور بھی لیلو۔ لو یہ ہار ہے۔ یہ بازو بند ہے۔ یہ سونے کی گھڑی۔ یہ تینوں چیزیں ایک ہزار سے

زیادہ کا مال ہیں، ان میں جواہرات جڑے ہوئے ہیں۔"

تانگے والا۔ "ان کو تو بھاؤ میں لینے کا ارادہ ہی تھا ابھی کچھ جلدی نہ تھی۔ اصل بات تو وہ روپیہ ہیں اور وہ الگ لینے ہیں اب یہ سمجھ لو کہ جتنی دیر لگاؤ گی اتنی ہی دیر یہاں اور رہنا پڑے گا۔"

بوا فرعونی۔ (غصے سے کھڑی ہو کر) "تم مجھے روک نہیں سکتے۔ کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ فوراً مجھے جانے دو، زیادہ تنگ نہ کرو۔ سمجھ لو کہ تنگ آمد بجنگ آمد میں اس قدر چیخوں چلاؤں گی کہ گھر کی چھت اڑ جائے گی۔ دور دور خبر پہونچے گی، اور کوئی نہ کوئی دوڑا آئے گا۔ سنتے ہو؟"

تانگے والا۔ "میں سب سن رہا ہوں۔ تم پہلے اپنا گلا تو پھاڑ لو، یہ 'جنگ محل' اس حکمت سے بنایا گیا ہے کہ کتنے ہی زور کی آواز ہو ان دیواروں سے باہر نہیں جا سکتی۔ اس کے علاوہ اور دیکھو۔"

یہ کہہ کر وہ کمرے کے ایک کونے میں گیا اور فرش پر جھک کر ایک لوہے کا کنڈا پکڑ کر اٹھایا۔ نیچے ایک غار تھا

تانگے والا۔ "یہ ایک چور راستہ ہے۔ اس مکان میں شاہی وقتوں میں سامان جنگ رہتا تھا، اسی لئے اس کا نام جنگ محل ہے۔ یہ غار چھت سے نیچے تہ خانہ تک پہونچتا ہے۔ دیکھو یہ رسی لپٹی ہوئی رکھی ہے۔ اور اس کڑے میں بندھی ہوئی۔ رسی کو نیچے لٹکا کر اس کے ذریعے سے سامان اوپر کھینچ لیا جاتا تھا۔ سنتی ہو بیگم صاحب۔ اوپر سے کسی آدمی کو نیچے پھینک دیا جائے تو ہاتھ پاؤں سلامت نہیں رہ سکتے۔ جان بچنی بھی مشکل ہی ہے۔"

بوا فرعونی کے خوف کے مارے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ غار پر سے ذرا ہٹ گئیں اور سوچنے لگیں کہ یہ لوگ میری جان نہیں لے سکتے ان کو خود اپنی جان کا اندیشہ ہوگا۔ یہ سوچ کر بولیں۔

بوا فرعونی۔ "مجھے تمہاری کوئی شرط منظور نہیں۔ میں نے اپنا زیور بھی دیدیا۔ اس سے زیادہ کچھ نہ دوں گی۔"

تانگے والا۔ "بیگم صاحب ہم سے کوئی چال نہ چلے گی۔" اور یہ کہہ کر پستول نکال لیا۔

بوا فرعونی۔ "تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ قاتل دنیا میں بھی سزا سے نہیں بچتا۔ پولیس کی جاسوسی کا جال پھیلا ہوا ہے تم اس مال کو غنیمت نہیں جانتے جو ہاتھ آ گیا ہے۔ تو مجھے جانے دو اور قسم لے لو جو میں اس سارے واقعہ کی کسی کو کانوں کان خبر ہونے دوں۔ نہ پولیس میں اطلاع دوں۔ نہ تحقیقات کراؤں۔ نہ پکڑواؤں۔ لیکن اگر تم نے مجھے یہاں روک رکھا تو یاد رکھو میں سخت سے سخت انتقام لے سکتی ہوں۔"

تانگے والا۔ "بس بیگم صاحب بس کیجئے۔ معلوم ہوتا ہے تم اس موقع اور اس حالت کو ابھی سمجھی نہیں۔ اگر ہم کو یہ کھٹکا ہوتا کہ تم یہاں سے نکل کر ہم کو پکڑوا دو گی تو ہم تمہارا کبھی کا خاتمہ کر چکے ہوتے۔ نہیں۔ ہم کو یقین ہے کہ تم ہماری خاطر نہیں بلکہ اپنی عزت آبرو کی خاطر ان دلچسپ واقعات کا ذکر بھی نہ کرو گی۔ کسی مالدار شریف زادی نوجوان برقع پوش کا تنہا گاؤں گاؤں جنگلوں جنگلوں پھرنا عزت آبرو کی بات نہیں ہے۔ رات بھر گھر سے باہر رہنا اچھے چال چلن والے کا کام نہیں ہے۔ تم شوہر دار ہو، باپ بھائی بھی ہوں گے، ان سے تم یہ واقعہ بیان نہیں کر سکتیں۔ بیگم صاحب اس طرف سے تو ہم کو بالکل اطمینان ہے۔ اب فرماؤ کیا حکم ہے؟"

بوا فرعونی۔ "اگر تم مجھے جانے دو گے تو کل دوپہر سے پہلے میں بجائے ایک ہزار کے دو ہزار روپے جس پتے پر کہو بھیج دوں گی یا جس آدمی کو کہو گے میری ماما جا کر اس کے ہاتھ میں دے آئے گی۔"

تانگے والا۔ "تم نے باتوں میں اور دیر لگائی تو میں خود ہی ایک ہزار کے دو ہزار کر دوں گا۔"

بوا فرعونی (مایوس ہوکر رفیق کی بیوی کی طرف دیکھکر) "لے بہن، تم ہی میرے حال پر رحم کھاؤ"۔ عورت نے انکار کیلئے سر ہلادیا۔ منہ سے کچھ نہ بولی۔

تانگہ والا: "اچھا بیگم صاحب اب جلدی کرو، بہت حجت ہولی۔ رفیق۔ قلم دوات کاغذ ہے۔؟"

رفیق: "یہ کاغذ ہے۔ یہ قلم دوات موجود ہے۔ مہر کے لئے لاکھ بھی تیار ہے"۔

بوا فرعونی نے گہرا سانس لیا اور میز کے پاس بیٹھکر یہ سطریں ایک مشہور بینک کے مینیجر کے نام لکھیں۔

حامل رقعہ کو ایک ہزار روپیہ نقد دیدیجئے۔ کسی قسم کا کوئی سوال اس سے نہ کیجئے۔ نہ ایک لمحہ کی تاخیر کیجئے۔ میرے دستخط کا صحیح و درست ہونا اس بات سے ظاہر ہوگا کہ اس سے پہلے میں نے آخری چک پانچ تاریخ ماہ حال کو بینک بھیجا تھا۔"

بوا فرعونی (رقعہ تانگے والے کو دیکر) "اس کو پڑھ لو، اس کے بعد میں دستخط کروں گی"۔

تانگے والا (پڑھ کر) "ٹھیک ہے میں آپ کا نام دیکھنا نہیں چاہتا۔ لیکن مہربانی کرکے دستخط اس طرح کیجئے گا کہ میں دور سے دیکھ سکوں کہ دستخط کے علاوہ اور کچھ نہیں لکھا۔ بوا فرعونی نے دستخط کرکے خط لفافہ میں رکھا اور انگلی سے انگوٹھی اتار کر لاکھ سے لفافے پر مہر لگادی۔ مہر میں ایک خاص قسم کا دستخطی طغرا بنا ہوا تھا، نام نشان کسی کا نہ تھا، مہر لگا کر خط تانگے والے کو دیدیا۔

تانگے والا: "بیگم صاحب امید ہے کہ آپ نے ایسا بندوبست کیا ہوگا جس سے مجھے روپیہ وصول ہونے میں دشواری نہ ہو اور کوئی پوچھ گچھ نہ کیجائے۔ اس لئے کہ میں بھی اپنی حفاظت کی تدبیر سے غافل نہیں ہوں"۔

رفیق: "میں اپنے ساتھ خادم کو لئے جاتا ہوں، روپیہ خیریت سے مل گئے تو میں کل ایک بجے یہاں موجود ہوں گا۔ اور کچھ گڑبڑ ہوئی تو خادم آکر کہدیگا۔ پھر بیگم صاحب جانیں اور ان کی تقدیر، اور تمہاری تدبیر۔ بیگم صاحب اگر خدا نہ کرے معاملہ بگڑ گیا تو پھر آپ میرے خلاف گواہی دینے کیلئے موجود نہ ہوں گی"۔

بوا فرعونی: "تم نے تو ابھی کہا تھا کہ میری طرف سے تمہیں اطمینان ہے"۔

تانگے والا: "سچ ہے لیکن ہم لوگوں کی عادت ہے کہ گرہ پر گرہ لگا لیتے ہیں رکی ہے، اچھا اب میں جاتا ہوں"۔ اس کے جانے کے بعد رفیق کی بیوی نے بوا فرعونی سے کہا بیگم صاحب آرام سے تشریف رکھئے۔ یہ گھر تو آپ کے لائق نہیں ہے۔ لیکن مجبوری میں سب کچھ گوارا کرنا پڑتا ہے، کچھ ناشتہ کر لیجئے"۔ بوا فرعونی نے کھانے پر آمادگی ظاہر کی تو عورت نے روٹی سالن، دودھ۔ شکر جو کچھ تھا سب نکالا، اور کہا ہم تو پلنگ پر تخت پر کھا لیتے ہیں آپ کے لئے میز پر کھانا لگاتی ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے کونے کی میز اٹھا کر بیچ میں رکھی۔ اس پر کپڑا بچھا کر کھانا چن دیا۔ کرسی رکھ دی۔ بوا فرعونی کھانے کے پاس بیٹھکر بولیں "پہلے پانی لاؤ ہاتھ منہ دھو کر کھاؤں گی (ہاتھ سے ایک طرف کو اشارہ کرکے) وہ شاید غسل خانہ یا آبدار خانہ ہے۔ عورت نے اٹھ کر دیکھا تو گھڑے میں ایک کٹورہ پانی بھی نہ تھا۔ اسپر میاں بیوی نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا دونوں سٹ پٹا گئے، اب کیا ہو۔ آخر مرد نے عورت سے کہا تو نیچے جا کر نہر سے پانی لے آ۔ اس نے کہا نہیں تو جا۔ مجھے رات میں باہر جاتے ڈر لگتا ہے۔ دونوں میں ذرا دیر بحث تکرار ہوئی۔ آخر رفیق ہی جانے پر راضی ہوگیا۔ دو بڑے گھڑے اٹھالئے اور بیوی سے کہا تو دروازے پر پیٹھ لگا کر کھڑی ہوجا اور ہاتھ میں لٹھ لے لے۔ عورت نے اطمینان دلایا اور رفیق چلا گیا۔

رفیق کو گئے ہوئے دو منٹ ہوئے ہونگے کہ بوا فرعونی نے میز پر سے روٹی اٹھالی اور موم بتی جو پاس ہی رکھی جل رہی تھی اسپر روٹی لگرا دیا۔ شمع گل ہوگئی اور اندھیرا چھا گیا۔ رفیق کی عورت نے یہ دیکھکر چیخ ماری۔ اسی آن میں ایک بڑے زور کا دھماکا ہوا۔ بوا فرعونی نے میز مع برتنوں کے الٹ دی تھی۔ عورت جم کر دروازے سے لگ کر کھڑی ہوگئی۔ اور لٹھ دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر زور زور سے گھمانا شروع کیا، کہ بوا فرعونی دروازے کے پاس نہ آسکیں لیکن انہوں نے اور ہی ترکیب سوچی تھی لپک کر غار کے پاس پہونچیں۔ زور سے اس کا ڈھکنا کھولا

اور رسی کا گچھا نیچے پھینک اس کے سہارے نیچے اترنے لگیں تقریباً بارہ پندرہ گز گہرائی میں اتر کر فرش زمین پر جا پہونچیں۔ وہاں بالکل تاریکی تھی۔ ٹٹولتی ہوئی ایک طرف کو چلیں۔ تقدیر سے دروازے کو ہاتھ لگا۔ زنجیر بند تھی قفل نہ تھا۔ دروازہ فوراً کھل گیا۔ باہر نکلیں تو چاندنی چٹک رہی تھی سرد ہوا آئی تو دل ازر قوی ہوا۔ دیکھا کہ یہ راستہ خشکی پر نکلا ہے اور سامنے نہر کا پل ہے۔ وہ تختوں کا راستہ جس سے اندر داخل ہوئی تھی پاس ہی ہے اور اسی دروازے کے قریب رفیق گھڑوں میں پانی بھر رہا ہے۔ ان کے باہر نکلنے کا کوئی کھٹکا نہ ہوا تھا۔ یا رفیق اپنے کام میں محو تھا اس کو کچھ شبہ نہ ہوا۔ بوا فرعونی تیزی سے دوڑ کر رفیق کے پیچھے پہونچیں اور پوری قوت سے دھکا دیکر اس کو نہر میں گرا دیا اور آپ پل کی طرف دوڑ گئیں۔ رفیق نے غوطہ کھا کر سر اٹھایا تو کچھ نظر آیا۔ کنارے پر آکر آنکھیں ملیں تو پل پر بوا فرعونی نظر آئیں۔ فوراً بات کی تہ کو پہونچ گیا اور فوراً بوا فرعونی کا تعاقب شروع کر دیا۔ اب عورت مرد کی دوڑ قابل دید تھی، دونوں اپنی اپنی جان کی خاطر دوڑ رہے تھے۔ لیکن بوا فرعونی بہت آگے تھیں۔ انہوں نے برقع کو کمر سے لپیٹ کر ہاتھ باہر نکال لئے تھے۔ قدم قدم پر خیال آتا تھا کہ برقع کو اتار پھینکیں لیکن حیا مانع آتی تھی بے تحاشا اڑی چلی جاتی تھیں معلوم ہوتا تھا جان اور آبرو کے خیال نے پاؤں میں پر لگا دیئے ہیں کبھی کبھی پیچھے پھر کر دیکھ لیتی تھیں۔ ہر بار درمیانی فاصلہ زیادہ ہوتا معلوم ہوتا تھا۔ آخر ایک بار دیکھا تو پیچھے رفیق نظر نہ آیا۔ اب ذرا اطمینان ہوا کہ دوڑ جیت لی، ذرا رفتار کم کر دی لیکن دوڑتی رہیں، پھر ایک منٹ کے بعد پیچھے تعاقب کے آثار نظر نہ آئے تو دل ٹھکانے ہوا کہ خطرے سے نکل گئیں اس تصور کے ساتھ ہی احساس ہوا کہ اب چلنے کا دم نہیں رہا۔ تھک کر گھاس پر گر پڑیں لیکن نگاہ راستے پر رکھی۔ دل میں کہنے لگیں "الٰہی تیرا شکر پیر دستگیر تمہاری دستگیری کے قربان، اب آنکھوں کی سوئیاں اور رہ گئی ہیں۔ یہ کانٹا بھی نکال دو بدمعاش بدذات نے مار ڈالنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ غار میں دھکیلنے کی دھمکی دیتا تھا کہتا تھا اپنے خلاف گواہی دینے کے لئے زندہ نہ چھوڑے گا۔ اس غار کے دیکھتے ہی یہ تدبیر میرے ذہن میں آئی تھی اور اسی لئے پانی مانگا تھا کہ میاں بیوی دونوں میں سے ایک ضرور باہر جائیگا دوسرے سے بھگت لوں گی۔ آپ پیر کے صدقے کیسی مشکل میں مدد کی ہے"

بوا فرعونی اب آزاد تھیں۔ لیکن جنگل بیابان میں اور مفلس و محتاج۔ پیسہ پاس نہیں۔ زیور اور نقد جو کچھ تھا سب جنگ محل میں رہ گیا ہے۔ لیکن تقدیر یاور تھی۔ وہاں سے نصف میل چلی ہوں گی کہ موٹر لاری کی آواز آئی۔ سڑک کے کنارے پر کھڑی ہو گئیں گاڑی قریب آئی اور ان پر روشنی پڑی تو اشارہ کیا گاڑی ٹھہر گئی۔ معلوم ہوا کہ شہر کو جا رہی ہے اور اسٹیشن پر تھوڑی دیر ٹھہر کر جائے گی۔ سوار ہو گئیں اور لاری والے سے کہا کہ کرایہ اسٹیشن پہونچ کر لے لینا۔ وہ کوئی بھلا انس تھا مصیبت زدہ مسافر سمجھ کر مدد دینے کا ارادہ کیا تھا۔ کرایہ مانگا بھی نہ تھا۔ اسٹیشن پر سرائے میں پہونچیں۔ ماما بھولے و بچوں کے مارے پریشان تھی معلوم ہوا اس کے پاس کافی دام ہیں۔ لاری والے کو کرایہ کے علاوہ انعام بھی پیشگی دیدیا۔ بیوی باندی دونوں سوار ہو گئیں اور رات کے دو بجے خیریت سے گھر پہنچ گئیں۔

دوسرے روز ٹھیک دس بجے تانگے والا بینک پہونچا۔ اس کا دوست خادم ساتھ تھا۔ خادم باہر سڑک پر رہا۔ تانگے والا بینک کے اندر داخل ہوا اور ایک کلرک کو خط دیا۔ اس نے کہا سامنے کے کمرے میں جاؤ۔ یہ پرائیوٹ خط ہے۔ منیجر صاحب کھول سکتے ہیں۔ تانگے والا حسب ہدایت کمرے کے اندر چلا گیا۔ دیکھا کہ بوڑھا شخص میز کے پاس بیٹھا ہے۔ سامنے کاغذات کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ منیجر نے دیکھ کر کہا۔ کیا کام ہے؟ اس نے خط پیش کیا۔ بوڑھے منیجر نے احتیاط سے لفافے کی مہر کو دیکھا۔ معلوم ہوا درست ہے۔ دل میں کہا "چلو شکر ہے بوا جی کا راز سربمہر رہا" پھر لفافے کو بغیر کھولے احتیاط سے آہنی سیف میں بند کر دیا اور تانگے والے کی طرف دیکھا

منیجر "ٹھیک ہے بھائی"

تانگے والا (تعجب سے) "ٹھیک ہے!! لیکن آپ نے خط تو پڑھا ہی نہیں"

منیجر (سوکھے منہ سے) "مجھے اس کا مضمون معلوم ہے" تانگے والے کو یہ جواب سنکر چکر سا آگیا۔ لیکن فوراً سنبھل گیا۔

تانگے والا "شاید آپ وہ صاحب نہیں ہے جو پرائیوٹ خط کھولا کرتے ہیں۔ میں پھر کسی وقت حاضر ہوں گا"

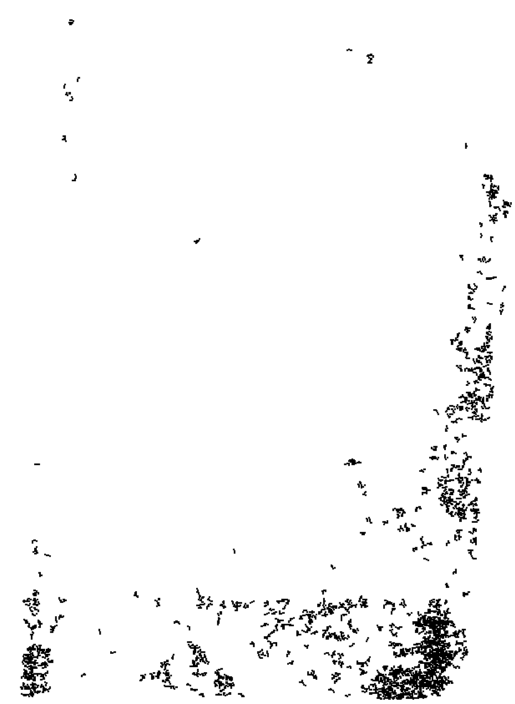
منیجر۔ یہ بات نہیں۔ وہ شخص میں ہی ہوں۔ یہ بات تم کو سمجھ لینی چاہیئے تھی جب میں نے کہا تھا کہ خط کے مضمون سے واقف ہوں، ور

باقی دیکھئے صفحہ ۲۲ پر





[illegible]



[illegible]

کام کی باتیں

از محترمہ امت الحفیظ مولفہ کتاب صنعت وحرفت وغیرہ

(۱) **چمڑا منڈھے فرنیچر کو صاف اور پالش کرنے کے لئے** دو اونس تارپین کا تیل اور ایک بوتل تازہ دودھ دونوں کو ملا کر ملو مگر ملنے سے پہلے گرد و غبار سے پاک کر لو۔ بعد میں نرم اور ملائم کپڑے سے گھس گھس کر پالش کر دو۔ خوب جلا آجائے گی۔

(۲) **مسوڑھوں کو سخت اور دانتوں کو خوبصورت** کرنے کے لئے دو اونس بورکس کو تین بوتل پانی میں گرم کر کے حل کر لو۔ جب ٹھنڈا ہونے کے قریب ہو تو پھر اس میں ایک ٹی سپون ٹنکچر اوف مارا marrah اور ایک ٹی سپون روغن مشک کافور ملا لو۔ اب اس میں سے ہر روز ایک اونس لے کر ایک گلاس پانی میں ملا کر غرارے کیا کرو۔ یہ جو نہایت ہی گراں دوائیاں لسٹرین یا تین ڈی وغیرہ ناموں سے بازار میں فروخت ہوتی ہیں تقریباً یہی چیزیں ہیں۔

(۳) **سچے موتی اور پتھر استعمال** کرتے کرتے ماند پڑ جاتے ہیں ان کی خوبصورتی کو دوبارہ اصلی حالت پر لانے کے لئے سفوف شدہ چاک میں کئی دن تک ملائے رکھو بعد میں نرم ریشمی کپڑے سے گھس کر صاف کر ڈالو۔ اس طرح نہ تو خراب ہوں گے اور نہ ہی رنگ میں فرق آئے گا۔ ان کی خوبصورتی دوبارہ عود کر آئے گی۔

(۴) **کوٹ کے کالر** کو صاف کرنے کے لئے بہترین طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے اس کو خوب برش کرو۔ پھر ایک صاف کپڑے کی چندی کو یوکلپٹس آئیل میں ڈبو کر اس پر خوب رگڑو۔ کپڑوں پر اگر گھی یا تیل کے داغ پڑ جائیں تو وہ بھی اسی طرح مٹائے جا سکتے ہیں۔ لیکن اگر زیادہ تعداد میں ہوں تو ان کو مٹانے کا اچھا طریقہ یہ ہے کہ سفوف شدہ چاک کو داغوں پر مل دو ایک دن رات اسی طرح رہنے دو پھر برش سے جھاڑ دو صاف ہو جائیں گے۔

(۵) **غالیچے اور فرشی دریاں** ۔ جہاں تک ممکن ہو خشک رکھی جاویں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ چائے کے پتے سفوف شدہ نمک اور راکھ وغیرہ سے غالیچے صاف کئے جا سکتے ہیں۔ تجربہ سے یہ غلط ثابت ہوا ہے۔ نمی رنگ کو خراب کر ڈالتی ہے۔ بنیزین یا اسی قسم کی کوئی دوسری چیز غالیچے کو صاف کرنے کے لئے بہت مفید ثابت ہوئی ہے کیونکہ اس سے بہت جلد اور اچھی صفائی ہو جاتی ہے۔

(۶) بعض دفعہ ایسا معلوم ہوا ہے کہ ہلکے رنگ کے **غالیچے** کا رنگ کچھ عرصہ استعمال کرنے کے بعد ماند اور ہلکا پڑ جاتا ہے۔ اس کی بڑی وجہ عام طور پر اس کا گرد و غبار سے اٹ جانا ہے۔ اس کو خوب جھاڑ کر مندرجہ بالا طریقہ پر

صاف کرلو۔

(۷) اگرم کپڑے اور کمبل دھلنے کے بعد عام طور پر کھردرے اور بھدے بھدے سے ہوجاتے ہیں اس کی بڑی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کے ریشے جم جاتے ہیں۔ ان کو دھونے کا اچھا طریقہ یہ ہے کہ پانی میں دو تین مٹھی نمک ملاکر کمبل وغیرہ کو اس میں ڈبو دو۔ رات بھر اسی طرح ڈوبا رہنے دو۔ دوسرے دن دوسرے پانی میں اچھا صابن گھول کر اس کے جھاگ اُٹھاؤ۔ اور کمبل کو اس میں آہستہ آہستہ ملو۔ پھر صاف پانی میں کھنگال ڈالو اور سب سے اخیر میں نیم گرم پانی میں ایک اونس گلسرین ملا کر اس میں ڈبو دو۔ اور خشک کرنے کو پھیلا دو۔

(۸) کیک بنانے میں کبھی کبھی وہ بہت چکنے اور لیسدار سے ہوجاتے ہیں اس کی وجہ عموماً یہ ہوتی ہے کہ پکاتے وقت حرارت یکساں نہیں رہتی زیادہ حرارت کی وجہ سے شکر پگھل کر گوند کی مانند لیسدار ہوگئی درجہ حرارت ۳۴۰ ڈگری سے زیادہ نہ ہونا چاہیئے۔ (یہ سب تجربہ کی ہوئی ترکیبیں ہیں)

امت الحفیظ

خواتین یرموک

جنگ یرموک میں کیا پردہ نشینوں نے کیا
غور سے سن کے کرو پھر وہی ہمت پیدا

دیر تک خالد و باہان رہے گرم سخن
آتش اندوز رہا غیض و غضب کا گلخن

ایک تھا شیر عرب ایک ہرقلی جاں باز
گفتگو میں بھی رہے عربدہ آموز انداز

حرف جزیہ پہ پہونچ کر جو ڑکے سیف اللہ
فرط افسوس سے باہان نے کھینچی آہ

دیکھ کر چشم تکبر سے سوئے لشکر روم
یہ کہا فخر سے کچھ حال ہے ان کا معلوم

مر کے بھی باجگزاری نہ کریں گے منظور
نہیں روباہ یہ شیرانہ شجاعت سے ہے دور

بات کچھ طے نہ ہوئی اٹھ بھی گئے سیف اللہ
اور دینے لگے ترتیب فریقین سپاہ

جنگ یرموک کے آغاز کے ساماں ہوئے
مختصر تھے مگر آمادہ مسلمان ہوئے

تھے تو دو لاکھ اودھر اور ادھر تیس ہزار
تھے مسلمان مگر منتخب و تجربہ کار

بدر کے معرکہ آرا بھی انہیں میں سو تھے
فوج کے ابر سیہ میں جو درخشاں ضو تھے

ان میں اصحاب پیمبر بھی تھے موجود ہزار
آنکھ سے دیکھ چکے تھے جو نبیؐ کا دیدار

دس ہزار ازد کے جانباز تھے ان میں شامل
تھے جو مردانہ شجاعت کے عرب کی حامل

ایک حمیر کی جماعت تھی معین اسلام
لخم و ہمدان کے ہمراہ تھے خولان و جذام

تھیں نبرد آزما خود پردہ نشینان عرب
بپھری پھرتی تھیں جو لشکر میں بصد غیض و غضب

ام کسرائے عرب محو رجز خوانی تھیں
اخت کسرائے عرب جنگ میں دیوانی تھیں

ہند کہتی ہوئی پھرتی تھیں کہ اے فوج خدا
دور تلوار سے رکھنی ہے تیمی کی بلا

فوج میں سورۂ انفال کو پڑھ کر مقداد
دے رہے تھے عجب انداز سے ترغیب جہاد

روم کی فوج کو اس جوش سے لایا باہان
کہ جسے دیکھ کے خود رہ گئے خالدؓ حیران

کوئی بولا اسی اثنا میں بصد استعجاب
روم کی فوج تو اتنی ہے کہ حد ہے نہ حساب

سن کے خالدؓ نے اُسے ڈانٹ دیا غیرت سے
شرم اسلام کو آتی ہے تری ہمت سے

کاش ہوتے کہیں اچھے مرے رہوار کے سُم
اُن سے کہتا کہ ابھی اتنے ہی اور آؤ تم

لشکر آرائی کی خالدؓ نے بہ ترتیب عجیب
اور چھتیس دئے فوج کے حصے ترتیب

بوعبیدہؓ کو دیا قلب پہ پورا قابو
شرجبیلؓ اور بن العاصؓ کو دایاں بازو

میسرہ کے لئے تنہا ہوئے تجویز یزیدؓ
اور ہر صف ہوئی تیار بہ ترتیب جدید

گرچہ خود فوج کا طوفان تھا طغیانی پر
خطبا بھی کئے مامور رجز خوانی پر

سحر تقریر سے افواج میں ہلچل ڈالی
عورتیں بھی نہ رہیں موت سے ڈرنے والی

جوش تقریر سے آپے میں نہ تھے بوسفیان
کہتے پھرتے تھے مقابل ہوئے کفر و ایمان

کفر و اسلام کی کشتی ہے دلیران عرب
روم والوں کو دکھانی ہے ذرا شان عرب

اے خدا بندۂ مومن کی مدد غیب سے کر
آسرا تیرا ہے اے دین نبی کے یاور

کہتے پھرتے تھے بن العاص کہ اے جانبازو
برچھیاں تان کے قائم ابھی جگہوں پہ رہو

جم کے جگہوں پہ نظر شان سے نیچی رکھو
دشمن آجائے جو نزدیک بپھر کر جھپٹو

اُس طرف فوج میں دو لاکھ کا ٹنڈی دل تھا
زعم باطل میں جو لڑنے کے لئے بیکل تھا

الله الله تجھ سے یہ تھا جوش کا حال
پابجولاں تھے کہ ہٹنے کا نہ آجائے خیال

بیڑیاں پاؤں میں پہنے تھے جوان تیس ہزار
تاکہ جنبش میں نہ آجائے کہیں پائے خرار

پادری آگے تھے لٹکائے صلیبیں موجود
جن کی للکار سے تھا جوش بڑھانا مقصود

روم کی فوج کے دل سے برسنے لگے تیر
اس سے بچنے کی ادھر بن نہ پڑی کچھ تدبیر

سر پہ چھایا تھا گھٹا ٹوپ ہر قلی لشکر
موسلا دھار کی بارش تھی مسلمانوں پر

یک بیک بند جو دریائے رواں کا ٹوٹا
میمنہ بہہ کے گیا دور مسلمانوں کا

زور اسلام کے لشکر کا گھٹا جاتا تھا
میمنہ ٹوٹ کے پیچھے کو ہٹا جاتا تھا

لاکھ چاہا کہ ٹھیر جائیں مگر تھم نہ سکے
پاؤں اکھڑے تھے کچھ اس طرح کہ پھر جم نہ سکے

فوجِ اسلام کے بازو کا علم گر ہی گیا
نہ رہی تاب تو مجبور تھے رخ پھر ہی گیا

اب تعاقب میں بڑھا ان کی طرف لشکر روم
دل میں خرگاہ حرم کا تھا خیال مذموم

دیکھ کر سر پہ خواتین نے ذلت کی گھٹا
جوش میں خیمہ کی چوبوں کو وہیں کھینچ لیا

بھاگنے والوں کو للکار کے ڈانٹا کہ اگر
اس طرف آئے تو ہم ہوں گی تمہارے سر پر

جب ہی کہنا ہمیں چوبوں سے جو سر توڑ نہ دیں
جاؤ لوٹو کہ ہزیمت نہیں منظور ہمیں

ایک بار اور سہی گر کے سنبھلنے والو
ڈر گئے موت سے او بھاگ نکلنے والو؟

بڑھ کے خولہ نے کہا جوش میں کیوں اے مردو
چاہتے ہو کہ ہمیں ان کے حوالے کردو

پاکبازوں کو یہیں چھوڑ کے دشمن کے لئے
جان خود اپنی بچانے کے لئے بھاگ چلے

چھوڑ کر عورتیں اے بھاگنے والو سن لو
موت کے تیر سے چھوڑے گی نہ خولہ تم کو

غیرت آموز جو سن کے معاذ ابن جبل
بر جستہ اٹھے کوئی گھوڑا ہی لاؤ گا پیدل

ایک بار ان میں بڑھا جوش سپہ سالاری
ان کی رگ رگ میں شجاعت کا لہو تھا جاری

بڑھ کے بیٹا جو ہوا باپ کے گھوڑے پہ سوار
کاٹ کر رکھ دئے دونوں نے پلٹ کر کفار

لشکر روم میں اس طرح دلیری سے گھسے
جم گئے اکھڑے ہوئے پاؤں مسلمانوں کے

بڑھ کے حجاج زبیدی نے تعاقب روکا
پانچ سو کی یہ کمک آئی تو دل اور بڑھا

میمنہ میں تھے جو ہزار و کے جانباز لٹے
تھے بہادر اسی جانب کے مقابل میں اڑے

ان پہ ٹوٹا یا زور نصاریٰ نے تمام
ٹس سے مس ہونے کا پھر بھی نہ لیا ازد نے نام

ہر طرف گرتے تھے اعضائے بدن کٹ کٹ کر
یہ نہ رکھتے تھے قدم ایک بھی پیچھے ہٹ کر

شدت جنگ سے برپا تھی قیامت ہر سو
کوہ کی طرح وہ لیکن نہ ہٹے یک سر مو

کہتے تھے ازد کے سردار عمر و ابن طفیل
ازدیو خاطر اسلام میں آجائے نہ میل

ہاتھ کو تول کے کرتے تھے جو تلوار کا وار
ازدیو آؤ بڑھو ہوتی تھی ان کی للکار

روم کے کتنے ہی سردار تہ تیغ کئے
چل دئے سوئے جناں قتل کا ارمان لئے

فوج کی پشت پہ تھی حضرت خالد کی کمک
دفعتاً چیر کے صف آئے صف دشمن تک

اور اس دھوم سے اس زور سے کی تیغ زنی
کاٹ کر لشکر کفار کی کھیتی رکھ دی

عکرمہ ابن ابوجہل چڑھے شان کے ساتھ
یہ رجز بڑھ کے پڑھا قوت ایمان کے ساتھ

رومیو آؤ مجھے دیکھ کے پہچان بھی لو
آؤ عیسائیو میں کون ہوں کچھ جان بھی لو

خود محمد سے بہادر کے مقابل ہو کر
لڑ چکا ہوں کبھی کفار میں شامل ہو کر

تم تو کیا چیز ہو آئے ہو جو لڑنے کے لئے
چاہیئے تھی کوئی ہمت بھی اکڑنے کے لئے

کہہ کے یہ لشکر اسلام کی جانب دیکھا
جوش کے ساتھ یہ دی حوصلہ آموز صدا

کون کھاتا ہے مرے ہاتھ پہ مرنے کی قسم
سن کے یہ چار جوانوں نے دئے ہاتھ بہم

حملہ آور جو ہوئے خوب چلائی تلوار
اور پھر رہ بھی گئے کٹ کے وہیں چار کے چار

جب ملے عکرمہ جینے کی نہ تھی کوئی امید
زانوئے خالد اعظم پہ ہوئے آ کے شہید

عکرمہ ہو تو گئے لڑ کے نبی پر قربان
نہ رہی لشکر قیصر میں بھی کچھ تاب و تواں

اس پہ خالد کی شجاعت نے وہ ہلچل ڈالی
لشکر روم میں اک پھیل گئی بدحالی

منتشر ہو کے مڑے چھوڑ کے میدان وغا
قلب تک خالد جانباز کا دستہ پہونچا

یک بیک ٹوٹ گیا زعم سپہ ساری
ہو گئے فوج پہ آثار ہزیمت طاری

لشکر روم کے افسر تھے نہایت بدحال
آنکھ پر ڈال لئے فرط حیا سے رومال

کہ اگر فتح نہ دیکھی تو نہ دیکھیں گے شکست
حق ہوا خوب بلند اور ہوا باطل پست

فتح یرموک فقط پردہ نشینوں سے ہوئی
سرخروئی انہیں رنگین نگینوں سے ہوئی

انہیں ماؤں نے جنے تھے وہ دلیران عرب
جن سے دنیا کی نگاہوں پہ چڑھی شان عرب

بول اسلام کا اے بیٹیو بالا کر دو
نور ایمان سے دنیا میں اجالا کر دو

نظم صوفی سے سبق لے کے حیادار بنو
مومنو ہو تو محمد کی وفادار بنو

سید محمد عبد الرب صوفی

تین لاکھ!

ظفر بھائی ہال میں قدم رکھتے ہی پکارے "کدھر ہو ہنگارا یہاں آؤ تمہیں ایک خوش خبری سناؤں!" میں ظفر بھائی کی آواز سن کر دوسرے کمرے سے اپنا دوپٹہ سنبھالتی ہوئی دوڑی اور سامنے جا کر بولی "تسلیم ظفر بھائی! تسلیم!"

ظفر بھائی مسکرا کے بولے "تسلیم تو پھر کر لینا، پہلے وہ خبر تو سن لو جس کے لئے تم تین ماہ سے سربسجدہ ہو کر دعائیں مانگ رہی ہو! واللہ! اچھل پڑو گی!"

میں نے ہمہ تن آرزو بن کر پوچھا "کہئے کہئے، میرے بھائی جلدی کہئے!"

"کہوں گا تو ضرور مگر پہلے دس روپے کی مٹھائی تو منگاؤ، واللہ! وہ دیکھو تمہاری قسمت کا ستارہ ہفت افلاک پر درخشاں نظر آ رہا ہے!" انہوں نے کھڑکی کی طرف اشارہ کر کے کہا!

"کہاں! ظفر بھائی، مجھے تو کچھ بھی نظر نہیں آتا" میں نے آسمان کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہوئے مایوسی سے کہا! بولے "ہوں! اسی کوتاہ نظری پر تم اپنے تئیں بہت ہوشیار و عقلمند سمجھتی ہو۔ اے یہ چیزیں ہم جیسے مجسم فراست و ذہانت بیرسٹروں کو نظر آتی ہیں یا تم جیسی بے وقوف لڑکیوں کو!" "دیکھئے، ظفر بھائی! مجھے بے وقوف نہ کہئے، میں آپ سے زیادہ ہوشیار و عقلمند ہوں!" میں نے یک دم بگڑ کر کہا۔

"اچھا، تو پھر میں چلا اب تم جانو اور تمہاری قسمت!" وہ کرسی پر سے اٹھتے ہوئے بولے۔ میں نے دوڑ کر ان کے کوٹ کا دامن تھام لیا "نہیں نہیں، میرے، بھائی ناراض نہ ہوئے!" "اچھا تو پھر مٹھائی منگاؤ دس روپے کی!"

"دس روپے تو میرے پاس نہیں ہیں بھائی!" میں معصوم چہرہ بنا کر بولی۔

"تو پھر کتنے ہیں؟" انہوں نے ڈانٹ کر پوچھا۔

"کل دو روپیہ!" میں نے تاسف آمیز لہجہ میں جواب دیا۔

"خیر وہی سہی، دیکھو عمدہ قلاقند منگوانا، دوسری مٹھائی میں پسند نہیں کرتا۔ جلدی کرو مجھکو بہت کام ہیں، میں تمہاری طرح بیکار آدمی نہیں ہوں، میرا وقت بہت قیمتی ہے۔ میں بیرسٹر ہوں، بیرسٹر، پانچ گنی فیس لیتا ہوں تب کسی سے بات کرتا ہوں!" انہوں نے ایک سانس نہیں سارے جملے ادا کئے اور کمر پر ہاتھ رکھ کر ٹہلنا شروع کیا۔

"مگر بھائی! قلاقند تو یہاں ملے گا نہیں، بڑے بازار سے منگوانا ہو گا" میں رونی صورت بنا کر بولی "اچھا تم منگا کر رکھنا میں شام کو آؤں گا، بشرط فرصت!" اور دروازے کی طرف لمبے لمبے قدم بڑھائیے "اللہ! میرے بھائی شام کو ضرور آئے گا میں قلاقند منگوا کر رکھوں گی!" میں خوشامد سے بولی "لیکن خبردار! ابھی کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا!"

معاملہ دراصل یہ تھا کہ میں نے ظفر بھائی کے کہنے سے "آئرش سویپ" کا ایک ٹکٹ دس روپیہ کو خریدا تھا۔ اور یہی روپیہ میری کل کائنات تھی جو میں نے نہ معلوم کتنی مشکلوں سے جمع کئے تھے۔ ظفر بھائی کے یقین دلانے پر کہ ایک کثیر رقم میرے نام نکلے گی۔ میں نے وہ دس روپیہ خوشی خوشی ان کے حوالے کر دیئے اور اس دن سے شب و روز دعائیں مانگا کرتی تھی کہ اگر فرسٹ پرائز نہیں تو کم از کم تھرڈ پرائز ہی خدا مجھے دلا دے!

ظفر بھائی کے جانے کے بعد میں سوچنے لگی کہ ضرور ایک بھاری رقم میرے نام نکلی ہوگی۔ جب ہی تو بھائی اس قدر خوش ہو رہے تھے۔ میں نے مٹھائی لانے کے لئے ایک آدمی بڑے بازار بھیجا اور سخت بے چینی و اضطراب سے شام کی آمد کا انتظار کرنے لگی!

(۲)

ظفر بھائی کی موٹر کی آواز سن کر میں زینے پر دوڑی ہوئی انہیں لینے گئی۔ ہاتھ پکڑ کر لائی، صوفے پر بٹھایا، ایک چھوٹی میز سامنے رکھی، پھر جلدی سے قلاقند کی بھری ہوئی پلیٹ ان کے آگے لا رکھی اور انتہائی اشتیاق سے پوچھا "ہاں بھائی بتائیے کتنے روپیہ میرے نام نکلے ہیں؟" وہ کڑک کر بولے "ٹھیرو پہلے مجھے مٹھائی کھا لینے دو!"

میں خاموش رہی، غرض جب وہ پوری پلیٹ قلاقند کی ختم کر چکے تو تمکنت سے گردن پھلا کر بولے "میرا ہاتھ دھلاؤ" میں نے لوٹا لاکر ہاتھ دھلائے اور پھر بمنت پوچھا "اب کہئے ظفر بھائی! کتنے روپیہ میرے نام نکلے ہیں!"

"کتنے روپیہ نکلے ہیں تمہارے نام!" انہوں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے فخریہ لہجے میں کہنا شروع کیا "دعا دو مجھ کو، تم نے خواب میں بھی کبھی اتنی کثیر رقم نہ دیکھی ہوگی۔ میں نے تمہارے لئے وہ کام کیا جو اس صفحۂ ہستی میں کوئی کسی کے لئے نہیں کر سکتا۔ تمہیں لازم ہے، اجی لازم کیا بلکہ فرض ہے کہ عمر بھر میرے پیر دھو دھو کر پیو، تم اپنے دل میں سمجھتی ہو کہ تم بہت دانا اور ہوشیار ہو، جانتی ہو کتنے روپے تمہارے نام نکلے ہیں؟"

میں نے ان کے اظہار انانیت سے پریشان ہو کر نفی میں سر ہلایا۔

"اونہہ اتنا بھی نہیں سمجھ سکتیں، صرف شیخی کرتی ہو کہ لائق ہوں، فائق ہوں، یہ ہوں، وہ ہوں، لو سنو" (میری پیٹھ پر زور سے ہاتھ مارتے ہوئے) "ایک۔ دو۔ تین۔ کیا سمجھیں؟"

اور کسی دن اگر ظفر بھائی ایسی حرکت کرتے تو میں شاید لڑنے مرنے پر تیار ہو جاتی اور پھر کبھی ان سے بات بھی کرنی پسند نہ کرتی کیونکہ میں ان کی عادت سے واقف تھی، انہیں میرے ساتھ للہی بغض تھا، وہ ہمیشہ شد و مد کے ساتھ اس امر کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے کہ میں محض بے وقوف اور ناداں ہوں۔ مجھ میں ذرا بھی سوچنے یا سمجھنے کی صلاحیت نہیں۔ اور میں اصرار کرتی کہ اگر آپ سے زیادہ نہیں تو آپ کے برابر ضرور عقل و سمجھ رکھتی ہوں۔ اکثر اوقات یہ بحث یہاں تک

طول کھینچتی کہیں بگڑ جاتی اور کھسیانی ہو کر رونے لگتی، تو پھر اماں بی اور خالہ بی کو صفائی کرانی پڑتی!
لیکن اس روز کچھ خوشی کچھ حیرت کی ملی جلی کیفیت نے مجھے مبہوت سا بنا دیا تھا۔ اس لئے بجائے ناراض ہونے کے مایوسی سے سر ہلا کر بولی: "میں تو خاک بھی نہ سمجھی نہ جانے آپ کیا کہہ رہے ہیں!"
"ہوا میں کہتا ہوں تم سراسر بے وقوف و کوتاہ عقل ہو، لیکن تم نہیں مانتیں، اچھا آؤ پہلے اس کا فیصلہ کر لو اور اپنی ہار مان لو تو پھر بتاؤں گا" انہوں نے مغرورانہ لہجہ میں مجھے حقارت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ میں اپنی تذلیل برداشت نہ کر سکی میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ ہونٹ تھرتھرانے لگے، جی میں آیا کہ ان کو منہ چڑا کر بھاگ جاؤں، مگر روپیہ کا معاملہ تھا کیا کرتی، قہر درویش بجان درویش پر عمل کرنے کی نیت سے میں نے غصہ ضبط کیا اور گلوگیر آواز سے بولی: "خدا کے لئے ظفر بھائی کہہ چکئے کہیں کیوں مجھے پریشان کر رہے ہیں، اب تو مٹھائی بھی کھا چکے!"
کہنے لگے: "دل تو نہیں چاہتا مگر خیر تم ایک احمق اور نادان لڑکی ہو اس لئے مجھے تم پر ترس آرہا ہے لو سنو بتاتا ہوں!" یہ کہہ کر انہوں نے تین انگلیاں میری آنکھوں کے سامنے نچائیں اور کان کے پاس منہ لا کر زور سے چیخے۔ "فرسٹ پرائز تین لاکھ!" کان گنگ ہو گیا دماغ بھنا گیا۔ میں دونوں ہاتھوں سے کان دبا کر اور بڑا سا منہ کھول کر بھیانک آواز میں چلائی: "کیا کہا؟ فرسٹ پرائز تین لاکھ!"
انہوں نے ایک شان شاہانہ سے اپنے کو ذرا اوپر کی طرف کھینچا۔ اور سینہ پھلا کر گردن کو عجب انداز سے خم دیئے ہوئے بھاری آواز سے بولے: "ہاں ہاں، تین لاکھ۔ تین سو نہیں، تین ہزار نہیں۔ تین ..... لاکھ ... روپیہ ...... جانتی ہو تین لاکھ کتنے ہوتے ہیں؟"
میں مارے خوشی کے پاگل سی ہو گئی میری سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اپنی مسرت کا اظہار اور ظفر بھائی کا شکریہ کس پیرایہ سے ادا کروں۔ ان کی بلائیں لوں۔ یا ان کے ہاتھ چوموں، یا ان کے دامن کو بوسہ دوں۔ یا ان کے گرد چکر لگاؤں۔ یا جھک کر خوشی تسلیم کروں، آخر کچھ سوچ کر بولی "ظفر بھائی! آپ بہت دانا اور عاقل ہیں، اور آپ بڑے اچھے آدمی ہیں، میں بلا وجہ آپ سے لڑتی تھی، اب آپ مجھے معاف کر دیجئے، میں پھر کبھی آپ سے ناراض نہ ہوں گی اور ہمیشہ آپ کو عمدہ قلاقند کھلاؤں گی!"
ظفر بھائی خوب ہنسے کہنے لگے "اب کیا ہے! اب تو تم پھولی نہیں سماؤ گی، دیکھنا لوگ کتنی تمہاری عزت و توقیر کرتے ہیں، اور کتنی دھوم دھام سے تمہاری دعوتیں ہوتی ہیں جس طرف جاؤ گی لوگ ہاتھوں ہاتھ اٹھا کر تمہیں سر پر بٹھلائیں گے، جہاں ہزار دو ہزار روپیہ والی لوگ تمہیں ہمدرد قوم سرپرست ملت، افتخار الملک کے معزز لقب سے یاد کریں گے، اخبار والے موٹے موٹے حرفوں میں تمہاری مدح و ثنا کے گیت گائیں گے اور تمہیں دعوت لیڈری دیں گے۔ بڑے بڑے لوگ مثلاً وائسرائے ہند اور گورنر بنگال تم سے ہاتھ ملانا اور بات کر لینی باعث فخر و مباہات

سمجھیں گے، گورنمنٹ تم کو سر کا خطاب عطا کرے گی !"

"مگر ظفر بھائی! سر کا خطاب تو صرف مردوں کو ملا کرتا ہے" میں نے مستقبل قریب میں حاصل ہونے والے اقتدار وعظمت اور شان وشوکت کا دل ہی دل میں اندازہ لگا کر اور چہرے پر ایک رئیسانہ تمکنت، آنکھوں میں ایک امیرانہ غرور پیدا کر کے کہا۔

"پاگل لڑکی !" وہ وقار بزرگانہ قائم رکھتے ہوئے بولے "روپیہ سے سب کچھ مل جاتا ہے، جانتی ہو۔

خوک باش و موش باش و باسگ مردار باش!

ہر چہ باشی باش! لیکن اندکے زردار باش!

میں نے نہایت سمجھدارانہ طور پر اثبات میں سر ہلایا، یعنی ان کے کلام کی تائید کی، ظفر بھائی آئینہ کے سامنے جا کھڑے ہوئے، مسکرا مسکرا کر گلے پھلائے، میری طرف دیکھ کر ہنسے، اپنے بالوں پر ہاتھ پھیرا، پھر اپنی بڑی سی ٹوپی اٹھا کر بغل میں دبائی اور مجھ سے مخاطب ہوئے "اب میں جاتا ہوں، خدا حافظ! تم جیسی کوڑھ مغز لڑکی کو سمجھانے میں میرا میرا اتنا قیمتی وقت ضائع ہوا !"

"لیکن ظفر بھائی! یہ تو کہئے وہ تین لاکھ روپے ملیں گے کب ؟" میں نے انتہائی بے صبری سے پوچھا۔ "ملیں گے کب ؟ اونہہ کیا کھیل سمجھا ہے، ابھی اس کے لئے بڑی کوشش اور دوڑ دھوپ کی ضرورت ہے!" "شاہد بھائی سے کہوں، آپ کا کیا خیال ہے وہ آسانی سے دلا سکیں گے ؟" میں نے پوچھا۔

"بش! ایسا غضب بھی نہ کرنا، سارا بنا بنایا کام بگڑ جائے گا، پھر اس وقت روتی پھرو گی۔ کیا تم نے میری طرح سب کو عاقل اور ذہین سمجھا ہے !" انہوں نے اِدھر اُدھر دیکھ کر رازدارانہ انداز سے میرے کان میں جھک کر کہا۔

میں نے پھر ڈرتے ڈرتے آہستہ سے کہا "ماموں میاں سے کہوں ؟"

انہوں نے ایک ڈانٹ بتائی "لاحول ولاقوۃ! پھر وہی حماقت کی باتیں، بھئی عجب احمق لڑکی ہے۔ میں کہتا ہوں ابھی خاموش رہو پھر فرصت کے وقت اس بارے میں مزید گفتگو کروں گا، سمجھ گئیں !" وہ تو یہ کہہ کر زینے کی طرف بڑھے میں ان کے پیچھے لپکی اور پوچھا "تو پھر آپ کب آیئے گا ظفر بھائی ؟" بولے "کل یا پرسوں تک آؤں گا۔ انشاءاللہ تعالےٰ۔ خدا حافظ!"

(۳)

ظفر بھائی کے وعدے کو چار روز گذر گئے، اور انہوں نے شکل نہ دکھائی۔ میری خوشی کی کوئی حد وانتہا نہ تھی مسرت وانبساط کا ایک سمندر تھا جو دل میں موجیں مار رہا تھا۔ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیونکر اپنی خوشی کا اظہار کروں۔ کبھی دل چاہتا کہ ہنستے ہنستے لوٹ جاؤں اور یہاں تک ہنسوں کہ در و دیوار بھی میرے ساتھ قہقہے لگانے لگیں۔ کبھی یہ تمنا ہوتی

کہ روتے روتے سارے گھر کو سر پہ اٹھالوں۔ یا پورے مکان میں دوڑتی پھروں۔ اتنی بڑی شادمانی اور کامرانی کا ضبط کرنا ہمالیہ کی چوٹی پہ پہنچنے سے بھی کہیں محال تھا۔ میں اپنے کو دنیا کا سب سے بڑا خوش نصیب اور اقبال مند انسان سمجھنے لگی۔ اللہ غنی! آپ خیال فرمایئے۔ اتنی موٹی رقم تین لاکھ روپیہ کا اور پھر بلا شرکت غیرے اور بغیر کسی جدوجہد کے مالک بن جانا کچھ ہنسی کھیل نہیں۔ دنیا میں حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے لے کر آج تک لوگ سر گاڑی اور پسیرپیہ کرتے ہیں۔ تو بھی منہ مانگی مراد نہیں ملتی۔ ہزاروں منتوں لاکھوں دعائیں مانگنے، سینکڑوں عمل پڑھنے اور پچاسوں حاضرات کرنے، اور اپنی ساری عمر عزیز اسی تک و دو میں گذارنے کے بعد بھی چند ہزار سے زائد کا منہ نہیں دیکھتے۔ اور میں یہاں گھر بیٹھے اللہ جل شانہٗ کے فضل و کرم سے اس چھوٹی سی عمر میں بلا کسی محنت و مشقت کے بغیر کسی قسم کے مکر و فریب کے یک دم سے تین لاکھ روپیہ کی مالک بن گئی۔ پھر بتایئے میں اپنے کو اگر دنیا کی خوش نصیب ترین ہستی نہ سمجھوں تو پھر کیا سمجھوں؟

لیکن ان زرین لمحات مسرت کے دوران میں بھی ایک خلش مبہم ایک الجھن پیہم تھی جو کسی پہلو چین نہ لینے دیتی تھی، رہ رہ کر یہی خیال آتا تھا کہ دیکھئے کب روپیہ ملتے ہیں۔ کسی کام میں دل نہ لگتا، پڑھنے لکھنے بیٹھتی تو گھبراہٹ سی ہوتی اماں بی کسی کام کو کہتیں تو ٹال جاتی، ہر وقت اسی فکر میں لگی رہتی کہ اتنے روپے لے کر کیا کروں گی کسے دوں گی کیونکر صرف میں لاؤں گی۔ لوگ میری بڑی عزت کریں گے، مجھے بڑا آدمی سمجھیں گے، دنیا میری قسمت پر رشک کرے گی، اب ظفر بھائی مجھے بے وقوف اور نادان کہنے کی کبھی جرأت نہ کر سکیں گے، رات رات بھر سوچتی دن دن بھر منصوبے گانٹھتی۔ غرض کچھ عجب کیفیت تھی جو احاطہ تحریر میں نہیں لاسکتی۔ میری حالت کا اندازہ وہی خوش نصیب لوگ کر سکتے ہیں جنہیں قسمت نے کبھی ایسا موقعہ دیا ہو!

دو تین بار اماں بی نے مجھے سرزنش بھی کی کہ "اے لڑکی تجھے ہوا کیا ہے، کس فکر میں پڑی رہتی ہے، کیا سوچا کرتی ہے۔ تین چار روز سے میں تیرے طور کچھ عجیب دیکھ رہی ہوں۔ یہ ظفر میاں تیرے کان میں کیا پھونک گئے جو تو آپے سے گذر گئی!"

مگر میرے کانوں میں جوں بھی نہ رینگی، ایسے ہی موقعوں کے لئے کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

تو ہو کے ترش رو مجھے گالی ہزار دے   یاں وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

جب میرا اضطراب ناقابل برداشت ہو گیا تو پانچویں دن میں نے ڈرتے ڈرتے اماں بی سے پوچھا۔ کہ اماں بی! میں ظفر بھائی کو فون کر کے بلاؤں مجھے اس لاٹری کے بارے میں کچھ دریافت کرنا ہے! انہوں نے اجازت دیدی، میں نے ظفر بھائی کو فون پر بلایا اور اتنے دنوں غائب رہنے کی سخت شکایت کی۔ وہ ہنستے ہوئے بولے "اچھا اچھا، میں آج شام کو آؤں گا مگر بھئی سنو میرے لئے چائے تیار رکھنا اور گرینڈ ہوٹل سے اچھے اچھے کیک اور مٹھائیاں

منگوا لینا اور ——— اور تھوڑا قلاقند بھی!"

اب میں بہت گھبرائی کہ یہ چیزیں منگوانے کو روپیہ کہاں سے لاؤں، اماں بی سے مانگنے کی ہمت نہ پڑی. آخر کچھ سوچ کر میں نے آپا سے چار روپے قرض مانگے اور کہا کہ میں آپ کو اس چار کے عوض بہت سا روپیہ دوں گی پہلے تو انہوں نے انکار کیا پھر میری منت وخوشامد پر دیدئے شام کو ظفر بھائی آئے اور آتے ہی احسان جتانے اور مجھ کو مرعوب کرنے کی نیت سے بولے "میں آج کل بہت ہی عدیم الفرصت ہوں نگار! اس وقت محض تمھاری خاطر سے اپنے ضروری کام چھوڑ کر آیا ہوں. لاؤ جلدی چائے لاؤ!"

میں نے چائے کا سامان میز پر ان کے آگے لگایا اور بڑی بے چینی سے انتظار کرنے لگی. خدا خدا کر کے کہیں ایک گھنٹہ میں انہوں نے وہ پوری پلیٹ کیک، ایک طشتری قلاقند اور ایک بڑی طشتری مٹھائیوں کی اور چار پیالیاں چائے کی ختم کیں اور سگریٹ سلگا کر دونوں پیر صوفے پر پھیلا کر اطمینان سے لیٹ گئے! "آج بہت تھکا ہوا ہوں نگار صرف تمھاری خاطر سے چلا آیا!"

آخر صبر کی بھی کوئی حد ہوتی ہے میں نے دل میں بُرا مان کر مگر بظاہر خندہ پیشانی سے کہا "تو پھر کہئے بھی کہیں کہ اس معاملہ میں آپ نے کیا کیا؟"

"کس معاملہ میں. اُہو! وہ تین لاکھ روپیہ. واللہ میں تو بھول ہی گیا تھا!" وہ چونک کر بولے "جب ہی آپ پانچ روز تک غائب رہے. ہوں! کس کی بکری اور کون ڈالے گھانس!" میں جل کر بولی. وہ اُٹھ بیٹھے اور پیشانی پر شکن ڈال کر بولے "دیکھو بی نگار! اب مجھ سے ذرا ادب کے ساتھ بات کیا کرو، میں تمھارا محسن ہوں محسن. تین لاکھ روپیہ کبھی خواب میں بھی دیکھے تھے!" غصہ تو مجھے بہت آیا مگر ایسے موقعہ پر خاموشی اختیار کرنا عقلمندوں کا کام ہے اس لئے میں نے زہر کا گھونٹ پی لیا اور ہنس کر بولی "نہیں نہیں ظفر بھائی آپ ناراض نہ ہوں، واقعی آپ نے بہت ہی بڑا احسان کیا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کن الفاظ میں آپ کا شکریہ ادا کروں!" کہنے لگے "صرف سوکھا شکریہ ادا کرنے سے کام نہیں بنے گا، کچھ میری نذر کرو تب روپے ملیں گے. بتاؤ کیا دو گی؟"

میں کچھ دیر سوچ کر اپنا سر کھجاتی ہوئی بولی "پانچ سو لیجئے گا بھائی!"

انہوں نے مجھ کو گھور کر دیکھا اور بگڑ کر بولے "کیا کہا پانچ سو. واہ! کیا کہنے ہیں تمھارے، محنت تو ساری میں نے کی اور ملا کیا کہ پانچ سو. نہیں جناب معاف کیجئے بندہ کو منظور نہیں، کیا تم نے مجھے بھی اپنی طرح احمق سمجھا ہے؟"

"اچھا تو ہزار لیجئے گا بھائی!" میں نے بمشکل اپنے غصہ کو ضبط کر کے کہا. یہ سنتے ہی وہ لیٹے سے اُٹھ بیٹھے اور پھر کھڑے ہو کر ٹوپی ہاتھ میں اُٹھائی اور غصہ سے لال پیلے ہو کر چل دیئے "بس بس! بے وقوف لڑکی! تم میری توہین کر رہی ہو، میں اس سے زیادہ اپنی ذلت برداشت نہیں کر سکتا!" اور دروازے کی طرف بڑھے. میں نے تیزی سے آگے

بڑھ کر ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور گڑگڑا کر بولی "للہ! میرے بھائی بگڑئے نہیں، بات تو سن لیجئے۔ اچھا پانچ ہزار دے دوں گی؟"
"مجھے کیا تم نے کوئی بھیک منگا سمجھا ہے؟" وہ سینہ تان کر اور گردن ٹیڑھی کرکے رعونت سے بولے "دس برس ولایت میں رہ کر آیا ہوں، بیرسٹر ہوں، بیرسٹر، پانچ گنی فیس لیتا ہوں پھر کسی سے بات کرتا ہوں، چھوڑ دو مجھ کو جانے دو میرا وقت بہت قیمتی ہے!"

"اچھا بھائی جو کچھ آپ کہیں میں دینے کو تیار ہوں!" میں نے ڈر کر کہا۔ بارے ان کا غصہ ٹھنڈا ہوا اور وہ واپس آکر بیٹھے بولے "ہاں اب آئیں راہ پر، سنو نصفا نصف حصہ لگانا ہوگا۔ آدھا میرا اور آدھا تمہارا۔ کہو منظور ہے؟"

میرا کلیجہ دھک سے ہو کر رہ گیا جسم کا خون خشک ہونے لگا، چہرہ زرد پڑ گیا۔ دل کشمکش جذبات سے ڈوبنے لگا! اف! اتنی بڑی رقم مجھے رشوت نہیں دینا پڑے گی، یہ سراسر ظلم ہے۔ میں سوچ میں آ گئی کیا جواب دوں اگر انکار کرتی ہوں تو ڈیڑھ لاکھ بھی ہاتھ سے جاتے ہیں۔ انہوں نے مجھ کو خاموش دیکھ کر کڑک کر پوچھا "سوچنے کا وقت نہیں ہے، جلدی کہو منظور ہے؟"

میں نے آنکھوں میں امڈ آنے والے طوفان اشک کو زبردستی روک کر یاس آمیز لہجے میں جواب دیا "منظور ہے بھائی" جس طرح ایک بہادر فاتح، مغلوب و شکست خوردہ فریق پر نوازشات کی بارش کرکے شرافت کی اعلیٰ مثال قائم کرتا ہے۔ بالکل اسی طرح ظفر بھائی نے انتہائی محبت و شفقت سے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور مسکرا کر بولے "ہاں دیکھو، یہ ہے عقلمندی کی باتیں لیکن تم پریشان نہ ہو، میں پورے تین لاکھ لاکر تمہیں دوں گا، پھر جب تمہارا دل چاہے گا مجھے دیدینا!" ان کے اس آخری جملے سے میرے آنسو پنچھ گئے اور میں خوش ہو گئی!

(۴)

ظفر بھائی تو اپنے گھر جاکر اس طرح بیٹھ رہے جیسے کوئی بات ہی نہ تھی، اور یہاں میرے لئے دن گذارنے مشکل تھے، شوق کسی پہلو قرار نہ لینے دیتا تھا۔ لاکھ لاکھ دل کو سمجھاتی، تسلی دیتی کہ دیا سو یہ روپے مل ہی جائیں گے پھر اس گھبراہٹ سے فائدہ مگر توبہ! وہ تو اس عاشق نامراد کے دل کی طرح۔ جسے اپنی عمر عزیز کا نصف حصہ فراق کی جان گسل اذیتوں میں گزارنے کے بعد گوہر مقصود ہاتھ آنے کی آس بندھی ہو، مانتا ہی نہ تھا، تڑپ تڑپ کر مچلتا تھا اور مچل مچل کر تڑپتا تھا۔ انتظار کی صبر آزما گھڑیاں وعدۂ قیامت سے بھی زیادہ طویل معلوم ہوتی ہیں۔ ہجوم اشتیاق کی ہنگامہ آرائیوں سے مضمحل ہو کر اگر تھوڑی دیر کے لئے سو بھی جاتی تو خواب میں ظفر بھائی تین لاکھ کے ڈھیر لئے کھڑے نظر آتے، اور میں جوش مسرت سے چیختی ہوئی چونک پڑتی۔ میری اضطراری کیفیات روز بروز ترقی پذیر ہو رہی تھیں۔ اماں بی سے رہا نہ گیا بگڑ کر بولیں "میں کہتی ہوں لڑکی تیرے دشمن کہیں سڑی تو نہیں ہو گئے۔ آخر معاملہ کیا ہے میں بھی تو سنوں۔ آپ ہی آپ ہنستی ہے دیوانوں کی طرح سارے میں چکر لگاتی ہے تمام

تمام رات بیٹھی رہتی ہے نہ پڑھتی لکھتی ہے نہ چین سے کہاتی ہے۔ یہ کہاں کا روگ تو نے اپنی جان کو لگا یا ہے۔ میں نے پہلے ہی منع کیا تھا یہ لاٹری شاٹری کا ٹکٹ نہ خریدنا، مگر یہ تو ظفر میاں کے بھیروں میں آگئی اور وہ ایک ہی چھنیا ہے اس کو تو کچھ نہ کچھ دل لگی ہاتھ آجانا چاہیئے، اچھا وہ ابکی دفعہ آئے تو میں پوچھوں!" میں نے ان کے پاس جاکر آہستہ سے خوشامد آمیز لہجہ میں کہا "نہیں نہیں، میری اماں للہ ان سے کچھ نہ پوچھئے گا وہ بگڑ جائیں گے۔ آپ کو نہیں معلوم، صرف ظفر بھائی کی کوششوں سے فرسٹ پرائز تین لاکھ روپے میرے نام نکلے ہیں۔ آپ سمجھیں ؟ تین لاکھ روپیہ !"

انہوں نے لاپرواہی سے کہا "چل ہٹ مجھ کو تو یقین نہیں اور نہ میں نے کبھی سنا کہ لاٹری کا ٹکٹ خریدنے سے اتنے روپیہ ملتے ہیں، تو پھر ہر شخص ایک ٹکٹ خرید کر امیر کبیر بن جائے !"

"مگر اماں بی! ہر ایک کو تھوڑی ہی مل جاتے ہیں، جس کا اقبال ایسا ہی بلند ہو تو بے شک، آپ کو کیا معلوم کہ میں کس درجہ خوش قسمت ہوں!"

"خیر بیٹی۔ خدا بھی کرے کہ تیری تقدا تنی بلند ہو، مجھے تو یقین نہیں آتا!"

اس دن شام کو میں نے ظفر بھائی کو فون کیا۔ جواب ملا "مجھے افسوس ہے کہ جا نہ سکا مجھ کو مطلق فرصت نہ تھی۔ تمہارے تین لاکھ روپے آگئے ہیں، مبارک ہو، میں کل شام کو لے کر آؤں گا، اور ہاں نگار! میری دعوت نہیں کرو گی۔ دیکھو کل عمدہ عمدہ کھانے پکوانا ——، سنتی ہو۔ کیا کیا پکاؤ گی ؟" "آپ جو کہیں" میں نے جواب دیا "مرغ پلاؤ اور عالم شاہی کباب، سنا ؟" —"جی ہاں" میں نے جواب دیا "اور —— اور محمد شاہی ٹکڑے، اور —— ایک مرغ کا روسٹ بھی بنا لینا —— اور جو تمہارا جی چاہے۔ تم جانتی ہو جو چیزیں میں پسند کرتا ہوں!"

"لیکن روپیہ تو کل ضرور لائیے گا نا، بھائی؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں ہاں ضرور، کہہ تو رہا ہوں کس قدر بے صبر لڑکی ہو!" اور ایک قہقہہ کی آواز۔

(۵)

اس رات میری نیند سنہری خوابوں کا مجموعہ تھی، تمام شب میں سونے کے چبوترے پر دوڑتی اور رنگین جواہرات سے کھیلتی رہی۔ صبح ہوئی تو آتش شوق کی حدت تمازت آفتاب سے بھی تیز تر ہے۔ یقین مانئے جس بیتابی اور بے چینی سے میں نے وہ دن ظفر بھائی کے انتظار میں گذارا ہے کوئی ستر برس کا ہجر زدہ بھی ایفائے وعدہ کے انتظار میں اس طرح مضطرب و بیقرار نہ ہوا ہو گا۔ دعائیں مانگتے مانگتے کہیں شام ہوئی تو میں برآمدے میں جا اور دروازے کی طرف ٹکٹکی لگا کر بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر بعد سامنے سے ظفر بھائی اور شاہد میاں آتے ہوئے نظر آئے۔ میں ننگے پیر ننگے سر ان کے استقبال کو دوڑی اور زینے پر ہی سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔

روپیہ۔ روپیہ۔ ظفر بھائی تین لاکھ۔ تین لاکھ روپیہ۔ کہاں ہے۔ کدھر؟"
ظفر بھائی ہنسے۔ شاہد بھائی نے قہقہہ لگایا"یہ ہے۔ یہ۔ اطمینان رکھو" انہوں نے اپنے کوٹ کی دونوں جیبوں کو تھپکتے ہوئے کہا۔
"بس اتنے ہی سے؟" میں نے نقش حیرت بن کر پوچھا۔
انہوں نے رعب سے کہا "بے وقوف لڑکی! نوٹ ہیں، نوٹ!"
میں رستہ روک کر کھڑی ہو گئی "لائیے۔ لائیے تو پھر دیجئے!"
"چلو اندر کھانا کھانے کے بعد دیں گے سب کے سامنے!" وہ میرا ہاتھ کھینچتے ہوئے بولے۔ بڑی مشکل سے میں اس پر راضی ہوئی۔ وہ دونوں باتیں کرنے لگے اور میں نے اماں بی پر کھانے کا تقاضہ کرنا شروع کیا۔ بار بار ظفر بھائی سے پوچھتی کھانا لاؤں۔ شاہد میاں تھے کہ خواہ مخواہ بھی میری شکل دیکھ کر ہنسے جا رہے تھے۔ مجھ کو کوفت سی ہونے لگی۔ میں نے جل کر کہا "آخر آپ کیوں ہنس رہے ہیں شاہد بھائی!"
بولے "تمہیں تین لاکھ روپیہ جو ملیں گے!" "تو پھر آپ کو کیا!" میں نے بے رخی سے جواب دیا۔ کہنے لگے "کیوں، مجھے کچھ حصّہ نہیں دو گی؟"
میں جھلا کر بولی "جی نہیں۔ معاف کیجئے سب آپ ہی لوگوں کو دے دوں گی تو مجھ کو کیا بچے گا!" وہ ایک دفعہ قہقہہ لگا کر بولے "تین سو!"
میری جان جل گئی، میں کھسیانی ہو کر بڑبڑاتی ہوئی چلی تو ظفر بھائی نے کھانا مانگا۔ سب لوگ دستر خوان پر بیٹھے ہیں میں ظفر بھائی اور اماں بی کے اصرار پر بیٹھ گئی، مگر قسم ہے ایک لقمہ بھی حلق سے نیچے نہ اُترا۔ میری نگاہیں تو ظفر بھائی کی جیب پر لگی ہوئی تھیں۔
کھانے سے فارغ ہو کر جب سب بیٹھے تو ظفر بھائی مجھ سے مخاطب ہوئے "کیوں نگارا اب تو تم بھی میرے فہم و فراست کی قائل ہو گئی ہو گی۔ دیکھا میں نہ کہتا تھا کہ میں تم سے کہیں عاقل و دانا ہوں، اور تم میرے سامنے محض ایک طفل شیر خوار ہو!"
سب ہنسنے لگے۔ میں بالکل خاموش تھی مجھ کو یہ فضول گفتگو ذرا بھی اچھی نہ معلوم ہوتی تھی۔ وہ پھر بولے "اچھا یہ بتاؤ کہ میں عقل مند ہوں یا تم، جلدی جواب دو، ورنہ میں چلا جاؤں گا، اور بنا بنایا کام بگڑ جائے گا!"
میں نے دبی زبان سے کہا "آپ!" بولے "میں ہوشیار ہوں یا تم؟" میں نے پھر آہستہ سے جواب دیا "آپ!" کہنے لگے "اچھا میں بے وقوف ٹھیرا یا تم؟"
اب تو مارے غصّہ کے میرا چہرہ تمتما اٹھا اور جی میں آیا کہ کہہ دوں آپ، مگر جناب غرض بہت بڑی بلا ہے، اور پھر

غرض بھی ایسی ویسی نہیں، تین لاکھ روپیہ کی۔ لہٰذا میں نے بجبر و استکراہ زمین پر نظریں گاڑ کر مری ہوئی آواز سے کہا "میں!"

"کہو، میں ہاری اور تم جیتے!" تمنا اپنے سینہ پر پتھر رکھ کر اور نفرت سے منہ پھیر کر یہ الفاظ بھی دہرائے۔ ان کی آنکھیں چمک اٹھیں اور ایک شرارت آمیز مسکراہٹ چہرے پر پھیل گئی۔ وہ سب سے مخاطب ہو کر بولے "آپ صاحبان گواہ رہیئے گا انہوں نے اپنی ہار مان لی، اب پھر اگر یہ بے وقوف لڑکی رون کی رے گی تو اچھا نہ ہوگا! آداب روپیہ لو!"

اس وقت ظفر بھائی کی کرخت آواز مجھے، مست و مخمور کر دینے والی لحن داؤدی سے بھی شیریں تر معلوم ہوئی میرا چہرہ ایک نوشگفتہ گلاب کی طرح دمکنے لگا۔ دل میں ہزاروں نغمہائے رنگین لہرانے لگے۔ اور میری روح، مسرت و شادمانی کی سب سے بلند چوٹی پر رقص کرنے لگی۔ میں وفور انبساط سے لڑکھڑاتی ہوئی کھڑی ہوئی اور جھومتی ہوئی آگے بڑھی۔ سامنے جا کر ایک سائل کی طرح آنچل پھیلا دیا۔ لوگ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے!

جی چاہا خوب زور سے قہقہے لگاؤں۔ اہا ہا کس قدر خوش نصیب، کتنی اقبال مند۔ اوہو ہو۔ کیسی طالع ور۔ آخر کار بخت نے یاوری کی اور تین لاکھ سکہ رائج الوقت میرے قبضۂ اختیار میں آ—— آ—— ہائیں یہ کیا؟ دفعۃً میری تصورات کی زریں دنیا درہم برہم ہو گئی۔ ظفر بھائی نے تین نوٹ اسی طرح میرے آنچل میں ڈال دیئے جیسے کوئی کسی کو خیرات دیتا ہے۔ میں نے جلدی جلدی نوٹوں کو الٹ پلٹ کر دیکھا۔ پھر ظفر بھائی کی شکل دیکھی، وہ ہنس رہے تھے۔ میں تڑپ کر چلائی "ہائیں یہ کیا۔ یہ تو سو سو کے نوٹ ہیں؟ تین لاکھ دیجئے۔ (آواز پر زور دے کر) تین لاکھ روپیہ!"

"ویئے تو تین لاکھ اور کیا مانگتی ہو؟" وہ قہقہہ لگا کر بولے۔

"نہیں، نہیں، یہ تو صرف تین سو ہیں، میں تو تین لاکھ لوں گی۔ آپ مجھے بے وقوف بنا رہے ہیں!" میں نے برافروختہ ہو کر کہا۔

"اس میں کچھ شک بھی ہے، تم تو ہو ہی اول درجہ کی بے وقوف!" انہوں نے ایک بلند قہقہہ کے ساتھ اس جملہ کو ختم کیا۔

اماں بی بولیں "آخر معاملہ کیا ہے مجھ سے تو کہو، کیا واقعی نگار کے نام کا ٹکٹ نکلا ہے؟"

ظفر بھائی نے کہا "نہیں خالہ بی! ٹکٹ وکٹ کچھ نہیں نکلا ہے۔ بات اصل یہ ہے کہ یہ ہمیشہ اپنے کو بہت عقلمند اور ہوشیار سمجھتی ہیں، اس لئے میں نے ان کو بے وقوف بنانے کے لئے یہ مذاق کیا، میرے پاس نتیجہ موجود ہے آپ خود دیکھ لیجئے!"

اماں بی نے کہا "میں تو پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ یہ محض مذاق ہو رہا ہے۔ لیکن یہ تین سو کیسے ہیں!"

"یہ ان کے وقوف بننے کی اجرت میں اپنی جیب سے ادا کر رہا ہوں!" انہوں نے ہنس کر میرا منہ چڑھاتے ہوئے جواب دیا

میرے سر میں چکر آگیا! آنکھوں کے نیچے اندھیرا چھا گیا جسم سے جان کھنچنے لگی۔ قلب کی حرکت بند ہوتی ہوئی معلوم ہوئی۔ میں نے سہارے کے لئے کرسی پکڑ لی۔ نوٹ ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گرے، اور چند لمحے کے لئے مجھ پر ایک سکتہ کا سا عالم طاری ہوگیا!

شاہد بھائی اور آپا کے ناخوشگوار قہقہے مجھ کو ہوش میں لے آئے۔ اپنی آرزوؤں کا خون اس ذلت کے ساتھ ہوتا دیکھ کر میں تلملا اٹھی۔ شدتِ طیش سے میرا جسم جل اٹھا۔ رگوں میں خون کھولنے لگا۔ آنکھوں سے چنگاریاں نکلنے لگیں۔ میں ایک زخم خوردہ ناگن کی طرح پیچ و تاب کھاتی ان کے قریب پہنچی، اور ان کا دامن کھینچتی ہوئی مبازرانہ انداز سے چلائی: "لائیے میرے روپے، آپ کو دینا ہوں گے، آپ مجھ سے چال بازی نہیں کر سکتے!"

انہوں نے مجھ کو پکڑ کر کرسی پر بٹھایا، اور نہایت شفقت سے میری پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے: "خدا کی قسم، نگار! تمہارے نام کا ٹکٹ نہیں نکلا، میں تو تفریحاً تم کو بے وقوف بنا رہا تھا!"

اُف! پھر وہی بے وقوف کا لفظ! ——— معبود! اب یہ لوگ ہمیشہ مجھ کو پہلے سے بھی زیادہ بے وقوف کہیں گے! ——— دل پر ایک چوٹ سی لگی جو ——— انتہائی خلش کے ساتھ عمق قلب میں گم ہوگئی، بیکسی و بیچارگی کے احساس نے جذبۂ جنگ کو مجروح کر دیا، غصہ فرو ہوگیا، اور آبلۂ دل پھوٹ کر آنکھوں کی راہ سے بہنے لگا۔

"نہیں، نہیں، میں ہرگز نہ مانوں گی، آپ نے میرے تین لاکھ روپے لے لئے اور مجھ کو بہلانے کو صرف تین سو پکڑا دئے ——— آہ ——— کاش! میں بھی بیرسٹر ہوتی!" میں نے ہچکیاں لیتے ہوئے حسرت سے کہا: "تو آپ ——— ہاں آپ اس طرح ——— مجھے دھوکہ نہ دے سکتے!!"

سیدہ اصغری بیگم۔ کلکتہ

خانہ داری

جس میں سنگھار و آرائش بھی شامل ہے۔

شادی کی مسرتیں قائم شادی کے ابتدائی نکھار کی دلکشی فریقین پر صرف چار روز طاری رہتی ہے پھر دنیا اپنے اصلی رنگ میں انہیں نظر آنے لگتی ہے مگر شادی بُری چیز نہیں اور ذرا سی ہوشیاری سے اس کی مسرتیں دائمی بنائی جاسکتی ہیں۔ شادی دنیاوی کاروبار میں رُکاوٹ کا باعث نہیں۔ دو میاں بیوی جو ایک دوسرے کو بخوبی پہچان گئے ہوں اس زندگی کی گاڑی کو آسانی سے چلا سکتے ہیں بمقابلہ اُس کے جو اکیلا ہی اُسے دھکیل رہا ہو۔

شادی کی مسرتوں کے قیام کے لئے محض محبت پر حصر رکھنا غلطی ہے۔ طبیعت کبھی یکساں نہیں رہ سکتی۔ ماں باپ کے زیر سایہ متابلانہ زندگی بے غل و غش ہے اور اس میں محبت اپنی رنگینیاں پیدا کرسکتی ہے مگر دنیا کی حقیقت بے فکریوں کا تار و پود بکھیر دیتی ہے۔ پھر محبت کو ٹھیرنے کی تاب کہاں۔ لیکن ذرا سوچ سمجھ کر زندگی بسر کی جائے تو سب کچھ میسر ہوسکتا ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ طبائع مختلف ہیں۔ میاں بی بی کے مزاج علیحدہ علیحدہ ہیں۔ ایسی صورت میں سب کے لئے ایک ہی نسخہ تجویز کرنا بے حد مشکل ہے البتہ موٹی موٹی باتیں بطور اُصول کے بیان کی سکتی ہیں جن پر ہر شخص اپنی محبت کی عمارت کی بنیاد رکھ سکتا ہے۔

مرد و عورت کی طبیعت اللہ تعالیٰ نے جداگانہ بنائی ہیں اسی لئے ان کے خیالات بھی مختلف ہیں۔ ایسی صورت میں محض جذبات کام نہیں دیتے عقل کام دیتی ہے۔ دونوں غور کریں کہ میرا خیال یہ ہے اور اُس کا یہ۔ لاؤ کوشش کرکے اُس کے دل میں اپنا دل ڈال دو۔ دونوں کو ایک دوسرے سے محبت ہو تو دونوں اس طرح ایک درمیانی نقطہ پر پہنچ کے ایک دوسرے کے موافق ہوجائیں گے اسے ہی موافقت یا سمجھوتہ کہتے ہیں۔ اگر دونوں اپنی اپنی رائے پر اڑے رہیں تو محبت ابتدائی دن گزار کے کم ہوجاتی ہے اور دونوں میں نااتفاقی ہوکے جنگ و جدل شروع ہوجاتی ہے اور زندگی تلخ ہوجاتی ہے۔

دونوں کو ایک دوسرے کی خودداری اور جذبات کا خیال رکھنا چاہیئے۔ شروع میں تو تابعداری کا انتہائی ثبوت دیا جاتا ہے اور بعد میں ایک دم اپنا رعب قائم کرنے کی پیشقدمی ہونے لگے تو کچھ عرصہ حیرت پیدا ہوکے ایک دوسرے سے مخالفت شروع ہوجائے گی۔ آج کل عورتیں اپنے حقوق مانگ رہی ہیں اور انہیں اپنی عزت کا احساس ہوگیا ہے۔ جو مرد اُن کو اپنا کھلونا اور تفریح کا ذریعہ ہی سمجھتے ہیں وہ سخت غلطی کرتے ہیں۔ وہ اس طرح اُن پر اپنا رعب نہیں قائم کرسکتے۔ وہ اپنے لئے ہی نہیں اپنے شریک حیات کے لئے بھی کانٹے بوتے ہیں۔ ابھی ہندوستان میں یہ ہوا نہیں چلی۔ جب چل پڑے گی تو یہ کانٹے خالی مرد کے لئے رہ جائیں گے کیونکہ عورت تو عدالت میں پہنچ کے طلاق لے لیا کرے گی۔ مگر کمزور شوہر کی بھی عورت عزت نہیں کرتی۔ ایک وقت ایسے شوہر کو بھی عورت سمجھنے لگتا ہے کہ عورت کے دل میں میری عزت نہیں۔ اس وقت اس کے دل میں ناگواری پیدا ہوتی ہے۔ اُسے بیرونی دنیا میں

آزادانہ گھومنے کا موقع حاصل ہوتا ہے۔ اُسے جہاں ایسی عورت سے دوچار ہونے کا اتفاق ہوا جو اس کی عزت کرے یا اُسے اچھا آدمی سمجھے وہ خطرہ کی گھنٹی ہے۔ اسی طرح جو مرد آج کل کی عورتوں کو پامال کرنا چاہیں اُن کو بھی ناگوار گزرتا ہے۔ عورت مردوں سے آدھے راستہ میں ملنے کے لئے تو تیار ہو جائے گی مگر یہ پسند نہ کرے گی کہ اُنہیں ہر وقت ٹھکرایا جائے۔ نہ وہ یہ گوارا کر سکتی ہیں کہ آدھے راستہ کی بجائے وہ تین چوتھائی راستہ چلیں اور میاں صرف ایک چوتھائی ہی راستہ چلے۔ اس میں بھی اُن کا ادنیٰ پن پایا جاتا ہے جو اُنہیں آنکھ نہیں بھا سکتا۔ شادی کے معنے یہ ہرگز نہیں کہ فریقین میں سے کسی کی شخصیت قید کر دی جائے یا پامال کر دی جائے۔ شادی دونوں کی آزادی میں تخفیف ضرور کر دیتی ہے مگر جس وقت یہ تخفیف ناگوار گزرنے لگے تو فوراً سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ بیل منڈھے نہ چڑھے گی۔ اگر ہنسی خوشی کی زندگی گذارنی ہے تو دونوں کو ایک خاص حد تک جو شادی کا منشا ہے پابندی کرنی پڑے گی۔ اپنی آزادی کم کرنی پڑے گی لیکن یہ پابندی دونوں کو بار نہ گذرے۔ دونوں کو مساوی حد تک پابندیاں گوارا کرنی چاہئیں

میاں بیوی کو اپنی مشکلات ایک دوسرے سے بیان کرنی چاہئیں شادی کے بعد دونوں کی آرزو ہوا کرتی ہے کہ پاس بیٹھ کے باتیں کریں۔ اس سے بھڑاس نکل جاتی ہے۔ غم ہلکا ہو جاتا ہے۔ ایک دوسرے کو تقویت پہنچتی ہے۔ ایک دوسرے کو مشورہ مل جاتا ہے۔ میاں بیوی کو دل کھول کے آپس میں باتیں کرنی چاہئیں۔ لیکن اس کے یہ معنے نہیں کہ دونوں ایک دوسرے پر آئینہ کی طرح ہو جائیں۔ نہیں کچھ حصہ دونوں کو محفوظ رکھنا چاہیئے۔ بعض خیالات ایک دوسرے پر ظاہر نہ کئے جائیں تو اچھا ہی ہوتا ہے۔ بعض خیالات بوچ ہوتے ہیں ان کے اظہار سے وقار میں فرق آتا ہے لیکن ایک معقول خیال کو چھپانا شادی کی خوشیوں کے لئے موت کا حکم رکھتا ہے۔ دونوں کا ایک دوسرے سے پردہ رکھنا بڑا ہی خطرناک ہے۔ زہر اندر ہی اندر کام شروع کر دیتا ہے اور زہر جلد اپنا اثر پھیلاتا ہے خواہ وہ جسم میں ہو یا روح میں۔ یہ زہر محبت کے لئے تو بے حد مہلک ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ شادی کی زندگی محض محبت کے ذریعہ حاصل نہیں ہو سکتی۔ دونوں کو حد سے زیادہ نہ جھکنا چاہیئے۔ دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ سیدھی سیدھی زندگی بسر کرنی چاہیئے کسی قسم کا دھوکہ فریب نہ کرنا چاہیئے۔

بالوں میں رازِ حسن

بال گرنے لگیں تو فوراً سمجھ جاؤ کہ صحت کی عام حالت کی طرف توجہ کی ضرورت ہے اور چندیا تمہاری خدمت کی محتاج ہے۔ بعض حالات میں بال گرنے کا مرض خاندانی ہوتا ہے۔ یہ خدا لاعلاج بات ہے لیکن اکثر بال گرنے کا سبب مسلسل گرد، پریشانی، صدمہ، خون کی کمی اور کمزوری یا بالوں میں خشکی کے چھلکے بڑھ جانا ہوا کرتا ہے۔ بال گرنے کے زمانے میں برش یا کنگھی سے ڈرنا بڑی غلطی ہے کہ اور بال گر جائیں گے۔ خراب بالوں کا گر جانا ہی اچھا ہے تاکہ نئے بالوں کو بڑھنے کا اچھا موقع ملے۔ بالوں میں برش یا کنگھی کرنا اور چندیا پر مالش کرنا بہترین تدبیریں ہیں۔ زور سے کنگھی کرنے سے خون گردش کرنے لگتا ہے۔ ایسی کنگھی استعمال کرنی جس کے دندانے کند لیکن مضبوط ہوں بشرطیکہ سر میں زخم نہ پڑیں زور سے کنگھی کرنا بہت اچھا ہے۔ ہر چاروں طرف ایک سرے سے دوسرے سرے تک برش کر دینا چاہیئے۔

مالش بھی بڑی ضروری چیز ہے کانوں سے اوپر کے دونوں طرف کے سر کے حصے ہاتھوں کی انگلیوں اور انگوٹھوں میں دبائیں

اور چندیا کو ان کی حرکت سے خوب ہلائیں۔ ہر روز صبح کے وقت دس منٹ تک یہ عمل کریں۔ ہفتہ میں ایک مرتبہ زیتون کے تیل یا کسی اور مقوی بال روغن سے مالش کر لینا بہت مفید ہے۔ پہلے بالوں میں کئی کئی مانگیں نکال لیں۔ پھر تیل سر کی جلد میں جذب کریں پھر پیشانی سے گردن تک انگلیوں سے مالش کریں۔

ہفتہ میں ایک مرتبہ بالوں کے خاص طور پر جھاگ اٹھا اٹھا کے دھونے کا انتظام کریں۔ پہلے ایک چمچہ گرم روغن زیتون کھوپری پر ملیں۔ پھر صابن کے جھاگ اور پسے ہوئے سہاگہ کی ایک ایک چمچہ ایک پھانٹے ہوئے انڈے میں خوب ملائیں۔ پھر بالوں کو گیلا کر کے اس مرکب کو بالوں پر خوب ہی ملیں۔ بال نہ صرف صاف ہوں گے بلکہ خوب مضبوط ہو جائیں گے۔ اس کے بعد تین دفعہ بالوں کو دھو ڈالنا چاہیئے۔ اگر پانی کے اس مرکب سے بال دھوئیں تو بالوں کی قوت اور خوشنمائی کا کیا کہنا۔ روزمیری Rosemary مرٹل Myrtle اور لیونڈر کے ہر ایک کے چند تنکے یا دو تین تیج پات bay leaf ایک ململ کی ڈھیلی تھیلی میں باندھ کے ۱/۲ پاؤ کھولتا ہوا پانی اس پر ڈالیں۔ پھر اسے ٹھنڈا ہو جانے دیں۔

خانگی ٹوٹکے

سرکہ اور نمک سے چینی کے برتنوں سے چائے کے بھورے داغ جلد دور ہو جاتے ہیں۔ بوتلیں اور شیشہ کے برتن بھی جلد صاف اور چمکدار ہو جاتے ہیں۔ سیاہ پالش میں ملانے سے جوتوں کو بہت چمکدار کر دیتا ہے۔ سرکہ شہد اور مکھن ملا کے کسی برتن میں گرم کر لیں۔ تھوڑا سا پینے سے زخمی گلے کو آرام ہو جاتا ہے۔ سرکہ تانبے اور پیتل کے برتنوں کو بہت جلد صاف کر کے چمکدار بناتا ہے۔ گرم سرکہ روغنی دھبوں کو دور کر دیتا ہے۔ کچے گوشت پر ملنے سے گوشت تر و تازہ رہنے کے علاوہ زود ہضم بھی ہو جاتا ہے۔

دائمی قبض دور کرنے کے لئے بائیں پاؤں پر زور دے کے رفع حاجت کے لئے بیٹھنا مفید ہے۔

دونوں ہلدی لال چنے بھینس کے دودھ میں پیس کے لگانے سے کالا رنگ قدرے سفید ہو جاتا ہے۔

کلف میں تھوڑی سی گلیسرین ملا لی جائے تو کپڑا استری سے چپکتا نہیں۔

چاول ٹھنڈے کی بجائے گرم پانی میں دھونے سے پکانے پر زیادہ اچھے اور ذائقہ دار ہو جاتے ہیں۔

سرکہ اور نمک ملا کے لئی سی بنالیں اور اینمل کے برتن پر اچھی طرح ملیں اینمل خوب صاف ہو جائے گا۔

جوتہ کا پالش سخت ہو جائے تو تارپین کے چند قطرے ملا کے نرم کیا جا سکتا ہے۔

نیم گرم پانی کے گلاس میں ایک لیموں کا عرق نچوڑ کے پینے سے طبیعت میں تازگی پیدا ہوتی ہے۔

سیاہ ریشم آلو کے ابالے ہوئے پانی میں ڈبونے سے بہت اچھا صاف ہو جاتا ہے۔

کپڑے پر بٹن ٹانکتے وقت دوہرا تاگہ استعمال کریں اور دو ٹانکے کپڑے کے نیچے سے لے کے پھر بٹن کے سوراخوں میں سے نکالیں بٹن [illegible] رکھ لیں تاکہ ٹانکے اس کے اوپر آئیں۔ پانچ چھ ٹانکے بٹن کی مضبوطی کے لئے کافی ہوں گے۔ پھر دو تین لمبے ٹانکے کپڑے کے نیچے لگا کے [illegible] سوئی نکال کے بٹن کو ذرا اوپر کو ابھاریں اس طرح وہ کاج میں آنے کے لئے کافی جگہ نیچے چھوڑ دے گا۔

محمد ظفر

نرم کھلونوں کی دستکاری

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

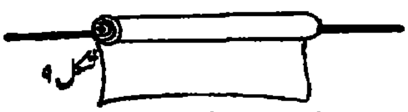
وُڈ وُول سے بھرنا

بڑے پیمانہ کے اور مضبوط جانور وُڈ وُول Wood-wool سے جیسے کہ پہلے بتایا جا چکا ہے بھرے جا سکتے ہیں یہ ایک قسم کی ملائم گھاس ہوتی ہے اور سبزی فروشوں سے خریدی جا سکتی ہے۔ یہ گھاس یا ریشہ مختلف درجوں میں موٹا وباریک ملتا ہے۔ عمدہ نتائج باریک وُڈ وول سر اور دیگر اعضاؤں اور بہت موٹی، جسم میں بھرنے سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ یہ زیادہ سختی سے بھری جائے اور بھرنے کے دوران میں اچھی طرح دباتے جائیں۔

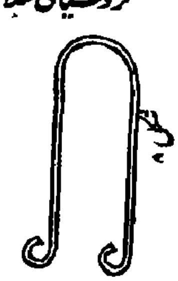
اگر وُڈ وول سے بھر کر کھڑے جانور بنائے جائیں تو پاوں کے سہارے کے لئے پتلے پیروں میں جیسے بھیڑ، گائے وغیرہ کے ہوتے ہیں تار لگائے جائیں تاکہ وہ سیدھے کھڑے رہیں اور موٹے پیروں کے لئے نرکل کے ٹکڑے استعمال کرو۔ چڑیوں کے پیروں کے لئے بانس کی تیلیاں کام دے سکتی ہیں۔ تار کے سہارے اگر استعمال کئے جائیں تو یہ تار ۵ یا ۶ گیج کا اور زنگ پروف ہونا چاہیئے ایک لمبائی میں سے تار کو دُہرا کرکے ایک جوڑ پاؤں بنایا جا سکتا ہے (دیکھو شکل ۸)

تار کافی لمبا ہونا چاہیئے تاکہ جسم کے اندر اچھی طرح گھس سکے۔ اس کی مڑی ہوئی نوکوں پر پیروں کے اندر داخل کرنے سے پہلے کپڑا لپیٹ لینا چاہیئے اور تاروں کے چاروں طرف بھی کافی کپڑا لپیٹنا چاہیئے پھر بھرے ہوئے پاؤں کے بیچ میں لگا دینا چاہیئے یا پہلے پاؤں کے سلے ہوئے خاکوں کے اندر تار کے سہارے رکھ لئے جائیں پھر ان کے چاروں طرف وُڈ وول بھرا جائے۔ خیال رہے کہ یہ سہارے پیروں کے اندر اچھی طرح ٹھسے ہوئے ہونے چاہئیں۔

نرکل جن کے حقوں کی سگالیاں اور نیچے وغیرہ بنتے ہیں ہر حقائی کے بازار میں بہت ارزاں ملتے ہیں۔ یا اس قسم کی نلکیاں (سلنڈر) خود بنائی جا سکتی ہیں۔ اس مقصد کے لئے ایک ہڈی کی چکنی معمولی کروشیا کی سلائی اور کچھ براؤن کاغذ کی



سلائی پر کاغذ لپیٹنے کا طریقہ



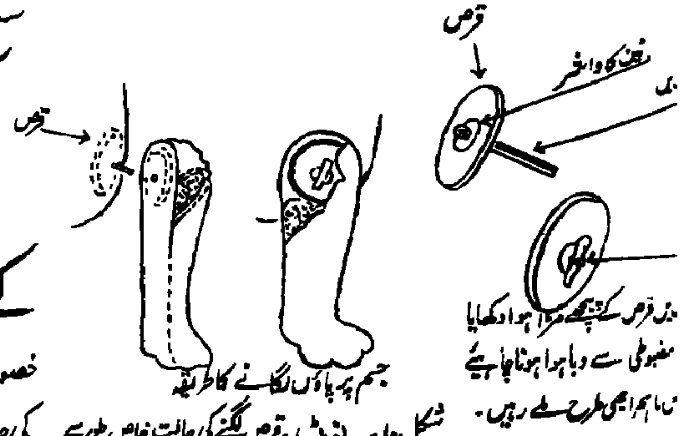
لمبی پٹیوں کی ضرورت ہوگی۔ کاغذ کی چوڑائی اتنی کافی ہوگی جتنی لمبی نلکی درکار ہے۔ براؤن کاغذ کی بجائے ردی اخبار بھی استعمال کئے جا سکتے ہیں مگر وہ زیادہ مقدار میں درکار ہوں گے۔ بہرحال کاغذ کی ایک پٹی پر میدے کی لئی لگاؤ اور احتیاط کرو کہ اس میں گٹھلی نہ ہو۔ پھر احتیاط سے کروشیا کی سلائی پر لپیٹو۔ جہاں تک ممکن ہو کنارے ایک ہی سطح پر ہوں۔ اسی طرح کئی پٹیاں یکے بعد دیگرے لپیٹ لو یہاں تک کہ مطلوبہ موٹائی کی نلکی ہو جائے (سلائی پر کاغذ لپیٹنے کا طریقہ دیکھو شکل ۹ میں) پھر خشک ہونے کے لئے جو دو ایک دن میں ہوگی، چھوڑ دو۔ اس کے بعد نلکی کو سلائی میں سے کھینچ لو۔

اگر خواہش ہو تو جانوروں کے تیار شدہ نمونے جن کے پاؤں کے اندر تار یا لکڑی کے سہارے لگے ہوئے ہوں لکڑی کی بنیادوں پر جن میں چھوٹے چھوٹے پہئے ہوں کھڑے کئے جا سکتے ہیں تاکہ بچے ان کو کھینچتے پھریں۔ لکڑی کی بنیادیں جنہیں پلیٹ فارم بھی کہہ سکتے ہیں مع پہیوں کے بازار میں ترکھانوں سے بنوائی جا سکتی ہیں۔ پلیٹ فارم کے تختہ پر بیچ میں سوراخ ہونے چاہئیں۔

ان سوراخوں میں جانور کے پاؤں پہنائے جا سکتے ہیں۔ اگر چپکائے جائیں تو تختہ میں بالکل آرپار سوراخ کرنے کی ضرورت نہیں صرف اُن مقامات کو جہاں پیروں کے پنجے جمائے جائیں کھود دو۔

جڑے ہوئے کھلونے

تم نے بازار میں ایسے بھرے ہوئے کھلونے دیکھے ہوں گے جن کے ہاتھ پاؤں وغیرہ گھوم پھر سکتے ہیں۔ ان کو "جڑے ہوئے کھلونے" Jointed Toys کہتے ہیں۔ اس قسم کے کھلونوں کے جسم ہاتھ پاؤں اور سر وغیرہ الگ الگ کاٹے اور بھرے جاتے ہیں پھر یہ اسپلٹ پن اور لکڑی کے قرصوں Discs کی مدد سے باہم جوڑ لئے جاتے ہیں (دیکھو شکل-۱) قرص جسم اور پاؤں کے اندر ان کی جگہ بھرنے کے عمل کے دوران میں چپکا لینے چاہئیں پھر اسپلٹ پن اندرون جسم ـــــ ایک ٹین کے واشر ـــ اس قرص کے آرپار جو جسم کے اندر ہے ـــــ اور اس قرص کے جو جوڑ



شکل-۱۔ نوٹ۔ قرص لگنے کی حالت خاص طور سے دیکھو۔ آخری سیون کھلی چھوڑ دی گئی ہے تاکہ اندرونی جوڑوں کی بخوبی ظاہر ہو اور سمجھ میں آسکے۔

پر سے گذار کر گھسایا جاتا ہے پھر اسپلٹ پن کے سرے پر ایک دوسرا واشر پھر دو کر اور پلاس سے سرے (یعنی ٹانگیں) چیر کر ٹھونک کر اِدھر اُدھر بٹھائے جاتے ہیں (شکل-۱ سے یہ کل عمل اچھی طرح ظاہر ہے چنانچہ اس قسم کے جوڑ لگانے ہوں وہاں کی سیون عارضی طور پر چھوڑ دی جاتی ہے اور کام کی تکمیل کے بعد اس مقام کا منہ بند کر کے وہاں مستقل سلائی کر دیتے ہیں۔ قرص چپکانے سے پہلے جوڑوں کی حالت کا اچھی طرح امتحان کر لو کہ وہ ٹھیک بیٹھ گئے ہیں یا نہیں۔ تم انچ پیمانہ کے اسپلٹ پن اس کام کے لئے بہت موزوں ہوں گے اور یہ لوہے کی چیزیں واوزار بیچنے والوں کی دوکانوں پر مل سکتے ہیں۔ قرص (تھری پلائی وُڈ (تین پرتوں کا لکڑی کا تختہ) میں سے کاٹے جا سکتے ہیں۔

سر بھی اس طرح جوڑے جا سکتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے پیروں کی طرح الگ کاٹا جاتا اور بھرا جاتا ہے۔ صرف گردن پر سے کھلا چھوڑ دیا جاتا ہے۔ پتلا اسپلٹ پن (سر جوڑنے کے لئے بڑے پیمانہ کا استعمال کرنا چاہیئے) واشر اور قرص کے ساتھ لگا کر گردن کے کھلے ہوئے مقام میں سے گزار لیا جاتا ہے پھر اس کھلے مقام کو پہلو بہ پہلو تاگے سے مضبوط لگا کر سی دیتے ہیں۔ پن کے نکلے ہوئے سرے جانور کے جسم میں گردن پر گھسائے جاتے ہیں۔ پھر وُہی عمل دُہرایا جاتا ہے جو جوڑوں کے لئے کیا جاتا ہے۔ جس کی تشریح شکل-۱ میں کر دی گئی ہے جس کو بغور دیکھنے سے سب باتیں صاف ہو جائیں گی۔

کیپوک سے بھرنے کے قابل جانور اور ان کے لئے خاص خاص مختصر ہدایتیں

کتے کیپوک سے مختلف نسل کے کتے بھرے جا سکتے ہیں اور ان کی خصوصیات ان کی تصویروں یا خود ان زندہ جانوروں سے معلوم کی جا سکتی ہیں۔ استراخان (ایک کپڑا) سے نہایت شاندار فرنچ پوڈل اور آئرش واٹر اسپینئیل (کتوں کی قسمیں) بنتے ہیں۔ لمبے روئیں کے فرش Furs پیکنگس اسپینل اور یارک شائر وغیرہ شکاری کتوں کے نمونے بنانے کے لئے استعمال کئے جا سکتے ہیں یارک شکاری کتے کی پوستین Furs نہایت احتیاط سے پشت کے مرکز کے بیچ میں سے الگ کر دینا چاہیئے اور ہر ایک پہلو سے نیچے تک سیدھا کنگھا کرنا چاہیئے۔ ڈالاسیکن اور اسی قسم کے دوسرے کتوں کے جسموں پر داغ Spots واٹر پروف سیاہی سے

بنائے جا سکتے ہیں۔ شکاری کتوں کے سر کی تشکیل بھرنے کے دوران میں ہی کر لینی چاہیئے۔ اگر سر بھرنے سے پہلے آنکھوں کی جگہ کے نشان کر لئے جائیں تو اچھا ہے۔ پھر بھرنے کے دوران میں ہلکے گڈھے جہاں آنکھیں لگائی جائیں گی چھوڑ دئے جائیں اس میں بہت سہولت رہے گی۔ ماتھا آنکھوں کے اوپر ابھارا جا سکتا ہے آنکھیں ٹھیک لگانے کے لئے جیسا کہ ابھی بتایا جا چکا ہے ان کی جگہ سے تھوڑا سا ریشہ دکیپوک نکال لیا جائے۔ یا اسی صورت میں خاص آنکھوں کے قریب کچھ پیڈنگ کے اضافہ کی ضرورت ہوگی۔ علاوہ ازیں ان کے لئے خاص قواعد مقرر نہیں ہیں بہت سے امور کھلونے ساز کی سمجھ اور چابکدستی پر منحصر ہے کہ وہ جیسا موقع ہو اس پر عمل کرے۔ جیسا کہ بار بار عرض کیا جا چکا ہے کہ کھلونے ساز کو اس جانور کا جس کا نمونہ بنانا ہے بخوبی مطالعہ کرنا چاہیئے چنانچہ مشاہدہ سے بہت کچھ معلومات میں اضافہ ہوگا مثلاً خرگوش کی آنکھ اس کے ہموار اور سڈول سوراخ سے خفیف آگے کی طرف نکلی رہتی ہے برخلاف اس کے کسی زندہ شکاری کتے کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے سے آپ کو معلوم ہوگا کہ اس کی آنکھ ایک چھوٹے سے قیف نما منہ کے اندر ہوتی ہے جو اس کے نتھنے پر ہوتا ہے جو اس کو خرگوش کا پیچھا کرنے کے لئے آگے کی طرف دیکھنے کی رہنمائی کرتی ہے۔

بلیاں۔ فرکلاتھ اس کے لئے عمدہ کپڑا ہے یہ نہایت عمدہ ریشمی روئیں دار کپڑا ہوتا ہے۔ کانوں کے استر کے لئے ہلکے گلابی رنگ کی ساٹن یا اسی قسم کا کوئی دوسرا کپڑا استعمال کرنا چاہیئے۔ احتیاط اس امر کی کرنی چاہیئے کہ کانوں کو سیدھے زاویہ میں لگایا جائے ربڑ یا بکرم کا پتلا ٹکڑا استر کے اندر لگانا چاہیئے تاکہ کان سخت ہو جائیں۔ اس مقصد کے لئے ان کے کناروں کے اندر تار بھی لگایا جا سکتا ہے۔

خرگوش۔ یہ بھورے grey یا براؤن رنگ کے فرکلاتھ کے بنائے جاتے ہیں۔ ان کی دم سفید رنگ کی چھوٹی اور اٹھی ہوئی ہونی چاہیئے۔ جو ان کی مخصوص جگہ مضبوطی سے اس طریقہ سے لگا دینی چاہیئے کہ سیدھی کھڑی رہے۔ اس جانور کے سر کے اوپر ابھرا ہوا دبی گھسی ہوئی drop آنکھیں ہوتی ہیں۔ کان تار یا بکرم سے سخت کرنے چاہئیں۔

بطخیں اور چوزے وغیرہ۔ سفید یا زرد روئیں دار فرکپڑا استعمال کیا جاتا ہے۔ چونچ پاؤں اور پنجے تار کے بنائے جاتے ہیں۔ ان پر زرد یا نارنج رنگ کا پتلا کپڑا لپیٹا جاتا ہے۔ بازو یا تو کپڑے پر کاڑھ کر نمایاں کئے یا الگ بنا کر ان کی جگہ باریک تاگے سے ٹانک دئے جاتے ہیں۔

گلہریاں۔ فرکلاتھ یا بھورے یا براؤن رنگ کی مخمل کی جا سکتی ہے۔ منہ کھچے دار دم فر کی بنانی چاہیئے۔ دم کو قدرتی حالت میں کھڑی رکھنے کے لئے تار استعمال کیا جاتا ہے کسی گلہری کی تصویر سرسری نظر ڈالنے سے ہی معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کو کس طرح بٹھایا جائے۔ اس کا نمونہ بناتے وقت گل مچھیں بنانا ہرگز نہ بھولنا چاہیئے۔ بھویں کھڑی رکھو۔ اگر خواہش ہو تو سامنے کے پنجوں کی اس طرح تشکیل کی جا سکتی ہے کہ بلی گلہری پنجوں میں گری دابے ہوئے نظر آئیں۔ دھاریاں واٹر پروف سیاہی سے بنائی جا سکتی ہیں۔

گیندیں۔ ان کو کیپوک سے بھرو۔ یہ بچوں کے کھیلنے کے لئے بہت اچھی چیزیں ہیں۔ ان کا بنانا بھی بہت آسان اور زود ختم ہے۔ یہ مختلف رنگ کے فر کلاتھ یا مخمل کے ٹکڑے اس طرح سی کر جس طرح چمڑے کی فٹ بال سلی ہوتی ہے بنائی جا سکتی ہیں۔ بہت خوبصورت ہوں گی۔ الٹی طرف سے مشین یا ہاتھ سے اسی طرح سینا چاہیئے جس طرح جانوروں کے خاکے سئے جاتے ہیں جس میں منہ چھوڑ دیا جائے۔ پھر گیند کو الٹ کر اس میں کیپوک بھر کر اس کا منہ صفائی سے سی دو۔

گڑیاں ٹیڈی بیئر اور گولی ووگ مختلف کپڑوں کے بنائے جاتے ہیں۔ خط و خال واٹر پروف سیاہی سے بنائے پینٹ کئے یا سوئی تاگے سے کاڑھ دئے جاتے ہیں۔ موہیر پلش Mohair plush ٹیڈی بیئر ریچھ بنانے کے

لئے بہت اچھا کپڑا ہے۔

وڈوول سے بھرنے کے قابل

ہاتھی - یہ بھورے رنگ کے فیلٹ یا فلالین کے بنائے جاتے ہیں۔ سونڈ میں وُڈوول بہت سختی سے نہیں ٹھونسا چاہیئے۔ دانت بنانے ذرا مشکل ہیں۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہاتھی کے بچے کے (نکلے ہوئے) دانت نہیں ہوتے ہیں۔ بہرحال پورے ہاتھی کے بینت کے بنائے جاسکتے ہیں جو حسب ضرورت لمبائی سے نصف انچ زیادہ ہونے چاہئیں۔ بینت کو حسب ضرورت ٹیڑھا کرکے ہاتھی کے نکلے ہوئے دانت کی شکل میں کیا جا سکتا ہے۔ پھر چاقو سے چھیل کر چپٹا کرلیں۔ اس کے بعد ریگ مال سے گھس کر خوب ہموار اور چکنا کرلیں۔ ہاتھی کے سر کے ان مقامات پر جہاں دانت لگائے جائیں سوراخ کریں۔ پھر ہر ایک دانت کے سرے ناہموار یعنی کھردرے کرکے ان پر گوند یا سریش لگاؤ پھر ان کو سوراخوں میں گھسا دو اور خشک ہونے کو چھوڑ دو۔ ہاتھی کی آنکھ بہت چھوٹی ہوتی ہے۔ یہ چھوٹے سیاہ رنگ کے موتی Bead یا بٹن کی لگائی جاسکتی ہے۔ آنکھ یعنی موتی یا بٹن کی پُشت پر ایک بیز کاغذ باریک تاگے سے ٹانک دو پھر آنکھ آسانی سے اپنی جگہ مضبوطی سے بیٹھ جائے گی۔ کان لٹکتے ہوئے اور نرم ہونے چاہئیں نہ کہ سخت جیسے دوسرے جانوروں کے ہوتے ہیں۔

گائیں - یہ ہموار براؤن رنگ کے کپڑے کی بنائی جاتی ہیں۔ اور سیاہی سے دھبہ دار کی جاسکتی ہیں۔ پیروں کو تار کے سہاروں کی ضرورت ہوگی۔ سینگ اسی طرح بنائے جاسکتے ہیں جس طرح ہاتھی کے دانت بنائے جاتے ہیں۔

گھوڑے - براؤن گہرے یا سیاہ رنگ کے ہموار کپڑے کے بنائے جاتے ہیں اور داغدار یعنی ابلق اگر ضرورت ہو تو حسب معمول واٹر پروف سیاہی سے کئے جاسکتے ہیں۔ پیروں کی نہایت احتیاط سے تشکیل کرنی چاہیئے تاکہ وہ قدرتی معلوم ہوں اس کے لئے ایک تدبیر یہ ہے کہ نمونوں کی تشکیل سے قبل چندمنٹ گھوڑوں کی تصویریں یا یہی جانور زندہ حالت میں بغور دیکھے جائیں۔ ایال اور دم اسی رنگ کے ریشم کے تاروں سے بنائی جائیں جس رنگ کا جسم ہے۔ گاڑی کھینچنے والے گھوڑے نسبتاً زیادہ موٹے بنائے جائیں اور ان کی ٹانگوں کے ٹخنے کے اُلٹی طرف کے بال زیادہ گھنے ہونے چاہئیں۔

گدھے - یہ بزرگوار گھوڑوں کی طرح بنائے جاتے ہیں سوائے اس کے کہ ان کے کان لمبے ہوتے اور بہت سخت نہیں ہوتے اور کوئی نمایاں فرق نہیں ہوتا۔ بھورا یا چت کبرا اس جانور کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

بھیڑ - سفید یا بھورے استراخاں سے اس کا نمونہ بنا ہوا نہایت قدرتی معلوم ہوتا ہے۔ چہرے کو ہموار چھانٹنے اور سیاہی سے سیاہ کرنے کی ضرورت ہوگی۔ پاؤں اسی طریقہ سے بنائے جاتے ہیں جیسے گائے کے بنائے جاتے ہیں۔

شیر - اس کے لئے ہموار براؤن کپڑا استعمال کرنا اچھا ہے۔ ایال اور گچھے دار دُم اسی رنگ کے کشیدہ کے ریشم سے بنائے جاسکتے ہیں۔ یہ پھندے دے کر سینے یا ٹانکنے چاہئیں پھر برابر کرنے کے لئے ان کے سرے تھوڑے قینچی سے تراش دیں۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ گندمی رنگ کا فر کلاتھ استعمال کیا جائے اور جب نمونہ تیار ہوجائے سوائے ایال اور دم کے باقی سب جگہ سے اس کا رواں صاف کردیا جائے۔

بندر - بندر کے پاؤں اور بازوؤں کے سہارے کے لئے زنگ پروف تار کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ پنجوں سے لے کر ہاتھ تک بڑھانے چاہئیں۔ یعنی ایک لمبائی کے تار میں ہر ایک پہلو کا ہاتھ اور پاؤں ہونا چاہیئے۔ اس طریقہ سے بندر اس کے ہاتھ پاؤں موڑ کر تار پر لٹکتا ہوا بنایا جاسکتا ہے۔ اس کی دُم بھی تار کی بنائی جائے گی۔

کانگرو - بچے کانگرو کا موڈل دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں خصوصاً مادہ کانگرو کو جس کی تھیلی میں (جو پیٹ کے نیچے ہوتی ہے) اس کا بچہ سر نکالے ہوئے بیٹھا ہوتا ہے۔ کانگرو بچہ سمیت کا

منہ کامیابی سے بنایا جاسکتا ہے۔ اس مقصد کے لئے اس کی تصویر بغور دیکھنی چاہیئے۔ اس کے پیچھے کے پاؤں اور دُم کے لئے تار کی ضرورت ہوگی تاکہ وہ کھڑا رہ سکے۔ براؤن مخمل یا کپڑا استعمال کیا جاسکتا ہے۔ سفید کپڑا نیچے کے جسم اور ہتیلی کے لئے بہتر ہوگا۔ کانوں کے اندر بھی تار لگانے کی ضرورت ہوگی تاکہ کھڑے رہ سکیں۔

نرم کھلونے (سوفٹ ٹائز) کی دستکاری کو صرف یہیں پر ختم نہیں سمجھنا چاہیئے۔ یہ ایک لامحدود ترقیوں کی دستکاری ہے اس میں جدتیں اور ندرتیں دکھانے کے لئے وسیع میدان موجود ہے۔ یورپ والے گڑیوں اور جانوروں کے موڈل اس خوبی سے بناتے ہیں کہ وہ بالکل قدرتی اور لائف لائک معلوم ہوتے ہیں اور قدرتی آوازیں تک نکال کر اپنے کو ذی روح ہونے کا پورا پورا ثبوت دیتے ہیں یہ سب سامان کی خوبیوں اور اس کے ملنے کی سہولتوں پر منحصر ہے۔ مگر بدقسمتی سے ہندوستان میں ہر قسم کی دستکاریوں کے سامان کی سہولت نہیں۔ یورپ میں چھوٹے چھوٹے پیشہ ور اور شوقین دستکاروں تک کو اپنے نمونوں میں آواز لگانے کے لئے آلے مل جاتے ہیں۔ مگر یہاں تو کسی جانور کی پوستین بنانے تک کے لئے موزوں کپڑا ملنا مشکل ہے۔ لڑکیوں کو ہمت نہیں ہارنی چاہیئے۔ جو اشیاء ہندوستان میں نہ مل سکیں تو براہ راست یورپ سے منگائیں۔ یہ سوچنے کی ضرورت نہیں کہ سامان کی تھوڑی مقدار باہر سے کیا آئے گی یا تھوڑا سامان مہنگا پڑے گا۔ اب باہر سے کم سے کم سامان منگوا کر باہر کی تیار شدہ چیزوں کے مقابلے میں اپنی چیزیں بنا کر اگر چاہیں کامیابی سے فروخت کر سکتی ہیں کیونکہ باہر کی ہاتھ کی بنی ہوئی چیزیں یہاں آکر بہت گراں بکتی ہیں۔

گڑیوں کے ڈھلے ہوئے چہرے ہاتھ پاؤں آنکھیں اور جوتے وغیرہ اور ہر قسم کی آوازوں کے آلے جو گڑیوں کے اندر لگے ہوتے ہیں، جانوروں کے لئے بنی بنائی آنکھیں اور ان کی مختلف آوازوں کے آلے وغیرہ جرمنی سے منگوائے جاسکتے ہیں اور ان سے آپ قدرتی جیسی اشیا تیار کرکے اپنے کمال کے جوہر دکھا سکتی ہیں۔ اگر ضرورت ہو تو کسی مسئلہ میں مجھ سے مشورہ لیا جاسکتا ہے۔ میں ہر وقت دستکار بہنوں کی خدمت کو تیار ہوں۔ اس دستکاری یا کسی اور دستکاری میں جس سامان کی ضرورت ہو حتی الامکان کم سے کم مقدار میں یورپ سے منگوا سکتا ہوں۔ بہرحال دستکاری کی شوقین بہنوں کو مایوس ہوکر بیٹھ نہیں جانا چاہیئے۔ السعی منی والاتمام من اللہ

اگر ناظرین اور ناظرات عصمت نے اس دستکاری کو پسند کیا تو اس پر مزید معلومات سے پُر مضامین پیش کرنے کی ہمت کروں گا انشاء اللہ۔ موجودہ مضمون کو اس دستکاری پر صرف ایک تمہیدی مضمون سمجھنا چاہیئے۔

سید رضا احمد جعفری

بقیہ بزم عصمت

جن بہن صاحبہ نے دیوان جلیل ملنے کا پتہ دریافت کیا ہے ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ حضرت جلیل مدظلہ کے کئی دیوان ہیں۔ مثلاً تاج سخن۔ جان سخن۔ معراج سخن۔ معلوم نہیں بہن صاحبہ کو کونسے دیوان کی قیمت مطلوب ہے۔ پتہ ذیل سے جس دیوان کی ضرورت ہو طلب فرمائیں۔ پتہ سید عبدالغفور صاحب شرر ندوۃ العلماء جھاؤلال کا پل لکھنؤ۔ راقمہ ہمشیرہ داؤد احمد دہلی

مجھے میرٹھ کی ایسی قینچی کی ضرورت ہے جو گر پڑے تو نہ ٹوٹے یعنی پائدار مضبوط ہو۔ کوئی بہن میرٹھ کے کسی قینچی کے سوداگر کے پتے سے مطلع فرمائیں۔ بیگم قاضی اشرف صاحب بیرسٹر پرتاب گڈھ۔

شملہ کی کسی بہن نے عصمت میں بال گرنے کی شکایت لکھی ہے۔ بہن صاحبہ کو معلوم ہو کہ سن لائٹ سوپ سر کے بالوں کے لئے نقصان دہ ہے بہن صاحبہ موصوفہ گلے ہوئے ناریل کو سل پر باریک پیس کر سر دھوئیں۔ اور ناریل کا تیل ہر تیسرے دن لگائیں تیل کو انگلیوں کے پوروں سے تمام جڑوں میں کافی دیر تک مالش کریں۔ انشاء اللہ تین ماہ میں کافی ترقی ہوگی۔

معتمدہ خاتون دہلی

سیر بین

کھلاڑی کی موت لندن میں ایک ۲۳ سالہ خوبصورت لڑکی کی ایک ۲۶ سالہ لڑکے سے شادی ہونے والی تھی لیکن عین شادی کے دن وہ لڑکا مرگیا۔ دونوں سات برس سے ایک دوسرے سے واقف تھے اور ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ شادی کا دن مقرر ہوا لیکن تاریخ سے پہلے لڑکی بیمار ہوگئی اور شفاخانہ میں اُسے داخل ہونا پڑا شادی ملتوی ہوگئی۔ نئی تاریخ مقرر ہوئی۔ وہ روزانہ شفاخانہ میں آتا اور اس کا کام کرجاتا اور ہمدردی کی باتیں کرتا۔ شادی سے چند روز پہلے وہ اپنے کارخانہ کی طرف سے فٹ بال کھیلا۔ وہ بڑا کھلاڑی تھا اور کھیل کے عین بیچ میں دوڑا دوڑا پھرتا۔ اور ذرا بھی چوٹ نہ لگتی۔ اس دفعہ اس کے سر میں زور سے گیند لگی اور وہ چکرا گیا۔ بعد میں اُسے سر میں پٹی بندھوانی پڑی۔ شفاخانہ میں وہ حسب معمول گیا۔ اپنی منگیتر سے ذرا اس کا ذکر نہ کیا ہنسی خوشی باتیں کرتا رہا البتہ سر میں ذرا درد بتایا جس پر لڑکی نے کہا کہ جاتا رہے گا۔ وہ شادی کے انتظام میں پھرتا رہا۔ حالانکہ کھوپڑی ٹوٹ گئی تھی اور ایسی نازک حالت میں اسے اس تگ و دو میں مصروف نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ اُس نے لڑکی کو اس سے بے خبر رکھا تاکہ اس کی صحت یابی میں خلل نہ پڑے جس روز وہ شفاخانہ سے نکلی وہ ڈاکٹر کے مشورہ سے شفاخانہ میں داخل ہوا اور شادی کے دن صبح کے وقت اُس کا بھائی لڑکی کے مکان پر آیا۔ لڑکی اپنی نئی زندگی کے خیالی پلاؤ پکانے میں مصروف تھی کہ اُس نے حتی الامکان نرم الفاظ میں بتایا کہ ڈاکٹروں کی انتہائی کوششوں کے باوجود اُس کا بھائی جانبر نہ ہوسکا

لڑکی کی حالت قابل ترس تھی۔ شادی کے وقت کاٹ کر بانٹے جانے والا کیک اُس کے مکان میں رکھا تھا اور وہ اپنی قسمت پر آنسو بہا رہی تھی۔ وہ کہتی ہے کہ ایسا آدمی اب نہیں مل سکتا۔

ایورسٹ کے بھوت انگریز بہت توہم پرست قوم ہے۔ جناتی قصوں، بھوتوں پریتوں کے بہت جلد قائل ہوجاتے ہیں ہمت سے بڑے بڑے کام کرجاتے ہیں لیکن ذرا ذرا سی بات سے وحشت زدہ بھی ہوجاتے ہیں۔ ایورسٹ کی چوٹی دنیا میں سب سے اونچی ہے یعنی ۵ ½ میل اونچی ہے۔ یورپ سے اس پر چڑھنے کے لئے کئی دفعہ جتھے گئے لیکن پہلے سے زیادہ اونچے تو چڑھے مگر چوٹی ہاتھ نہ آئی۔ دو ایک سال ہوئے ہوائی جہاز خاص طور سے اس مطلب کے لئے بنایا گیا اور اُس میں اُڑ کے وہاں کا نظارہ دیکھا گیا جو عجیب دلکش تھا۔

ایورسٹ میں زیادہ اونچائی پر ہوا رقیق ہوتی چلی جاتی ہے اس لئے سانس لینا مشکل ہوتا ہے۔ اس سے اندازہ کر لیجئے جب وہ بستر پر کروٹ لیتے تو دس منٹ تک ہانپنا پڑتا تھا جب جاکے کہیں سانس درست ہوتا تھا۔ بعد میں جب اور اوپر چڑھے تو ہر قدم پر آٹھ سانس لینے پڑتے اور ہر دسویں قدم پر آرام کے لئے رُکنا پڑتا تھا۔ لیکن یہ انسانی بدن کا خاصہ ہے کہ ان حالات کے موافق ہوجاتا ہے۔ ہر منزل پہ کچھ کچھ عرصہ ٹھیرنے سے آدمی وہاں کی ہوا کے موافق اپنے آپ کو بنا تا جاتا ہے۔ پھیپھڑے اور دل

عارضی طور پر بڑھ جاتے ہیں چنانچہ ۲۰ ہزار فٹ تک آدمی صحت و عافیت کے ساتھ بے مرفغ چڑھا چلا جاتا ہے۔ اس کے بعد حالات سازگار نہیں رہتے اور صحت جلد جلد جواب دینے لگتی ہے۔ بھوک جاتی رہتی ہے اور ہمت پست ہوتی چلی جاتی ہے۔ اس کا انتظام اسی طرح ہوسکتا ہے کہ آکسیجن کے صندوق کمروں پر رکھ کے مصنوعی سانس سے صحت درست رکھی جائے لیکن خیال ہے کہ صندوق کا بوجھ تکلیف دہ ہوگا۔

خاص اونچائی پر جاکے دماغ پر عجیب اثر پڑتا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ مٹھائی کھائے اور مصنوعی دودھ کی بنی ہوئی کوئی چیز ہو یا مربے ملے۔ بعضوں کو رنگوں کی تمیز جاتی رہتی ہے وہ نیلگوں سبز سرخ میں فرق نہیں کرسکتے۔ واٹن ہیرس ۳۳ء میں جب پہلی مہم میں شریک ہوا اور اس دفعہ کی مہم میں بھی شامل ہے اُسے رات کو عجیب عجیب ڈراؤنے خواب نظر آتے تھے۔ دوسروں کو برف میں چھوٹے چھوٹے پرند اُڑتے نظر آئے جن کی مونچھیں لمبی اور آنکھیں بہت چمکدار تھیں حالانکہ وہاں کوئی پرند در اصل نہ تھا۔ سمتھ اوروں سے زیادہ اونچائی تک گیا ہے اُسے یہ معلوم ہوتا رہا کہ کوئی اُس کا تعاقب کر رہا ہے جو اس کے ساتھیوں کو نظر نہیں آیا مگر اُسے معلوم ہوا کہ چار کی کمیتیاں سی پیچھے پیچھے آرہی ہیں۔ ۲۸ ہزار فٹ کی بلندی پر چیلوں کی شکل کے غبارے رہنے سے سو فٹ نیچے بے حس و حرکت ہوا میں اُٹھے ہوئے معلوم ہوئے۔ ایک کے کم بڑھے ہوئے پر بھی تھے۔ دوسری کی چونچ بھی معلوم ہوتی تھی۔ اُس کے دیکھنے پر وہ سانس لیتے ہوئے معلوم ہوئے۔ اُسے خیال آیا کہ شاید اُسے وہم ہوگیا ہے۔ اُس نے نظر ہٹائی اور نبض کی حرکت گنی جو ٹھیک تھی۔ البتہ ان عجیب چیزوں سے مختلف طریقہ سے دھڑک رہا تھا۔ اُس نے اپنا دماغ صحیح کرنے کے لئے چوٹیوں کے نام لینے شروع کئے۔ پھر نظر پھیر کے دیکھا تو وہ عجیب چیزیں ہوا میں اُسی طرح تیر رہی تھیں۔ آخر دھند نے اُنہیں اوجھل کر دیا اور جب دھند ہٹا تو وہ بھی غائب ہوچکی تھیں۔ ممکن ہے یہ اُس کا واہمہ ہو یا فی الواقع وہی جانور ہوں جن کے متعلق مشہور ہے کہ ہمالیہ کی درزوں میں رہتے ہیں۔

۳۳ء میں اس کا ساتھی نڈھال ہوکے آگے نہ بڑھ سکا۔ ڈیرہ میں اُسے ہٹا کے اکیلا وہ آگے بڑھا اور چوٹی سے صرف آٹھ سو فٹ نیچے تک پہنچ گیا۔ پڑاؤ سے چار سو گز کے فاصلہ پر اُسے یہ محسوس ہونے لگا کہ کوئی اُس کے پیچھے پیچھے آرہا ہے۔ اس نے مڑکے دیکھا کہ شاید اُس کا ساتھی بستر سے اٹھ کے اُس کے پیچھے پیچھے آرہا ہے مگر وہاں کوئی نظر نہ آیا۔ اُس نے دل سے یہ خیال دور کرنے کی کوشش کی اور چڑھائی جاری رکھی لیکن یہ احساس بھی قائم رہا۔ وہ بھی اس قدر کہ جب وہ کیک کھانے کے لئے ایک جگہ رُکا۔ اُس نے اس کے دو حصے کئے اور معاً ایک حصہ اپنے نادیدہ ہمراہی کی طرف بڑھا دیا۔ وہ مخالف نہ تھا۔ اس کی چڑھائی میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ ڈال رہا تھا بلکہ وہ رستہ سے اس کے ساتھ ساتھ بندھا ہوا ہمراہ تھا اور ساتھ ساتھ چڑھ رہا تھا اور انتہا تک اُس کے ساتھ ساتھ جاتا رہا اور واپسی میں خیمہ تک اُس کے ساتھ رہا۔ اس وقت اچانک کسی کے ہمراہ ہونے کی حس جاتی رہی اور اُسے معلوم ہوا کہ اب وہ سخت ناگوار تنہائی میں ہے۔

جاپان میں خودکشی۔ جاپان ایشیا کا ترقی یافتہ ملک ہو لیکن وہاں خودکشی کی رفتار حیرت انگیز ہے۔ جزیرہ اوشیمہ میں

جو جو الا مکھی خودکشی کرنے والوں کا ملجا و ماوےٰ ہے اس میں گر کے جان دینے والوں کا شمار نہیں ہو سکا اس لئے ان کی تعداد شامل نہیں وہاں مرجانے والوں کے علاوہ ۱۹۳۵ء میں ۱۹۰۴ لوگوں نے صرف ٹوکیو کے رقبہ میں خودکشی کی ان میں ۱۳۰۱ مرد اور ۶۰۳ عورتیں تھیں۔ سولہ اور تیس برس کی عمر کے درمیان ۴۰ فیصدی، اکتیس سے ۴۵ برس کی عمر تک بیس فی صدی نے خودکشی کی ۱۵۷۰ آدمیوں گویا ۷۰ فی صدی نے زہر کھایا۔ باقی ذرائع یہ تھے۔ لٹک کے پھانسی لینا۔ ڈوبنا۔ زہریلی ہوا کا سانس لینا۔ ریلوے کے آگے کود کے جان دینا۔ ۳۱ آدمیوں نے اونچے مکانات سے کود کے جان دی۔ اپریل میں سب سے زیادہ وارداتیں ہوئیں یعنی ۲۰۵۔ اس کے بعد مئی اور دو چار کے فرق سے پھر جون۔ ناکام خودکشی کرنے والوں کی تعداد، تھی جن میں ۳۷۰ مرد اور ۳۴۷ عورتیں تھیں۔

مصنفوں کے انداز۔ مشہور مصنفوں کے کام کرنے کے طریقے الگ الگ رہے ہیں۔ اُردو کے مصنفوں کے حالات بہت کم معلوم ہیں کہ وہ کس طرح لکھتے تھے اور اُن کے انداز کیا تھے۔ آپ یورپ کے مصنفوں کے حالات سنئے۔ گسٹیو فلابرٹ ایک فرانسیسی مصنف بڑی محنت کیا کرتا تھا۔ اپنے لکھے ہوئے کو بار بار پڑھتا کاٹتا درست کرتا رہتا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ میں لکھتے وقت دیوانہ سا ہوں۔ طرز تحریر کا مجھے بڑا ہی خیال رہتا ہے اور اس کا میرے پٹھوں پر خوفناک اثر پڑتا ہے۔ میں اپنے آپ کو وق کر ڈالتا ہوں۔ اپنی جان کھائے جاتا ہوں میں اس کی وجہ سے دنوں بیمار رہتا ہوں اور رات کو بخار سا ہو جاتا ہے۔ جو جو کام کرتا جاتا ہوں۔ خیالات ظاہر کرنے کی قابلیت مجھے اپنے میں کم ہوتی چلی جاتی معلوم ہوتی ہے۔

والٹر سکاٹ آسانی سے لکھتا تھا اور اپنا زیادہ کام گھر میں ہی اپنے بال بچوں کے شور و غل باجے گاجے بات چیت میں کیا کرتا تھا گائی میزنگ۔ آئی وِن ہو اور موناسٹری ہر ایک تقریباً چھ چھ ہفتوں میں لکھی گئی۔

جین آسٹن اور مس ایجورتھ دو مشہور مصنف عورتیں گزری ہیں۔ وہ بھی لوگ باگوں میں کام کرنے سے نہ گھبراتی تھیں جین آسٹن کی اکثر تصنیفات کاغذ کے چھوٹے چھوٹے صفحوں پر لکھی ہوئی ہیں جنہیں وہ ملاقاتیوں کی آمد کی اطلاع پر جاذب کی کتاب میں سرکا دیتی تھی۔

کیٹس نے اپنی ایک مشہور نظم ایک دعوت کے شور و غل میں تیار کی۔ انتھونی ٹرولوپ نے اپنے چند ناول ڈاک خانہ کی نوکری کے سلسلے کے سفروں میں ریل میں تصنیف کئے۔ اُس نے خود لکھا ہے کہ گھر پر میں ڈھائی سو الفاظ ہر پاؤ گھنٹہ میں لکھا کرتا تھا اور گھڑی پاس رکھ کے اس کا اہتمام رکھتا تھا اور یہ مشہور بات ہے کہ اگر اُس کا ایک ناول بارہ بجنے میں دس منٹ پر ختم ہو جاتا تو وہ ان دس منٹوں میں اور ناول لکھنا شروع کر دیتا۔

جارج ایلیٹ بڑی مشکل سے لکھا کرتی تھی۔ اُس نے خود تسلیم کیا ہے کہ وہ کئی کئی دن میز پر بیٹھی رہتی اور ایک سطر نہ لکھ سکتی ایک اور عورت فسانہ نویس ہر صبح تین ہزار لفظ کے صفحے ٹائپ کر لیتی تھی۔ مارسے رابرٹس اپنی کتابیں لکھوایا کرتا ہے جب کوئی کتاب زیر تصنیف ہوتی ہے تو بڑی محنت کرتا ہے اور بعد میں مقابلۃً عرصہ تک بیکار پڑا رہتا ہے اور کچھ کرنے کے قابل نہیں ہوتا بعض مصنف سال بھر تک برابر بے قاعدگی سے کام کئے جاتے ہیں۔ آرنلڈ بینیٹ کا مسودہ بہت صاف لکھا ہوا ملا ہے اور کہیں کہیں سے درستی ہو رہی ہے۔

تکلیف میں اضافۂ محبت۔ میری کلیئر ایک مشہور ایکٹرس نے کئی سال ہوئے اس خیال کی تردید کی تھی کہ تھیٹر وغیرہ میں کام کرنے والی

عورتیں اچھی بیویاں نہیں بن سکتیں لیکن اُس نے بتایا کہ اُس وقت اس کی شادی کو ۱۹ برس ہو چکے اور وہ ایک لڑکے لڑکی کی ماں ہے اور اس زمانہ میں تکلیف و آرام دونوں قسم کے وقت گزرے اُس کا شوہر کافی عرصہ تک بیماری سے لاچار گھر میں پڑا رہا لیکن دونوں کے تعلقات ایک لحظہ کے لئے بھی ناخوشگوار نہیں ہوئے، اس نے کہا کہ میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ تکلیفوں نے ہمیں ایک دوسرے سے الگ تھلگ کر دینے کے بجائے زیادہ یکجا کر دیا جب ماں مسرت و موافقت سے گزر رہا ہو ان دونوں اپنے راستہ میں مشکلات پیدا ہونے کی روک کرنا آسان بات ہے لیکن جب زندگی کی ہر بات مخالف جا رہی ہو اور جب جو کام کرنا چاہو الٹا ہی پڑے اُس وقت محبت کی اصلی آزمائش پیش آتی ہے تھیٹر میں ہیجر کام سے میری بیوی اور ماں کے فرائض میں ذرا بھی خلل نہیں پڑا گو میں یہ ماننے کو طیار ہوں کہ مادریت ایسا کام ہے جو بجائے خود اکیلا ہی اختیار کیا جا سکتا ہے۔ بہرحال اس میں صرف نیت کا لحاظ کیا جاتا ہے اور اگر تم اراداً بالکل تمہارے بچے ہیں ہو اور جو وقت تم اس سے الگ تھلگ بسر کرو تو وہ ضائع نہیں ہوتا تم ہمیشہ یہ خیال کر کے جی خوش کر سکتی ہو کہ تم بچہ کے فائدہ کے لئے کام کر رہی ہو اور یہ مجبوری کی مفارقت بالآخر بچہ کی بہبود کے لئے ہے۔ ایکٹری کی ادا و طبیعت کے انداز گھر میں لانے اور شوہر کے سامنے ایک ایکٹر کی بیوی کی طرح نقل و حرکت کرنے سے قطع نظر میں کہہ سکتی ہوں کہ تھیٹر کے اپنے کام کو میں نے رکاوٹ کی بجائے فائدہ کی چیز پایا ہے۔ طبیعت کی چڑچڑاپن یا غصہ وہیں سٹیج پر نکال دینا چاہیئے وہاں تو یہ تمہارے کام میں ایک خوبی اور دلکشی پیدا کر دے گا لیکن گھر میں ایسی طبیعت لانا نقصان رساں اور تکلیف دہ ہے۔ میرا شوہر کبھی حاسد آدمی ثابت نہیں ہوا اور نہ مجھے ہی کبھی حاسد عورت بننے کی وجہ پیدا ہوئی حسد خوفناک دشمن ثابت ہو سکتا ہے اور میں جانتی ہوں کہ اور جذبات کے مقابلہ میں اس نے بہت سے گھر تباہ و برباد کر دئے ہیں۔ اس صفت کی بدولت میرے شوہر کو سٹیج پر کسی دوسرے شخص کے ساتھ میرے ایکٹ کرنے سے روحانی اذیت نہیں ہوتی کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ میرے کام کا ایک شاخسانہ ہے اور ہر حالت میں اس کے دل میں میری عزت اور میری محبت کا یقین اس قدر ہے کہ اُس کے دماغ میں میرے متعلق بُرے خیالات آنے نہیں پاتے۔

سنئے میرے خیال میں پُر مسرت شادی کا راز یہ ہے کہ آپس میں اعتبار کرو۔ یہ ایک دوسرے کا بھروسہ زندگی کی بڑی سے بڑی مشکل کا کامیابی سے مقابلہ کر جائے گا۔

فرانسیسی سے انتقام۔ مراکو میں جب ہسپانیوں اور فرانسیسیوں سے وہاں کے عربوں کی جنگ ہو رہی تھی ان دنوں ایک عرب لڑکی عائشہ جس کی نسبت ایک عرب شیخ سے ہو رہی تھی قسطنطین میں علم موسیقی کی تعلیم حاصل کر رہی تھی وہاں ایک فرانسیسی افسر کے جال میں آ کے وہ اپنی نسبت کو بھول گئی۔ چند روز میں اس افسر کا اُس سے جی بھر گیا جب وہ اپنے وطن جانے لگا تو اس نے اُسے ساتھ لے جانے سے نہ صرف انکار کر دیا بلکہ بیوی بنانے سے بھی کانوں پر ہاتھ دھر لئے اس پر۔ اس کا دل ٹوٹ گیا۔ وہ گھبرائی مگر سب اُسے نفرت و حقارت سے دیکھتے تھے آخر اس نے زہر کھا کر خودکشی کر لی۔ اُس عرب شیخ نے نسبت تو توڑ دی تھی مگر دل میں اس نے اس افسر سے بدلہ لینے کی ٹھان لی۔ وہ لڑنے والے قبیلوں میں جا ملا مگر اس افسر سے دو دو ہاتھ کرنے کا اُسے موقع نہ ملا۔ ایک رات اُس نے اس قلعہ میں جان پر کھیل کے کود جانے اور افسر کو قتل کر دینے کا ارادہ کر لیا رات کو وہ کانٹے دار تاروں سے بڑی احتیاط سے گزر کے پہرہ داروں کی نظر سے بچتا ہوا قلعہ میں جا کودا اور اُس نے ایک خنجر سے اُس کا کام تمام کر دیا۔ خنجر میں ایک پرزہ باندھ دیا جس میں اپنا نام لکھ کے بتایا کہ میں نے عائشہ کا انتقام لے لیا ہے۔ جب اس عربی قبیلہ نے فرانسیسیوں سے صلح کی تو فرانسیسیوں نے اس کی حوالگی کا مطالبہ کیا۔ عربی سردار اُسے دینا نہ چاہتا تھا مگر وہ خود قبیلہ سے یہ کہہ کے نکلا کہ میں اپنی وجہ سے اس قبیلہ پر مصیبت نازل نہیں کرنا چاہتا اور اپنے آپ کو فرانسیسیوں کے حوالہ کر دیا۔ انہوں نے فوجی عدالت کے سامنے اس پر مقدمہ چلایا جس میں اس نے جرم سے تو اقبال کیا لیکن معافی مانگنے سے انکار کر دیا اُسے گولی سے شہید کر ڈالا۔

پھلجھڑیاں۔ شکاگو کے ایک بال سنوارنے والے نے ایک عرق ایجاد کیا ہے جسے سوئی کے ذریعہ بازو یا ٹانگ کی کسی رگ میں پہنچا دیتا ہے سفید بال سیاہ یا سرخ یا سنہری ہو جاتے ہیں لیکن اثر دیرپا نہیں ہوتا جب تک دوا خون میں کام کئے جاتی ہے بال سیاہ رہتے ہیں پھر اصلی رنگ پر آنے لگتے ہیں پھر اس کے پاس پچکاری کے لئے جانا پڑتا ہے۔ موجد کا دعویٰ ہے کہ دوا اور پچکاری بے ضرر ہے۔ ۱۹۳۶ء میں جاپان میں فی گھنٹہ ۲۳۹ بچے پیدا ہوئے مرنے والوں کو گھٹا کر فی گھنٹہ میں ۹۹ کا آبادی میں اضافہ ہوتا رہا ۱۹۳۵ء کے مقابلہ میں ۱۹۳۶ء میں ۱۴۷,۰۰۰ کی کمی رہی تاہم موسا اور کوریا سمیت جاپان کی آبادی ۹۷,۷۰۰,۵۵۶ ہے اور مانچوکو کی آبادی ۳۳,۰۰۰,۰۰۰ ہے۔

محمد ظفر

بزم عصمت

بزم عصمت میں صرف وہی خطوط شائع کئے جاتے ہیں (۱) جن میں خریداری نمبر درج ہو (۲) خط بہت مختصر ہو (۳) وہی استفسار نہ ہو جس کے جواب عصمت میں بیسیوں مرتبہ شائع ہو چکے ہیں (۴) جن میں رسالہ کے انتظامی امور۔ یا مضامین کے بارے میں کوئی بات نہ ہو۔ (۵) علیحدہ کاغذ پر ہوں

ایڈیٹر

میں دلی مسرت و انبساط کے ساتھ اطلاع دیتی ہوں کہ میرا پیارا بھائی شیخ محمد یوسف ایم۔اے امسال خدا کے فضل و کرم سے آئی سی ایس کے امتحان میں مسلمان لڑکوں میں درجہ دویم پر کامیاب ہوا ہے۔ اس خوشی میں ڈھائی روپے کی حقیر رقم ارسال ہے تاکہ کسی نادار بہن کے نام رسالہ جاری کر دیا جائے۔

سعیدہ۔ ایم شریف

خریدار ۱۵۱۴۴ ۔ آپ ایک ماشہ سنا اور ایک ماشہ شاہترہ باریک پیس کر اطریفل کشنیزی ۱ تولہ میں ملا کر رات کو سوتے وقت کھا لیا کیجئے اور جوارش جالینوس، ۶ ماشہ دن میں کھانا کھانے کے بعد کھائیے۔ دوائیں کسی معتبر دواخانہ سے خرید کیجئے اور برابر دو مہینے استعمال کیجئے۔ ساتھ ہی دو حصے روغن آملہ سادہ اور ایک حصہ روغن چنبیلی ملا کر سر میں ڈالا کیجئے۔ اور بالوں کو آملہ سے یا دال ماش اور بیری کے پتوں سے سر دھویا کیجئے۔ تیل گڑ بینگن انڈا مسور گائے کے گوشت وغیرہ سے پرہیز کیجئے۔

بیگم حکیم محمد عزیز خاں۔ جاورہ

ماہ مئی کے عصمت میں ایم کے بہن صاحبہ نے بال خورہ کا نسخہ دریافت فرمایا ہے۔ اس کو ملک دکن میں "چم جو" کہتے ہیں آپ ایک ماہ تک روغن سرخ (گوپی کا تیل) استعمال کرکے دیکھیں۔ انشاء اللہ ضرور فائدہ ہوگا۔ اگر بالوں کا گرنا بند ہو گیا ہو اور دوسرے بال نہیں نکل رہے ہیں تو روغن سرخ کی بجائے انڈے کے تیل میں مکھی کا گو ملا کر لگایا کیجئے۔ انشاء اللہ پندرہ بیس روز میں بال نکلنے لگیں گے۔

خریدار نمبر ۵۰۸۶

عصمتی بہن بھائیوں سے ملتجی ہوں کہ پیریا کا کوئی مجرب اور آزمودہ نسخہ سے اطلاع دیں تاز لیست احسان مند رہوں گی۔ میری ایک عزیزہ کے مسوڑھوں میں پیریا کی شکایت ہو یعنی خون پیپ نکلتی رہتی ہے۔ بہت سے منجن وغیرہ استعمال کئے لیکن شکایت باقی ہے۔

خریداری نمبر ۱۴۹۴۶

میرے گلے میں کوئی دو سال سے ایک انڈے کی شکل کا سا ایک غدود (یا معلوم) کیا ہو گیا ہے جو کبھی تو دب جاتا ہے اور کبھی بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے جس کی وجہ سے نہ تو مجھ سے کچھ کھایا جاتا ہے اور نہ میں کسی چیز کے کھانے کی کوشش کرتی ہوں، معلوم ہوتا ہے کہ حلق کا سوراخ بند ہوتا جاتا ہے۔ میری عمر کوئی ۲۴ سال کی ہے اور انورعین بھی رکھتی ہوں لیکن کمزور بہت زیادہ ہوں۔ اختلاج قلب ہر وقت رہتا ہے۔ علاج بہت کافی کیا لیکن بے سود۔ اگر کوئی عصمتی بھائی یا بہن اس مرض کا علاج تحریر فرمائیں گی تو عمر بھر ممنون رہونگی۔

مسز ظفر اورنگ آباد

برائے کرم کوئی لاہور کی رہنے والی بہن مجھ کو اپنے پتے سے آگاہ فرمائیں۔ بہت ممنون ہونگی۔ میرا پتہ یہ ہے جمیلہ بیگم کوٹھی چنگی سہسوان۔

رسالہ عصمت کے کسی پرچہ میں ایک بہن نے موزے کے پنجے طلب فرمائے تھے اگر ان کو اب تک دستیاب نہ ہو سکے ہوں تو مجھ سے منگوا لیں۔ صرف محترمہ کی وجہ سے میں نے احتیاطاً سے رکھ لئے ہیں۔

جمیلہ بیگم۔ سہسواں۔

دوربین

سیاسی افق

ہسپانیہ کی خانہ جنگی کو سال بھر ہوگیا۔ دونوں فریقوں نے سالگرہ منائی۔ دونوں کو اپنی اپنی جگہ آخری فتح کا کامل یقین ہے۔ دونوں جنگ کے لئے پہلے سے زیادہ تیار ہیں۔ مجریط پر برابر گولہ باری کی بارش ہو رہی ہے۔ اطالیہ چاروں طرف اپنے ہاتھ پاؤں چلا رہا ہے۔ البانیہ میں جو بغاوت ابھی فرو ہوئی ہے حکومت کی تحقیقات سے پایا گیا ہے کہ اس میں اطالیہ کا ہاتھ تھا۔ مسولینی نے اس کی تردید کی مگر اب حکومت کے قبضہ میں ایسے کاغذات آئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اطالیہ البانیہ میں اسلامی حکومت کا خاتمہ کر کے عیسائی سلطنت قائم کرنا چاہتا ہے۔ اس مقصد کیلئے اس نے جرمنی کے اس شہزادہ سے معاہدہ بھی کرلیا ہے جسے جنگ بلقان کے بعد البانیہ کا بادشاہ بنایا گیا تھا۔ اب اس شہزادہ نے مسولینی سے معاہدہ کیا ہے کہ اگر اسے وہاں کا بادشاہ بنا دیا جائے تو وہ اطالیہ کی سیادت قبول کرلیگا۔

اطالیہ برطانیہ سے ایک نہ ایک چھیڑ کرتا رہتا ہے۔ مگر برطانیہ ہے کہ اسی فکر میں ہے کہ کسی طرح اطالیہ کا کڑتا دھرتا مسولینی برطانیہ پر نظر کرم رکھے۔ انگریزوں کے جواب میں وہ زبان سے ایسی ہی محبت و مروت بھری باتیں نکالتا ہے۔ اس پر انگریز خوش ہوجاتے ہیں۔ مگر بحر قلزم۔ طرابلس۔ البانیہ۔ ہسپانیہ میں وہ جو کچھ برابر کر رہا ہے اس کا صاف مقصد یہ ہے کہ بحیرہ روم میں برطانیہ پر غالب آجائے۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ برطانیہ کے مدبر اس کے سامنے بے بس ہو رہے ہیں۔ وزیر انگلستان نے مسولینی کو ایک محبت بھرا خط لکھا۔ اس کے جواب میں مسولینی نے خود اپنے قلم سے پیار و محبت کی چٹھی لکھ ماری۔

حبش میں اطالیہ سے جنگی مقابلے جاری ہیں۔ برطانیہ اور اطالیہ میں جلد مفاہمت ہوجائے گی۔ اور خیال ہے کہ برطانیہ اطالوی قبضہ حبش کو تسلیم کرلیگا۔ اور شاہ نجاشی سے کہیں گے کہ آپ انگلستاں سے ٹھنڈے ٹھنڈے کہیں اور سدھار ئیے۔ کیونکہ آپ کے قیام سے ہماری مشکلات بڑھتی ہیں اور اطالیہ ہم سے بدگمان ہوتا ہے۔

ریل کا حادثہ

۱۱ جولائی کو صبح کے ۳½ بجے پٹنہ کے پاس ایک سٹیشن بہٹہ کے قریب جانب مغرب ڈاک گاڑی پٹڑی سے اتر گئی۔ اور ایسا سخت حادثہ پیش آیا کہ اس طرف ایسا خوفناک کبھی رونما نہ ہوا تھا۔ ساری ریل ایک طرف کو جا پڑی۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ ریل تیزی سے جا رہی تھی کہ گرنے کا زور کا دھماکا ہوا اور سب کچھ ختم ہوگیا۔ اندازاً تین سو آدمی اسی وقت مر گئے۔ سرکاری طور پر سو سے زیادہ آدمی مرے۔ گاڑیاں پاش پاش ہوگئیں اور گھر کے گھر تباہ ہوگئے۔ کسی کا اکا دکا آدمی بچا۔ مثلاً ایک کنبہ سفر کر رہا تھا۔ دو بیٹیاں اور چار بیٹے تو وہیں مر گئے۔ ماں باپ شفاخانہ میں مر گئے۔ ایک ۹ برس کا بچہ بچا جس کی اس وقت یہ حالت تھی کہ ہر ایک آدمی جو نظر آتا اس کو آبا آبا کہہ کے لپٹ جاتا۔ کلیجہ پاش پاش ہوا جاتا تھا۔ اب شفاخانہ سے وہ نکلا ہے اور ایک اسلامی انجمن نے اسے اپنی حفاظت میں لے لیا ہے۔ ریل کے پٹڑی سے اتر جانے کی یہ وجہ معلوم ہوسکی ہے کہ پٹڑی میں کچھ نقص واقع ہوگیا تھا جو ریل کو تباہ کرنے کی سازش کی وجہ سے ہوا۔ غالباً دہشت انگیزوں کا اس میں ہاتھ ہے۔

فلسطین کی تقسیم

فلسطین تیرہ صدیوں سے مسلمانوں کے زیر نگیں رہا اور وہاں عیسائی یہودی اور مسلمان نہایت امن و آشتی سے رہتے رہے۔ یہودیوں اور مسلمانوں عیسائیوں میں باہم کسی قسم کا فرق نظر نہ آتا تھا۔

۱۹۱۵ء میں اس ملک میں ۱۲ ہزار سے زیادہ یہود آ۔ جنگ عظیم میں برطانیہ نے عربوں کو خود مختاری کے سبز باغ دکھا کر ترکوں کے خلاف برسرپیکار کردیا اور اس کا انجام ترکوں کی شکست ہوا۔ عربوں سے وعدے کرنے کے ساتھ ساتھ برطانیہ نے فلسطین میں یہودیوں سے اُن کا ایک قومی وطن بنانے کا وعدہ کیا۔ انجام یہ ہوا کہ جب جنگ عظیم ختم ہوئی اس وقت یہودی صرف ۶۰ ہزار تھے اور عرب ۵ لاکھ۔ ۱۹۳۶ء میں یہودی ۴ لاکھ ہوگئے ہیں اور عرب ۹ لاکھ۔ یہودیوں کے غول کے غول باہر سے آ آکر وہاں آباد ہورہے ہیں اور روپے کے بل بوتے پر اچھی اچھی زمینیں عربوں سے خریدتے چلے جارہے ہیں۔ ان زمینوں کے متعلق محنت مزدوری میں بھی عربوں سے کام نہیں لیا جارہا۔ یہودیوں کے اس روز افزوں اقتدار سے پچھلے سال عربوں میں بغاوت پھیل گئی جسے برطانیہ نے بڑی مشکل سے دبایا۔ اس کے بعد ایک برطانوی کمیشن نے قیام امن کے سلسلہ میں تحقیقات کی۔ اب اس نے رپورٹ شائع کی ہے اور اس کی تجویز کے متعلق فلسطین کے تین حصے کئے گئے ہیں۔ بہترین حصہ یہودی ریاست کی صورت میں قائم کیا گیا ہے۔ اس میں سوا دو لاکھ عربوں کو یہودیوں کے زیر اقتدار رکھا گیا ہے۔ گویا کل عرب آبادی کا چوتھائی حصہ یہودیوں کا محکوم ہوگا۔ عربوں کے حصہ میں ریگستانی علاقہ آیا ہے اس میں صرف ۱۲ ۱/۲ سو یہودی عربوں کے زیر نگیں رہیں گے۔ تیسرے حصہ میں جملہ مقدس مقامات رکھے گئے ہیں۔ یہ ہمیشہ کے لئے برطانیہ کے قبضہ میں رہیں گے۔ اس میں عقبہ کی مشہور بندرگاہ بھی آگئی۔ ساری اسلامی دنیا میں اس تجویز تقسیم سے ہیجان پیدا ہوگیا ہے۔ مگر برطانیہ کہتا ہے کہ صرف اسی صورت سے فلسطین میں امن قائم ہو سکتا ہے۔ یہودیوں کو بھی فکر ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہماری حالت بہت کمزور ہے۔ اگر برطانیہ کسی بین الاقوامی مصیبت میں پھنس گیا پھر یہودی عربوں کے رحم پر رہ جاتے ہیں۔ عربوں میں سخت جوش ہے وہ کہتے ہیں کہ یہودی اور عرب دونوں میں سے ایک کا خاتمہ ضروری ہے۔ دونوں بیک جا پھول پھل نہیں سکتے۔ اور یہ زمانہ بتادیگا کہ دونوں میں سے کون فنا ہوتا ہے۔ فلسطین عربی ملک ہے انگریز بھی بزور عربوں کو نہیں نکال سکتے۔ امیر عبداللہ شریف حسین کے بیٹے کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ تقسیم کے حق میں ہے۔ کیونکہ اس طریقہ سے وہ نئی عربی ریاست کا بادشاہ بن سکے گا۔ مگر عربوں میں اس کے خلاف بھی جوش پھیلتا جارہا ہے مصطفٰے کمال نے اعلان کیا ہے کہ وہ اب تک چپ چاپ حالات کا ملاحظہ کرتے رہے۔ کیونکہ ملوکیت کے مقابلہ کی ان میں طاقت نہ تھی۔ اب ان میں اس اعلان کی طاقت موجود ہے کہ ارض مقدس پر ترک یہود و نصاریٰ کا قبضہ ہرگز نہ ہونے دیں گے۔ اگر عرب جنگ عظیم میں یورپ کی چالوں کا شکار نہ ہوتے تو انھیں یہ روز بد نہ دیکھنا پڑتا۔ لیکن وہ تسلی رکھیں کہ ترک ہرگز برداشت نہ کریں گے کہ اسلام کا قبلۂ اوّل غیر مسلموں کے قبضہ میں چلا جائے۔

چین وجاپان کی جنگ اس وقت جاپان چین سے پھر دست بگریبان ہو رہا ہے اور منچوکو کی طرح شمالی چین سے ایک اور ریاست قطع کرکے اس پر اپنی سیادت قائم کرنا چاہتا ہے۔ حملہ شروع ہوگیا ہے مگر ساتھ ہی ساتھ اس بساط پر صلح و آشتی کی چال بھی چلی جارہی ہے۔ چین کے پاس آدمی کافی ہیں لیکن انھیں تربیت ابھی نہیں ملی ہے اور نہ اُن کے پاس گولہ باری کا جدید سامان موجود ہے۔ چین کی خیر صرف جنگ چپادل میں ہے لیکن اس کے لئے باہم اتحاد کی ضرورت ہے جو چین کے فوجیوں میں مفقود ہے۔ چین اگر مدافعت کرے تو اسے فائدہ ہوگا۔ حملہ آوروں میں وہ پاش پاش ہوجائے گا۔ جاپان کی بحری طاقت خوفناک ہے اور چین کی صفر کے برابر ہے۔ جاپان کے پاس ۹ جنگی جہاز۔ سات مسلح کروزر۔ ۳۱ معمولی کروزر۔ ۱۰۸ تباہ کن جہاز۔ ۶۳ آبدوزیں اور ایک لاکھ بحری آدمی۔ ۱۴۵۰ ہوائی جہاز۔ اور بحری بیڑہ کے ۹سو ہوائی جہاز ہیں۔

تاروں کا جھرمٹ

۲۹ جولائی کو شاہ فاروق والئے مصر کی تخت نشینی کی باقاعدہ رسم ادا ہوئی۔ شاہ نے حلف اٹھایا کہ وہ ملک کی خود مختاری اور دستور کی حفاظت کرے گا۔ پھر شاہی جلوس بازاروں میں سے نکلا۔ ہجوم بہت تھا۔ ڈھولوں کے بجنے اور ناچ رنگ سے ایک خاص رونق پیدا ہو گئی تھی۔

صوبجات متحدہ کی اسمبلی میں پنڈت جواہر لال کی بہن وجے لکشمی پنڈت وزیر اور نائب صدر اعزاز رسول صاحبہ دختر نواب ذوالفقار علی صاحب مقرر ہوئی ہیں۔

ترکی میں ہر قسم کی کلیں بنانے کا ایک زبردست کارخانہ قائم ہو گیا ہے۔ اب سب قسم کا جنگی سامان اسلحہ، ٹینک اور مسلح کاریں وہیں تیار ہوا کریں گی اور وہ اتنا زیادہ ہوگا کہ باہر سے سامان منگانے کی مطلق ضرورت نہ ہوا کرے گی۔

یونانیوں نے ترکی کے سابقہ مقبوضہ مشہور مقام سالونیکا کا نام اب تھیسالونیکی رکھ دیا ہے اور حکم جاری کیا ہے کہ اگر خطوط پر اس مقام کا یہ نام نہ ہوگا تو منزل مقصود پر نہ پہونچے گا۔

سرسید کے پوتے سر راس مسعود بھوپال میں ۴۸ سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ اُن کی لاش علیگڈھ لائی گئی اور یونیورسٹی کی مسجد میں مقبرہ سرسید میں دادا کے برابر دفن کر دی گئی۔ سر راس مسعود یونیورسٹی کے کچھ عرصہ وائس چانسلر رہے مگر بعد میں فاتی اختلافات کی بنا پر مستعفی ہو کے بھوپال کی وزارت پر چلے گئے۔ اس سے پہلے وہ ریاست حیدرآباد میں ڈائرکٹر تعلیمات تھے۔ ان کے انتقال سے ہندوستان کا ایک بہت بڑا ماہر تعلیم اٹھ گیا۔

سرمور ناہن کے قریب ایک گاؤں میں ایک بنئے نے اپنے بچہ کی سالگرہ پر دعوت دی۔ کھانے کے بعد تیرہ کے تیرہ مہمان بے ہوش ہو گئے اور تھوڑی ہی دیر بعد مر گئے۔ تحقیقات سے پتہ چلا کہ جس برتن میں کھانا پکایا گیا تھا اس میں سانپ مرا پڑا تھا۔

مولوی عبدالمنان کے خلاف ایک ہندو خوانچہ فروش کو قتل کر دینے کا مقدمہ مسٹر جی ڈی کھوسلہ سشن جج کیمل پور کی عدالت میں چل رہا ہے۔ اس نے صفائی میں عذر کیا تھا کہ چونکہ مقتول نے اس نے اس کے سامنے آنحضرت صلعم کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کئے تھے جنہیں سن کر اسے بے حد اشتعال پیدا ہوا اور آپے سے باہر ہو کے اس نے اسے قتل کر دیا۔ اسیسروں نے جن میں ہندو بھی شامل تھے اس اشتعال کو تسلیم کیا۔ عدالت نے اسیسروں سے اتفاق کرتے ہوئے ملزم کو پھانسی کی بجائے سات سال قید سخت کی سزا دی۔ عدالت سے باہر بے شمار مسلمان جمع تھے جو فیصلہ سنتے ہی کھوسلہ صاحب زندہ باد کے نعرے لگاتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔

کردستان میں ایک پیر کی جائداد حکومت ترکی نے ضبط کر کے خود پیر کو ایک فوج میں کسی خدمت میں لگا دیا۔ یہ امر اسے ناگوار گزرا۔ اس نے فوج میں باغیانہ خیالات پھیلا دئے چنانچہ وہ فوج باغی ہو گئی مگر ایک جگہ کسی پلٹن جو پاس ہی تھی اس نے یلغار کر کے اسے گھیرے میں لے لیا اور سب سے ہتھیار چھین لئے۔ ایک اور سردار اپنا قبیلہ لے کے چڑھ دوڑا لیکن ترکی رسالہ اس کی پشت پر نمودار ہو گیا اور سامنے سے ترکی سپہ سالار نے مشین گنیں لگا دیں۔ اس طرح وہ اطاعت قبول کرنے پر مجبور ہو گئے۔ جب سرداران فوج ترکی افسر کے سامنے پیش ہوئے تو اس نے انھیں بڑا شرمندہ کیا کہ تم ہیں کافر بتاتے ہو حالانکہ تم نے شکم پرور پیروں کو خدا سمجھ رکھا ہے۔ ہم تو ان کو سمجھ کر اس پر عمل کرتے ہیں اور تم اسے جادو کہہ کے اسے تعویذ کے طور پر پاس رکھتے ہو۔ اس طریقے سے کردی بغاوت خون بہائے بغیر دبا دی گئی اور وہ پیر گرفتار کر لیا گیا۔

ہے اور دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ مرقعوں سے کام ہندوستان بھر میں نہیں چھپی۔ اس میں مندرجہ ذیل ۲۰۰ نمونے ہیں۔

۴۴ نمونے کچھول کے گملے	۱۷ ہر قسم کی بیلیں	۴۲ جھالریں
۱۳ عمدہ عمدہ فریم	۱۱ دسترخوان، تری وغیرہ	۳ جالیاں
۱۹ وضع وضع کی بیلیں	۸ تھمس ۱۱	۸ خوان پوش
۹ حاشیہ کاری	۳ پنکھے	۳ ٹی کیک
۷ بینڈ بیگ کے نمونے	۶ پردے	گلاس پوش بچے
متفرق چیزیں بیل کاری	ہر ایک [illegible]	[illegible] وغیرہ وغیرہ

مثال کے طور پر صرف دو چیزوں کی فہرست پیش کی جاتی ہے

بیلیں		لیسیں	
باوزہ کی بیلیں ۲	گلاب کی بیل	مجلس کا لیس	برگ نمازی
آسمان بیل	ہیک نما بیل	[illegible] کی لیس	[illegible]
سادی بیل	لٹ [illegible]	[illegible] لیس	[illegible]
[illegible] کی بیل	[illegible]	الگری ور لیس	[illegible] کی لیس
زنگ کی [illegible]	[illegible]	[illegible] لیس	در پشکی لیس
ساڑھی کی ۴	دامن کی بیل	[illegible]	[illegible]
[illegible]	حاشیہ کی	[illegible]	سادہ لیس
[illegible] کامیر	نفیس بیل	[illegible]	[illegible]

یہ مرقعوں سے کام کی ماہر بہنوں کے نہایت کام آنے والا ہے۔ [illegible] ترکیب اور ضروری ہدایات [illegible] کئی ہیں کہ نوشتن ہی پہلے تمام [illegible] ہیں۔ [illegible] ۲-۳ جنوں [illegible] اور خوبصورت [illegible] کام کا شوق رکھنے اور یہ کام سیکھنے والی لڑکیوں اور عورتوں کے لیے [illegible] دو رنگ کا باتصویر خوبصورت۔ قیمت دو روپے۔

(۶) عثمانی دستکاریاں } ان کتابوں کو [illegible]
(۷) [illegible] کا کام } [illegible]
(۸) [illegible]

(۳) گلدستہ کشیدہ

عثمانی کشیدہ کا دوسرا حصہ

کشیدہ کاری کی اس قدر خوبصورت اور اتنی کارآمد کتاب آج تک نہیں چھپی

اس کتاب کی تیاری میں ۲۰ دستکار بہنوں نے حصہ لیا ہے اور کشیدہ کاری کی مشہور ماہر محترمہ علیہ فاطمہ بیگم صاحبہ [illegible] نے نہایت محنت و قابلیت سے کتاب کو مرتب فرمایا ہے۔

کتاب کے ۱۱ باب ہیں جن کی تفصیل یہ ہے

باب ۱	خوبصورت [illegible] وغیرہ	۹ نمونے
باب ۲	مختلف قسم کے کچھولوں کی ڈالیوں کے	۴۲
باب ۳	مختلف وضع کے بنے پھول	۴۴
باب ۴	میز پوش، چادروں وغیرہ کے کونے	۱۹
باب ۵	غلاف تکیہ وغیرہ کے خوشنما کر	۱۸
باب ۶	مختلف وضع کے گول پھول	۱۱
باب ۷	بیل کا تنہ، پلنگ کی چادریں ساری وغیرہ کی بیلیں	۱۶
باب ۸	دسترخوان کی بوٹیاں وغیرہ	۸
باب ۹	قمیص کے کف	۳
باب ۱۰	قمیص کرتہ بلاؤز کے گریبان	۴
باب ۱۱	متفرق، مثلاً کاری بچوں کے بب [illegible] پاپوش کی گری وغیرہ وغیرہ	۱۵

نمونوں کے کام کی طرح گلدستہ کشیدہ میں بھی پہلے نہایت [illegible] کے مطابق [illegible] وضاحت سے بیان کی گئی ہیں [illegible] خوبصورت [illegible] کشیدہ کاری [illegible] کتاب [illegible] نفیس چکنا سفید کاغذ قیمت ۲ روپیہ

[illegible] ہر نمونہ کی [illegible]

تشریح کی گئی ہے یعنی نمونے کس کس چیز کے نمونے ہو سکتے ہیں اور کس کس رنگ میں ہونا چاہیے اور کیا کیا احتیاط ضروری ہے۔ پھر نمونے شروع ہوتے ہیں۔ میز پوش، پلنگ پوش، رومال، کرسیوں کے گدوں، تکیوں کے غلاف، پلنگ کی چادروں، پردوں وغیرہ وغیرہ کے وسط اور کونوں کے لئے مختلف قسم کے پھولوں، بوٹوں، گلدستوں وغیرہ کے کئی درجن خوبصورت نمونے ہیں۔ ان کے بعد کئی وضع کی ۵۰ دیز بیلیں پھر مختلف قسم کی کڑھت کے عمدہ عمدہ نمونے ایک درجن سے زیادہ اس کے بعد پرندوں اور چند مشہور عمارات کے خاکے۔ غرض بچیوں کیلئے یہ کتاب بہت کارآمد ہے اور بہترین [illegible] بنا دی گی پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گیا [illegible] قیمت [illegible]

(۴) خواتین کی دستکاریاں

جو عورتیں مالی دقتوں سے پریشان ہیں جنھیں آمدنی کی کمی اور اخراجات کی زیادتی نے پریشان کر رکھا ہے وہ اگر ایک جلد منگالیں تو گھر پر چودھری دریافت کیساتھ زندگی گزار سکتی ہیں کیونکہ اس کتاب میں نہایت [illegible] عورتوں کو نہایت کارآمد [illegible] بتائے گئے ہیں اور بہت سے کاموں کی اس قدر تفصیل بیان کر دی ہے کہ دولت مالی پریشانیوں کو آسانی دور کر سکتی ہیں۔ [illegible]

مجلد ۱ سادے کی قیمت آٹھ آنہ۔

رسالہ عصمت دہلی

تیئسواں سال	بابت ماہ اکتوبر ۱۹۳۷ عیسوی	جلد ۵۹ نمبر ۴

فہرست مضامین

چندہ سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک چار روپیہ للعہ — ممالک غیر سے دس شلنگ

نسخہ خاص۔ قیمت کے لحاظ کا ایڈیشن، دس روپے۔ رؤسا سے پچیس روپے، والیان ریاست سے سو روپے۔ ممالک غیر سے

ایک پونڈ۔ فی پرچہ ایک روپیہ۔

رسالہ عصمت۔ ہندوستان کے بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں پر ہیگنز اے ایچ وہیلر کے بک اسٹال پر ملتا ہے

باہتمام سید ابن حسین نظامی عصمۃ الرحمٰن پرنٹر و پبلشر محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپا

سینکڑوں روپیہ کی بچت — ہزاروں روپیہ کا منافع

اب ہر عورت خوش حال ہوسکتی ہے

تمام ملک کو شکر گذار ہونا چاہیے مولوی عبدالرحیم صاحب چیف کسٹ دوار کا کی اہلیہ محترمہ جناب امۃ الحفیظ صاحبہ کا جنہوں نے اپنی ہندوستانی بہنوں کی مفلسی اور ناداری دُور کرنے کے لئے اپنے شوہر کی مدد سے بار بار تجربہ کرنے میں ہزاروں روپیہ خرچ کر کے تین سال کی شبانہ روز محنت کے بعد مختلف قسم کی چیزیں بنانے کے صحیح نسخے تحریر فرما کر کتاب

صنعت و حرفت

تیار کر دی۔ یہ وہی بیش بہا کتاب ہے جس کے بعض مضامین ۱۹۳۳ء اور ۱۹۳۴ء کے عصمت میں شائع ہوئے تھے۔ دھوم مچ گئی ان مضامین کی اشاعت پر شکریہ کے سینکڑوں خطوط موصول ہوئے اور سینکڑوں خواتین نے ان نسخوں کو آزما کر بالکل صحیح پایا۔ اور مصنفہ کی محنت اور ایثار کی داد دی۔ اب محترمہ موصوفہ نے ایک ایک چیز کا تجربہ کر کے ضخیم کتاب تیار فرما دی ہے جس میں خواتین ہند کو بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے پیمانے پر تجارت کرنے اور روز مرہ کی ضروریات سے ہر ماہ ایک معقول رقم پس انداز کرنے کے بے بہا مشورے دئے ہیں جس میں ایک ایک چیز کئی کئی قسم کی تیار کرنے کے نہایت صحیح اور آزمودہ نسخے نہایت احتیاط سے درج کئے گئے ہیں مثال کے طور پر صرف دو چیزوں کی فہرست دی جاتی ہے۔

صابن		مختلف قسم کی سیاہیاں بنانے کے نسخے		
صابن سب سے آسان نسخہ دیسی صابن بنانا نہانے کا صابن شفاف ہاتھ سوپ	طبی صابن کاربالک ایسڈ سوپ نیم کا صابن ڈاڑھی مونڈنے کا صابن 〃 سفوف	مختلف سیاہیاں سیاہ روشنائی کا حل سیاہی کا عمدہ نسخہ دیسی سیاہی	بلو بلیک سیاہی دیگر نقل پذیر سیاہی نیل سیاہی کی ٹکیہ سُرخ روشنائی	سُرخ روشنائی نمبر ۲ سُرخ روشنائی کی ٹکیہ اَن مٹ سیاہی کپڑے پر نشان کرنے والی سیاہی نظر نہ آنے والی سیاہی

اسی طرح لکڑی کے سامان کے لئے رنگ و روغن دانتوں کے لئے منجن۔ کریم اور چہرہ کے پاؤڈر۔ وسلین۔ تازہ جس امیز تیل اور روغن خضاب۔ مختلف اشیاء کو جوڑنے کے مصالحے۔ سمنٹ وغیرہ بوٹ شوز کریم۔ اور پالش شربت سازی۔ تمر ہندی۔ لاکھ کی تجارت۔ ربڑ اور مکھن کی تجارت۔ اچار۔ چٹنیاں مربے وغیرہ۔ خوشبودار تمباکو خوردنی۔ تیزاب۔ عطریات۔ ارواح۔ ایسنس۔ تیل اور کتھ۔ چاک اور بتیاں۔ کافور۔ ارنڈی کا تیل۔ نشاستہ۔ آئس کریم۔ کھلونے بنانا۔ آتش بازی بنانا وغیرہ وغیرہ ۴۳ باب ہیں اور ہر باب میں ایک ایک چیز کے مختلف قسم کے آٹھ آٹھ دس دس بلکہ پندرہ پندرہ نسخے ہیں اور آزمودہ۔ بازاری کتابوں کی طرح کوئی نسخہ نہ سُنا سُنایا درج ہے۔ نہ محض اندازہ سے لکھا گیا ہے نہ کسی کتاب سے نقل یا ترجمہ کیا گیا ہے بلکہ خاص طور پر اس کتاب کے لئے زر کثیر خرچ کر کے ایک ایک نسخہ تجربہ کرنے کے بعد بہت احتیاط سے قلمبند کیا گیا ہے۔ ہندوستان کی کسی زبان میں اس موضوع پر اس قدر صحیح اور مستند اور اتنی مفید اور کار آمد کتاب آج تک نہیں چھپی۔ کتاب صنعت و حرفت نادار و کم استطاعت عورتوں کی مالی پریشانیاں ختم کر دے گی اور وہ گھر بیٹھے عزت و خودداری کے ساتھ زر کثیر کما سکیں گی۔ خوش حال بیبیاں کتاب صنعت و حرفت کی موجودگی میں ہر ماہ ایک معقول رقم جمع کر سکیں گی۔ دولتمند خواتین بیواؤں اور محتاجوں میں یہ کتاب تقسیم کر کے نقد روپیہ کے مقابلہ میں انہیں بہت زیادہ فائدہ پہنچا سکتی ہیں کتاب اس پایہ کی ہے کہ اس کی قیمت دس روپیہ بھی رکھی جاتی تو کم تھی۔ مگر اس لئے کہ ہر شخص فائدہ اُٹھا سکے صرف دو روپیہ قیمت رکھی گئی ہے علاوہ محصول ڈاک۔ مجلد چار سوا دو روپیہ۔

ذیل میں چند خواتین کے خطوط درج کئے جاتے ہیں جن سے اندازہ ہو سکے گا کہ یہ کتاب کس قدر کامیاب اور کار آمد ہے۔

۱۔ بنت حاجی عبداللہ صاحب سوداگر اعظم پورہ چاند گھاٹ لکھتی ہیں: میں نے صنعت و حرفت کے متعلق بہت سے رسالے اور کتابیں دیکھیں مگر کتاب صنعت و حرفت جیسی مکمل اور آسان کتاب اور آزمودہ نسخے کسی کتاب میں نہیں۔ اس کتاب کی جتنی تعریف کروں کم ہے۔

۲۔ اہلیہ مولوی محمد عزیز الدین صاحب دواخانہ معین الصحت۔ حدید قطبی گوڑہ حیدرآباد لکھتی ہیں: رسالہ عصمت میں آپ کے صابن بنانے کے نسخے پڑھ کر میں نے آزمائے اور اچھے ثابت ہوئے۔ اس بنا پر میں نے آپ کی کتاب صنعت و حرفت منگائی بہت سے نسخے تیار کر کے دیکھے اور تمام کے تمام ٹھیک اُترے۔ ہر گھر میں ایک جلد صنعت و حرفت کی ضرور ہونی چاہیئے اس سے ایک کثیر رقم پس انداز ہو سکتی ہے۔

۳۔ زینت الصدیقی صاحبہ منشی فاضل ہمشیرہ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب بی اے۔ پنڈدادن خاں جہلم سے لکھتی ہیں۔ کتاب صنعت و حرفت نے بے ہنروں کو ہنرمند بنا دیا۔ میں نے کئی چیزیں تیار کیں جو بالکل حسب منشا تیار ہوئیں۔

۴۔ مس میمونہ بیگم بنت شاہ منیر عالم غازی پور لکھتی ہیں۔ کتاب صنعت و حرفت میں نے اور میری بہنوں نے منگوائی اور کپڑے دھونے کا صابن بنایا جو بازاروں کی نسبت بہت اچھا ثابت ہوا۔

ملنے کا پتہ، دفتر عصمت دہلی

عصمتی بہنیں

اگر ان قواعد کی پابندی کریں
تو اُن کو کبھی ہم سے شکایت کا موقعہ نہ ملے

(۱) عصمت ہمیشہ نہایت پابندی وقت سے ۳۰ تاریخ کو شائع ہو کر تیسری چوتھی تاریخ تک ہندوستان کی تمام خریدار کو پہنچ جاتا ہے اشاعت میں خدا کے فضل سے کبھی دیر نہیں ہوتی۔ لیکن اگر ڈاک خانہ کی غلطی سے وقت پر پرچہ نہ ملے تو ۵ تاریخ کے بعد مگر ۱۵ تاریخ تک کارڈ لکھ کر نمبر خریداری کے حوالے سے دوبارہ پرچہ منگالیں اس کے بعد قیمتاً ملے گا (۲) اگر ایک مقام سے دوسرے مقام کا تبادلہ ہوجائے تو جدید خریداری نمبر کے حوالہ سے فوراً دفتر کو تبدیلی پتہ کی اطلاع دیدی جائے کئی کئی ماہ بعد پتہ بدلنا دفتر کو سخت نقصان پہنچاتا ہے کیونکہ صحیح پتہ نہ ہونے کی وجہ سے پرچہ تلف ہوجاتا ہے اور خریدار بہن کو شکایت رہتی ہے کہ دفتر سے نہیں بھیجا گیا۔ حالانکہ تمام خریداروں کو ۳۰ تاریخ کو رسالہ بھیجا جاتا ہے ہر بہن کا فرض ہے کہ جب پتہ تبدیل ہو تو فوراً دفتر کو اطلاع دیدیں۔

(۳) جب ہمیں خط لکھیں جدید خریداری نمبر ضرور لکھیں ورنہ تعمیل میں کئی دن لگ جائیں گے اگر آپ کو خریداری نمبر یاد نہ رہا ہو یا آپ نے نوٹ نہ کیا ہو تو جوابی پوسٹ کارڈ بھیج کر دفتر سے معلوم کرلیجئے کیونکہ بغیر خریداری نمبر لکھے آپ کے خط کی تعمیل فوراً نہ ہوسکے گی۔

(۴) جواب طلب امور کے لئے جوابی پوسٹ کارڈ یا تین پیسے کا ٹکٹ بھیجئے۔ (۵) منی آرڈر کی کوپن پر خریداری نمبر اور پتہ ضرور درج فرمائیے۔

(۶) خریداروں کو چندہ کی میعاد یا اختتام سال کی اطلاع ایک ماہ پہلے دیدی جاتی ہے۔ اگر کسی بہن کو آیندہ خریدار رہنا نہیں ہے تو دفتر کو مطلع کردیں اور اگر پرچہ بدستور جاری رکھنا ہے تو چار روپیہ منی آرڈر کے ذریعہ آیندہ سال کا چندہ بھیجدیں۔ انکاری اطلاع یا چندہ نہ آنے پر وی پی بھیجا جاتا ہے۔ وی پی واپس کرکے شدید نقصان پہنچانا تعلیم یافتہ بیبیوں کے لئے زیبا نہیں۔ اگر کوئی بات دریافت طلب ہو تو بھی وی پی ضرور وصول کرلینا چاہیئے۔

براہ کرم ان چند باتوں کا ہمیشہ خیال رکھئے۔

منیجر

مضمون نگاری کے قواعد

مضمون نگاروں کو عصمت کے لئے مضامین بھیجنے سے پہلے ان باتوں کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے۔ تاکہ ان کا وقت اور محنت بے کار نہ جائے۔

(۱) مضامین کاغذ کے ایک رخ پر روشن سیاہی سے، نظرثانی، مناسب ترمیم و اصلاح و اضافہ کے لئے ایک ایک سطر چھوڑ کر خوشخط لکھنے چاہئیں۔

(۲) اڈیٹر کے نام کے خط میں مضمون نگار کا صحیح نام اور پورا پتہ درج ہونا اشد ضروری ہے۔ (۳) طویل مضمون کے لئے تین تین چار چار ماہ بعد بھی ممکن ہے کہ جگہ نہ نکل سکے۔ لیکن چھوٹے چھوٹے مضامین جلد درج رسالہ ہوسکتے ہیں اس لئے مضمون نگار جہاں تک ممکن ہو مضمون بہت مختصر لکھیں اور کم از کم الفاظ میں اپنے خیالات کا اظہار کریں۔

(۴) مضمون اگر کسی کتاب یا رسالہ سے نقل ہو یا ترجمہ یا اخذ ہو تو مصنف کا نام اور کتاب یا رسالہ کا حوالہ ضرور دیا جائے (۵) عصمت کے لئے صرف وہ مضامین ارسال کئے جائیں جو عصمت ہی کے لئے لکھے جائیں۔ وہ مضمون ہرگز نہ روانہ کیا جائے جو کسی اور پرچہ کو بھیجا جاچکا ہو۔

(۶) عصمت کے مضامین کے لئے پامال پرانے عنوانات جن پر بارہا عصمت میں مضامین شائع ہوچکے ہیں منتخب نہ کرنے چاہئیں۔ نئے نئے موضوعات پر چھوٹے چھوٹے مضامین جو اسلوب بیان ندرت خیال وغیرہ کے اعتبار سے دلچسپ سمجھے جاسکتے ہیں خوشی کے ساتھ شائع کئے جاتے ہیں۔

(۷) مضامین میں تہذیب و سنجیدگی کا پورا خیال رکھنا چاہیئے جو مضامین ذاتیات سے آلودہ ہوتے ہیں یا جن سے کسی فرقہ یا شخص کی دل آزاری ہوسکتی ہے ردی کردیئے جاتے ہیں۔ عصمت مذہبی جھگڑوں کا اکھاڑہ نہیں ہے۔ عصمت کے لئے ایسے مضامین بھیجنے چاہئیں۔ جو ہندو مسلمان۔ عیسائی سکھ غرض سب کے لئے مفید ہوں۔

(۸) مضامین کی زبان سلیس اور عام فہم ہونی چاہیئے رنگین بے معنی عبارت ہمیں ناپسند ہے۔ فارسی، عربی، انگریزی الفاظ ٹھونسنے سے مضمون بھدا ہوجاتا ہے۔ (۹) جو مضامین عصمت میں شائع ہوتے ہیں ان کا دائمی حق اشاعت بحق عصمت محفوظ ہوتا ہے (۱۰) عصمت سال کے بہترین مضامین پر جولائی میں قریباً چار سو روپے کے انعامات مضمون نگار خواتین میں تقسیم کرتا ہے۔ کم استطاعت مضمون نگار عورتوں کو معاوضہ بھی دیتا ہے۔ غیر مسلم خواتین کے مضامین خوشی سے شائع کئے جاتے ہیں۔

جو خواتین اور حضرات ان قواعد کی پابندی نہیں کرتے ان کے مضامین ناقابل اشاعت ہوتے ہیں۔

اڈیٹر

مہر

از حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ

کلام اللہ میں کئی جگہ عورت کے مہر کو اجر فرمایا ہے جس کی جمع اجور ہے۔ مہر کے متعلق حکم ہے۔ ان کے مہر ادا کر دو۔ جو واجبی دینا ہے۔ افسوس یہ ہے کہ مسلمانوں میں مہر بھی کچھ زیادہ وقعت نہیں رکھتا اور شاید دس پندرہ فی صدی مرد بھی ایسے نہ ہوں گے جو مہر ادا کرتے ہیں اول تو معافی کا مسئلہ ان کے پاس موجود ہے اگر بیوی مر گئی تو فرما دیا "مہر معاف کر گئی" اس معاملہ میں ایک یہ چیز بھی پیدا ہو گئی ہے کہ مردوں نے جن میں بعض مولوی بھی شامل ہیں عورتوں کو یہ یقین دلا دیا ہے کہ مہر معاف کرنے والی کو دنیا بھر کا ثواب ملے گا اور شاید دوزخ کی آگ بھی حرام ہے۔

مسلمان عورتیں چونکہ زیادہ تر جاہل ہوتی ہیں وہ اسی پر عمل کرتی ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اب مہر کچھ زیادہ وقعت نہیں رکھتا اور مرد خواہ روٹی بھی کھانے کو نہ ہو ہزاروں لاکھوں کا مہر خوشی سے منظور کر لیتے ہیں مگر اس آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدائے برتر نے مہر کو کس قدر وقعت دی ہے اور اس کی ادائیگی کو کس قدر ضروری قرار دیا ہے۔

مہر کے متعلق مسلمانوں میں بہت بڑی غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے اور شاید دس فی صدی مرد بھی مشکل سے ایسے ملیں گے جو مہر ادا کر دیتے ہوں اور اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس وقت عورت کی حیثیت ہی وہ نہ رہی جو اسلام نے اس کو عطا فرمائی تھی۔ نکاح سے پہلے مہر کی ہزاروں شرطیں اور بات چیت دیر سویر ہاں ناں ہوتی ہے گویا جس طرح اسلام نے حکم دیا تھا اسی طرح عمل ہو گا مگر نکاح کے بعد کبھی مہر کا نام بھی سننے میں نہیں آتا۔ گویا اس کا ذکر اس سلسلہ میں تھا ہی نہیں اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ عورت نے اپنی قربانی اور ایثار سے جو شخصیت اپنی قائم کی تھی اور اسلام نے ایک علیحدہ درجہ اس کو دیا تھا۔ وہ اس وقت مرد کے ہاتھوں فنا ہو چکا۔ اور وہ اس حق کے زائل ہونے پر رضامند ہو گئی اب اگر مہر کا کبھی نام بھی آتا ہے تو لڑائی جھگڑوں میں ورنہ میاں بیوی نے بڑی بھلی زندگی بسر کی اور دو چار بچے چھوڑ چھاڑ میاں چلتے ہوئے اب بیوی حق لیں تو کس سے لیں۔ شوہر نے جو کچھ چھوڑا اس کے مالک بچے ہیں بچوں سے کیا لیں۔ غرض نہ مہر جس پر نکاح سے پہلے یہ کچھ طومار بندھ رہا تھا اور جھگڑے ہو رہے تھے نکاح کے بندھتے ہی ختم ہو گیا اب کون دے اور کون لے۔

مہر کی ایک دوسری صورت یہ بھی ہے کہ مہر معاف ہو گیا۔ نکاح کے بعد عورت کا وہ درجہ جو مذہب نے دیا تھا مسلمانوں میں باقی نہیں رہتا اور اس کی حیثیت "شوہر کی محکومی" پر ختم ہو جاتی ہے، حالانکہ یہ غلط سر تا سر غلط اور قطعی غلط ہے مگر وہ بچی جس نے آنکھ کھول کر یہی سنا اس کے سوا کر ہی کیا سکتی ہے کہ خدمت کرے اور پیٹ پالے، اطاعت کرے اور تن ڈھانپے

جس طرح خداوندکریم نے مہر کے ادا کرنے کی اپنے پاک کلام میں اکثر جگہ تاکید کی ہے اسی طرح اس آیت پاک میں تاکید فرما رہا ہے کہ "ان کے مہر ادا کردو"

مسلمانوں میں بی بی فاطمہؓ کا مہر بھی داخلِ ثواب سمجھا جاتا ہے۔ کاش یہ اللہ کے بندے اتنا بھی سمجھ لیں کہ مہر حیثیت سے زیادہ باندھنا ایک قسم کا دھوکا ہے۔ مہر ہمیشہ اتنا ہونا چاہیئے جو آدمی آسانی سے ادا کر سکے۔ بی بی فاطمہؓ کے نکاح کے وقت حضرت علیؓ کی مالی حالت کیا تھی۔ پانی کے ڈول۔ ایک کھجور فی ڈول تو اُجرت لیتے تھے اور یہ ہی تمام کائنات تھی۔ اس پر مہر کی زیادتی نہ وہ خود جائز سمجھتے تھے نہ حضور اکرم اس کو پسند فرماتے تھے۔ اب اس کو ثواب سمجھ لینا یقیناً غلطی ہے اور اس واقعہ کے خلاف ہوجاتا ہے کہ جب حضرت عمرؓ اپنے خطبہ میں زیادہ مہر باندھنے کے خلاف فرما رہے تھے تو ایک بڑھیا نے ٹوک دیا کہ جو حق خدا ہم کو دے چکا، تجھے اس کے چھیننے کا کیا حق ہے؟

اسلام کا ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ اگر مہر کے ادا کرنے کی نیت نہ ہو تو نکاح ہی مذبذب ہے اب خدا معلوم یہ جس قدر نکاح ہو رہے ہیں اس میں کتنے شوہر مہر ادا کرنے کی نیت رکھتے ہیں۔ اور اگر نہیں رکھتے تو اُن کے متعلق کیا کہا جائے گا۔

اسی سلسلہ میں ایک اور بات بھی قابل ذکر ہے مسئلہ تعداد ازدواج کو اگر صحیح تسلیم کر لیا جائے تو عام طور پر دوسری بیوی کا مہر پہلی بیوی سے زیادہ ہوتا ہے۔ لیکن جو کتاب مسلمانوں کی رائے میں ان کے نکاح ثانی کی آڑ کو کافی ہے۔ وہ مساوات کا بھی حکم دے رہی ہے۔ اور مساوات کے حکم سے میدان صاف تو زیادتی نے کر دیا اور ثابت کر دیا کہ قرآن نے جو میثاقاً غلیظاً گاڑھے اقرار کا حکم دیا تھا اور جو اس بدعت سے بھی کئے گئے تھے جس پر آج سوکن آ رہی ہے پورے نہیں ہو رہے

مسئلہ کے اس پہلو پر اگر غور کیا جائے کہ مہر عورت کے احترام کا اعتراف یا اس کی عزت کا معاوضہ ہے تو پہلی بیوی کے واسطے یہ خیال کس قدر روح فرسا اور جگر خراش ہے کہ میری عزت اس قدر کم قیمت تھی۔ حامیان کثرت ازدواج کی رائے اگر تسلیم بھی کر لی جائے تو دوسری بیوی کے مہر کی زیادتی جو مساوات کے خلاف پہلا قدم ہے پہلی بیوی کے لئے نہایت ہی جگر خراش ہے اور اگر مہر ادا کرنے کا قصد ہی نہ ہو تو نکاح مذبذب ہوگا اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جب تک پہلی بیوی کا مہر ادا نہ کر دیا جائے شرع اسلام کے موافق دوسری بیوی کا مہر ادا کرنا یا ادا کرنے کے ذرائع پیدا کرنا یا کسی ایسی شے کا مخصوص کر دینا جو مہر ثانی میں مکفول ہو نہ صرف پہلی بیوی کی تذلیل بلکہ شرعاً جائز نہیں ہے۔

مہر کی دو قسمیں ہیں معجل اور مؤجل۔ مؤجل مرد پر اس وقت واجب ہوتا ہے جب فریقین میں افتراق ہو خواہ بذریعہ موت یا طلاق۔ اور جب تک یہ وقت نہ آئے اس وقت تک شوہر بیوی کا ایسا مقروض ہے جس قرضہ کی ادائیگی کا وقت پورا نہیں ہوا۔ مگر اس کی ذات اِس کی ذمہ دار ہے جو ایک جائداد کی حیثیت سے بیوی کے پاس مکفول ہے۔ اب اس جائداد پر اُس وقت تک جب تک پہلا قرض ادا نہ ہو دوسرا قرض قانوناً اخلاقاً شرعاً کسی طرح جائز نہ ہوگا۔

میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ جس طرح مسلمان مردوں نے عورت کے تمام حقوق تباہ کر ڈالے اسی طرح دورِ حاضر کی

معاشرت اسلامی نے مہر کا بھی خاتمہ کردیا اور اس طرح ہر مرد اور ہر عورت یہ یقین رکھتے ہیں کہ ما مہر لے کر کیا کرے گی اس کا ہو گا تو بھی بچوں کا ہے باپ کا ہو گا تو بھی بچوں کا ہے۔ میں اس کو بھی صحیح سمجھ لیتا ہوں۔ لیکن کیا شرع اسلام کا نظام بالکل فضول تھا اور عورت کی عزت و احترام کا معاوضہ صرف لوگوں کے دکھانے کو کاغذوں میں لکھ دینے کو اور مجلس نکاح کے خوش کردینے کو تھا ؟

کلامِ الٰہی نے ان مواعید کو مِیثَاقًا غَلِیظًا فرمایا ہے۔ اب مسلمان خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ مذہب مقدس کے احکام کیا ہیں اور ان کا طرز عمل کیسا ہے۔ ۱۹۳۷ء (از احکام نسواں)

نادار فنڈ

جنوری کے عصمت میں نادار فنڈ کا حساب شائع ہوچکا ہے۔ اس کے بعد جو رقوم بمد کار خیر وصول ہوئیں اور نادار فنڈ میں جمع کی گئیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے :-

بنت کلاں محمد جان خاں صاحب۔ دادرن ضلع علیگڈھ۔ صہ بلقیس آغا حسن صاحبہ۔ لکھنؤ۔ عہ شمس الدین صاحب ناگپور سٹی ہے، قمر جہاں بیگم صاحبہ۔ الہ آباد۔ صہ۔ ایس۔ اے۔ مؤید صاحب کیمپ ناسک عہ۔ میمونہ افسر اللہ صاحب ۔ مسز الیاس ابراہیم صاحبہ۔ کلکتہ ۔ ایس۔ ایم۔ ایچ۔ ابراہیم اینڈ کو بنگلور ۔ دختر فاطمہ صاحبہ۔ سیداں پور۔ بارہ بنکی۔ ۔ اے۔ اے قدوائی صاحب۔ الہ آباد۔ عہ۔ مسز صمدانی صاحب۔ ریاست رام پور۔ ۔ محمود فاروقی صاحب۔ الہ آباد ۔ عبد الرشید صاحب تلسی پور ، اہلیہ سید احمد صاحب۔ بھوپال عا۔ ڈاکٹر سید رشید احمد صاحب نہٹور ضلع بجنور۔ ، فخر الدین احمد خاں صاحب۔ بھوپال ، مسز اے۔ اے قدوائی صاحب۔ الہ آباد عا۔ عابدہ بیگم صاحبہ۔ امراؤتی عہ۔ بیگم نذیر احمد شاہ صاحب ناگپور ، اے۔ اے۔ قدوائی صاحب۔ الہ آباد عا۔ مسز ایس۔ ایم۔ پراچہ صاحب۔ نئی دہلی۔ ۔ اے۔ اے۔ قدوائی صاحب الہ آباد عا، محمد محسن مہاجر صاحب۔ حیدر آباد دکن عا۔ شوکت آرا بیگم صاحبہ۔ نئی دہلی۔ ،

میزان ما للعہ باقی سابقہ (مطابق عصمت جنوری ۱۹۳۷ء ص کالم ۲) سے میزان کل ما

جن نادار و یتیم لڑکیوں اور کم استطاعت غریب عورتوں کے نام ایک ایک روپیہ وصول ہونے پر باقی تین تین روپیہ نادار فنڈ سے پورے کرکے رسالہ سال بھر کے لئے جاری کیا گیا ان کے خریداری نمبر یہ ہیں۔ ۵۰۳۱ تا ۵۰۴۰، ۹۳۰۶ تا ۹۳۳۳

ان ۳۵ خریداران کے نام نادار فنڈ سے ۱۰۵ روپیہ لے کر رسالہ جاری کیا گیا۔ آمدنی ۲۲ ستمبر تک ۱۰۷ روپیہ باقی جمع ۲ روپیہ۔

اگر کسی بہن کی رقم رہ گئی ہو تو براہ کرم جلد سے جلد مطلع فرما کر ممنون کریں۔

منیجر

لڑکیوں کی تفریح کے سامان

جس طرح اماں حوا کی بیٹیوں پر۔ خانہ داری۔ بچوں کی پرورش۔ اور سارے خاندان کے رکھ رکھاؤ کی ذمہ داری فرض کی گئی۔ اسی طرح بچوں کی تندرستی۔ خوش دلی۔ اور آرام کا خیال والدین کو رکھنا چاہیئے۔ یہ نہیں کہ دنیا بھر کی راحتیں۔ آزادیاں اور دلچسپی کے سامان بیٹوں کے لئے وقف کر دیں۔ اور بیٹیاں بیچاریاں صرف درد اور دکھ کی شریک سمجھی جائیں۔ انہیں جہاں خانہ داری کی تعلیم میں ۹ گھنٹے یعنی ۶ سے ۳ بجے سہ پہر تک مشغول رکھا جاتا ہے اور کچھ دیر کے وقفے کے بعد پڑھنا لکھنا اور دوبارہ گھر کے کاموں کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ وہاں گرمیوں میں ۵ بجے سے، ۷ بجے شام تک اور جاڑوں میں ۴ بجے سے ۵½ تک کھیلنے کودنے کا موقع دیا جائے۔ تاکہ اُن کے تھکے ہوئے جسم اور دماغ میں فرحت اور بشاشت آجائے۔ اور وہ دوبارہ کاموں کی طرف چستی سے متوجہ ہونے لگیں۔

عموماً ہندوستانی گھرانوں میں لڑکیوں کو ایک مشین تصور کر لیا جاتا ہے اور ہر وقت ان کا کاموں میں مصروف نظر آنا بیحد قابل تعریف قرار دیا جاتا ہے جو میرے خیال میں بالکل صحت اور تندرستی کے خلاف ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہندوستانی مسلمان لڑکیاں آئے دن کسی نہ کسی مرض کا شکار رہتی ہیں۔ کسی کو دیکھئے دُبلی اور زرد ہو رہی ہے۔ کاٹو تو لہو نہیں بدن میں۔ اس کی تعریف یوں کی جاتی ہے کہ بڑی نازک کامنی دھان پان ہو رہی ہے۔ کوئی ہسٹریا میں مبتلا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ بڑی نازک دماغ بچی ہے۔ جہاں کوئی بات خلاف طبیعت گزری یا خوف کا غلبہ ہوا تو غش پر غش آنے لگتے ہیں۔ غرضکہ لڑکیوں کی بیماری کی طرف کم توجہی کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ ہر مرض کے لئے ایک عذر معقول موجود ہوتا ہے۔ اور جس وقت کہ سر سے پانی اونچا گذر جاتا ہے مدقوق ہو جاتی ہے۔ یا کسی اور طرح کے مرض میں بُری طرح گرفتار ہو جاتی ہیں اُس وقت دوڑ دھوپ شروع کرتے ہیں پھر پریشانیوں کی انتہا نہیں رہتی۔ اور جس کی جان پر بنتی ہے بس وہی جانتی ہے۔ اگلے وقتوں میں لڑکیوں کی تعلیم پر اس قدر زور نہیں دیا جاتا تھا مگر اس وقت زمانے کی ترقیوں کے لحاظ سے لڑکیوں کا بھی یونیورسٹی کی ڈگری یافتہ ہونا ضروری قرار دیا جانے لگا ہے۔ اور کم از کم گھر پر ہو یا اسکول میں پڑھ کر میٹرک پاس کر لیا تو بہت ہی ضروری ہے۔ اس وقت اگر بدستور سابق لڑکیوں کو کھیل کود یا دیگر تفریح کے سامان سے محروم رکھا گیا تو اُن کی بیماریاں دوچند ہو جائیں گی۔ اور وہ پہلے سے زیادہ زرد۔ دُبلی۔ اور ہسٹریا کی شکار ہونے لگیں گی۔ کیونکہ پڑھنے لکھنے والیاں دو گھنٹے اپنی جاہل سہیلیوں میں جی بہلانے سے رہیں۔ نتیجہ یہی ہوتا ہے۔ کہ ہر وقت پڑھنے لکھنے یا کشیدہ کاریوں کے شغل میں اپنا وقت گزارتی ہیں جس سے ان کی صحت پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ لڑکیوں کے دل و دماغ پتھر کے بنے ہوئے نہیں ہیں کہ پڑھنے کے ساتھ ساری خانہ داریاں بھی چلائیں۔ ننھے ننھے بھائی بہنوں کو بھی سنبھالیں۔ اور پھر تفریح طبع سے بھی محروم

رہیں۔ لڑکے آخر اسکول سے آکر میدان جاتے ہیں۔ فٹ بال۔ ہاکی۔ کرکٹ وغیرہ کھیلتے ہیں۔ پھر کیا وجہ کہ لڑکیوں کو مفید ورزش اور کھیلوں سے باز رکھا جائے بلکہ باہر کی نسبت اگر گھر میں کافی جگہ موجود ہو تو بھائیوں کے ساتھ اُنہیں بھی مذکورہ بالا کھیلوں سے فائدہ اٹھانے کا موقع دینا چاہیئے۔ اور جن کو اس کا شوق ہے وہ مہارت حاصل کرکے اسپورٹنگ میں شہرت بھی پاسکتی ہیں۔ آخر اس میں کیا عیب ہے؟ اس کے علاوہ بیڈمنٹن۔ باسکٹ بال ٹینس وغیرہ بھی لڑکیوں کے لئے دلچسپ تفریح کے ذرائع ہوسکتے ہیں۔ اگر لڑکیاں کمزور ہوتی جائیں گی تو آیندہ نسلیں انہیں لڑکیوں کی کمزوری کی وجہ سے ان سے بھی بدتر ان سے بھی زیادہ کمزور ہوں گی جن سے ترقی کی امید قطعی نہیں کی جاسکتی۔ ماؤں کو چاہیئے کہ کھیل کود میں بچیوں کی حق تلفی کرکے ان کو مریض نہ بنائیں۔

جمیلہ بیگم۔ کلکتہ

اسلامی تعلیم کا مقصد

از محترمہ نوشابہ خاتون صاحبہ قریشی بی اے

سکھاتی ہے تعلیم، اخلاقِ حسنہ
ہے دراصل تنظیم اخلاقِ حسنہ

بزرگوں کی تعظیم، پیشِ نظر ہو
خدا کا ہر ایک حال میں، دل میں ڈر ہو

رہے اپنے چھوٹوں پہ شفقت ہمیشہ
رہے بیکسوں پہ عنایت ہمیشہ

بزرگی خدا نے اگر تم کو دی ہے
تو سمجھو کہ نعمت بڑی ہی ملی ہے

جو چھوٹے ہیں، ان پر کرو مہربانی
سلوک و محبت، بڑوں کی نشانی

خدا نے اگر تم کو چھوٹا بنایا
تو بے شک، بڑا مرتبہ تم نے پایا

کہ خادم ہی مخدومِ ملت ہوئے ہیں
یہی ایک دن، فیضِ رحمت ہوئے ہیں

غریبوں، فقیروں پہ ہرگز نہ ہنسنا
نہ شیطان کے جال میں، آن پھنسنا

نہ ہرگز اڑانا، ہنسی تم کسی کی
نہ ڈوبے کہیں ناؤ شائستگی کی

نہیں خندۂ بے محل، طورِ انسان
ہیں پاپوش کہنہ کے دنداں نمایاں

نہ فقرے کسو، اور نہ پھبتی اڑاؤ
نہ خود کو کبھی، مرتبہ سے گراؤ

نہ سرگوشیاں، روبرو ہوں کسی کے
نہیں یہ طریقے، بھلے آدمی کے

رہو خوش ہمیشہ، ہنسو، اور ہنساؤ
"تماشہ" کسی کو نہ لیکن بناؤ

متانت کا دامن نہ زنہار چھوڑو
چھچھوری جو ہو طرزِ رفتار چھوڑو

تبختر کے اندازِ رفتار چھوڑو
بنے خاک سے ہو یہ اطوار چھوڑو

ہے مذموم انسان کا دل دکھانا
زبان سے دلوں پر، نہ آرے چلانا

سبق سیکھ لو، کاش تم جانور سے
نہیں اس کا شاکی زبان کے ضرر سے

نہ زنہار پھبتی، کسی پر اڑاؤ
خدا کے لئے تم نہ بے پر اڑاؤ

بری بات ہے، بدگمانی کی عادت
تراشو، کسی پر نہ زنہار تہمت

غرور اور نخوت کی علت بری ہے
تکبر ہے بے جا رعونت بری ہے

خدا نے تمہیں گر تونگر کیا ہے
تمہیں صاحبِ دولت وزر کیا ہے

تو اس پر خدارا نہ مغرور ہونا — نشہ میں نہ دولت کے مخمور ہونا

جو مفلس ہیں ان کو نہ کمتر سمجھنا — ہمیشہ انہیں تم برابر سمجھنا
ہیں فرشِ زمیں پر گداؤ تونگر — برابر ہیں رتبہ میں، آپس میں ہمسر
مساواتِ اسلام، بے شک یہی ہے — غریبوں سے نفرت نہایت بُری ہے
نظر اپنے عیبوں پہ کرتی رہو تم — نہ لوگوں کے عیبوں کے پیچھے پڑو تم
نظر گر گناہوں پہ اپنے رہے گی — نہ پھر عیب جوئی کی مہلت ملے گی
چغلخور سے دور رہنا خدا را — مٹا دے گا وہ نیکیوں کا سہارا
نہ غیبت سے آلودۂ جُرم ہونا — زباں گندگی میں نہ اپنی ڈبونا
کمینہ سے رکھنا نہ تم دوستداری — وہ برباد کر دے گا نیکی تمہاری
کمینہ کے اوصاف بد کیا بتاؤں — دیا کیا میں کالے کے آگے جلاؤں
کمینہ کو آتی ہیں، مکاریاں بھی — ہیں اِنسان کُش اس کی عیاریاں بھی
کمینہ کو خوفِ خدا ہی نہیں ہے — کہ آنکھوں میں اس کی، حیا ہی نہیں ہے
تمہیں دولتِ علم، گر ہے میسر — درخشاں ہو پھر آدمیت کے جوہر
نہیں بات ہنسنے کی، کچھ جاہلوں پر — انہیں راہ دکھلاؤ، شائستہ بن کر
جہالت کے سارے طریقے مٹا دو — دلوں سے حماقت کے خدشے مٹا دو
فساد اور فتنہ سے، تم پر حذر ہو — نہ رکھو قدم، راہ گر پُر خطر ہو
کریں پیروی ہم جو خُلقِ نبی کی — ہوں آسان، سب مشکلیں زندگی کی
سہے ناچیز نوشابہ کی یہ نصیحت — ہیں اخلاقِ حسنہ، کلیدِ مسرت

نوشابہ

پک نک

افراد ڈراما

شکیلہ
عذرا
یاسمن
راج کماری
سندری
} ایک کالج کی لڑکیاں

خالہ جان ... . عذرا کی خالہ۔
چمپا .... ایک گاؤں کی عورت

پہلا سین

(عذرا نے اپنے کالج کی لڑکیوں کو گارڈن پارٹی دی ہے۔ شکیلہ، یاسمن، سندری، راج کماری مہمان آئی ہیں۔ لڑکیاں چائے پی رہی ہیں قہقہے اڑ رہے ہیں۔)

عذرا۔ سندری تم اب گھر سے نکلی ہو۔ کیوں نہ ہو آج تمہارے راجندر جو آئے ہوئے ہیں۔ بھلا کیسے چھوڑنا گوارا کرتیں؟

یاسمن۔ (قہقہہ لگا کر) خوب کہی۔ کالج بھی اسی لئے دیر کرکے آتی ہیں۔

سندری۔ تم تو دیوانی ہو۔ بات یہ تھی کہ آج راجندر کا اصرار تھا کہ اتوار کا دن ہے تین کا شو دیکھنے چلو۔ میں ان کے کہنے سے چلی گئی۔ بس شو کے ختم ہوتے ہی بھاگی۔

راج کماری۔ اور راجندر کو چھوڑنا کیسے گوارا کیا؟

شکیلہ۔ ہاولیوں چھوڑتی کیوں؟ گھنٹہ بھر بعد اسی کے پاس پہنچ جائے گی۔

یاسمن۔ اچھا سندری یہ تو بتاؤ کونسا فلم تھا۔

سندری۔ ڈاکٹر مادھور یکا...... سبیتا دیوی کا فلم۔

عذرا۔ ہائے میں بھی جاتی۔ میں تو سبیتا کی صورت کی دیوانی ہوں۔

شکیلہ۔ سبیتا کی ایکٹنگ تو جیسی ہے وہ معلوم ہے۔ بس اپنی صورت دکھایا کرتی ہے ہاں موتی اچھا پارٹ کرتا ہے۔

راج۔ مجھے تو سیگل کا پارٹ پسند ہے۔ اس کا گلا تو غضب کا ہے۔

شکیلہ۔ مگر اس کی ساتھن مجھے نہیں بھاتی سوکھی، لمبی، جیسے دق کی ماری ہو اور ایکٹ کرے گی تو ہاں، نہیں کے سوا کچھ کہنا ہی نہیں آتا۔

یاسمن۔ اے ہٹاؤ بھی ان سب کو ہمیں تو بمبئی ٹاکیز کے ڈرامے پسند ہیں۔ دیوکا رانی کس بلا کا پارٹ کرتی ہے اور کیا صورت پائی ہے کہیں دیکھے جاؤ۔

عذرا۔ اور اشوک کمار کیا کم ہے۔

شکیلہ۔ ہر ایک میں تو نہیں ہاں عزت بیں اس کا پارٹ خوب تھا۔

سندری۔ مجھے تو وہ فلم پسند ہے جس میں ہیرو ہیروئن دونوں خوبصورت ہوں۔ اگر صورت اچھی نہیں ہوتی تو سارا مزا کرکرا ہوجاتا ہے۔

عذرا۔ کیوں نہ ہو تم خود جو مادھوری جیسی حسین ہو۔

سندری۔ (بگڑ کر) دیکھو عذرا پھر تم نے مجھے مادھوری کی مثال دی۔ تم خود رتن ہو تمہارے بال بالکل رتن کے سے ہیں۔

یاسمن۔ توبہ ہے۔ کیا پاگل پن ہے سینما کے سوا کسی بات کا ذکر ہی نہ رہا۔

سندری۔ ہم تمہارے سے خشک مزاج نہیں ہیں۔

عذرا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ کل جو چھٹی ہے اُسے کیسے گزاریں۔

راج۔ ہم تو چاہیں سب ایک جگہ جمع ہو کر کیرم، بیڈمنٹن اور تاش کھیلیں۔

یاسمن۔ ہم بتائیں۔ پک نک کو چلو۔

سب۔ ہاں۔ ہاں۔ خوب تجویز ہے بس یہی رہی۔ پک نک ہی کو چلیں گے۔

عذرا۔ لو غضب وہ خالہ جان آرہی ہیں۔ اب خدا خیر کرے سب کو سیکڑوں سنائیں گی۔

شکیلہ۔ سارا مزا کرکرا ہوگیا۔

یاسمن۔ ارے توبہ ہے آنے دو تمہارا کیا ہرج ہے۔

عذرا۔ آنے دو کی خوب کہی کیا اب وہ ہمارے روکے رُک سکتی ہیں؟ (سٹر پٹر کرتی خالہ جان آتی ہیں)

یاسمن و عذرا۔ خالہ جان۔ آداب۔

خالہ جان۔ جیتی رہو۔ اے ہے کیا زمانہ آگیا ہے۔ آج کل کی لڑکیوں کو اتنی بھی تمیز نہیں کہ کسی بزرگ کو دیکھ کر کھڑی ہوجائیں۔ جھک کر سلام کریں بس کھینچ مارا پتھر خالہ جان آداب۔

(لڑکیاں بے چینی سے کھسر پھسر کرتی ہیں۔)

خالہ جان۔ اوئی بیوی۔ ابھی تو قہقہے پڑ رہے تھے میرے آتے ہی سوگ کیوں پڑ گیا۔ اے لوگوں کیا دنیا کی شرم جاتی رہی۔ یہ خیال نہیں کہ باتوں کی آواز ٹھٹھوں کا شور غیر مرد سنیں گے۔

راج۔ خالہ جان سنیں گے تو سنیں ہمارا کیا ہرج ہے۔

خالہ جان۔ اے ہاں بی۔ اس چودھویں صدی میں جو نہ ہو تھوڑا ہے آواز کیا تمہیں صورت دکھاتے کب لحاظ آتا ہے۔ لے ہے یہ کھلی باہیں، ننگے سینے کیسی دنیا سے شرم اُڑ گئی اسکول میں پڑھ کر تو لڑکیاں بالکل ہی برباد ہو جاتی ہیں۔

عذرا۔ خالہ جان آپ یوں ہی اسکول کو بُرا کہا کرتی ہیں۔

خالہ۔ تو کیا کروں جی جلتا ہے تو دھواں نکلتا ہی ہے۔ تیرے اماں باوا نے تو شتر بے مہار بنا کر چھوڑ دیا ہے۔ جو چاہے کرے۔ جہاں جی چاہے ماری ماری پھرے ان کو کچھ مطلب ہی نہیں۔

عذرا۔ پھر آپ ہی دیکھئے ہیں پاپا ماما کی مرضی کے خلاف تو کچھ نہیں کرتی۔

خالہ جان ۔ چل بیٹھ لڑکی ۔ پاپا ۔ ماما ۔ پاپا ۔ ماما ۔ مجھے یہ انگریزی ونگریزی کی ٹانگ توڑنی اچھی نہیں لگتی ۔ کوا چلا ہنس کی چال اپنی بھی گیا بھول ۔

لڑکیاں ۔ عذرا اب اجازت دو ہم جاتے ہیں ۔

خالہ جان ۔ تم کیوں جا رہی ہو میں ہی چلی جاتی ہوں ۔ میں جانتی ہوں میرا بیٹھنا تم سب کو برا لگتا ہے ۔ مجھے کیا جو تمہیں پھر کہوں جب تمہارے اماں باوا ہی نے چھوڑ رکھا ہے تو مجھے غرض ۔ مطلب ۔

(غُصّہ کی چال سے واپس جاتی ہیں)

سندری ۔ جس کم جہاں پاک ۔

عذرا ۔ بھئی میں تم سب سے معافی چاہتی ہوں ۔ انھوں نے خواہ مخواہ آپ سب کو بُرا بھلا کہا ۔ کیا کروں ان کی ایسی ہی طبیعت ہے میں تو ہر وقت سنتے سنتے عادی ہو گئی ہوں ۔

راج ۔ معافی کی کیا بات ہے ۔ سب کے ہاں اسی ٹائپ کی خالہ ، پھوپھی ، نانی ، دادی کوئی نہ کوئی موجود ہیں ۔ ہماری چچی جان بس خالہ جان کا نمونہ ہیں ۔

سندری ۔ میں کہتی ہوں کہ ان بڑھیوں کو یہ کیا مرض ہے کہ ہمیشہ نئے زمانے کی لڑکیوں کا رونا رویا کرتی ہیں ۔

شکیلہ ۔ بات یہ ہے خود دل تو ان کا بھی ہمارا جیسا بننے کو چاہتا ہے مگر بچاریوں کی جوانی ڈھل چکی ہے ۔ بڈھی گھوڑی لال لگام کے ڈر سے فیشن سے دور رہتی ہیں اور حسد کے مارے ہمیں بُرا بھلا کہتی ہیں ۔

سب ۔ (قہقہہ لگا کر) بالکل ٹھیک یہی بات ہے ۔

یاسمن ۔ یہ تو کہو پک نک کی کیا ٹھیری ؟

عذرا ۔ بس طے ہے ۔ صبح سویرے دریا کے کنارے چلیں گے ۔ کھانے پینے کی سب چیزیں ساتھ لے لیں گے ۔ شام تک واپس آجائیں گے ۔

سندری ۔ کس سواری پر چلوگی ۔

عذرا ۔ موٹر میں ۔

یاسمن ۔ ڈرائیو کون کرے گا ۔

شکیلہ ۔ راج ڈرائیو کریں گی ۔ کسی ڈرائیور کو ساتھ نہ لیں گے ۔ غیر آدمی کے ہونے سے لُطف نہیں رہتا ۔ پھر یاسمن کافی پریکٹس کرتی ہیں ۔ انہیں دِقت ہوگی ۔

راج ۔ پھر پکّی رہی ۔ کل صبح چلنا ہے ۔

سندری ۔ ضرور ۔ ضرور ۔

سب ۔ (آپس میں) گُڈ بائی ۔ گُڈ نائٹ ۔ کل ملیں گے (چلی جاتی ہیں) ۔

. . . .

دوسرا سین

(موٹر میں پیچھے کی سیٹ پر سندری ، یاسمن ، اور عذرا بیٹھی ہیں سامنے شکیلہ اور راج ہیں راج موٹر چلا رہی ہے)

عذرا۔ بھئی راج واہ واہ۔ خوب ڈرائیو کرتی ہو۔
سندری۔ گھر چل کر نہیں سند دے دیں گے خاصی کسی کے ہاں پندرہ بیس کی نوکری مل جائے گی۔
راج۔ چل ہٹ بدتمیز، تو کیا جانے موٹر چلانا کسے کہتے ہیں۔
شکیلہ۔ ارے اب کتنی دور ہے سات آٹھ میل تو آچکے۔
راج۔ بس چار یا زیادہ سے زیادہ پانچ میل اور ہے۔
یاسمن۔ توبہ بہت دور ہے واپسی میں ڈر لگے گا۔
شکیلہ۔ واہ ری ڈرپوک۔
عذرا۔ یہ پردے کی برکت ہے۔ ذرا سی بات میں ڈر جاتی ہیں۔
یاسمن۔ کیوں خواہ مخواہ سب کی سب میرے پیچھے پڑی ہو۔ میں پردہ کہاں کرتی ہوں۔ ہاں گھر والوں کی مجبوری سے برائے نام ضرور کرتی ہوں تمھاری طرح مجھ سے بڑوں کا کہنا ٹالا نہیں جاتا۔
راج۔ (مڑکر) ہاں بھئی یاسمن تم حسین جو سب سے زیادہ ہو اس لئے مردوں کو منھ دکھانے سے ڈرتی ہو (یکایک بڑے زور سے آواز ہوتی ہے اور موٹر ایک یکہ سے لڑجاتی ہے لڑکیاں چیختی ہیں۔)
ایک۔ ہائے اللہ یہ کیا ہوا۔
دوسری۔ پرمیشور
تیسری۔ یہ چیز نہیں۔ موٹر کسی چیز سے ٹکر اگیا ہے۔ خدا جانوں کی خیر کرے۔
راج۔ (خوف کے لہجے میں) گھبراؤ نہیں، موٹر ایک یکہ سے لڑ گیا ہے۔ وہ دیکھو ایک بڑھیا گری پڑی ہے اور دور ایک مرد پڑا ہے۔ شاید یکہ والا ہو۔ چلو اتر و دیکھیں کیا ہوا۔
شکیلہ۔ بھئی میرے تو سر میں بڑی چوٹ لگی ہے۔ دماغ بھنا گیا۔
سندری۔ اور میرے اوپر یاسمن آ پڑیں۔ سارا بوجھ مجھ پر ڈال دیا۔
عذرا۔ پھر پکنک کا تو مزا ہی یہ ہے کہ تھوڑی سی تکلیف بھی اُٹھائیں۔
شکیلہ۔ جی ہاں تمھارے چوٹ لگتی جب معلوم ہوتا۔
عذرا۔ چوٹ تو میرے بھی لگی ہے مگر تمھاری طرح رو نہیں رہی۔
یاسمن۔ اب اپنے ہی لاڈ کئے جاؤ گے یا ان بیچاروں کی بھی خبر لوگی۔ چلو اترو۔ (سب اتر کر پاس جاتی ہیں)
راج۔ ہائے ہائے یکہ والا تو مر گیا۔
شکیلہ۔ نہیں مرا نہیں اور خون بھی نہیں نکل رہا ہے۔ صرف بیہوش ہو گیا ہے دیکھو نبض چلتی ہے۔
عذرا۔ بڑھیا کے بہت چوٹ آئی ہے سر سے خون نکل رہا ہے۔
سندری۔ زندہ بھی ہے؟
راج۔ ہاں زندہ تو ہے اور چوٹ بھی بہت نہیں ہاں کھال چھل کر خون بہت نکل رہا ہے۔
شکیلہ۔ اب کیا کرنا چاہیئے۔

یاسمن۔ کرنا کیا چاہئے۔ انہیں موٹر میں ڈال کر اسپتال پہنچا دینا چاہیئے۔
شکیلہ۔ واہ سیر نہ غارت ہوجائے گی۔
عذرا۔ سیر تو خیر موٹر کا ستیاناس جو ہوجائے گا۔
راج۔ تمہیں سیر اور موٹر کی پڑی ہے اری احمقوں پولس والے نہ پکڑلیں گے؟
سندری۔ تو جان کر موٹر تھوڑا ہی لڑائی ہے جو پولس پکڑے گی۔
یاسمن۔ غلطی تو ہماری تھی یکہ تو الگ کنارے پر جا رہا تھا۔
راج۔ کیا کہوں میں نے جو پیچھے مڑکر دیکھا اتنی دیر میں موٹر یکہ سے لڑگیا۔
عذرا۔ نہ جانے موٹر تو خراب نہیں ہوگیا۔
یاسمن۔ تمہیں اپنے موٹر ہی کی پڑی ہے۔ اس میں کچھ خرابی نہیں ہوئی۔ چاہے دیکھ لو۔
شکیلہ۔ ہائے بچارے دونوں بے ہوش ہیں۔ مگر ہم بھی مجبور ہیں۔ کیا کریں۔
راج۔ میرے خیال میں اسپتال لے جانا تو ٹھیک نہیں موٹر الگ خراب ہوگی اور سب سے بڑھ کر یہ فکر ہے کہ خواہ مخواہ پولس کو بیان ویان دینا پڑے گا۔ کچھ دیر میں کوئی نہ کوئی ادھر سے گزرے گا وہ انہیں اسپتال پہنچا دے گا۔
عذرا۔ ان کی کچھ مدد تو کرنا ہی چاہیئے۔
شکیلہ۔ ان کے پاس کچھ روپے رکھ دو۔
سندری۔ ہاں ہاں یہ بہت مناسب ہے۔
راج۔ لو میں نے دونوں کے پاس دو روپے رکھ دیئے۔
یاسمن۔ دو روپے سے کیا ہوگا اتنا تو ہو کہ مرہم پٹی ہوجائے۔
راج۔ میرے پاس تو یہی تھے۔
عذرا۔ یہ چار روپے اور میں نے رکھ دیئے۔
سندری۔ چلو اب بہت دیر ہوگئی۔

(سب موٹر میں بیٹھ کر روانہ ہوجاتی ہیں)

تیسرا سین

(دریا کے کنارے پانچوں لڑکیاں کھیل کود میں مصروف ہیں، کوئی منہ ہاتھ دھو رہی ہے کوئی ریت اچھالتی ہے۔ کوئی کچھ کھا رہی ہے، خوب قہقہے اڑ رہے ہیں)

عذرا۔ یاسمن کو کیا ہوا کیسی چپ بیٹھی ہے۔
یاسمن۔ کیا کہوں مجھے رہ رہ کر اس غریب بڑھیا اور یکہ والے کا جو ہماری غفلت کا شکار ہوئے خیال آ رہا ہے۔ خدا جانے اب تک وہیں پڑے ہیں کہ کوئی اٹھا لے گیا۔
شکیلہ۔ اس بڑھیا پر مجھے بھی بہت ترس آتا ہے بچاری بہت ضعیف تھی یکہ والا تو جوان ہے جلدی اچھا ہوجائے گا۔

یاسمن ۔ میرا ضمیر ملامت کر رہا ہے کہ ہم انھیں پڑا چھوڑ کر چلے آئے ۔

راج ۔ آپ کے ضمیر کے کیا کہنے سب سے نرالا تمہارا ہی ضمیر ہے ۔ جو ہمارا فرض تھا ، ہم نے ادا کر دیا ۔ اس سے زیادہ ہمدردی کرنے سے ہم خود خطرے میں پڑتے تھے ۔ کیا تم چاہتی تھیں کہ ہم سب کو سزا ہوتی ۔

یاسمن ۔ انسان کا فرض ہے کہ دوسروں کے کام آئے ۔ اگر اس کی وجہ سے تھوڑی تکلیف بھی ہو تو پروا نہ کرنی چاہیئے ۔

عذرا ۔ ہمدردی اسی حد تک اچھی ہے جب تک آدمی خود خطرے میں نہ پڑتا ہو ۔

سندری ۔ غریب آدمی کو سب سے زیادہ روپے کی خواہش ہوتی ہے اور اسی سے بہت خوش ہوتا ہے جو اس وقت ہمارے پاس تھا ہم نے انہیں دے دیا جب انہیں ہوش آئے گا تو یقیناً خوش ہوں گے ۔

راج ۔ اچھا یاسمن اب اس فکر کو دل سے دور کرو ۔ انہیں ضرور کسی نہ کسی نے اسپتال پہنچا دیا ہوگا ۔ چلو چائے پیو ۔

سندری ۔ اسے ہے دیکھنا یاسمن وہ عذرا گری ۔ ذرا پاؤں پھسلتا تو دریا میں جاتی ۔

عذرا ۔ میرے سارے کپڑے کیچڑ میں بھر گئے ۔ مجھے اُٹھاؤ ۔

یاسمن ۔ میں آئی (اسے اٹھانا چاہتی ہے خود بھی گر پڑتی ہے) ارے میں بھی گری ۔

(لڑکیاں قہقہے لگاتی ہیں ۔)

عذرا ۔ ہائے میری ساڑھی ستیاناس ہوگئی ۔

سندری ۔ تو کیوں ایسی قیمتی ساڑھی پہن کر آئیں تھیں ۔

راج ۔ کیا اسے خبر تھی کہ گر پڑے گی ۔

شکیلہ ۔ تم بھی بڑا سنگار کر کے آئی ہو نا ۔ (اسے دھکا دیتی ہے راج گر پڑتی ہے)

راج ۔ کچھ پاگل ہے شکیلہ جو مجھے گرا دیا ۔

عذرا ۔ اسے بھی غوطہ دینا چاہیئے ۔ بہت بڑھ بڑھ کر بول رہی ہے ۔

(آگے آگے شکیلہ اس کے پیچھے عذرا بھاگتی ہے)

....

چوتھا سین

(رات ہوگئی ہے ۔ لڑکیاں پک نک کر کے واپس آ رہی ہیں ۔ جب گھر چار پانچ میل رہ جاتا ہے تو یکا یک موٹر رک جاتا ہے ۔ دیکھتی ہیں تو پٹرول ختم !)

عذرا ۔ غضب ہوگیا ۔ کیا بے موقع پٹرول ختم ہوا ہے ۔

یاسمن ۔ جنگل کا معاملہ رات کا وقت ۔ کیا کیا جائے ؟

سندری ۔ اگر چور یا ڈاکو نکل آئے تو کیا ہوگا !

شکیلہ ۔ ہوگا کیا اور کریں گے کیا مقابلہ کریں گے ۔ تف ہے ہم پر اگر ہم اپنی عمریں کالج اسکولوں میں گزارنے کے بعد بھی اس قدر ڈرپوک ہوں ۔ چوروں کے ہاتھ پاؤں ہیں ۔ ہمارے نہیں ہیں ؟

عذرا ۔ بی بہادر جنرل پھر یہ تو بتاؤ کہ اب کیا کیا جائے ۔

شکیلہ۔ اگر ہماری جگہ اس وقت لڑکے ہوتے تو وہ آخر کیا کرتے کیا وہ بھی چوروں سے ڈر کر رونے لگتے۔ اس پر دعویٰ کرتی ہو کہ ہم مردوں کے برابر ہیں۔

عذرا۔ یہ بحث کا وقت نہیں۔ سوچنا یہ ہے کہ یہ سردی کی رات جنگل میں کیسے بسر ہوگی۔ راج کیا بالکل ہی پٹرول ختم ہوگیا؟

راج۔ جی نہیں میں صرف آپ کو بہکا رہی تھی۔ احمق کہیں کی۔

یاسمن۔ راج وہ دیکھو دور ہلکی روشنی ٹمٹما رہی ہے۔ ضرور کوئی گاؤں ہوگا۔ چلو وہاں پناہ لیں۔

سندری۔ نہ جانے کتنی دُور ہو۔

یاسمن۔ روشنی چونکہ چراغوں کی ہے اس وجہ سے بہت ہلکی معلوم ہوتی ہے مگر میرا خیال ہے زیادہ دور نہ ہوگا۔

راج۔ ہاں یاسمن تمھاری رائے ٹھیک ہے۔ اپنی چادریں اور کوٹ اٹھالو۔ عذرا موٹر میں سے ٹارچ بھی لے لو اور روشنی کی سیدھ میں چلو۔

(کچھ دیر بعد ایک کچے مکان پر لڑکیاں ٹھہر جاتی ہیں)

سندری۔ راج وہ دیکھو ایک کچا مکان ہے چلو اسی کو کھٹکھٹائیں۔ اس میں روشنی بھی ہو رہی ہے۔

(کھٹکھٹاتی ہیں۔ ایک عورت ہاتھ میں چراغ لئے دروازے کے قریب آکر پوچھتی ہے) کون ہے؟ کیا نام ہے؟

یاسمن۔ دروازہ کھولو تو بتائیں (دروازہ کھلتا ہے)

چمپا۔ (حیرت سے) ایں۔ یہ کون لڑکیاں؟

شکیلہ۔ بہن جی ہم بہت مشکل میں ہیں۔ ہم ایک جگہ سے واپس آرہے تھے کہ یہاں سے ذرا دور پر پٹرول ختم ہوگیا۔ یہاں کسی کے ہاں پٹرول ہو تو دلوا دیجئے ہم منہ مانگے دام دیں گے۔

چمپا۔ پٹرول کیا چیز ہے۔

راج۔ موٹر گاڑی جس تیل سے چلتی ہے اسے پٹرول کہتے ہیں۔

چمپا۔ واہ لڑکیوں تم یہ بھی نہیں جانتیں کہ گاؤں میں موٹر گاڑی اور پٹرول تیل کہاں سے آیا۔

لڑکیاں آپس میں۔ اب کیا کریں۔

چمپا۔ ارے تم جوان جوان لڑکیاں اکیلی ہو کوئی مرد ساتھ نہیں۔

راج۔ (ناک چڑھا کر) نہیں۔ مرد کا کیا کرنا تھا۔

چمپا۔ مجھے تو بڑا اچرج ہوتا ہے کہ تم لڑکیاں اس اندھیری رات میں اکیلی کہاں سے آرہی ہو۔ اب تم شہر تو اس وقت پہنچ نہیں سکتیں۔ ہاں میرا جھونپڑا موجود ہے اس میں رات گزار لو۔ تم امیرزادیاں ہو شکہ تو تمہیں کیا لے گا پر جیسے بھی ہو یہ رات بسر کرلو صبح چلی جانا۔

سندری۔ کہو بھئی کیا رائے ہے۔

راج۔ رائے کیا ہوتی رات تو بہر حال گذارنی ہی ہے۔

شکیلہ۔ رائے ہے میرا تو اس گندی چھوٹی سی کوٹھری کو دیکھ کر دم الٹا آتا ہے کیسے رات گزرے گی۔

یاسمن۔ جیسے بھی گزرے گزار دو جنگل میں رہنے سے تو بہتر ہے (اندر جاکر سب کی سب ایک چوکی پر بیٹھ جاتی ہیں)

چمپا۔ تم بہت تھکی ہوئی لگتی ہو اسے بے تم بھوکی بھی تو ہو گی۔ لڑکیوں میں غریب ہوں۔ میرا آدمی شہر میں مزدوری کرتا ہے آج کل رات کو کام پہ جاتا ہے۔ اس لئے میں اکیلی ہوں۔ تمہارے قابل تو نہیں ہے مکا کی روٹی اور چنے کا ساگ رکھا ہے وہی کھا اور یہ پیال بچھا ہے اس پر لیٹ جاؤ۔

سندری۔ راج ہم سے تو یہ مکا کی روٹی نہیں کھائے گی۔

راج۔ سندری بری بات ہے اس کے منہ پر تو ایسی بات نہ کہو۔

یاسمن۔ شکر نہیں کرتیں اس کس مپرسی کی حالت میں یہ بھی میسر آگیا۔

عذرا۔ سچ سچ انسان کو موٹا جھوٹا کھانے کی عادت بھی ہونی چاہئے۔ خدا جانے کیا وقت پڑے۔

یاسمن۔ لاؤ بہن چمپا ساگ روٹی لاؤ بڑی بھوک لگی ہے ہم بہت خوشی سے کھائیں گے (وقفہ)

چمپا۔ لو بی بی یہ پیال بچھا ہے اس پر لیٹ جاؤ۔ میں یہاں آگ جلا دوں گی تو ذرا گرمی ہو جائے گی اور یہ میرا اوڑھنا ہے اسے اوڑھ لو۔ میں ذرا اپنی بہن کے ہاں سے لکڑی لے آؤں۔ (جاتی ہے)

عذرا۔ اُف ہے سردی کے مارے دم نکلا جاتا ہے۔

راج۔ وہ بچاری یہ دو رضائیاں دے تو گئی ہے اوڑھ لو نہ۔

عذرا۔ مگر ان کی بو سے تو دماغ پھٹا جاتا ہے میل دیکھ کر گھن آتی ہے کیسے اوڑھوں۔

یاسمن۔ یا تو میل اور بو کا ہی خیال کر و یا سردی ہی کا۔

راج۔ سچی بات یہ ہے جس کو سچ سچ سردی لگے گی وہ یہی میلی بدبودار اوڑھے گی۔

شکیلہ۔ مجھے تو اس کی غربت دیکھ کر رنج ہوتا ہے۔ (چمپا آتی ہے۔)

چمپا۔ میں یہ لکڑیاں لے آئی ہوں آگ جلا دوں گی۔ آدھی رات تو آ ہی گئی۔ کچھ رات اور ہے تم سو جاؤ میں آگ جلاتی رہوں گی۔

یاسمن۔ اور بوا تم نہیں سوؤ گی اور اوڑھو گی کیا تمہاری رضائیاں تو ہم نے لے لیں۔

چمپا۔ اس کی فکر نہ کرو مجھے تو عادت ہے کبھی کبھی کام کرنے کو ساری رات جاگنا پڑتا ہے اور سردی بھی نہ لگے گی میں آگ کے پاس بیٹھی رہوں گی۔ ہاں اس کا بہت دُکھ ہے کہ تمہیں کوئی سکھ نہ دے سکی۔ تم امیر ہو موٹا جھوٹا کھانا اور زمین پہ سونا کیا جانو۔ مگر کیا کروں اور کچھ نہیں ہے۔

راج۔ نہیں بوا تم اس کا ذرا بھی خیال نہ کرو ہمیں کوئی تکلیف نہیں بڑے آرام سے ہیں۔

(سب سو جاتی ہیں)

پانچواں سین

(چمپا صبح سویرے اُٹھ کر بکریوں کا دودھ دوہتی ہے۔ گیہوں لا کر اس کی روٹی پکاتی ہے۔ جھاڑو بہارو دے کر جب فارغ ہو جاتی ہے تو لڑکیوں کے پاس آتی ہے)

چمپا۔ جوانی اور بے فکری کی کیسی اچھی نیند سو رہی ہیں۔ پہلے کیسی گھبرائیں کہ ہم زمین پر کیسے سوئیں گے اور اب کیا مزے سے سو رہی ہیں (دیکھتی ہے)

چمپا۔ بی بی۔ اے بی بی۔ لے اُٹھو نا بہت دن چڑھ گیا۔ کب تک سوؤ گی۔ (لڑکیاں اُٹھتی ہیں)

عذرا۔ اے سندری کیا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی ہے۔

سندری۔ عذرا میں کہاں ہوں یہ کیا جگہ ہے؟

عذرا۔ اری پاگل سب بھول گئی۔ اچھا بوجھ تو یہ کیا جگہ ہے۔

سندری۔ دھنتی ہے۔ توبہ سو کر میری مت پلٹ گئی سمجھی کہ گھر سوئی ہوں۔

شکیلہ۔ راج اور یاسمن کیا مزے سے سو رہی ہیں (جھنجوڑ کر) لو اٹھو ناکب تک سوؤ گی۔

یاسمن اور راج۔ ارے کون ہے ہٹو۔ لے کے ستا مارا۔

سندری۔ اے واہ آٹھ بج چکے۔ تمہاری نیند ہی نہیں ٹوٹتی۔

یاسمن۔ توبہ ہے کس قدر ہم لوگ سوئے۔ چمپا بوا سلام۔ تم بھی کیا کہتی ہو گی کہ کیسی کاہل ہیں۔

چمپا۔ تم منہ ہاتھ دھو ڈالو۔ یہ بکری کا دودھ اور گیہوں کی روٹی رکھی ہے تھوڑا سا اچار ہے۔ اسے کھالو۔

راج۔ بہن جی تمہیں ہماری وجہ سے بڑی تکلیف ہوئی تمہارا احسان کبھی نہ بھولیں گے۔ (کھاتی ہیں)

شکیلہ۔ لو بھئی اب چلو۔ گھر پر سب پریشان ہوں گے۔ کالج کا وقت تو نکل ہی گیا۔

عذرا۔ ہاں اب چلنا چاہیئے۔

راج۔ مگر پٹرول تو ہے نہیں۔

عذرا۔ اجی پیدل چلیں گے۔ رات کی بات اور تھی اب تو دن ہے۔

یاسمن۔ ہاں ڈر کا ہے کا ہے۔ موٹر آکر ڈرائیور لے جائے گا۔ اچھا بوا چمپا اب ہم جاتے ہیں تمہارا احسان عمر بھر نہ بھولیں گے۔

چمپا۔ اجی میں غریب گنوار تمہیں کچھ بھی سکھ نہ دے سکی۔ الٹی تم نے تکلیف اٹھائی۔

عذرا۔ نہیں بہن ایسا نہ کہو۔ ہم نے تو ایسا آرام پایا کہ شکریہ ادا نہیں کر سکتے۔ اگر شہر میں ایسا واقعہ پیش آتا تو شاید ہی کہیں پناہ ملتی۔

لڑکیاں۔ بوا ہم تمہارا شکریہ تو ادا نہیں کر سکتے مگر یہ تھوڑے سے روپے ہیں انہیں قبول کرکے ہم پر احسان کرو۔

چمپا۔ (چونک کر) نہیں روپے کیسے۔ (رنجیدگی کے لہجے میں) میں بھٹیاری نہیں ہوں کہ اگر کسی کو چھ گھنٹے اپنے ہاں ٹھیرا لیا تو

بدلے میں روپے لوں۔

راج۔ نہیں نہیں ایسا خیال نہ کرو۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ تمہارے احسان کا تھوڑا سا بدلہ ہو جائے۔

چمپا۔ نہیں میں نے کوئی احسان نہیں۔ وہ آدمی نہیں جو کسی کی مصیبت یا تکلیف کے وقت کام نہ آئے۔ میں نے جو تھوڑی بہت

تمہاری مدد کی وہ ہمدردی کی وجہ سے تھی روپے کے لالچ سے نہیں۔

شکیلہ۔ یہ کون کہتا ہے کہ تم نے روپے کے لالچ سے ہماری مدد کی مگر یہ نہ لوگی تو ہمیں رنج ہوگا۔

چمپا۔ بچیوں مجھے مجبور نہ کرو۔ مجھے ان کے لینے سے بہت دکھ ہوگا بس میرے لئے یہی بدلہ بہت ہے کہ تم کبھی کبھی مجھے یاد کر لیا کرو۔

یاسمن۔ عذرا اب زیادہ اصرار نہ کرو انہیں رنج ہوتا ہے۔

سب لڑکیاں۔ لو اب ہم جاتے ہیں تمہیں عمر بھر یاد کریں گے۔

چمپا۔ جیتی رہو۔ پرمیشور سکھی رکھے۔

(لڑکیاں تھوڑی دور خاموشی سے چلتی ہیں پھر گفتگو شروع ہوتی ہے)

یاسمن ۔ کیوں عذرا اب تو نہ کہو گی کہ غریب آدمی سب سے زیادہ روپے کا خواہشمند ہوتا ہے اور اسی سے خوش ہوتا ہے ۔ دیکھو یہ عورت کیسی سیر چشم ہے ۔

عذرا ۔ جچا غیر معمولی کیرکٹر کی عورت معلوم ہوتی ہے ۔ اس نے ہم بے جانے بوجھے آدمیوں کو اپنے ہاں ٹھیرایا ۔ سونے کا سامان کیا ۔

راج ۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ جو روپیہ ہم نے اسے دیا اُسے قبول نہیں کیا ۔

یاسمن ۔ یہی نہیں کہ قبول نہیں کیا بلکہ اُسے صدمہ ہوا کہ ہم نے اس کی خدمت کا معاوضہ روپے سے کیا ۔

شکیلہ ۔ اگر ہمارے ہاں کوئی اپنا عزیز قریب بھی آتا ہے تو ہم زیادہ سے زیادہ اس کے لئے یہی کرتے ہیں کہ ایک فالتو پلنگ یا بستر دیدیا کوئی کمرہ خالی ہوا تو اس کو وہاں ٹھیرا دیا ۔ بے وقت آیا تو زیادہ سے زیادہ چائے پلادی ۔

سندری ۔ ہم کبھی بھی یہ نہیں کرتے کہ اپنا کمرہ پلنگ بستر سب اُس کو دے دیں ۔ رات بھر جاگ کر اس کی خدمت کریں ۔

یاسمن ۔ اور یہ تو کہو کہ یہ سب کچھ بھی اپنے دوست یا عزیز کے لئے کرتے ہیں ۔ اگر کوئی انجان آدمی اس طرح رات کے وقت آکر ہمارا دروازہ کھٹکھٹائے تو شاید ہم اس کو دھکے دے کر نکال دیں ۔ ہم پڑھے لکھے مہذب لوگوں سے تو یہ جاہل گنوار اچھے ۔ ان میں کم از کم انسانی ہمدردی اور سچی محبت تو ہے ۔

عذرا ۔ یاسمن تم جس کی تعریف کرنے لگتی ہو ۔ حد سے بڑھ جاتی ہو ۔ کیا مہذب تعلیم یافتہ لوگوں میں محبت ہمدردی و اخلاق نہیں ہوتا ؟

یاسمن ۔ عذرا کیوں میری زبان کھلواتی ہو ۔ ہماری اپنی مثال اس عورت کے مقابلہ میں موجود ہے ۔ کل ہم لوگ دو زخمیوں کو جو ہماری غفلت کا شکار تھے چھوڑ کر چلے گئے ۔ ہمیں اپنی سیر ، اپنی موٹر کے خراب ہونے اور سزا پانے کا ڈر ہوا ۔ ان بدنصیبوں کی فکر نہ ہوئی ہمارے دل میں سچی ہمدردی ہوتی تو کیا ایسا ہی کرتے ؟ اور اس عورت نے بے جانے بوجھے ہمیں اپنے ہاں ٹھیرا لیا اگر وہ ہمیں پناہ نہ دیتی تو اس سردی میں رات بھر اکڑ کر ہمیں نمونیہ نہ ہو جاتا ؟

راج ۔ یاسمن سچ کہتی ہو ۔ ہماری تعلیم حقیقی تعلیم نہیں ہے ۔ وہ ظاہری اخلاق ، اوپری ہمدردی ، اور خود غرضی سکھاتی ہے ۔ ہماری تہذیب جھوٹی اور ہمارا اخلاق پست ہے ۔ ہمیں یہ سبق پڑھایا جاتا ہے کہ اصلی چیز ذاتی فائدہ ہے ۔ اس ناقص تعلیم نے ہمارے ضمیر کو مردہ کر دیا ہے ۔

شکیلہ ۔ پھر اس جھوٹی تہذیب ، مصنوعی اخلاق اور ناقص تعلیم سے کیا حاصل ؟ ہم لوگ کیوں اس کے پیچھے اپنی زندگیاں برباد کریں ۔ اس علم سے تو جہالت اچھی ۔

یاسمن ۔ شکیلہ یہ تعلیم کا قصور نہیں طرزِ تعلیم کا قصور ہے ۔ تہذیب جھوٹی اس وجہ سے ہے کہ ہمارے دل جھوٹے ہیں ۔ جہالت سے تعلیم ضرور اچھی ہے مگر وہی تعلیم جو صحیح طریقہ پر ہو محض کچھ کتابیں رٹ لینا ، انگریزی بول لینا اور فیشن ایبل بننے کے کل طریقے سیکھ لینا ، زوردار تقریریں کر لینا تعلیم نہیں ہے ۔ آج اس عورت نے ہماری آنکھیں کھول دیں ۔ ہمیں اپنے نقائص کا علم ہو گیا ۔ اگر اس واقعہ نے ہم پر کچھ اثر کیا ہے اور ہمارا سویا ہوا ضمیر جگا دیا ہے تو آؤ آج ہم سب اس بات کا عہد کریں کہ ہم اپنی زندگی اس مقصد کے لئے وقف کر دیں گے کہ ہمارے ملک کی لڑکیاں صحیح تعلیم حاصل کریں ۔ جو علم کے ساتھ ساتھ ہمدردی ، محبت ، اخلاق اور انسانیت بھی سکھائے ۔ آؤ مارو ہاتھ پر ہاتھ ۔

سندری ، راج ، شکیلہ ، اور عذرا یاسمن کے ہاتھ پر ہاتھ مارتی ہیں اور جوش کی آواز میں کہتی ہیں ۔ ہاں ہم اپنی زندگی اس مقصد کے لئے وقف کرتے ہیں ۔ خدا ہماری رہنمائی کرے ۔ (پردہ)

صالحہ عابد حسین ۔ شملہ

وفاق کی آئین سازی

ازقاری محمد عباس حسین صاحب جرنلسٹ

ستمبر کے "عصمت" میں آپ پڑھ چکی ہیں کہ جدید نظام حکومت میں دو مرکزی مجالس آئین ساز ہوں گی جن میں سے ایک کا نام کونسل آف اسٹیٹ اور دوسری کا نام ہوس آف اسمبلی ہوگا۔ یہ بھی آپ کو معلوم ہو چکا کہ یہ دونوں مجالس کس طرح بنیں گی۔ آج ہم وفاق کی آئین سازی کے متعلق مختصر معلومات پیش کرنا چاہتے ہیں۔

کونسل آف اسٹیٹ مستقل مجلس آئین ساز ہوگی۔ جو منتشر نہ کی جائے گی لیکن اس کے اراکین میں سے ایک تہائی اراکین ہر تیسرے سال بدل جایا کریں گے برخلاف اسکے ہوس آف اسمبلی کی میعاد ۵ سال ہوگی۔ لیکن اگر گورنر جنرل چاہیں تو اسے اس مدت سے پہلے بھی منتشر کر سکتے ہیں۔

ان دونوں مجالس آئین ساز کا اجلاس سال میں ایک مرتبہ ہونے ضروری ہیں مگر گورنر جنرل اپنے خاص اختیارات تمیزی سے دونوں ایوانوں (مجالس آئین ساز) کے اجلاس طلب کر سکتا ہے ان کی مدت میں توسیع کر سکتا ہے اور ہوس آف اسمبلی کو منتشر کر سکتا ہے۔ گورنر جنرل ان دونوں ایوانوں میں جب چاہے تقریر کر سکتا ہے اور دونوں ایوانوں کو ایک ساتھ طلب کرکے مشترکہ طور پر دونوں کے اراکین کو مخاطب کر سکتا ہے دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس کی صدارت کونسل آف اسٹیٹ کا صدر کرے گا گورنر جنرل دونوں ایوانوں سے جس ایوان کو چاہے کسی مجوزہ قانون کے متعلق جو ایوانوں میں پیش ہو یا کسی دوسرے امر کے متعلق پیغام بھیج سکتا ہے۔ اور اس پیغام کی ہدایت کے مطابق ایوان مسئلہ متعلقہ پر غور و خوض کرنے پر مجبور ہیں۔ گورنر جنرل جن لوگوں کو وزیر اور کونسلر مقرر کریں گے اور ان کے علاوہ گورنر جنرل کا مقرر کردہ ایڈوکیٹ جنرل ج ایوانوں کے اجلاسوں میں تقریر کر سکے گا بحث مباحثہ میں حصہ لے سکیں گے نیز ان کمیٹیوں کی کارروائیوں میں شریک ہو سکیں گے جو ایوان کی جانب سے بنائی جائیں گی لیکن اگر وہ ممبر نہیں ہیں تو رائے نہ دے سکیں گے۔

کونسل آف اسٹیٹ اور ہوس آف اسمبلی دونوں اپنے اپنے صدر اور نائب صدر کا خود انتخاب کریں گی۔ اور اگر وہ چاہیں تو ان پہلے ریزولیوشن کا نوٹس دے کر اور اسے موجودہ ممبران کی اکثریت کی تائید حاصل ہونے پر علیحدہ کر سکتی ہیں۔

مالی امور کے علاوہ جس پر کبھی آئندہ اشاعت میں روشنی ڈالی جائے گی۔ ان مجالس کا عام طریقہ کار یہ ہوگا کہ ہر مسودہ قانون دونوں ایوانوں میں سے کسی ایوان میں پیش ہو سکتا ہے ایک ایوان میں منظور ہونے کے بعد وہ دوسرے ایوان میں منظوری کے لئے جائے گا۔ اگر دوسرا ایوان اس میں کچھ ترمیمات منظور کرے گا تو پھر یہ مسودہ قانون معہ اُن ترمیمات کے جو دوسرے ایوان کی ہیں اسی ایوان میں پیش ہوگا جہاں کہ مسودہ قانون پہلے پیش ہوا تھا۔ اگر ان ترمیمات کو ایوان نے منظور کر لیا تو وہ قانون ترمیم شدہ صورت میں

منظور شدہ تصور ہوگا۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ ایک مسودہ قانون خواہ کسی ایوان میں پہلے پیش ہو جس وقت تک دونوں ایوانوں میں منظور نہ ہوگا منظور شدہ تصور نہ کیا جائے گا۔ اسی طرح وہ ترمیمات بھی منظور شدہ تصور نہ کی جائیں گی جو دونوں ایوانوں میں منظور نہ ہوئی ہوں۔

لیکن اگر کسی مسودہ قانون کو ایک ایوان میں منظور ہونے کے بعد دوسرے ایوان نے مسترد کر دیا ہو۔ یا اس میں ایک ایوان نے جو ترمیمات منظور کی ہوں وہ دوسرے ایوان نے نامنظور کر دی ہوں۔ یا یہ کہ مسودہ قانون کسی ایک ایوان میں سے دوسرے میں آنے کے بعد سے چھ ماہ گذر گئے ہوں اور وہ گورنر جنرل کی منظوری کے لئے پیش نہ کیا گیا ہو (واضح رہے کہ کوئی منظور شدہ مسودہ قانون قانون کی حیثیت نہیں اختیار کر سکتا جب تک کہ دونوں ایوان اسے منظور کر کے اُس پر گورنر جنرل کی تصدیق نہ حاصل کریں) تو گورنر جنرل اس مسودہ قانون پر بحث کرنے اور رائے دینے کے لئے دونوں ایوانوں کا مشترکہ اجلاس مدعو کرے گا۔ اور اس مشترکہ جلسہ کی کثرت رائے سے جو چیزیں پاس ہوں گی ان کے متعلق یہ تصور کیا جائے گا کہ انہیں دونوں ایوانوں نے منظور کر لیا ہے جو مسودات قوانین دونوں ایوانوں میں منظور ہو جائیں گے تو وہ گورنر جنرل کی خدمت میں پیش کئے جائیں گے۔ وہ مجاز ہوں گے کہ چاہے ان کو ملک معظم کی طرف سے منظور کر لیں۔ یا نامنظوری دیں یا اُنہیں ملک معظم کی منظوری حاصل کرنے کے لئے محفوظ کر لیں۔ اس کے علاوہ وہ یہ بھی کر سکتے ہیں کہ اپنے پیغام کے ساتھ ایوانوں کو واپس کر دیں اور ہدایت کریں کہ ان میں جو ان کی رائے کے مطابق ترمیمات ہیں غور کر کے انہیں منظور کیا جائے۔ جو مسودات قوانین ملک معظم کی منظوری کے لئے محفوظ کئے جائیں گے اس وقت تک مسودہ قانون متصور نہیں ہو سکتے کہ جب تک (۱۲ ماہ کے اندر) گورنر جنرل اس کا اعلان نہ کر دیں کہ ملک معظم نے ان کی منظوری دیدی جن قوانین کو گورنر جنرل منظور کر چکے ہوں انہیں بھی ملک معظم (۱۲ ماہ کے اندر) نامنظور کر سکتے ہیں۔ اس سب کے معنی یہ ہوئے کہ قوانین کے نافذ کرنے کا اختیار گورنر جنرل کو ہے (اگرچہ مختتم اختیارات ملک معظم کے ہیں) کوئی قانون کتنا ہی مفید کیوں نہ ہو۔ اور وہ دونوں ایوانوں سے بھی کیوں نہ پاس ہو گیا ہو گورنر جنرل اپنے اختیارات تمیزی سے اُسے مسترد بھی کر سکتے ہیں۔ محفوظ بھی کر سکتے ہیں۔ اور ترمیمات کی تجاویز کے لئے واپس بھی کر سکتے ہیں۔ فیڈریشن (وفاق) کی مخالفت جس طبقہ کی طرف سے ہو رہی ہے اس کا نقطہ نظر یہ ہے کہ مجوزہ وفاق میں رائے عامہ کے انعکاس کی راہ میں قدم قدم پر مشکلات ہیں۔ سب سے پہلی چیز تو یہ ہے کہ مرکزی ایوانوں کا انتخاب براہ راست نہیں رکھا گیا بلکہ صوبہ کی مجالس آئین ساز اپنے صوبہ کے نمائندوں کا انتخاب کریں گی۔ دوسری یہ کہ فیڈریشن کی موجودہ اسکیم میں ریاستوں کو بھی شریک کیا گیا ہے اور ریاستوں کے نمائندے چونکہ انتخاب کے ذریعہ نہیں آئیں گے بلکہ ان کو والیان ریاست نامزد کریں گے اس لئے آزادی سے رائے نہ دے سکیں گے۔ اس لئے ریاستیں نہ آزاد ہیں۔ اور نہ وہاں رائے عامہ اس قدر آزاد ہے کہ سفاو عامہ کی ترجمانی کر سکے اس طرح اول تو مرکزی مجالس زیرین ہی میں قوم پرستوں کی مخالفت کے لئے ایک مشترکہ پارٹی ہو جائے گی جو حکومت پرستوں اور ریاستوں کے نمائندوں پر مشتمل ہو گی۔ اور یہ قوم پرستوں کی ہر مفید تجویز کی راہ میں روڑے اٹکائے گی۔

سیاسی اعتبار سے اکثر ریاستیں بہت پس ماندہ ہیں اس لئے ریاستوں کے نمائندے سیاسی ترقی میں تیزگامی تو ہرگز بھی اختیار نہ کرنے دیں گے۔ اور اس طرح رفتار ترقی بہت سست ہو جائے گی۔ اس ابتدائی رکاوٹ کے علاوہ دوسرا اعتراض ایوان بالا کے قیام پر ہے پھر اُس کی تشکیل جس طرح عمل میں آئے گی اور اُس میں جس قسم اور جس درجہ کے اصحاب زیادہ تعداد میں آئیں گے اُس کے پیش نظر یہ شبہ بعید از قیاس نہیں معلوم ہوتا کہ اکثر مفید تجاویز زیریں ایوانوں میں منظور نہ ہو سکیں گی اور اگر ہوں گی بھی تو اس قسم کی ترمیمات سے ان کو کمزور کر دیا جائے گا کہ اگر ان ترمیمات کو ایوان بالا منظور کرے تو ان تجاویز کا مقصد ہی فوت ہو جائے۔ خیال یہ ہے کہ اس طرح اکثر سیاسی مفید تجاویز دونوں ایوانوں سے منظوری حاصل نہ کر سکیں گی۔ گورنر جنرل کے پاس جانے تک ان میں سے اکثر فنا ہو جائیں گی اور بعض ان میں سے بالکل تبدیل ہو جائیں گی۔ اس کے بعد اعتراض گورنر جنرل کے غیر معمولی اختیارات پر بھی ہے اور وہ اس خیال سے کہ گورنر جنرل اپنے اختیارات استعمال کرنے میں ملک کے جذبات کا خیال نہ کرے گا۔ اور اس کی تقویت اس سے ہوتی ہے کہ مسودات قانون کی منظوری کے سلسلہ میں نہ ایوان زیرین کو وہ اہمیت دی گئی ہے جو انگلستان میں دارالعلوم کو حاصل ہے اور نہ نوآبادیوں میں وہاں کی پارلیمنٹ کو۔ بلکہ یہاں کے ایوان بالا کو انگلستان کے دارالامراء سے بھی کسی حد تک زیادہ اہمیت دیدی گئی ہے۔ اس طرح کہ وہ ایوان زیرین کی کارروائیوں پر زبردست بریک کا کام دے۔

گورنر جنرل کے غیر معمولی اختیارات کسی نہ کسی شکل میں ہی نوآبادی کی کتاب آئین میں موجود ہیں۔ لیکن وہ کتاب ہی کی زینت ہیں جس طرح انگلستان کا بادشاہ ان جملہ اختیارات کو جو اسے حاصل ہیں استعمال نہیں کرتا یا جس طرح نوآبادیوں یا دیگر ممالک میں گورنر جنرل یا بادشاہ جہاں پارلیمنٹیں قائم ہیں اپنے اپنے اختیارات استعمال نہیں کرتے۔ اسی طرح اگر ہندوستان میں بھی ان اختیارات کو اس طرح استعمال کیا جائے جس طرح دوسری جگہ استعمال کیا جاتا ہے تو ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس سلسلہ میں جو شبہات ہندوستانیوں کے دل میں تھے وہ اس وجہ سے کم ہوتے جا رہے ہیں کہ جدید دستور کے مطابق مختلف صوبجات میں جو حکومتیں قائم ہوئی ہیں ان کے ساتھ گورنر اشتراک کار کر رہے ہیں اور اپنے ان خاص اختیارات کو جو گورنر جنرل کے اختیارات کی طرح بہت زیادہ وسیع ہیں استعمال نہیں کر رہے۔ اگر صورت حال یہی رہی اور فیڈریشن (وفاق) کے قیام کی راہ میں جو مشکلات ہیں ان کے دور کرنے کے لئے رستہ صاف کر دیا گیا تو بہت ممکن ہے کہ وفاق کے قیام کے بعد اس قسم کے خیالات کو وہ اہمیت نہ رہے جو اس وقت ہے جس طرح کہ ان کو آج وہ اہمیت نہیں رہی جو اُس وقت تھی جب جدید دستور کے مطابق صوبوں کی حکومتیں قائم نہ ہوئی تھیں۔

گورنر جنرل کے جو اختیارات مسودات قوانین کے سلسلہ میں آپ پڑھ چکی ہیں ان کے علاوہ بھی گورنر جنرل کے خاص اختیارات کافی وسیع ہیں۔ گورنر جنرل ایوانوں کی کارروائیوں کے متعلق خاص طریقہ کار مقرر کر سکتے ہیں۔ ریاستوں کے متعلق سوالات کے دریافت کرنے کی ممانعت کر سکتے ہیں۔ ملک معظم کی حکومت اور کسی بیرونی ملک یا والئے ریاست کے تعلقات کے سوالات پوچھنے یا بحث مباحثہ ہونے سے روک سکتے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے خاص اختیارات کے باعث صوبجات کے

سلسلہ میں جو کارروائی کی ہو اُس کے متعلق مباحثہ اور سوالات کی بھی ممانعت کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اسی سلسلہ میں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ ایوانوں کی کارروائیوں کے متعلق اگر گورنر جنرل کوئی ایسا قاعدہ مقرر کریں گے۔ جو ایوانوں کے مقرر کردہ قواعد کے متضاد ہو تو اس قاعدہ پر عمل کیا جائے گا جو گورنر جنرل بنائیں گے۔ گورنر جنرل اس کے بھی مجاز ہیں کہ اگر کوئی مسودہ قانون یا کوئی ترمیم و تجویز ایوانوں میں ایسی ہونے والی ہے جو ان کے نزدیک خاص اختیارات پر اثر انداز ہوگی تو وہ اس کو پیش کرنے اور اس پر بحث کرنے کی ممانعت کر سکتے ہیں اگر ایوان کا اجلاس نہیں ہوا ہے اور گورنر جنرل کو کسی خاص ہنگامی قانون کے نافذ کرنے کی ضرورت محسوس ہو تو وہ اسے نافذ کر سکتے ہیں اور اس قانون کی وہی حیثیت ہوگی جو ایوانوں کے منظور شدہ قوانین کی ہوتی ہے۔ لیکن وہ ایسے ہی قوانین نافذ کریں گے جو اگر مسودہ قانون کی شکل میں ایوانوں میں پیش ہوں تو ان کے متعلق ان کی منظوری حاصل کر لینی ضروری ہے۔ یہ ہنگامی قوانین ۶ ماہ تک نافذ رہ سکیں گے۔ یا اگر دونوں ایوان ان کے خلاف تجویز منظور کر دیں تو اس سے قبل ہی یہ قابل نفاذ نہ رہیں گے۔ گورنر جنرل ایوانوں کے اجلاس کے دوران میں بھی ایسے ہنگامی قوانین یا احکام (آرڈیننس) جاری کر سکتے ہیں جو ان کے نزدیک ان کی خاص فرائض کی ادائیگی کے لئے ضروری ہوں۔ ایسے ہنگامی قوانین کی مدت ۶ ماہ ہوگی لیکن ۶ ماہ کے اختتام سے قبل گورنر جنرل مزید ۶ ماہ کے لئے ان کی توسیع کا اعلان کر سکتے ہیں۔ اگر گورنر جنرل کسی خاص قانون کی اپنے خاص فرائض کی ادائیگی کے لئے ضروری محسوس کریں تو وہ یا تو قانون کو اپنے اختیار سے نافذ کر سکتے ہیں یا قانون کا مسودہ معہ اپنے بیان کے جس میں اس کی ضرورت واضح کی گئی ہو ایوانوں کو بھیج سکتے ہیں۔ اور اگر ایک ماہ کے اندر وہ منظور نہ ہو سکیں تو گورنر جنرل قانون کے طور پر اسے نافذ کر سکتے ہیں۔ لیکن گورنر جنرل کا قانون نفاذ کے ساتھ ہی وزیر ہند کو بھیجا جائے گا جو اسے پارلیمنٹ کے سامنے پیش کریں گے۔

قانون سازی کے ان اختیارات کے علاوہ گورنر جنرل اس کے بھی مجاز ہیں کہ جب ان کو یہ یقین ہو جائے کہ ایسی صورت پیدا ہوگئی ہو کہ اس قانون کے منشا کے مطابق کام نہیں ہو سکتا تو اعلان کر دیں کہ فلاں اختیارات وہ خود اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں اس طرح وہ ان تمام اختیارات کو ہاتھ میں لے سکتے ہیں جو اس قانون کے ذریعہ وفاق کو حاصل ہیں بجز ان اختیارات کے جو وفاقی عدالت کو تفویض کئے گئے ہیں۔ گورنر جنرل کا اس قسم کا اعلان ان کی طرف سے دوسرے اعلان سے مسترد ہو سکتا ہے۔ ورنہ اس کی مدت چھ ماہ میں ختم ہو جائے گی۔ ایسا اعلان وزیر ہند کو بھی بھیجا جائے گا جو اسے پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں پیش کریں گے۔ اگر پارلیمنٹ کے دونوں ایوان اس اعلان کے مطابق حکومت کئے جانے کی منظوری دے دیں گے تو اس اعلان کا نفاذ مزید ایک سال تک جاری رہے گا اگر اس مدت کے ختم ہونے سے قبل پارلیمنٹ نے پھر اس کے جاری رہنے کی منظوری دیدی تو اس اعلان کا نفاذ جاری رہے گا لیکن اگر پورے ۳ سال تک اس اعلان کے مطابق حکومت ہوتی رہی تو اس کے بعد یہ قابل نفاذ نہ رہے گا۔ بلکہ عام قانون کے مطابق حکومت ہوگی۔ اگر پارلیمنٹ نے قانون میں ترمیم کر دی تو وہ بھی قابل نفاذ ہوگی۔ اس لئے کہ کوئی اختیار پارلیمنٹ کے قانون میں ترمیم کرنے کے اختیار میں مانع نہیں ہے۔ اس اعلان کے ماتحت گورنر جنرل نے قانون سازی کے اختیارات بھی اپنے لئے محفوظ کر لئے تو وہ جو قانون بنائیں گے ان کا نفاذ اعلان کے اختتام کے ۲ سال بعد تک رہے گا۔ یہ ہے گورنر جنرل کے اختیارات کا خلاصہ۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ وفاق میں مجالس آئین ساز کے اختیارات کیا ہیں اور گورنر جنرل کے اختیارات کیا ہیں +

اُصولِ اِسلام اور قوانینِ انگریزی

تہذیب وتمدن کیا ہے؟ وہ مجموعہ ہے کسی قوم کے رسم ورواج کا۔ قومیں اپنے رسم ورواج ہی کی بھلائی برائی کی وجہ سے شائستہ اور ناشائستہ۔ متمدن یا غیر متمدن کا لقب پاتی ہیں۔ ان میں بعض قوموں کے دستور ایسے ہیں جو ان کے عقلمندوں نے سوچ سمجھ کر بنائے ہیں اور اپنے تجربہ اور عقل سے ان میں عام فایدے کی باتیں ضروری قرار دی ہیں۔ بعض قوموں کے رسم ورواج مذہبی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں اور ان کی پابندی بالکل اسی طرح کی جاتی ہے جیسے اور مذہبی احکام کی۔ چاہے کسی موقع پر ان میں کسی طرح کی خامی بھی نظر آئے اور یہ پابندی مشکل پڑے مگر انہیں چھوڑ نہیں سکتے مسلمانوں کے دستور اگر اس لحاظ سے دیکھئے تو جس مکمل معاشرت کا نمونہ پیش کرتے ہیں اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔ ترکہ و میراث کے قواعد، کھانے پینے میں حلال وحرام کا امتیاز، آپس میں حسن سلوک، ازدواجی زندگی کی مشکلات کا حل، میل جول کے قواعد غرض دنیا کی کوئی بات ایسی نہیں جس کے لئے مذہبی احکام اور مثالیں موجود نہوں اور یہی وجہ ہے کہ ساڑھے تیرہ سو برس گزر جانے اور زمانہ بالکل بدل جانے کے باوجود بھی ہمارے یہاں اب تک کسی نئی اصلاح کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ یہ بالکل الگ بات ہے کہ ہم مذہبی طور طریقے چھوڑتے جائیں اور اس وجہ سے جو نقص پیدا ہوں ان کی تلافی کے لئے بجائے مذہب سے رجوع کرنے کے اور نئے نئے تجربے کرنے شروع کریں۔ یہ تو ایسی بات ہے جیسے کوئی آدمی دودھ دہی انڈے مکھن گھی گوشت وغیرہ تمام حیوانی غذائیں کھانی چھوڑ دے اور پھر اس سے جو نقصان اور کمزوریاں پیدا ہوں ان کے علاج کے لئے حکیم ڈاکٹروں کے پاس دوڑتا پھرے۔ طرح طرح کی دوائیں آزمائے لیکن ان چیزوں کی طرف جو دراصل اس کی شکایتوں کا صحیح علاج ہیں نظر اُٹھاکر بھی نہ دیکھے اور اگر کوئی کہے بھی تو اسے جواب دے کہ بھئی یہ پرانے زمانے کی چیزیں ہیں اب ان میں کیا دھرا ہے؟ آج کل ہر وقت ایک سے ایک نئی ایجاد ہو رہی ہے اعلیٰ سے اعلیٰ درجے کی دِوائیں یورپ سے بن بن کر آرہی ہیں۔ انہیں کیوں نہ استعمال کریں جن کے ایک چمچہ میں ایک پیالے کا اور ایک تولہ میں ایک سیر کا فائدہ ہے (حالانکہ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ غذا کا بدل دوا کبھی نہیں ہو سکتی) بالکل یہی حالت آج کل ہم لوگوں کی ہے کہ ہر ایک نے مذہبی قاعدوں کو پرانا اور ناممکن العمل سمجھ کر چھوڑ رکھا ہے اور ان کی جگہ جو جس کی سمجھ میں آیا ہے ایک الگ اور نیا قاعدہ مقرر کیا ہے۔ کسی نے انگریزوں کے رسم ورواج اختیار کئے ہیں کسی نے انہیں بھی بالائے طاق رکھ دیا ہے۔ اور اب ان کی حالت ان جانور سے مشابہ ہے جو اپنے گلے سے بھٹک کر کسی لق ودق میدان میں تن تنہا کھڑا ہو کبھی کسی طرف جائے کبھی کسی طرف۔ کہیں دور سے کوئی پرچھائیں بھی نظر آئے تو اس کی طرف دوڑے۔ لیکن پھر معلوم ہو کہ وہاں کوئی نہیں۔ دوسری طرف کا قصد

کرے اور پھر اُدھر سے بھی مایوسی کے ساتھ پلٹے۔ ؎

چلتا ہوں تھوڑی دور ہر اک راہرو کے ساتھ پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں

کون کہہ سکتا ہے کہ اس مصیبت کی حالت سے وہ غریب کبھی نجات بھی پائے گا یا کسی حادثے کا شکار ہو کر رہ جائے گا۔

جن لوگوں نے انگریزوں کی تقلید شروع کی ہے۔ وہ بھی ان کے پورے پورے قاعدے تو جانتے نہیں صرف اوپری باتوں کو اور خاص کر تفریحات کو لے لیا ہے سیر و شکار کو جانا، دوستوں سے ملنا جلنا، کلب سینما جانا اور بس اللہ اللہ خیر صلا۔ نہ ان لوگوں کی طرح قوم کی بھلائی کا اپنے ہم وطنوں کی پاسداری سے غرض ہے نہ علم و محنت کا شوق ہے نہ ضرورت کا خیال نہ موقع کا احساس۔ اپنے یہاں کے ہر دستور کو دقیانوسی سمجھ کر چھوڑنے پر فخر ہے اور بزرگوں کی اُن کی ہنسی اُڑائی جاتی ہے جس پر کسی زمانہ میں جانیں قربان ہو جاتی تھیں۔ جب کبھی کسی انگریز خاندان سے گہری دوستی ہو جاتی ہے اور اتفاقیہ ان کے یہاں کی کسی ایسی رسم کا علم ہوتا ہے جس سے وہ مجبور اور پریشان ہوتے ہیں لیکن اُسے اُٹھا نہیں سکتے تو حیرت ہوتی ہے اور آنکھیں کُھلی کی کُھلی رہ جاتی ہیں کہ یہ اُس قوم کے افراد ہیں جو ہمارے نزدیک دنیا کی ہر قید سے آزاد ہیں اور اپنا طرز عمل وہی رکھتے ہیں جو وقت کے مطابق ہو۔ ابھی چند روز ہوئے میں نے اپنی ایک نہایت عزیز بہن سے (جو ماشاء اللہ نہایت سنجیدہ خیال تعلیم یافتہ اور قابل قدر خاتون ہیں) ایک اسی قسم کا واقعہ سنا جو بہنوں کی واقفیت اور دلچسپی کے لئے یہاں نقل کرتی ہوں۔

اُنہوں نے بیان کیا کہ کچھ عرصہ ہوا یہاں کے کلکٹر کا تبادلہ کسی دور دراز جگہ کا ہوا جہاں وہ جانا پسند نہ کرتے تھے۔ رخصت لئے ہوئے بھی کافی عرصہ ہو چکا تھا۔ اس لئے اُنہوں نے ایک لمبی رخصت لے کر ولایت جانے کا ارادہ کر لیا اور یہ قرار دیا کہ ابھی ایک ماہ ٹھیر کر ہندوستان کے سب دوستوں سے مل جُل لیں تب اطمینان سے انگلستان روانہ ہوں گے۔ لیکن ان کی میم صاحبہ اس زمانہ میں کسی وجہ سے سیر و سفر سے بچنا چاہتی تھیں۔ اُنھوں نے کہا کہ میں اتنے دنوں یہیں رہوں گی۔ یہ دونوں میاں بیوی اپنی شرافت نیک نفسی اور خوش خلقی کی وجہ سے یہاں بے حد ہر دلعزیز تھے اور کئی مسلمان خواتین سے میم صاحبہ کا اچھا میل جول تھا۔ خاص کر مجھ سے بہت بے تکلفی اور محبت تھی اس لئے انھوں نے چاہا کہ یہ زمانہ وہ میرے پاس گزاریں (کیونکہ تنہا رہنے میں بے کار کا خرچ تھا یا شاید وہ بنگلہ انہیں خالی کرنا ضروری تھا) مگر جب انہوں نے کلکٹر صاحب سے اس کا ذکر کیا تو اُنہوں نے کہا کہ "میں جانتا ہوں کہ تم نے اپنے رہنے کے لئے بہترین گھر منتخب کیا ہے ان لوگوں کی حیثیت و شائستگی کسی طرح ہم سے کم نہیں تمہاری خاطر و تواضع اور آرام و آسائش میں بھی یہ کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھیں گے بلکہ تم کو وہاں رہ کر جو آرام و آزادی حاصل ہوگی وہ کسی یورپین کے یہاں بھی رہ کر نہیں ہو سکتی لیکن غیر قوم میں اس طرح ملنا ہمارے قومی اصول کے خلاف ہے اور اس کی خلاف ورزی

کرنا بڑی سُبکی کی بات ہوگی" میم صاحبہ نے پہلے کسی قدر اصرار کیا لیکن بات معقول تھی آخر ماننی پڑی اب دوسری دقت یہ پیش آئی کہ یہاں جو اُن کے یورپین دوست تھے اتفاق سے اس زمانے میں ان کی میمیں یہاں موجود نہیں تھیں اور قاعدہ ان لوگوں میں یہ ہے کہ کسی ایسے گھر میں جہاں کوئی عورت نہ ہو کوئی تنہا عورت مہمان نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح بغیر کسی مرد کی موجودگی کے کوئی تنہا مرد آکر نہیں رہ سکتا اور اگر کسی ایسے گھر میں جہاں میاں بیوی دونوں موجود ہوں کوئی مرد آکر مہمان ہوگا تو اس کو اس وقت میں گھر سے علیحدہ رہنا پڑے گا جس وقت کہ صاحب خانہ دفتر وغیرہ جائے یا اپنے کسی اور کام کو باہر رہے۔ اسی طرح اگر کوئی ایسی خاتون مہمان ہو جس کے ساتھ کوئی مرد نہیں تو صاحب خانہ بغیر اپنی بیوی کی موجودگی کے گھر میں نہیں آسکتا۔ اسی طرح اگر کوئی میاں بیوی ساتھ ساتھ آکر کسی ایسے گھر میں مہمان ہوں جہاں صرف میاں یا صرف بیوی ہو تو مہمانوں کو بھی انہیں باتوں کا لحاظ رکھنا پڑے گا۔ بس آسانی اسی میں ہے کہ میزبان بھی دونوں ہوں اور مہمان بھی دونوں یا پھر اور کچھ کنبہ والے ہوں ماں بھائی بہن باپ وغیرہ۔ ورنہ ایسی صورت سے بچنے کی ہزار ترکیبیں کی جاتی ہیں اور اگر مجبوری میں ایسا موقع آہی پڑے تو چاہے کتنی ہی تکلیف کیوں نہ ہو ان قواعد کی پابندی شرفاء میں برابر کی جاتی ہے۔ اس پریشانی کی وجہ سے کلکٹر صاحب کو چند روز اور ٹھیرنا پڑا۔ یہاں تک کہ نئے کلکٹر آگئے اور ان لوگوں نے اپنی اس وقت کا حال کمشنر سے کہا۔ کمشنر صاحب نے بہت ہمدردی کی اور کہا کہ تم میرے بچوں کے برابر ہو اور بالکل اسی طرح میرے پاس رہ سکتی ہو جس طرح میری لڑکی آکر رہے مگر مجبوری ہے میں ان نئے کلکٹر اور ان کی میم سے تمہارا تعارف کرائے دیتا ہوں اور پھر تم ان کے یہاں اچھی طرح رہ سکو گی۔ آخر انہیں گو یہ بات کسی طرح پسند نہ تھی کہ محض ایک ٹھکانہ بنانے کے لئے تعارف کرایا جائے لیکن جب دیکھا کہ اس کے بغیر کسی طرح گزارہ ہی نہیں تو مجبوراً گوارا کیا اور بیس بائیس دن جیسے ممکن ہوا ان کے یہاں بسر کئے۔ اس زمانہ میں وہ اکثر جب میرے پاس آتی تھیں بہت پریشان معلوم ہوتی تھیں اور کہتی تھیں کہ "تعارف ہوگیا ہے تو ہو جائے جب میری ان کی دوستی نہیں تو ایسے رہنے میں سوائے تکلیف کے کیا آرام مل سکتا ہے۔ ہمارے یہاں کا قانون بھی اس معاملہ میں عجیب ہے میرا بس چلتا تو میں تو اس کی پرواہ نہ کرتی اور آپ ہی کے پاس رہتی۔ اب جہاں تک ہوسکتا ہے میں اپنا وقت اِدھر اُدھر گزارتی ہوں اور یہ بھی ایک طرح کی بدتہذیبی معلوم ہوتی ہے کہ صرف ضروریات وہاں پوری کروں اور میزبانوں سے کوئی واسطہ نہ رکھوں۔ مگر کر کیا سکتی ہوں؟ وہ میرے مزاج سے واقف نہیں میں ان کی بابت کچھ نہیں جانتی بس تکلیف ہی تکلیف ہے اور میں ایسی زندگی بسر نہیں کرسکتی"

میں یہ قصہ سُن کر حیران رہ گئی کہ یہ تو بالکل ہمارے یہاں کی سی بات ہوئی کہ ایک محرم کا ساتھ ہونا ضروری ہے اس پر انھوں نے کہا کہ درحقیقت شریف انگریزوں کی عادات و خصائل کو اچھی طرح دیکھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان کے اور ہمارے اصولوں میں کچھ ایسا زیادہ فرق نہیں لیکن رونا تو یہ ہے کہ ہم اپنے ہی اصولوں سے پوری

واقفیت نہیں رکھتے پھر نقالی میں اتنی گہری نظر کہاں سے لائیں گے کہ اچھی باتیں چُن لیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ اس اندھا دھند تقلید میں اپنی خوبیاں چھوڑ کر خرابیاں لیتے جاتے ہیں بس خدا ہی رحم کرے۔

اب غور کیجئے کہ ہمارے بزرگ جو ایسے موقعوں پر فوراً وطن سے کسی عزیز کو تار دے کر بلاتے تھے یا بال بچوں کو گھر پہونچا آتے تھے یہ کیا بیجا بات تھی جس کی اب ہنسی ہوتی ہے کہ عورتوں کی حیثیت مویشی یا اسباب کی سی کر رکھی تھی۔ شاید کوئی اس پر یہ کہے کہ اس معاملہ میں انگریز اور مسلمان دونوں ہی کی زیادتی ہے اور ان قیدیوں کو بالکل توڑ دینا چاہئے مگر یہ ایک طرف ہزاروں برس کے تجربہ کا نتیجہ ہے اور دوسری طرف خدا کے احکام ہیں جو اپنے بندوں کی ہر ضرورت ہر خیال ہر نیکی بدی کا جاننے والا ہے۔ اگر ایسی قیدوں کو توڑ دیا جائے گا تو پھر شاید انسان اشرف المخلوقات کے معزز خطاب کا مستحق نہ رہے گا۔ خدا ہم سب کو اس بُرے وقت سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین

و۔ا۔

رفاقت

[illegible]

جب ہماری روح ہجوم افکار سے تھک جاتی ہے جب ہم ہنگامۂ نشاط سے نڈھال ہو کر امن و سکون کے متلاشی ہوتے ہیں۔ ایسے وقت، جب اے دوست ہم ملتے ہیں تو ماضی کی یاد حال کو بھلا دیتی ہے۔ کچھ مسرت کے افسانے اور کچھ غم بھری کہانیاں یاد آجاتی ہیں۔ واقعی بعض واقعات انسان کبھی نہیں بھولتا۔

جب ہم گذشتہ زندگی پر تبصرہ کرتے ہوئے گذری باتیں دوہراتے ہیں تو دلوں کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔ ہم کس قدر نزدیکی اور ملاپ کا رشتہ جوڑ لیتے ہیں اسی طرح ہم آپس میں اہم رازوں سے واقف ہو جاتے ہیں کیسا دل سوز اور مسرور کن وقت ہوتا ہے تسکین دل کے لئے کیا یہ کافی نہیں؟ جب ہم ماضی پر قابو نہیں پا سکتے۔ مستقبل ہمارے اختیار میں نہیں تو پھر حال میں اس سوز یاد اور کر ہی کیا سکتے ہیں؟ دوست! یا تو خاموشی و ایثار سے

نماز

پڑھو مومنو پنجگانہ نماز کہ ہے رکن اول دوگانہ نماز
ہے فرمانِ حق اس جگہ صاف صاف نہ ہوگا کبھی بے نمازی معاف
کثافت گناہوں کی دھوتی ہے یہ مددگار بخشش میں ہوتی ہے یہ
تمہیں سیدھا رستہ یہ دکھلائیگی بلاشبہ جنت میں لے جائیگی
اگر ہے قیامت کا تم کو یقیں تو کیوں اس کی سختی کا پھر غم نہیں
کہ پرسش یہی پہلے کی جائیگی نہ تدبیر اس وقت بن آئے گی
اگر تم کو دعوی ہے اسلام کا اگر فکر ہے اپنے انجام کا
کرو رکن اول کو تم اختیار نہ ہو اس سے غفلت کبھی زینہار
مساجد میں حاضر ہو باصد نیاز ادا با جماعت ہو دل سے نماز
نماز اہل ایماں کی معراج ہے کہ یہ فرقِ اسلام کا تاج ہے
خدارا ہو اس کی پابند تم
کہ ہو دین و دنیا میں خورشید تم

آمنہ خاتون عفت

جنابِ سیدہؑ کا گلوبند

از افسر الشعراء حضرت آغا شاعر قزلباش دہلوی

یاد کرلیں لڑکیاں اِس نظم کا عمدہ سبق　　جس کا ایک ایک لفظ ہے اخلاقِ حسنہ کا وَرَق
ایک سائل، ایک دِن، بابِ نبوّت پر گیا۔　　جمع تھے پیشِ نبی سب دوستانِ باصفا
عرض کی، اُس نے، سَدا رحمت رہے اسلام پر　　تین باتیں، چاہتا ہوں میں خدا کے نام پر
پیٹ بھر دیجئے میرا، بھوکا ہوں میں دو وقت سے　　اِک سواری بخشئے کچھ زادِ راہ بھی دیجئے
سُن کے سائل کی صدا جب سرنگوں سب ہوگئے　　تو کہا محبوبِ حق نے اس طرح سلمان سے
سخت مجبوری ہے گویا عقل ہے ان سب کی گُم　　فاطمہ کے در پہ لے جاؤ اسے سلمان تم
بس کہ سمجھا۔ طاعتاً سلمان فوراً اُٹھ چلے　　سیدہ کے در پہ اس سائل کو آخر لے گئے
یہ صحابی تھے جلیلُ القدر بے حد باادب　　کہہ سُنائی سیدہ سے آپ نے رُوداد سب
سُن کے حضرت بی بی نے اس طرح فرمایا مقال　　آج بھی بچوں پہ فاقہ ہے بربِّ ذوالجلال
حیدرِ صفدر گئے ہیں باغ میں مزدُوری کو　　آسیہ گرداں ہوں میں اور پیستی ہوں تھوڑے جَو
مال دنیا سے نہیں کچھ پاس جو حاضر کروں　　میں خدا و مُصطفا سے سخت تر محجوب ہوں
ہاں گلوبند ایک جو حصّہ میں میں نے پایا تھا　　مجھ کو بابا نے ابھی کچھ دن ہوئے بھجوایا تھا
وہ تو ہے موجود وہ نامِ خدا لے جائیے　　اُس سے سائل کی ضرورت نسبتاً برلائیے
جان بھی قربان ہے میری خدائے پاک پر　　برکتیں نازل ہزاروں ہوں شہِ لولاک پر
دھن ہے تجھ کو آفریں بی بی! ترے اخلاق پر　　ایسی عُسرت میں طبیعت اس قدر اشفاق پر
وُہ گلوبند حضرت سلمان جب لے کر چلے　　سامنے سے اُن کو عثمانِ غنی آتے ملے
ان سے بھی سلمان نے وہ واقعہ سب کہہ دیا　　اور کہا بازار میں یہ بیچنے ہوں لے چلا
لے کے عثمانِ غنی نے اس مکرم چیز کو　　پہلے آنکھوں سے لگایا۔ پھر کہا لو بھائی لو
اس کی قیمت تو بہت زائد ہے تینوں کام سے　　پیٹ بھریئے ناقہ دیجئے راحلہ بھی بخشئے
یہ رقم حاضر ہے دے دینا بتولِ پاک کو۔　　تہنیت پھر اس کی دینا سیدِ لولاک کو۔
کیا کرامت تھی یہ بی بی کا عجب اعجاز تھا　　حاجتیں بر آئیں سب اور مال بھی واپس ملا
قابلِ تقلید ہے شاعر یہ نیکوں کا چلن　　پیٹ بھوکے کا بھرا ناقہ ملا پہنچا وطن

بچہ کی تربیت

از محترمہ مریم خانم صاحبہ بی اے

(۱) **باقاعدگی اور پابندی وقت** بچہ کے لئے جو انتظام کیا جائے اس میں سب سے ضروری چیز باقاعدگی اور پابندی وقت ہے۔

ضروری ہے کہ پہلے ہی دن سے کھانا پینا اور کپڑے بدلنا وقت مقررہ پر ہو تاکہ وہ اسکا عادی ہو جائے۔ اسی پر اس کی صحت اور خوشی منحصر ہے۔ ہر کام میں باقاعدگی اور پابندی سے نہ صرف بچہ کو بلکہ ماں کو بھی اطمینان اور آرام مل سکتا ہے غذا وہی بچہ اچھی طرح ہضم کرسکتا ہے جسے وقت مقررہ پر غذا دی جائے اور بغیر بہلائے پھسلائے خود بخود وہی وقت پر سوتا ہے جو وقت مقررہ پر اپنے پلنگ پر لیٹ جائے۔ ماں نرس اور بچہ کے لئے یہ پابندی بے انتہا فائدہ مند ہے۔ بچہ کی پرورش کا باقاعدہ انتظام کرنا اور اس کو اچھی عادتوں کا پابند کرنا ماں کا سب سے پہلا فرض ہے جس کی ادائگی ماں کے لئے بھی مفید ہے اور بچہ کے لئے بھی۔

(۲) **غسل کرانا** پہلے دو سال تک غسل شام کے وقت کرایا جائے صبح کو صرف اسپنج کافی ہے کھانا کھانے کے بعد کبھی غسل نہ کرانا چاہئے۔ کم سے کم ایک گھنٹہ کا وقفہ ضرور ہونا چاہئے۔ بہتر ہے کہ کھانے سے پہلے غسل کرا دیا جائے اگر سرد موسم ہو تو ہوا روکنے کے لئے ایک پردہ ڈال لیا جائے۔ غسل شروع کرنے سے پہلے بچہ کے غسل کا تمام سامان رکھ لو تاکہ بعد میں پریشان نہ ہونا پڑے۔

(۳) **تولنا** بچہ کی پرورش میں بچہ کو تولنا اور اس کا وزن معلوم ہوتا رہنا بھی بہت ضروری چیز ہے۔ تولنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ بچہ کا وزن بڑھ رہا ہے یا نہیں۔

بچہ کی تندرستی کی علامات

بچہ کی تندرستی کے لئے مندرجہ ذیل باتیں ہر ماں کو دیکھنی چاہئیں۔

(۱) ہر ہفتہ کم سے کم ۴۔ آؤنس وزن کا اضافہ ہو رہا ہے یا نہیں؟ (۲) کیا بچہ کی جلد ملائم ہے اور اس پر گلابی رنگ کی جھلک ہے اور ہونٹ اور رخسار شگفتہ اور گلابی ہیں؟ (۳) کیا اس کے اعضا۔ خاص کر ران کا حصہ بھرا بھرا گول ہے؟ (۴) کیا اس ہر حرکت پھرتیلی ہے اور تمام اعضا بخوبی استعمال کرسکتا ہے؟ (۵) کیا وہ دودھ پینے یا کھانے کے بعد خوش معلوم ہوتا ہے؟ (۶) کیا وہ غذا ہضم کرلیتا ہے۔ دودھ تو نہیں ڈالتا؟ (۷) کیا وہ صرف بھوک کے وقت

روتا ہے اسے پیٹ کی تو کوئی شکایت نہیں معلوم ہوتی؟ (۸) کیا وہ ۲۴ گھنٹہ میں دو یا تین دفعہ ہلکی زرد رنگ کی اجابت کرتا ہے۔ (۹) کیا اس کے ہاتھ اور پاؤں ہمیشہ گرم رہتے ہیں؟ (۱۰) کیا اس کا سر اکثر خشک رہتا ہے؟ (۱۱) دن اور رات کو کے گھنٹہ سوتا ہے؟ (۱۲) کیا ہشاش بشاش معلوم ہوتا ہے۔

(۴) نیند بچہ کا پلنگ ماں یا دایہ کے قریب ہونا چاہیے۔ ساتھ کبھی نہ سلانا چاہیے کیونکہ ساتھ سونے سے وہ صحت بخش صاف ہوا حاصل نہیں کر سکتا۔ ماں جب ساتھ بچہ کو لے کر سوتی ہے تو بلا ضرورت بے وقت دودھ بچہ کو پلاتی ہے۔ سونے کے وقت بچہ کو ہلانے یا تھپکانے سے اس کی عادت عقلمند مائیں نہیں بگاڑتیں جب سونے کا وقت آئے تو فوراً سُلا دیا جائے۔ پلنگ پر لٹاتے ہی سُونے کی عادت بہت جلد پڑ سکتی ہے۔ اگر بچہ کسی آواز سے ڈر کر جاگ جائے تو اسے تھپک کر منہ میں ایک گھونٹ ٹھنڈے پانی کا ڈال کر سلا دینا چاہیے۔ گود میں اٹھا لینا عقلمندی نہیں۔ بچہ اکثر جاگنے کے بعد پلنگ پر لیٹا ہوا خوشی سے کھیلتا رہتا ہے بہتر ہے کہ اس کے جاگنے کے وقت کوئی اس کے نزدیک ہو تاکہ اسے بغیر اٹھائے باتیں کرے۔ اس طرح سے بچپن ہی میں انسانی ہمدردی کا بیج اس کے دل میں بویا جا سکتا ہے۔ خود بخود خوشی سے جاگنا اس کی صحت کے لئے نہایت مفید ہے پیٹھ کے بل سُلانے سے خواب میں بچہ ڈر جاتا ہے اور اگر بچہ کو قے ہو جائے تو حلق میں جانے کا ڈر ہے اس طرح سے دم گھٹنے کا بھی خطرہ ہے۔ خیال رکھنا چاہیے کہ بچہ کو لٹاتے وقت اس کے کان سیدھے سر کے ساتھ ہوں اور نہ سامنے کو جھکے ہوئے۔ ورنہ بڑے ہو کر کان بدصورت ہو جائیں گے۔ بچہ میں یہ عادت ضرور ڈالنی چاہیے کہ تمام رات بغیر جاگے سوتا رہے اور اگر اس کو بدہضمی نہیں ہے اور دن کو وقت مقرر پر غذا دی گئی ہے تو وہ خود بخود تیسرے مہینہ یا اس سے بھی پہلے بغیر جاگے پوری نیند بھرے گا۔ بچہ کے سونے کے کمرے میں خاموشی ہونی چاہیے چراغ کی روشنی سے اس کی آنکھیں بچائی جائیں۔ بچہ کو شام کے سونے کی عادت نہ ڈالی جائے۔ ورنہ رات کو اطمینان سے سونا مشکل ہوگا۔

(۵) تازہ ہوا صبح جب ہوا گرم ہو جاتی ہے تو بچہ کو باہر درختوں کے سایہ میں سلانا چاہیے۔ اس طرح بچہ کے پھیپھڑے وغیرہ زیادہ مضبوط ہو سکتے ہیں۔ نیند بخوبی آئے گی اور بیماریوں سے محفوظ رہے گا۔

(۶) حوائج ضروری میں باقاعدگی بچہ کی شروع ہی سے ایسی باقاعدگی کے ساتھ تربیت کی جائے کہ وہ وقت پر اجابت کو بیٹھے اس طرح بہت سی مشکلیں حل ہو سکتی ہیں۔ جب بچہ ذرا بڑا ہو جائے تو دودھ پینے کے کم سے کم آدھ گھنٹے بعد اس کو بٹھاؤ اور پھر کھیلنے کے بعد اور دن کے سونے کے بعد اور رات کو سونے سے پہلے۔

(۷) پانی اکثر بچہ پیاس سے روتا ہے مگر ماں اس طرف توجہ نہیں کرتی بہتر ہے کہ دن میں دو یا تین دفعہ ایک یا دو چائے کا چمچہ بھر اُبالا ہوا ٹھنڈا پانی دیا جائے۔ خاص کر اگر بچہ کھانے پر روئے یا موسم گرما میں

یا دانت نکلنے کے دنوں میں۔

(۸) بچوں کو پیار کرنا بچوں کے ہونٹوں پر بوسہ دینا اچھا نہیں کیونکہ نزلہ یا اور کوئی بیماری لگنے کا خوف ہوتا ہے کتے یا بلی کو اگر کسی قسم کی بیماری ہے تو بچہ کے نزدیک ہرگز نہ چھوڑا جائے۔ کتے کو بچہ کا ہاتھ چاٹنے سے روکنا چاہئے۔ کیونکہ اکثر کتوں میں کیڑے ہوتے ہیں۔ پالتو جانور بچہ کے دل بہلاؤ کے لئے ہوں تو مضائقہ نہیں مگر ان کی بیماریوں سے احتیاط کرنی چاہئے۔ بعض مائیں بچہ کے منہ میں ہر وقت چوسنی ڈالے رکھتی ہیں ایسا کرنے سے ہونٹ بھدے ہو جاتے ہیں اور منہ کی خوشنمائی ضائع ہوتی ہے۔

(۹) تربیت اخلاق بچہ وہی کرتا یا سنتا ہے جو بڑوں کو دیکھتا یا ان سے سنتا ہے وہ اخلاق کے بہترین سبق ان سے سیکھتا ہے جو اس کی برائی بھلائی کے ذمہ دار ہیں۔ اس لئے یہ خیال رکھنا ازحد ضروری ہے کہ بچہ کوئی بات ایسی نہ سُنے نہ دیکھے جو تم نہیں چاہتے کہ وہ دہرائے۔

(۱۰) سزا بطور اصلاح جس بچہ کی پیدائش ہی سے صحیح طریقہ پر تربیت کی گئی ہے۔ اور جسے ہر کام میں وقت کی پابندی کی عادت ڈالی گئی ہے اُسے سزا کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اگر والدین چاہتے ہیں کہ بچہ بڑا ہو کر بھی صحیح معنوں میں ان کی عزت کرے اور ہمیشہ ان سے دل سے محبت کرے تو انہیں چاہئے کہ جسمانی تکالیف بچہ کو نہ پہنچائیں جو کام محبت سے ہو سکتا ہے وہ مار پیٹ سے نہیں ہو سکتا اور اگر جبرًا اپنا کام مار پیٹ کے ذریعہ سے کروا بھی لیا تو یہ توقع نہ رکھیں کہ بڑا ہو کر بچہ ان کے ساتھ محبت یا عزت سے پیش آئے گا۔ بلکہ بجائے محبت کے جسمانی سزا دینے سے اس کے دل میں نفرت ہو جائے گی۔ سزا ایسی ہو جس کا اچھا اثر دل اور دماغ پر پڑے بچہ کو جسمانی تکالیف پہنچانی نہایت بزدلی ہے۔ کیونکہ وہ بدلہ لینے کے قابل نہیں ہوتے۔

(۱۱) ضبط اور ارادہ ننھا بچہ اکثر بھوک کی وجہ سے یا کروٹ بدلوانے کی وجہ سے روتا ہے مگر جب ذرا بڑا ہو جاتا ہے تو سمجھ بڑھتی جاتی ہے اور وہ چلا کر یا "نہیں" کہہ کر اپنی مرضی کا اظہار اور اس پر اصرار کرتا ہے اکثر والدین اس عادت کو "ضد" سے تعبیر کرتے ہیں اور اس لئے کہ وہ "ضدی" نہ ہو جائے ڈراتے دھمکاتے بلکہ مارتے تک ہیں ایسا کرنے سے بچہ اور ضدی ہو جاتا ہے۔ اکثر حالات میں یہ چاہئے کہ محبت سے ضد کرنے کے فائدے یا نقصان سمجھا دیئے جائیں اگر وہ نہ مانے تو اُس کی مرضی پر چھوڑ دو تاکہ اُس کو خود معلوم ہو جائے کہ ضد کرنے سے نقصان ہے یا فائدہ۔ بچہ خود نتیجہ سے سیکھے گا کہ ضد سے کیا نقصان ہوتا ہے ابتدا ہی سے بچہ کو اپنی رائے قائم کرنے کی پوری آزادی دینی چاہئے۔ تاکہ وہ اپنی آئندہ زندگی میں اپنی درست رائے قائم کر سکے۔ بچہ صرف اپنے ہی تجربہ سے کسی معاملہ میں ضبط سے کام لینے یا درست رائے قائم کرنے کی عادت سیکھ سکتا ہے۔

(۱۲) سچائی ۔ بچہ کی تربیت میں یہ بھی خیال ضرور رکھا جائے کہ سچائی اس کی ثانوی عادت ہو جائے۔ ہم اکثر بچہ کے

جھوٹ سے ششدر رہ جاتے ہیں۔ بعض باتیں ہم کو جھوٹ معلوم ہوتی ہیں لیکن بچہ کے لئے جھوٹ نہیں ہوتیں۔ صرف کسی چیز کا تصور یا قیاس ہوتا ہے۔ بچہ ایک نئی دنیا میں ہوتا ہے۔ اُس کے خیالات کچے ہوتے ہیں۔ اور یادداشت کم۔ اس لئے بچہ بالکل درست بیان نہیں کر سکتا۔ وہ ہمیشہ داستان کے طور پر کیا کرتا ہے۔ جوں جوں اس کی سمجھ بڑھتی ہے۔ ہم اس کو محبت اور پیار سے سچ اور جھوٹ میں فرق بتا سکتے ہیں۔ اکثر بچہ خوف کی وجہ سے جھوٹ بول دیتا ہے۔ لیکن بچہ جان بوجھ کر کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ اس لئے بچہ سے کبھی کوئی بات غلط نہ کہو۔ کبھی اسے دہوکہ نہ دو۔

۱۲ ابتدائی تعلیم

بچہ کے لئے اس کی زندگی ہی تعلیم ہے۔ بچہ چست اور زندہ دل ہوتا ہے۔ وہ اپنے ارد گرد کی سب چیزیں خود بخود دیکھتا ہے۔ اور دریافت کرتا ہے۔ اور جو دیکھتا ہے اس کے لئے عجیب ہے اور اس سے نئے نئے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ اس کی نقل کرنے کی طاقت اس قدر زبردست ہوتی ہے۔ کہ قدرتی طور سے جو کچھ وہ دیکھتا ہے اس کی نقل کرتا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے۔ کہ ماں بچہ کی ابتدائی تعلیم میں زیادہ حصہ لے۔

بچہ کی پہلی فطرت خوش ہونے اور خوش رہنے کی ہے۔ اور یہ فطرت اس قدر تیز ہوتی ہے کہ اگر اس کی صحت درست ہے تو وہ ہمیشہ خوش رہتا ہے۔ وہ کسی ایسے گھر میں پیدا ہوا ہے جہاں اس کی کسی کو ضرورت نہیں ہو تو بھی وہ اسی طرح خوش رہتا ہے گویا اس کو دنیا کی بادشاہت مل گئی ہے۔ بچہ کی بڑی ضروریات اس کی پوری صحت ہے۔ جس سے اس کی زندگی خوشگوار ہوتی ہے۔ بچہ کی ترقی کے ذرائع اُس کے حواس ہیں۔ دیکھنا۔ چھونا۔ سونگھنا اور سننا۔ اور اس کی ذاتی حرکتیں۔ بچہ کو گھر کے اندر اور باہر موقع دینا چاہیئے۔ تاکہ وہ اپنے اُن حواس کو بڑھا سکے اور ان کے ذریعہ وہ اپنے تجربات بڑھا سکے۔ اس کی تحقیقات اور تعجبات بھی تعلیم میں شامل ہیں۔ اس لئے جہاں تک ممکن ہو۔ ہم کو بچہ کے سوال کا صحیح جواب دینا چاہیئے نہ کہ جھڑک کر خاموش کر دینا اور اس کا دل توڑ دینا۔ محبت کے ذریعہ سے بچہ کے دل پر ایسا ہونا چاہیئے جس کے ذریعہ سے بچہ روزانہ طاقت اور ہمت میں ترقی کرے خوشگوار گھر۔ نرسری اور باہر کی زندگی اس کے لئے ضروری ہے جس کے ذریعہ سے وہ رنگت۔ خوشبو۔ آواز وغیرہ پہچاننا سیکھتا ہے۔ بچہ فطرتاً رنگین تصویر اور باجے کی آواز پسند کرتا ہے۔ کھیل میں مشغول ہونے پر بھی بچہ سبق سیکھتا ہے اس کی سبق کی کتاب دنیا ہے۔ تمام کھیل جن میں کہ جسمانی ورزش۔ کھلونے۔ کتابیں۔ کھیل اور کہانیاں شامل ہیں اس کی تعلیم پر بہترین اثر ڈالتی ہیں۔ حتی المقدور ہم کو اسے سوچنے اور خود کرنے اور بنانے کا موقع دینا چاہیئے۔ اس لئے بچہ کے لئے اینٹوں کا گھر بنا دینا غلط ہے اس کو خود بنانے دو۔ کھلونے اس کے لئے منتخب کرو وہ خود ہر کھیل ایجاد کرے۔ اس کو کچھ میخیں دو۔ جن پر اپنی پسند کی تصویریں لٹکائے۔ وہ خود اپنی لکڑی پر سوار

ہوگا۔ اپنی کرسی خود گھسیٹیگا۔ اپنی میز کو پھرائے گا اور خود ریل گاڑی بنائے گا۔ اور اپنی چابک خود ایجاد کرے گا۔ تن تنہا بچہ کھیل میں اتنا خوش نہیں ہوتا۔ جتنا مل جل کر اور مل جل کر کھیلنا اس کی بہترین تربیت ہے۔

دوسال کی عمر میں وہ تیز رنگ کی تصویروں میں دلچسپی لیتا ہے ماں کو چاہئے جانوروں۔ درختوں وغیرہ کی تصویریں کاٹ کر کسی گتہ پر چپکا کر اسے دے۔ جس کے ذریعہ سے وہ جانوروں کو پہچان سکے اور نام وغیرہ سیکھ لے۔ بالو مٹی وغیرہ میں بچہ کو آزادی سے کھیلنے کا موقع دینا چاہئے۔

تین سال کی عمر میں بچہ کو رنگ کی پہچان ہو جاتی ہے۔ اُس کو ایک چھوٹی کند قینچی دینی چاہئے۔ تاکہ وہ خود رنگین تصویریں اپنی البم album کے لئے تیار کرے اور خود گوند سے چپکائے۔

چارسال کی عمر میں بچہ اپنے ارد گرد کی باتیں بخوبی سمجھتا ہے۔ اپنے پالتو جانوروں میں دلچسپی لیتا ہے۔ اُن سے کھیلتا اور باتیں کرتا ہے۔ اس عمر میں ماں کو دلچسپ اور آسان قصے سنانے چاہئیں۔ جانوروں وغیرہ کے جن سے اس کو دلچسپی ہے اور اس طرح اس کی دلچسپی جانوروں۔ درختوں۔ پھولوں اور پھلوں میں بڑھانا چاہئے۔ تاریخ اور جغرافیہ کے آسان سبق وہ اسی طرح سیکھ سکتا ہے۔ قدرت کے کارخانوں کی طرف توجہ دلانا چاہئے۔ جس سے کہ اُس کے دل میں خدا کی عظمت پیدا ہوسکتی ہے ہمدردی۔ محبت اور شجاعت کے سبق اس کو چھوٹے چھوٹے قصوں کے ذریعہ سے سکھانے چاہئیں۔

ماں کو ہر وقت بچہ کی آئندہ زندگی کا خیال رکھنا چاہئے۔ بچہ کے لئے ایک بہترین نمونہ ماں اور استاد ہوتا ہے۔ آنکھ اور ہاتھ کو ٹرینڈ کرنے کے لئے بچہ کو کاغذ۔ پنسل۔ رنگ بھرنے کی کتاب وغیرہ دینی چاہئے۔ تاکہ ڈرائنگ کی عادت پڑے اور کند قینچی اور موٹا کاغذ کاٹنے کو مٹی کے کھلونے بنانے بچہ کے لئے مفید ہیں۔ کیونکہ ڈرائنگ سے زیادہ وہ مٹی سے درست نقشہ بنا سکتا ہے۔ اور اس میں گہرائی اور موٹائی معلوم ہوسکتی ہے۔ نہ کہ ڈرائنگ صرف لمبائی اور چوڑائی بچہ مٹی کے کھیل میں اپنے مشاہدات اور تجربات سے کام لیتا ہے۔ گولا بنانا۔ یا شکل بیضوی یا مکعب یا مخروق وغیرہ ان ابتدائی اصولوں کے ذریعہ سے بچہ اپنی خواہش کے مطابق اشیا تیار کرتا ہے۔ اس عمر میں ہم الفاظ کا کھیل" بچہ کو دے سکتے ہیں۔ بچہ حروف تہجی کو پہچان سکتا ہے۔ پھر ان کو جوڑ کر آسان لفظ بناتا ہے۔ اور اسی طرح سے اپنا نام بھی۔ بچہ ریت میں کھیلنا بہت پسند کرتا ہے۔ اور ریت مٹی کے کھیل سے بہت کچھ سیکھ سکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ ماں بھی اسے کھیل میں مدد دے۔

نقل کرنا اس عمر میں بچہ کو نقل کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ وہ ریل گاری سے کھیلتا ہے گارڈ بنتا ہے اسی طرح شیر بنتا ہے۔ ڈاکیہ بنتا ہے۔ مالی بنتا ہے۔ تمام دن ایسے ہی کھیلوں میں دن گزار دیتا ہے۔ وہ اس طرح سے ایک خیالی دنیا میں رہتا ہے اور دلچسپی سے پریوں کی کہانی سنتا ہے۔

باجا اور گانا نفسیات کے ماہر کہتے ہیں کہ ہر بچہ جو تندرست پیدا ہوا ہے۔ باجے کی آواز میں دلچسپی لیتا ہے اس عمر میں ماں بچہ کی سننے کی قوت بڑھا سکتی ہے۔ قدرت کے باجے کی طرف اُسے رغبت دلاسکتی ہے۔ ہوا کی مختلف آوازوں کو سننے۔ چڑیوں کے گانے پر دھیان لگائے اور مختلف آوازوں پر خیال کرے۔

ٹکٹ جمع کرنا ۸ سال کی عمر میں ٹکٹ جمع کرنا بچہ کا دلچسپ مشغلہ ہے۔ چھوٹا مسافر اس دنیا کے دور دراز مقامات کا سفر کرے گا وہ ملکوں کے نام سیکھ سکتا ہے۔ وہ ٹکٹ کے ذریعہ سے قدیم بادشاہوں کا نام معلوم کرسکتا ہے۔ اور ہر ملک کا سکہ پہچان سکتا ہے۔

مشاہدہ قدرت بچہ میں مشاہدہ قدرت کی عادت ڈالنے کی طرف بھی ماں باپ کو متوجہ ہونا چاہئے۔ مشاہدہ قدرت میں مختلف علوم آجاتے ہیں۔ علم کیمیا۔ علم طبیعی۔ علم نبات۔ علم حیوانات علم تشریح اور جسمانی علم ترکیب جغرافیہ وغیرہ اور ہر ایک کی پھر تقسیم در تقسیم ہیں۔ مشاہدہ قدرت ہی بچہ کا علم ہے اور اس کا تھوڑا علم فائدہ مند ہے۔ اس علم کے ذریعہ سے بچہ اپنے اردگرد کے حالات بخوبی معلوم کرسکتا ہے۔ اور اپنی زندگی صرف کرنے کا ایک بہترین طریقہ معلوم ہوتا ہے۔

مشاہدہ قدرت کے ذریعہ سے بچہ اخلاقی سبق۔ ہمدردی۔ خودداری۔ ایثار محبت وغیرہ سیکھ سکتا ہو۔ قدرتی قانون پر پودوں اور جانوروں کی زندگی منحصر ہے۔ اور اس علم کے ذریعہ سے بچہ اپنا پہلا سبق قدرتی طور سے جنسی تربیت پر سیکھ سکتا ہے۔ جو کہ بہترین طریقہ ہے۔ یعنی جانوروں اور پودوں کے مشاہدہ قدرت سے خود بخود باسانی معلوم ہوجاتا ہے۔ مشاہدہ قدرت پر بہت عمدہ کتابیں لکھی جاچکی ہیں۔ ماؤں کو چاہئے کہ ان کتابوں کا مطالعہ کریں تاکہ اپنے بچوں کی بہترین رہنما بن سکیں۔ تھوڑا علم سائنس اور قدرتی تاریخ کا ہونا بھی ماؤں کے لئے بہتر ہے۔

اگر بچہ کی تربیت بہترین طریقہ سے کی گئی۔ تو ماں باسانی ہر عمر میں اس کی نقل وحرکت کو سمجھ سکے گی۔ بچہ کی تمام زندگی اور تمام حرکتیں ماں کے لئے ایک کھلی کتاب بن سکتی ہیں۔ ماں کو بچہ کے دل پر پورا پورا قابو ہونا چاہئے۔ نہ صرف بچہ کے دل پر۔ بلکہ بہن، بہن کے ساتھ۔ بھائی بھائی کے ساتھ۔ اور بھائی بہن کے ساتھ اس طرح رہیں کہ تمام زندگی آپس میں سچی محبت اور حقیقی خلوص رہے اور زندگی کے آخری لمحہ تک آپس میں ایسا میل ہو۔ کہ دنیا کی کوئی طاقت ان کو جدا نہ کرسکے اور رنج ومصیبت میں ایک دوسرے کا ساتھ نہ چھوڑیں جب بچہ کو دھمکانے یا ڈانٹنے کی ضرورت ہو تو ماں تنہائی میں بچہ کو لے جاکر سمجھائے۔ دوسرے بچوں کے سامنے اسے سزا نہ دے نہ ڈانٹے۔ اولاد جب ہی فرمانبردار ہوسکتی ہے جبکہ ماں تربیت کے صحیح اصولوں کے ساتھ پیش آئے۔ نہ یہ کہ ہر بات میں جھڑکی اور ڈانٹ اور زبردستی اپنا حکم منوائے ہر بات کی وجہ بیان کرکے اسے سمجھا دینا چاہئے ضرورت سے زیادہ سختی کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔ اولاد کو کبھی لعن وطعن نہ کرو۔ ورنہ ان کے دل میں نفرت پیدا ہوجائے گی جس کی کہ تلافی ہونی پھر ناممکن ہے۔ ماں کو اولاد کی خوشی کا ہر دم خیال رکھنا چاہئے۔

مریض کی غذا

مریض کو مناسب غذا کھلانا تیماردار کا نہایت اہم فرض ہے معمولی بیماریوں میں مریض کی غذا کی طرف ذرا سی توجہ کرنے سے دوا کی بھی ضرورت نہیں ہوتی لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ مریض کو ہر وقت جو ہاتھ لگے کھلا دینا چاہئے کیونکہ ایسا کرنے سے بجائے فائدہ کے الٹا نقصان ہوتا ہے۔ اکثر قے اور قبض کی شکایات زیادہ غذا یا خراب غذا سے پیدا ہوتی ہیں۔ ایسی صورت میں تیماردار کو چاہئے کہ مریض کے تھکے ہوئے معدے کو آرام دیں۔ اور تھوڑا سا کسی قسم کا مقوی شربت دیں۔ تاکہ پیاس رفع ہو۔ اور مریض کی طبیعت تیمارداری کی بدولت اچھی ہو جائے۔ سخت امراض میں مبتلا ہونے والے یا تو ٹھیک غذا نہ ملنے کی وجہ سے حد سے زائد غذا دیے جانے کے سبب بھی فوت ہو جاتے ہیں مریض کو مقوی مگر سادہ غذا دینی چاہئے۔ مثلاً خالص دودھ یا دودھ اور پانی۔ یہ بطور شربت کے پیاس کے بجھانے کے لئے نہیں پلانا چاہئے۔ بلکہ مریض کی عمر اور مرض اور ضرورت کے لحاظ سے ٹھیک ٹھیک وقت پر بطور غذا کے دینا چاہئے۔ دودھ ایک مکمل نرم اور سریع الہضم غذا ہے۔ کھانا کھلاتے وقت مریض کو غذا تھوڑی تھوڑی کرکے دینی چاہئے۔ غذا جتنی کم ہوگی۔ کمزور معدہ اتنی ہی آسانی سے ہضم کر سکے گا۔ سخت امراض میں غذا اور مقوی دوائیں عموماً آدھ آدھ گھنٹے کے بعد دینی چاہئیں۔ سوتے ہوئے مریض کو دوا یا غذا دینے کی خاطر نیند سے کبھی نہ جگانا چاہئے۔ غذا میں تبدیلی کا خاص طور پر خیال رکھا جائے متواتر ایک ہی قسم کی غذا نہ دی جائے غذا کو بدل کر دینے سے اول تو ہاضمہ درست رہتا ہے۔ دوسرے مریض کو بھی کھانے کی رغبت ہوتی ہے۔ غذا کو مرغوب اور خوشگوار بنانا چاہئے۔ تاکہ مریض کھا کر خوش ہو کھانے پینے کی چیزیں صفائی اور سلیقہ ہونا چاہئے۔ اور ہر دفعہ غذا تازہ تیار کرنی چاہئے۔ تاکہ مریض کو کھا کر فائدہ پہونچے اگر کسی غذا سے فائدہ نہ پہونچے تو اس کو بدل دینا چاہئے۔ تیماردار پہلے خود چکھ کر دیکھ لے کہ دودھ تازہ ہے یا نہیں۔ یا دوسری چیزوں میں مٹھاس یا نمک برابر ہے یا نہیں۔ یا غذائیں بے انداز ٹھنڈی یا گرم تو نہیں ہیں۔ اور پینے کی چیزیں سرد ہیں یا نہیں۔ ذیل میں چند غذاؤں کی ترکیبیں لکھی جاتی ہیں۔ جو کہ بیماروں کے لئے فائدہ مند ہیں۔

شیر برنج میز کا ایک چمچہ بھر کر آرد چاول کو تین پاؤ خالص دودھ یا ڈیڑھ پاؤ دودھ اور ڈیڑھ پاؤ پانی میں ملا کر پکاؤ آہستہ آہستہ ہلاتے رہو۔ اور دو منٹ تک کھولنے دو۔ اس کے بعد قدرے چینی اور جائفل یا لیموں کا عرق ڈالکر اسے خوش ذائقہ کر لو۔

اراروٹ یا کارن فلور پہلے میز کے ایک چمچہ کو بھر کر اراروٹ یا کارن فلور میں تھوڑا پانی ملا کر پتلی لئی کی طرح کر لو۔ بعد ازاں اس پر ڈیڑھ پاؤ کھولتا ہوا پانی یا دودھ بتدریج تھوڑا تھوڑا کرکے ڈالتے جاؤ۔ اور برابر ہلاتے رہو۔ اس کے بعد اس کو کسی برتن میں ڈال کر آگ پر چڑھا دو اور دو تین منٹ تک پکاؤ لیکن اس وقت بھی ہلاتے رہو تاکہ تمام اجزا ایک سان طور پر باہم مل جائیں۔ تب آگ پر سے اتار کر اس میں چینی اور جائفل وغیرہ ملا لو۔

ساگو دانہ ایک پاینٹ یعنی تقریباً آدھ سیر پانی میں میز کے چمچے کا ایک چمچہ بھر ساگو دانہ ڈال کر دو گھنٹے تک بھیگنے دو۔ بعد ازاں اس کو آگ پر رکھ کر ۱۰ منٹ تک پکاتے رہو۔ اور برابر ہلاتے رہو۔ جب صاف جیلی کے طور پر بن جاوے۔ اور اس میں جمے ہوئے ڈلے نہ رہیں۔ تب آگ پر سے اتار کر چینی جائفل وغیرہ ملا لو۔

پیشپاش:- ایک چوزے کو کاٹ کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر لو۔ اور ایک ہانڈی میں ڈھیر کر میز کے تین چمچے

چانول خوب دہو دہا کر اس میں چھوڑ دو بعد ازاں ایک پاینٹ سرد پانی ڈال کر اسے تین چار گھنٹے تک دہیمی آنچ پر پکاتے رہو۔ جب پکنا شروع ہو۔ تو اس میں نمک اور مصالحہ بھی ملا دو۔ اگر مریض بہت ہی بیمار ہے۔ تو اس کو صرف چانول ہی کھلاؤ۔ جس میں کہ گوشت کی غذائیت کی معتد بہ مقدار شامل ہو گئی ہے۔

کانجی۔ یہ غذا کی غذا ہے۔ اور شربت کا شربت بخار اور پیٹ کی تمام بیماریوں میں نافع ہے۔ اس کے بنانے کی ترکیب یہ ہے کہ نصف چھٹانک صاف چانول کو ایک سیر پانی میں بیس منٹ تک جوش دو۔ بعد ازاں کپڑے سے چھان کر منجمد چانولوں کو الگ کر کر ڈالو اور میٹھا ملا لو۔ ضرورت سمجھو تو نو لیموں کا ست یا عرق لیموں شامل کر لو۔

چاول کی پڈنگ

پہلے چاولوں کے تازہ پیسے ہوئے آٹے کا ایک چمچہ بھر (میز کے چمچے کا) دودہ میں ملا کر ابال لو اور خوب ٹھنڈا ہونے دو۔ پھر دو انڈوں کو اچھی طرح پھینٹکر اس میں ملا لو۔ اور میٹھا بھی ملا دو۔ بعد ازاں ایک چھوٹے برتن یا کہ طباق میں رکھ کر تنور یا چولھے پر دہر کر پکا لو۔ اگر چاہو کہ دودہ کھٹا نہ ہونے پائے۔ تو سیر بھر دودہ میں پندرہ گرین بائی کاربونیٹ آف سوڈا۔ By carbonite of Soda ملا دو۔

بخار کے واسطے اشربہ (یعنی پینے کی چیز)

کانجی واٹر:۔ اس کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔

بارلی واٹر Barley water اول میز کے ایک چمچہ میں پرل بارلی Pearl Barley یعنی ولایتی جو لیکر سلم دانوں کو پانی سے دہو ڈالو اور ایک اونس ounce یعنی آدہی چھٹانک مصری اور ایک لیموں کو کاٹ کر اس کا عرق اور اس کے چھلکے کے چھوٹے چھوٹے کتلے ان میں ملا دو۔ پھر سیر بھر کھولتا پانی ڈال کر، یا ۸ گھنٹے تک پڑا رہنے دو اس کے بعد اس کو چھان کر جو لیموں وغیرہ کے ٹکڑے پھینک دو۔ اور صاف عرق کو استعمال کرو۔

لیمینیڈ یعنی لیموں کا عرق اور پانی۔ دو تین لیموں کو کاٹ کر چھوٹے چھوٹے کتلے کر لو اور ایک جگ یا صراحی میں رکھ کر دو تین اونس مصری ملا دو۔ اور اس کے اوپر دو تین پائنیٹ کھولتا پانی چھوڑ کر چند گھنٹوں تک رکھا رہنے دو۔

محرک اشیا

مٹن براتھ اور بیف ٹی:۔ آدہ سیر گائے یا بھیڑ کا گوشت بغیر چربی کے لے کر اچھی طرح قیمہ کر لو پھر اس میں ایک پاینٹ ٹھنڈا پانی ڈال کر گھنٹہ بھر تک اسی طرح رہنے دو اس کے بعد اس کو دہیمی آنچ پر چڑہا کر پکاتے جاؤ۔ جب پانی قریب نصف کے رہ جائے تب اتار کر چھان لو۔ گوشت نکال ڈالو اور ذرا سا نمک ملا لو۔ اس یخنی کو اچھی طرح ہوتے ہوئے ٹوسٹ کے ساتھ کھلانا چاہئے۔ یا میز کے ایک چمچہ بھر جَو یا ساگو دانہ اس میں ڈال کر پکا لینا چاہیئے۔ تاکہ گاڑہا بن جائے۔

چکن براتھ اس کے بنانے کی ترکیب وہی ہے جو کہ مٹن براتھ کی لیکن اس میں بجائے آدہ سیر دیگر گوشت کے ایک بڑے تیار مرغ کا گوشت استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کی تیاری میں دو بڑی باتوں کا زیادہ تر خیال رکھنا ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ گوشت کے خوب چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہوں۔ یا اچھی طرح کوٹ لیا جائے۔ اور دوسری یہ کہ آگ پر چڑہانے سے پہلے گھنٹہ بھر تک گوشت سرد پانی میں رکھا رہے۔ اس کو ہر روز تازہ تیار کرنا چاہیئے۔

لائیم واٹر دو سیر صاف پانی میں آدہی چھٹانک بجھایا ہوا چونہ ملا کر ایک ڈاٹ والی بوتل میں بھر دو۔ پھر پورے تین منٹ تک خوب ہلا کر بوتل کو کسی جگہ رکھ دو جب کئی گھنٹے تک رکھی رہنے کے بعد گاد نیچے بیٹھ جاوے تو اوپر کا صاف پانی نتھار کر کانچ کی ڈاٹ والی شیشیوں میں بھر لو دستی معدہ، سوزش قلب ... اور ... کی حالت میں اس کا استعمال مفید ہے۔ معدنی تیزاب۔ اور سنکھیا کے سموم کو بھی یہ پانی فائدہ بخشتا ہے

[illegible]

پرتاب گڑھ

اکثر بہنوں نے مہابلیشور کا نام سُنا ہوگا۔ یہ صوبہ بمبئی کا گرم موسم کا مقام ہے اور گرمیوں میں ہر سال ایک مہینے تک یہاں خوب چہل پہل رہتی ہے اس سال ہم نے بھی اپنے چچا ڈاکٹر بدل الرحمٰن صاحب پرنسپل اسمٰعیل کالج بمبئی کے ساتھ موسم گرما کا ایک مہینہ یہاں گذارا اور یہاں کے قدرتی مناظر سے لطف اُٹھایا۔ مہابلیشور پونہ سے اسّی میل کے فاصلے پر مغربی گھاٹ میں واقع ہے۔ پونہ سے بجائے ریل کے موٹر میں سفر کرنا پڑتا ہے سڑک پہاڑی ہے اور نہایت خوبصورت پہاڑ کو کاٹ کر بنائی گئی ہے سڑک کے ایک طرف تو سر بفلک پہاڑ ہیں۔ اور دوسری طرف اس قدر گہرے کھڈ ہیں کہ دیکھکر ڈر لگتا ہے سڑک صرف اتنی چوڑی ہے کہ دو موٹریں ایک دوسرے کے پاس سے گذر سکیں۔ پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے سڑک میں پیچ بہت ہیں اور ہر موڑ خطرناک معلوم ہوتا ہے اسی وجہ سے بعض مرتبہ یہاں موٹر کے سخت حادثے پیش آتے رہتے ہیں لیکن اس کے باوجود مہابلیشور میں اتنی کشش ہے کہ ہر سال صرف ایک ماہ گذارنے کے لئے سینکڑوں آدمی وہاں آتے ہیں۔ منصوری، نینی تال وغیرہ دوسرے پہاڑی مقامات کے برعکس یہاں کی زندگی بہت خاموش ہے۔ تعطیلات گذارنے کے لئے اس وجہ سے بھی مہابلیشور بہترین جگہ ہے۔

بہنوں کو معلوم ہوگا کہ یہی مغربی گھاٹ ہیں جن میں سیواجی مرہٹہ اپنے ہم قوموں کے ساتھ گھومتا پھرتا تھا۔ اور اورنگ زیب کی فوجیں اس کا کچھ نہ بگاڑ سکتی تھیں۔ ان گھاٹوں کو دیکھکر صحیح طور پر اندازہ ہوتا ہے۔ کہ اورنگ زیب نے سیواجی کا نام "موش کوہی" کیوں رکھا تھا حقیقت یہ ہے کہ اس سے بہتر نام ہو ہی نہیں سکتا۔ عام تاریخوں میں ظاہر کیا جاتا ہے کہ اورنگ زیب حقارت سے سیواجی کو موش کوہی کہا کرتا تھا۔ مگر یہ غلط ہے۔ بلکہ یہ امر واقعہ ہے۔ اور اس میں ذرا مبالغہ نہیں سیواجی نے ان پہاڑوں کی چوٹیوں پر جگہ جگہ قلعے بنائے تھے۔ اول تو خود گھاٹ ہی ناقابل گذر ہیں، اور پھر قلعے ایسے پہاڑوں کی چوٹیوں پر بنائے گئے ہیں کہ اُن تک پہنچنا آج کل بھی ناممکن ہے۔

پونا سے روانہ ہوتے ہی پہاڑوں کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے اور وہیں سے پہاڑوں کی چوٹیوں پر سیواجی کے بنائے ہوئے قلعوں کے کھنڈر بھی دکھائی دینے لگتے ہیں یہ سلسلہ برابر مہابلیشور تک قائم رہتا ہے خود مہابلیشور کے چاروں طرف پہاڑ کی چوٹیوں پر قلعے نظر آتے ہیں۔ مگر یہ تمام قلعے اب بالکل تباہ حالت میں ہیں اور ان تک پہنچنا ناممکن ہے کیونکہ نہ تو وہاں سڑک جاتی ہے اور نہ کسی قسم کا راستہ ہے۔ صرف ایک قلعہ ایسا ہے جہاں تک آجکل بھی انسان پہنچ سکتا ہے یہ "پرتاب گڑھ" ہے۔ سب کو تاریخ ہند کا وہ واقعہ یاد ہوگا۔ کہ بیجاپور کی سلطنت نے اپنے پرانے مگر باغی امیر سیواجی کو زیر کرنے کے لئے ایک فوج افضل خاں کی ماتحتی میں بھیجی تھی اور سیواجی نے افضل خان کو قتل کر دیا تھا۔ پرتاب گڑھ انہیں پہاڑوں میں واقع ہے۔ جہاں سیواجی اور افضل کی فوجیں آکر ٹھیری تھیں۔ اب تو اندازہ کرنا بھی مشکل ہے کہ یہ دونوں زبردست سپہ سالار اپنی فوجوں کو وہاں تک کیسے لے آئے تھے۔ کیونکہ راستے مفقود اور ہر طرف سر بفلک پہاڑ ہیں جن میں سے فوجیں لے کر گذرنا ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ بہر حال اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ حادثہ یہیں پیش آیا تھا۔ لیکن پرتاب گڑھ ابھی موجود

ہے اور وہیں افضل خاں کی قبر بھی ہے۔ اسی قلعے میں بھوانی کا مندر بھی ہے۔ جو سیواجی کی خاص دیوی تھی۔

پرتاب گڈھ مہابلیشور سے دس میل کے فاصلے پر ہے۔ ہر شخص جو مہابلیشور جاتا ہے پرتاب گڑھ کی سیر ضرور کرتا ہے اور حقیقت میں یہ جگہ سیر کے قابل ہے۔ ایسے موقعوں پر جتنے زیادہ دوست احباب ساتھ آنے کے لئے مل جائیں اتناہی سیر کا لطف دوبالا ہو جاتا ہے۔

اتفاق سے ہمیں بھی ایسے ہی احباب مل گئے۔ ہمارے ساتھ چچا صاحب اور ان کے بچوں کے علاوہ مسٹر نذیر شیخ صاحب ڈسٹرکٹ جج سورت انکی بیگم صاحبہ اور بچے بھی تھے۔ غرض یہ کہ ہم ایک دن صبح کو چار موٹروں میں مہابلیشور سے پرتاب گڑھ روانہ ہوئے۔ کہنے کو تو مسافت دس میل کی تھی۔ مگر تمام سڑک فنٹز جیرگھاٹ پر سے گذرتی ہے۔ یہ گھاٹ غالباً تمام گھاٹوں میں سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ سڑک پہاڑوں کے دامن میں بنائی گئی ہے اور مشکل دس گز سڑک بھی ایسی نہیں جو سیدھی چلتی ہو۔ اس کے پیچ وخم دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسی لئے بہتر سے بہتر موٹر چلانے والا دس میل فی گھنٹہ سے زیادہ رفتار سے موٹر نہیں چلا سکتا۔ اس خطرناک راستے سے گذر کر فنٹز جیرلڈ گھاٹ طے کرتے ہیں جہاں کوہ میں ایک نہایت ہی خوبصورت ڈاک بنگلہ ہے۔ جب ہم سب یہاں اترے تو ایک دوسرے کی شکل دیکھکر ہنستا تھا اور کسی کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ خود گرد میں لت پت ہے۔

بہرحال بنگلہ میں منہ ہاتھ دھوکر اب پرتاب گڑھ جانے کی فکر ہوئی۔ یہیں سے پرتاب گڑھ کی پڑھائی شروع ہوئی ہے قلعہ ایک نہایت دشوار گذار پہاڑی پر واقع ہے قلعہ تک پہنچنے کے لئے پہاڑی پر کوئی راستہ نہیں۔ بلکہ ڈیڑھ دو میل تقریباً سیدھا پہاڑ پر چڑھنا پڑتا ہے پگڈنڈی تک صاف نہیں۔ مگر لوگوں کے آنے جانے سے ایک ناہموار پتلا سا راستہ بن گیا ہے جس پر چڑھنا اور بھی دشوار ہے۔ اسی وجہ سے ڈاک بنگلہ کے سامنے کرسی والے ملتے ہیں۔ یہ لوگ ایک کرسی پر ایک آدمی کو بٹھالیتے ہیں۔ چار آدمی کرسی کو اٹھاتے ہیں اور قلعہ تک پہنچا دیتے ہیں۔ ہم میں سے اکثر نے یہ فیصلہ کیا کہ کرسی پر بیٹھنے کی بجائے یہ چڑھائی پیدل طے کیجائے مگر کرسی والوں کا خیال تھا کہ ہم لوگ تھوڑی دور جاکر تھک جائیں گے اور وہ اصرار کرتے تھے کہ کرسیوں پر بیٹھو کیونکہ انکی آمدنی کا ذریعہ یہی ہے۔ یہ سین بھی دیکھنے کے قابل تھا ہنستے ہنستے برا حال تھا ہمارا انکار انکا اصرار ہم لوگ آگے اور وہ جلوس کی صورت میں پیچھے چلے مگر آخر مایوس ہوکر وہ لوگ واپس ہوگئے۔ ہم لوگ تو ایک دو جگہ ستانے کے بعد پہاڑ کی چوٹی پر قلعہ میں پہنچ گئے مگر بڑوں کو دس بارہ منٹ کے بعد دم لینے کے لئے ٹھیرنا پڑا اور تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ میں چوٹی پر پہنچے

قلعہ کے قریب پہنچکر پگ ڈنڈی اور بھی پتلی ہو جاتی ہے اور بالکل پہاڑ کے ساتھ ساتھ چلتی ہے اور اسجگہ پگ ڈنڈی میں پیچ بھی بہت ہیں اور اس پر چلنے سے بہت ہی ڈر معلوم ہوتا ہے۔ بالآخر ہم لوگ قلعہ کے دروازہ پر پہنچے جیسا تصویر دیکھنے سے اندازہ ہوگا قلعہ کا دروازہ بہت چھوٹا سا ہے۔ دروازے میں داخل ہونے کے بعد بھی راستہ سیدھا نہیں حسب دستور راستے کو بہت ٹیڑھا بنایا گیا ہے اور دونوں طرف سنگین دیواریں ہیں۔ تاکہ دشمن اگر یہاں تک پہنچ جائے تو اس تنگ راستہ میں آخری مرتبہ اُسے روکنے کی کوشش کی جائے۔ اس راستے سے گذر کر جب ہم قلعہ میں داخل ہوتے ہیں تو بڑی حد تک مایوسی ہوتی ہے کیونکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب قلعہ میں صرف چار دیواری اور بھوانی کا مندر باقی ہے اور تمام عمارتیں ٹوٹ پھوٹ کر کھنڈر ہو چکی ہیں۔ معمولی گوالوں کی چھوٹی سی بستی ہے اور ان کی وجہ سے کوڑے کرکٹ کا وہ عالم ہے کہ الامان جدھر بھوسے اور گوبر کے سوا کچھ نہیں دکھائی دیتا۔ پانی وغیرہ کرنے کے لئے بند حوض ہیں۔ مگر وہ کوڑے سے اٹے ہوئے ہیں مگر فصیل پر کھڑے ہوکر نظر کرو تو خدا کی قدرت دکھائی دیتی ہے معلوم

ہوتا ہے کہ قلعہ پہاڑوں کے جنگل میں واقع ہے۔ اور نا ممکن ہے کہ بہادر سے بہادر غنیم بھی وہاں تک پہنچ سکے۔ جو شخص اس پر قابض ہو تو وہ تمام گرد و نواح کے پہاڑی علاقے کو صرف اس قلعہ سے قابو میں رکھ سکتا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ فوجی معاملات میں شیواجی کتنا ہوشیار تھا۔ اور کیوں اورنگزیب باوجود برسوں تک ان پہاڑوں میں گھومنے کے سیواجی کو زیر نہ کر سکا۔ مگر اب وہ سب باتیں خواب خیال ہو گئی ہیں۔ اور پرتاب گڑھ کا کھنڈر اپنی پرانی عظمت اور موجودہ بربادی پر آنسو بہاتا معلوم ہوتا ہے۔

فصیل قلعہ پر مشرقی جانب ایک ٹوٹا ہوا بُرج دکھائی دیتا ہے۔ افضل خاں کے نام پر یہ افضل برج کہلاتا ہے۔ روایت یہ ہے کہ یہاں افضل خاں کا سر دفن ہے۔ مگر تاریخ میں اس کا ذکر نہیں ملتا۔ بھوانی کا مندر ایک حد تک اچھی حالت میں ہے۔ اصلی مندر تک ظاہر ہے کہ سوائے ہندوؤں کے اور کوئی نہیں جا سکتا۔ مگر دور سے دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر دیکھو تو ایک تنگ و تاریک طویل راستے کے بعد ایک چراغ ٹمٹماتا ہوا نظر آتا ہے باقی سب چیزیں اندھیرے میں غائب ہو جاتی ہیں۔ مندر کے سامنے والا منڈپ ایک حادثہ کی وجہ سے جل گیا تھا۔ اب اُسے دوبارہ تعمیر کیا جا رہا ہے۔ دو مہینے قبل جب ہم نے اُسے دیکھا ہے تو تعمیر تقریباً مکمل ہو چکی تھی۔ یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ اس نئے منڈپ کو پرانی عمارتوں سے دور پرے کا تعلق بھی نہیں معلوم ہوتا۔ بلکہ یہ سیمنٹ کی نہایت ہی بدصورت عمارت ہے۔ اور مندر میں بجائے خوبصورتی پیدا کرنے کے بنانیوالوں نے اُسے بھدا کر دیا ہے۔ یہاں زائرین کا جم غفیر ہر وقت جمع رہتا ہے۔ یہ لوگ اپنی حرکتوں سے تمام منڈپ کو غلیظ اور گندہ کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھتے۔ خادم اور نوکر بہت کافی تعداد میں وہاں دکھائی دیتے ہیں مگر ان سب کو اپنے فرائض انجام دینے کے بجائے انعام وصول کرنے کی زیادہ فکر تھی۔ انہیں باتوں کی وجہ سے ہم لوگ وہاں زیادہ نہیں ٹھہر سکے

قلعہ اور مندر کی سیر کرنے کے بعد ہم افضل خاں کے مزار پر گئے۔ یہ قبر پرتاب گڑھ کی پہاڑی کے ذرا نیچے ایک اور پہاڑی پر واقع ہے پہلے اس پر کوئی عمارت نہ تھی لیکن بمبئی کے ایک مسلمان تاجر اسمٰعیل سیٹھ نے اس طرف توجہ کی اور قبر پر لوہے کی چادر کا ایک کمرہ بنا دیا ہے۔ یہ کمرہ اندر سے خوب سجا ہوا ہے نیچے خوبصورت چٹائی کا فرش ہے۔ دیواروں پر مختلف کتبے آویزاں ہیں ان میں سے اکثر خطاطی کے نمونے ہیں اور بمبئی کے مسلمان خطاطوں کے تیار کئے ہوئے ہیں۔ رات کو یہاں روشنی ہوتی ہے۔ جو لوگ وہاں آتے ہیں ان کے پڑھنے کے لئے بہت سے قرآن شریف بھی موجود ہیں۔ گرد و نواح کی زمین بھی خوب صاف ستھری ہے۔ ایک کنواں بھی سیٹھ اسمٰعیل نے ہی کھدوا دیا ہے انہیں کی طرف سے وہاں دو محافظ بھی مقرر ہیں۔ جن کے رہنے کے لئے ایک مختصر سا مکان ہے۔ کمرے کے اندر دو قبریں ہیں ایک خود افضل خاں کی اور دوسری اُن کے خادم کی۔ قبروں کے گرد ایک کٹہرہ ہے۔ افسوس ہے کہ ہم قبروں کی تصویر نہ لے سکے۔ سیٹھ اسمٰعیل نے بارہ برس اس جگہ کی حفاظت کی اور جب مرے تو وہیں دفن کئے گئے۔ اب انکے بیٹے اپنے باپ کی جگہ یہ کام انجام دیتے ہیں۔ گو سرکار نے اس قبر کو اپنے قبضہ میں لے لیا ہے۔ مگر معلوم ہوا کہ تمام انتظامات ابھی تک انہیں سیٹھ صاحب کے ذمے ہیں۔ ماہ ذیقعدہ میں ہر سال یہاں عرس ہوتا ہے۔ گرد و نواح کے قصبوں کے مسلمان ہزار ڈیڑھ ہزار کی تعداد میں جمع ہوتے ہیں۔ اور چند دن خوب رونق رہتی ہے یہاں کی صفائی ستھرائی اور قلعہ پرتاب گڑھ کی غلاظت کا اثر ہر شخص کے دل پر ہوتا ہوگا۔ کیونکہ درگاہ پر صفائی کا یہ عالم ہے کہ کوڑے کا ایک تنکا بھی یہاں دکھائی نہیں دیتا تھا۔

یہیں ہم نے کھانا کھایا اور گھنٹہ دو گھنٹہ آرام کرنے کے بعد واپس ہوئے۔ خیال یہ تھا کہ پہاڑ سے اُترنا زیادہ آسان ہوگا مگر یہ خیال غلط نکلا کیونکہ راستہ کی خرابی کی وجہ سے اب تکان اور بھی زیادہ ہوئی۔ جتنا وقت چڑھنے میں صرف ہوا تھا اس سے زیادہ اُترنے میں لگا۔ خدا خدا کر کے آخر دو بجے کے قریب ڈاک بنگلے میں واپس آئے۔ چائے پی اور تین بجے وہاں سے روانہ ہو کر اپنے گھر مہابلیشور پہنچ گئے۔

اس مضمون کے ساتھ چند تصویریں بھی ہیں۔ ان سے پرتاب گڑھ اور درگاہ کا کچھ اندازہ ہوگا۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے ان مقامات کی :



بھوانی کے مندر کا دروازہ



منقب بھوانی کا مندر



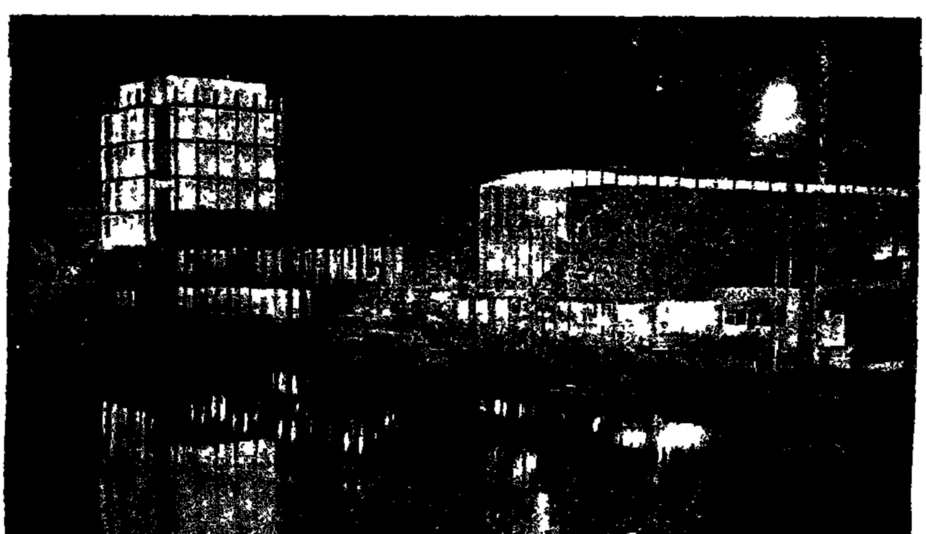
قلعہ پرتاب گڈھ کا دروازہ



ر . گڈھ کے کرسی والے



سبھی سنگھ بنگال کا ایک لڑکا عبدالحلیم جسکے ہاتھ نہیں اور جو پیر کی انگلیوں سے
قلم پکڑ کر بے تکلف لکھتا ہے۔



پیرس کی بین الاقوامی نمائش میں سینما کے پری خانے اور
اس کا دلفریب عکس۔

کشتۂ جفا

شرعِ اسلام نے عورتوں کو جس فراخ حوصلگی کے ساتھ حقوق عطا فرمائے ہیں اُس کی نظیر اور کسی مذہب میں نہیں ملتی۔ لیکن کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ہمارے ہاں عورتیں ایسی بے بس اور مجبور کر دی گئی ہیں کہ اور کسی قوم کی عورتیں اس قدر لاچار نہیں اس وقت جبکہ غیر مذاہب کے لوگ اپنی عورتوں کی حالت بیچارگی و خستگی کو دیکھتے ہوئے اپنے اپنے طور پر نئے نئے قانون ساخت کر کے ان کی زندگی کو خوشگوار بنانے کی کوشش کر رہے ہیں ہماری قوم ہٹ دھرمی خود غرضیوں سے عورتوں کے شرعی حقوق کو چھین کر ان کی زندگی کو تلخ و تاراج کرنے پر تُلی ہوئی ہے۔ مندرجہ ذیل قصہ اسی خود غرضی اور مظالم کا ایک سخت افسوسناک اور بالکل سچا واقعہ ہے۔ کاش ہمارے ہم مذہب بھائی عورتوں کی تباہ حالی کا احساس کر کے ایسے ناجائز اور غیر منصفانہ برتاؤ سے باز آئیں۔

فیروزہ ایک تجارت پیشہ خوش حال خاندان کی نہایت حسین لڑکی تھی۔ تیرہ سال کی عمر تک والدین کے زیرِ عاطفت انتہائی ناز و نعم کے ساتھ اس نے پرورش پائی اس کے بعد اپنے ہی خاندان میں ایک حلیم الطبع اور شریف النفس لڑکے سے بڑے ارمانوں کے ساتھ بیاہ کر سسرال وداع کر دی گئی۔ فیروزہ کی ساس بہو کی عادات و خصائل سے ناواقف نہ تھیں فیروزہ ان کی نظروں کے سامنے پلی اور بڑھی تھی اور پھر غریب فیروزہ زبردستی ان کے سر نہ منڈھی گئی تھی بلکہ بڑی خوشامدوں کے بعد ہزاروں ارمانوں کے ساتھ اسے بیاہ کر لائی تھیں۔ مگر ہمارے ہاں اُن ساسوں کی ذہنیت کو کیا کہا جائے جن کے خیالات بہو کے آنے کے ساتھ ہی بدل جاتے ہیں بہو لانے کی چاہ اور شوق تو بہت زیادہ ہوتا ہے لیکن افسوس ہے کہ بہوؤں کے ساتھ صلاح اور آشتی سے گذر کرنے کی صلاحیت ہم لوگوں میں کم پائی جاتی ہے اکثر یہی ہوتا ہے بہو کے آنے کے چند دن بعد ہی خانہ جنگی شروع ہو جاتی ہے چنانچہ فیروزہ کے ساتھ بھی یہی پیش آیا ابتداءً نظرِ عنایت رہی پھر رفتہ رفتہ برتاؤ کا طریقہ بدل گیا۔ اس میں شک نہیں کہ فیروزہ کے طرزِ عمل میں بیفکری ناتجربہ کاری کا دخل تھا یہ بھی صحیح تھا اُسے گھر کے کام دھندے کا خیال کم رہتا تھا وہ کھیل اور تفریحات کی جانب زیادہ مائل رہتی تھی۔ لیکن وہ اس امر میں قصوروار نہ تھی یہ اس کی کم سنی کا تقاضا تھا جس سے وہ مجبور تھی انصاف اور راستی کی بات تو یہ تھی کہ اس کی کم عمری اور ناتجربہ کاری کا لحاظ کر کے درگذر کیا جاتا اور مہربانی و شفقت کے ساتھ تربیت دی جاتی یہ ممکن نہ تھا کہ فیروزہ کی ساس کو اس بات کی واقفیت نہ تھی کہ بہو کی بے عنوانیاں اس کی صغیر سنی کی وجہ سے ہیں وہ بچیوں والی تھیں چھوٹی بڑی تین لڑکیاں گھر پر موجود تھیں ان کو بخوبی تجربہ تھا کہ اس سن و سال میں ناز پروردہ لڑکیاں اکثر یوں ہی نادان رہا کرتی ہیں لیکن ان کی ہٹ دھرمی سمجھئے یا عدل گستری کہ وہ اس بارے میں بہو کے ساتھ رعایت کی روادار نہ ہوئیں۔ ذرا معمولی سے معمولی خطائیں بھی ان کی گرفت سے نہ چھوٹتیں۔ کبھی اس لئے برہم ہوتیں کہ بے اجازت ہمسائی کی لڑکی کو کیوں بلایا۔

کبھی خفگی کی وجہ یہ ہوتی کہ اُس نے گھی کی ہنڈیا گرادی۔ کبھی اس کی طفلانہ شوخی اور شرارت غصہ اور عتاب کا سبب ہوتا غرض یہ کہ آپ بہو پر خواہ مخواہ ہمیشہ ناراض رہا کرتیں۔ مگر فیروزہ کی خوش بختی تھی کہ ساس جس قدر سخت تھیں اتنا ہی میاں مہربان تھا۔ اسلم کو بیوی کے ساتھ والہانہ محبت تھی وہ اس کی بیحد دل جوئی اور ناز برداریاں کرتا تھا۔ اگرچہ ساس کا برتاؤ فیروزہ کے لئے تکلیف اور پریشانی کا باعث تھا ان کی بے اعتنائی اور سختیوں پر اُسے ملال اور رنج ضرور ہوتا تھا لیکن اسلم کی محبت اور دلداری اس کے دل میں تسکین اور مسرت کی وہ گنگا بہاتی کہ جس کی رو میں کل تلخ تاثرات بہہ جاتے باوجود ساس کی بدسلوکی کے فیروزہ خوشی اور اطمینان کے ساتھ سسرال میں بسر کر رہی تھی۔ غیر ممکن نہ تھا وہ عمر کے ساتھ سمجھ میں ترقی پاکر آئندہ ناراض مند ساس کی خوشنودی حاصل کرتی یا آگے چل کر اور ہی کوئی ایسا سبب پیدا ہوتا جس سے بدمزگی دور ہو جاتی۔ مگر قضا و قدر کو اور ہی کچھ مقصود تھا۔ فیروزہ کے والدین کو بیٹی کی بپتا غیروں سے معلوم ہوتی رہتی تھی۔ چونکہ فیروزہ نے کبھی شکایت نہ کی بلکہ اس سے دریافت حال کیا جاتا تو وہ بہتر ہی بتاتی جس سے وہ مطمئن ہو جاتے۔ اس طرح سال ڈیڑھ سال کا عرصہ گذر گیا تھا کہ بعض صورتیں ایسی پیدا ہوئیں کہ ساری کیفیت فیروزہ کے والدین پر ظاہر ہو گئیں۔ ان سے تحمل نہ ہو سکا بیٹی کی سسرال پہنچے اور گلہ شکوہ کیا طرفین کی باتوں نے بڑھ کر جھگڑے کا رُخ پکڑ لیا نوبت یہاں تک پہنچی کہ فیروزہ کے والدین غم و غصہ کے زیر اثر اپنی لخت جگر کو اسی دم گھر لے آئے۔ میاں بیوی کے لئے یہ ناگوار جدائی سخت شاق تھی لیکن دونوں اپنی اپنی جگہ مجبور تھے۔ اسلم والدین کی فرمانبرداری محتاجی کی زنجیر میں محبوس تھا اور فیروزہ بزرگوں کے جبر و تشدد کے آگے لاچار۔ کچھ مدت اسی طرح گذر گئی اسلم آنے پایا نہ ہی فیروزہ جا سکی میاں بیوی ایک دوسرے کا دیدار کو ترس گئے۔ یہ مصیبت کچھ کم نہ تھی کہ ایک اور ستم ٹوٹا۔ فیروزہ کے رشتہ داروں میں ایک صاحب تھے امجد ان کی بیوی چار بچے چھوڑ کر فوت ہو گئی تھیں وہ عقد ثانی کی فکر میں تھے۔ اُسی زمانہ میں فیروزہ میکہ میں تھی۔ امجد نے موقع کو غنیمت سمجھ کر فیروزہ کے سادہ دل والدین کو خوب پٹیاں پڑھائیں اور بطور ہمدردی انہیں سمجھانا شروع کیا کہ آئندہ فیروزہ کو سسرال بھیجنا ہرگز مناسب نہیں اور نہ گھر پر بٹھانا ٹھیک ہے بہتر ہوگا وہاں سے قطع تعلق کرا کے اور کسی اچھی جگہ رشتہ قائم کر لیا جائے۔ فیروزہ کے والدین نے اس کی ان باتوں پر پہلے تو توجہ نہ کی کہ اس صورت میں ناک کٹے گی کنبہ برادری والے کیا کہیں گے اور پھر لڑکی کے لئے ایسا کون دھرا ہے جو جلد قبول کرے گا لیکن امجد نے یقین دلایا کہ بدنامی کا امکان نہیں جو مظالم اور سختیاں فیروزہ پر اس کی سسرال والوں کی طرف سے کی گئی ہیں ان سے سب واقف ہیں لہذا طلاق لینے پر اعتراض نہ ہوگا۔ رہی دوسری بات تو بندہ غلامی کے لئے حاضر ہے۔ فیروزہ کے والدین بیٹی کی فکر سے گھل ہی تو رہے تھے چارہ کار نظر نہ آتا تھا اندھا کیا چاہے دو آنکھیں سمجھے نجات کا اچھا ذریعہ مل گیا لڑکی کی زندگی از سر نو سنور جائے گی بخوشی صلاح قبول کر لی افسوس کہ ان مہربانوں کو فیروزہ سے یہ پوچھنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی کہ آیا وہ بھی اس تجویز کو پسند کرتی ہیں یا نہیں۔ اپنوں سے پوچھا گیا بیگانوں کی بھی رائے معلوم کی گئی۔ مگر مرضی نہ معلوم کی گئی تو فیروزہ کی اُسے کسی صورت جب والدین کے ارادہ سے آگاہی ہوئی تو بدبخت کے دل پر غم و اندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا بہت روئی پیٹی بیحد منتیں سماجتیں کیں کہ ان کے رشتہ ازدواج کو نہ توڑا جائے، موجودہ مفارقت خواہ دائمی ہی ہو وہ اپنے عزیز سرتاج کی یاد میں تمام عمر بخوشی بسر کر دے گی۔ لیکن

اس کی بات پر ذرا توجہ نہ کی گئی۔ اس بیکس کی عاجزی گویا کہ مجنوں کی بڑتھی جو کوئی حقیقت ہی نہ رکھتی تھی آخر اس کی مرضی کے خلاف طلاق کا مطالبہ کردیا گیا۔ اسلم بیچارہ اس فکر میں تھا کہ جانبین کا غصہ فرو ہوا اور وہ بیوی کو گھر لے آئے۔ بارگاہ ایزدی میں اس کی شب و روز التجا تھی کہ کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے جو دُکھ سے نجات ملے اور چین آرام نصیب ہو۔ اس غیر متوقع اور روح فرسا کارروائی پر ششدر رہ گیا ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا شدتِ غم سے آنسو جاری ہو گئے اس کیف غم اور جوش گریہ کے سبب کچھ کہنے سننے کی سکت نہ ہوسکی جواب میں محض انکار کر دیا۔ اب امجد کی تحریک سے عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا گیا۔ اسلم کے والدین پہلے ہی بگڑے بیٹھے تھے اب تو ان کے غصہ کی حد نہ رہی۔ وہ بیٹے کے سر ہو گئے کہ بیوی کو چھوڑ دے ورنہ تمام عمر معاف نہ کیا جائے گا۔ لڑکی والے بیچارے کو علیحدہ دھمکاتے کہ فیصلہ لکھ دے نہیں تو نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔ غرض غریب کے خلاف ہر چہار جانب سے یورش تھی اور کوئی مددگار نہ تھا۔ ناتجربہ کاری نے سخت سراسیمہ کر دیا آخر وہ نامسعود گھڑی آ پہنچی جس میں سفاک لوگوں نے اسے طلاق لکھنے پر مجبور کرکے دونوں کے ارمانوں اور آرزؤں کا ہمیشہ کے لئے گلا گھونٹ دیا۔ مگر امجد کی خوشی کی کوئی حد نہ تھی۔ فیروزہ کے والدین بھی مسرور تھے کہ بیٹی کی مصیبت دور ہو گئی۔ اودھر اسلم کے والدین کا یہ حال تھا کہ خود داری کے زعم میں اکڑتے جا رہے تھے۔ فیروزہ کا نازک دل اس صدمہ کی تاب نہ لا سکا بدبخت بستر علالت پر گرگئی ابھی اچھی طرح افاقہ بھی نہ ہونے پایا تھا کہ بے دردوں نے نکاح ثانی کی تجویز پیش کی۔ بیچاری نے ہر چند کہا اپنی خانہ بربادی کا غم میرے لئے سوہان روح ہو رہا ہے مزید غم سہنے کی مجھ میں تاب نہیں اپنی مسرت اور تمناؤں کے مخزن کی پائمالی کا میرے دل پر جو صدمہ گذرا ہے اس سے میرا خدا خوب واقف ہے اور میں اُسی جناب میں فریاد کرتی ہوں کسی سے مجھے گلہ شکایت نہیں دنیا میری آنکھوں میں اندھیر ہو رہی ہے اس جہان سے مجھے کوئی واسطے نہیں رہا خدا گواہ ہے پہلے ہی ضرب ستم نے میرے ناتوان دل پر اس قدر گہرا زخم کیا ہے جس کے درد اور ٹیسوں سے میں سخت مضطرب ہوں سچ مانیئے یہ دوسری کارروائی میرے زخم دل پر کچو کا ثابت ہو کر ناشاد زندگی کا خاتمہ کر دے گا۔ خدا کا واسطہ دیتی ہوں مجھ دُکھیا پر اور زیادہ غضب نہ کریں۔ اس درد بھری التجا کو سُن کر ماں کا دل پسیجا اب وہ نہ چاہتی کہ بیٹی کو اس کی خواہش کے خلاف زنجیر مناکحت میں جکڑ دیا جائے۔ مگر مردوں نے سمجھا یا اس کے انکار کا سبب اگلے گھر کا خیال ہے۔ عقد ثانی کے بعد ملال جاتا رہے گا۔ فکر کی وجہ نہیں امجد کی دلجوئیاں بہت جلد پہلی باتیں بھلا دیں گی۔ غم نصیب فیروزہ کی التجاؤں کے جواب میں یہ کہا گیا۔ تم نادان ہو بُرے بھلے کی تمہیں سمجھ نہیں ہے۔ ہم جو کچھ کر رہے ہیں تمہاری بھلائی ہی کے لئے ہے ناحق ضد نہ کرو ہم جو کہتے ہیں اسے تمہاری شرافت یہی ہے کہ قبول کرو۔ ان باتوں کے بعد مشرقی شریف عورت کے لئے سوائے اس کے چارہ کار کیا ہوسکتا ہے کہ اپنے جذبات کو ضبط کرکے چار و ناچار فیصلہ کو تسلیم کرے۔ آج وہ تاریخ آ پہنچی جس میں نصیبوں جلی اپنی تباہی اور بربادی پر روتی پیٹتی امجد کی زوجیت میں داخل کر دی گئی سنگدل والدین خود غرض دیوتا پر اپنے لخت جگر کا نذرانہ چڑھا کر سمجھے کہ ذمہ داری کے بوجھ سے سبکدوش ہوگئے۔ آہ یہ خیال نہ ہوا کہ حق تلفی کے گناہ عظیم کی گراں باری سے ان کا نامہ اعمال دب گیا۔

اسلم کو اس واقعہ کا اس قدر صدمہ ہوا کہ اُسی دن گھر چھوڑ دیا اور فقیرانہ زندگی گذارنے لگا۔

فیروزہ کو امجد کے ساتھ نکاح کئے پانچ سال کا عرصہ گذرا ہے لیکن اب تک اس کے دل سے صدمہ دور نہیں ہوا ہے بلکہ عقل و ہوش کی پختگی نے واقعات و حالات گذشتہ کا احساس اور زیادہ کر دیا ہے وہ حرماں نصیب رنج و غم کی شدت کے سبب دق اور ہسٹریا کا شکار ہو گئی ہے۔ آفریں ہے اُس کے صبر و شرافت پر کہ باوجود اس درجہ ناشاد کامی کے اپنے فرائض اور ذمہ داری سے اُس نے منہ نہ موڑا شوہر کی خدمت اور اطاعت نیز اس کے بچوں کے ساتھ مہربانی اور ان کی پرورش گھر کی دیکھ بھال کر رہی ہے۔ اس کا یہ طرز عمل مردوں کے لئے موجب صد غیرت ہے ہمارے محترم بھائی خیال کریں کہ عورت اس درجہ مخالف حالات کے باوجود اپنی ذمہ داریوں اور فرائض سے انحراف کی روادار نہیں ہوتی مگر آپ ہیں کہ اُس کے حقوق کس بے دردی کے ساتھ پامال کرتے ہیں۔ نہ معلوم اب تک کتنی ایسی بیکس ہستیاں ان خود غرضوں کی بھینٹ چڑھ کر جہان سے گذر چکیں اور نہ جانے کس تعداد میں ہماری ستم کش بہنیں غم و رنج سے گھل گھل کر زندگی کے دن گذار رہی ہوں گی۔ اسلم اور فیروزہ کا حال دیکھ کر بے ساختہ آنسو ٹپک پڑتے ہیں ایک کا نام دوسرے کے روبرو لیا جاتا ہے تو ان کی آنکھوں سے بے اختیار سیل اشک جاری ہو جاتا ہے۔ فیروزہ کل مجھ سے ملنے آئی تھی اپنی حسرت نصیبی کا ذکر کرکے اس درد و کرب کے ساتھ روئی کہ دل پھٹا جاتا تھا۔ اس کی باتوں سے اندیشہ ہوتا ہے کہ وہ کہیں خودکشی کا ارتکاب نہ کرے۔ میں نے سمجھایا اپنی ہلاکت کا کوئی عملی ارادہ ہرگز نہ کرنا ورنہ دین سے بھی گذر جاؤ گی۔ اس پر انتہائی مایوسی کے ساتھ پوچھنے لگیں سوائے اس کے میرے دُکھ کا کوئی علاج بھی ہے۔ میں نے کہا تمھارے درد کی ایک تدبیر ہے وہ یہ کہ خدا سے صبر کی طاقت طلب کی جائے۔ تم بھی دعا کرو میں بھی کرتی ہوں کہ وہ تمہیں اور تمھاری طرح دوسری مظلوم بہنوں کو صبر کی توفیق عطا فرمائے اور مردوں کو مظالم سے باز آنے کی ہدایت بخشے۔

ح۔ا۔ا بو۔ رنگون

بچوں سے کام لینا

گھر کا کام کرنے میں کوئی عیب نہیں۔ ہمارے سردار دو عالمؐ اور آپ کی ازواج مطہرات و صاحبزادیاں خود اپنے ہاتھ سے گھر کے سارے کام انجام دیتی تھیں پھر ہم جیسے گنہگار کس شمار و قطار میں ہیں۔ کام کرنے کو عار سمجھنا یہ بات خود باعث عار ہے۔ کسی مجبوری کی وجہ سے کام نہ کرنا مثلاً بیماری، دُکھ، درد کے سبب تو خیر یہ بات اور ہے۔ والدین کا فرض ہے کہ اپنے بچوں کو خواہ لڑکا ہو یا لڑکی کام کرنے کی عادت بچپن ہی سے ڈالنی چاہیئے۔ غریب گھرانوں کی لڑکیوں کے دم کے ساتھ تو گھر کے دھندے لگے ہی ہوتے ہیں لیکن آج کل زیادہ تر امیر و متوسط الحال گھرانوں میں لڑکیوں سے کام نہیں لیا جاتا جس کی وجہ سے وہ سُست۔ کاہل۔ پھوہڑ۔ بدسلیقہ بن جاتی ہیں۔ انہیں بس خوب کھانا اور لوٹ پوٹ کر ہضم کرنے کے ہنر کے سوا اور کچھ نہیں آتا۔ بچوں سے کام نہ لینے ہی سے محبت ظاہر نہیں ہوتی بلکہ لڑکیوں سے کام نہ لینا ان کو آیندہ زندگی میں مشکلات میں پھنسانا ہے۔ لڑکوں کو تو خیر بڑے ہونے کے بعد سوائے ملازمت کے دھندوں کے اور تو کوئی کام نہیں ہوتا۔ لیکن لڑکیوں کو جنہیں دن رات گھر کے دھندے لگے رہتے ہیں۔ بڑی دشواری درپیش ہوتی ہے سسرال میں ایک سلیقہ شعار محنتی ہنرمند امور خانہ داری سے واقف رہنے والی لڑکی کی جو قدر و منزلت ہوتی ہے وہ سب بہنوں پر ظاہر ہے۔ مائیں اپنی لڑکیوں سے کام لینا کیوں پسند نہیں کرتیں؟ میکے میں کام کرتے دیکھنا پسند نہیں لیکن سسرال میں نکو بنا نا گوارا۔ بعض بہنوں کو میں نے یہ بھی کہتے سُنا ہے بہئی چار دن اس کو آرام سے بسر کرنے دو شادی کے بعد تو پھر اس کے جی کو دھندا لگنے والا ہی ہے۔ میں کہتی ہوں کہ یہ چار دن کا آرام بعد میں آپ کی لڑکی کو کس قدر مصیبت میں گرفتار کرنے والا ہے۔ اگر اس کو اب ہی سے کام کی عادت نہ ہو اور یہ امور خانہ داری سے واقف نہ ہو تو پھر شادی کے بعد سسرال میں یا خود روزمرہ کی زندگی میں کتنی مشکلیں درپیش ہونگیں، اپنی ہم جماعت لڑکیوں کو اکثر میں نے کہتے سُنا کہ بہن آپ کو تو پکانا سینا سب آتا ہے مگر ہم کو تو دیکھو چاول تک بھی پکانے نہیں آتے گویا کہ یہ بھی کوئی قابل تعریف بات ہے۔ لڑکیوں کو خود بھی گھر کے کام کاج میں دلچسپی لینا چاہیئے مثلاً نوکروں کو غلہ دینا سودے کا حساب لینا۔ دھوبی کا حساب۔ نوکروں کے ہاتھ سے گھر صاف کروانا اور خود بھی تھوڑی بہت مدد دینا۔ چھوٹے بھائی بہن ہوں تو اُن کو نہلانا منہ ہاتھ دھلانا غرض ایسے کئی چھوٹے چھوٹے کام ہیں جن میں لڑکیاں اپنی پیاری ماؤں کا ہاتھ بٹا سکتی ہیں۔ یہ نہیں کہ اماں جان جھاڑو دے رہی ہیں اور صاحبزادی کتاب ہاتھ میں لئے کرسی پر دراز ہیں۔ والدہ صاحبہ کا مزاج ناساز ہے لیکن محض اس خیال سے کہ نورچشمی ترکاری کا سالن ناپسند کرتی ہیں علیحدہ سالن تیار کرنے خود چلی گئیں۔ ایسا بیجا لاڈ دن بدن بچوں کی طبیعت میں اور نزاکت پیدا کرتا ہے۔ اگر آپ کی بچی

کوئی چیز نہیں کھاتی ہے تو آپ یہ کیجئے کہ خود اسی کے ہاتھ سے اس کو اپنے لئے سالن یا جو کوئی چیز ہو تیار کرنے کا حکم دیجئے اتنی رعایت بہت کافی ہے۔ بچوں کو ناز نخرا کت جب ہی سوجھتی ہے جبکہ ناز اُٹھانے والے بھی موجود ہوں۔ ناز برداری کے اور بھی کئی موزوں طریقے ہیں۔ لڑکیوں کے لئے تعلیم کے ساتھ امور خانہ داری سے واقف ہونے کی اشد ضرورت ہے بلکہ شاید میرا یہ لکھنا بے جا نہ ہوگا کہ تعلیم سے زیادہ گھرداری سیکھنے کی بہت ضرورت ہے *

(بقیہ صفحہ ۳۱۹) میں نہیں بنتی۔ یہ بھی غلطی اور ذمہ داری طبقہ نسواں ہی کی ہے کہ وہ اپنی بیٹیوں کی ایسی تربیت کیوں نہیں کرتیں کہ آئندہ چل کر وہ بہترین اور کامیاب بیوی ثابت ہوں۔ اگر والدین اس طرف توجہ کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ ان کی بیٹی آئندہ زندگی میں اپنی ساس۔ نندوں اور اپنے شریک حیات کی نظروں میں حقیقی وقعت اور ہر دل عزیزی حاصل نہ کریں۔ میں یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ مرد بھی بد مزاج اور نامعقول ہوتے ہیں لیکن عورتیں چاہیں تو ان کو راہ راست پر لاسکتی ہیں میری ناچیز رائے میں اگر خود طبقہ نسواں کا ہر فرد ذاتیات کو چھوڑ کر یہ یقین کرے کہ اُس کے ہر طبقہ کے ہر فرد کے ساتھ ہر مرد اچھا برتاؤ کرے تو یہ ناممکن ہو کہ مرد اس کے خلاف چل کر اطمینان کی زندگی بسر کر سکے۔ وہ ساسیں اور نندیں جو اپنی بھاوجوں اور نندوں سے اچھے برتاؤ کی امید کرتی ہیں اگر وہ اپنی بہوؤں اور بھاوجوں کے ساتھ اسی قسم کا برتاؤ رکھیں جس کی وہ متمنی ہیں تو پھر کبھی کوئی شکایت نہیں ہو سکتی ایسی صورت میں اگر شوہر اپنی بیوی پر بے جا ظلم کرے گا تو وہ یعنی ساسیں اور نندیں اپنی جنس کے بچانے اور اس ظلم سے چھڑانے کے لئے تیار ہوں گی آئندہ پھر شوہر کو ایسا ظلم کرنے کی جرأت بھی نہ ہوگی۔ گھر میں سب بہو کے حامی اور مددگار ہوں گے اور اکیلے شوہر کو پھر بیوی کے ستانے کی ہمت نہ ہوگی۔

سید سلطان احمد نقوی

احسن النسا۔ بیگم عبدالرحمٰن خاں از بمبئی

(بقیہ صفحہ ۳۲۰) خاص طور پر پھر سے صاف کئے جائیں اور طاق میں صاف کاغذ بچھا کر رکھے جائیں۔ برامدے کا ہیٹ اسٹینڈ خاص طور پر صاف کرنا چاہیئے۔ اور بید کا فرنیچر بھی خوب صاف کیا جائے ۔ اگر ہرن کے سر وغیرہ لگے ہوں تو وہ بھی سینگ وغیرہ پھر سے صاف کر کے لگانے چاہئیں۔ اس تمام صفائی کے بعد بعض بہنوں کو جس بات کا بالکل خیال نہیں آتا وہ کوٹھے کی صفائی ہے جو بہت ضروری ہے کیونکہ کوٹھے کی خاک اُڑ اُڑ کر اوپر کی کھڑکیوں کے رستے صاف کئے ہوئے کمروں میں آئے گی اور آپ کو پریشان کرے گی۔ لہٰذا گھر صاف کر لینے کے بعد مہتر یا نوکر سے تمام کوٹھے پر جھاڑو دلوا کر کوڑا سمیٹ لینا چاہیئے۔ اگر گھر دو منزلہ ہے تو اوپر جانے کی سیڑھی اگر پیتل کی ہے تو سراسر یا لیموں سے اور اگر لکڑی کی ہو تو تیل پانی سے خوب رگڑ کر صاف کر لینا چاہیئے اگر زینے پر کپڑا بچھا ہو تو وہ بھی نکال کر دھوپ کھا کر پھر سے بچھانا چاہیئے۔ اگر گھر میں چھوٹے دو ایک بچے ہوں تو گھر صاف کرنے کے اوقات میں ان کو باغ میں کر دینا چاہیئے یا اپنی کسی پڑوسن کے یہاں بھیج دینا چاہیئے۔ اسی طرح جب آپ کی پڑوسن گھر جھاڑیں تو آپ ان کے بچوں کو اپنے یہاں رکھ کر ان کو شکریہ کا موقع دے سکتی ہیں۔ (ترجمہ از ینگ لیڈیز جنرل)

آنسہ رضیہ دلشاد بیگم

مردوں پر الزام

"مردوں کے برتاؤ" کے عنوان سے عصمت کے کسی پچھلے پرچہ میں ایک مضمون نظر سے گذرا عصمت میں اس قسم کے مضامین اکثر شائع ہوتے رہتے ہیں جن پر اگر گہری اور منصفانہ نظر ڈالی جائے تو اس میں نہ صرف مردوں ہی کی غلطی معلوم ہو گی بلکہ طبقہ نسوان خود بھی کافی حد تک ذمہ دار ہے۔ شوہر جس کے ظلم و ستم کے قصے اور افسانے گائے جاتے ہیں اس کی شادی رچانے اور اور اُس کی دلہن کو بیاہ کر لانے کا ارمان اس بدقسمت شوہر سے کئی گنا زیادہ ماں، بہنوں، دادی اور نانی کے دلوں میں ہوتا ہے اور وہ گھڑیاں گنتی ہیں کہ وہ کون سا مبارک وقت آئے گا جو دلہن بیاہ کر لائیں گی۔ چنانچہ جوں توں کر کے وہ وقت بھی آجاتا ہے اور دلہن بیاہ کرکے آتی ہیں۔

دُلہن کے آنے کے بعد فوراً ہی ساس نندوں کی نگاہیں دُلہن اور اُس کی ہر اُس چیز پر جو وہ جہیز میں لائی ہے پڑتی ہیں۔ اس سلسلہ میں میں یہ عرض کروں گا کہ ہر دُلہن اپنی ساس نندوں کی مرضی کے مطابق جہیز نہیں لاتی اور نہ لا سکتی ہے چنانچہ شروع ہی دن سے دلہن کی صورت، سیرت اور اس کے جہیز کے سامان پر نکتہ چینیاں ہونے لگتی ہیں اور بدقسمت شوہر کی توجہ بھی اس طرف دلائی جاتی ہے غرض دن رات سنتے سنتے شوہر کے دل میں دلہن اور دلہن کے میکے والوں کے خلاف ایک قسم کی نفرت اور شکایت پیدا ہو جاتی ہے اور تھوڑے ہی عرصہ میں دلہن اور شوہر کے درمیان شکر رنجی پیدا ہو جاتی ہے۔

یہ سب کچھ کیوں ہوا صرف ماں بہنوں اور خاندان کی دوسری عورتوں کی بدولت پھر اسی پر اکتفا نہیں کی جاتی بلکہ شادی کے چند ماہ بعد ہی ساس نندیں وہ جو غریب مردوں پر اپنا وار کرتی رہتی ہیں اور جو مردوں سے اچھے برتاؤ کی تمنا اور امید کرتی ہیں خود اپنی ہی جنس کو طرح طرح کی تکالیف دینا اور اس کو ہر طرح پریشان کرنا شروع کر دیتی ہیں۔ غریب دُلہن کو جو کہ ابھی اپنے لبوں پر مہر خاموشی لگائے ہوئے ہے طرح طرح کے طعن و تشنیع سننے پڑتے ہیں۔ اُس کی ذرا ذرا سی بات پر نکتہ چینیاں شروع ہو جاتی ہیں اور میں تو یہ بھی عرض کروں گا کہ اکثر گھرانوں میں بیچاری غریب دلہن کو زد و کوب بھی کیا جاتا ہے۔ اس پر بھی صبر نہیں آتا کہ اور آگے قدم بڑھایا جاتا ہے اور اپنی ہم جنس غریب دلہن کے خلاف اس کے شوہر یعنی اپنے بیٹے یا بھائی کو اس پر آمادہ کیا جاتا ہے کہ وہ دوسری شادی کرے۔ شوہر غریب جو شریک حیات کے ساتھ شریفانہ برتاؤ کرتا ہے روز روز کی نوک جھونک سے تنگ آکر آنکھیں بند کر کے دوسری شادی پر آمادہ ہو جاتا ہے اور یہ خیال کئے بغیر کہ آئندہ ہونے والی دلہن بھی طبقہ نسوان ہی کی ایک فرد ہو گی کیا اس کے ساتھ یہ برتاؤ نہ کیا جائے گا، دوسری شادی کر لیتا ہے جس کی ذمہ داری تمام تر عورتوں پر عائد ہوتی ہے۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ اکثر ساس نندوں کی وجہ سے نہیں بلکہ بیوی کی بد مزاجی۔ بدشعوری پھوہڑپن کی وجہ سے میاں بیوی

گھر جھاڑنا

گرمیوں کا گرد و غبار ختم ہوا۔ برسات نے آکر فضا میں سکون پیدا کیا۔ گرد و غبار اور مٹی کے طوفانوں سے گھر کو کیا نقصان پہنچا ہے اس کا اندازہ صرف اُنہیں بہنوں کو ہو سکتا ہو گا جو اپنے گھر کو صاف ستھرا رکھنا اپنا فرض اولین سمجھتی اور اس میں دلچسپی لیتی ہیں دو ایک دفعہ بارش ہونے کے بعد گھر صاف کرنا ہو تو سب سے پہلے چھت سے شروع کرنا چاہیئے۔ سیڑھی کے ذریعہ سے بانس میں جھاڑو یا بُرش باندھ کر تمام اوپر کی کھڑکیاں اور کونے جھاڑ لینے چاہئیں۔ ایک دن یہ کر چکنے کے بعد الماریوں کے اندر کی چیزیں مثلاً کتابوں کی الماری کی کتابیں دوا کی الماری کی شیشیاں وغیرہ جھاڑن سے خوب جھاڑ کر اور صاف کر کے کاغذ بچھا کر ترتیب سے جما دینی چاہئیں۔ جو چیزیں فالتو ہوں ان کو بے دردی کے ساتھ پھینک دینا چاہیئے۔ کباڑ رکھنا صرف اپنی جان کی مصیبت کرنا ہے۔ تصویروں کی فریمیں صوفوں کے پائے پیتل کا سامان یہ سب ایک دن صاف کر لیا جائے پیتل کے سامان کے لئے براسو بہت اچھی چیز ہے ورنہ لیموں کے چھلکے رگڑنے سے بھی پیتل خوب چمک جاتا ہے۔ اس کے بعد اصلی صفائی شروع کرنی چاہیئے۔ صوفے کرسیاں اُٹھوا کر کسی گرد سے محفوظ جگہ پر رکھ دیئے جائیں یا یوں کیا جائے کہ ایک کمرہ جب صاف کیا جائے تو دوسرے میں اُس کا سامان رکھ دیا جائے تاکہ صاف کی ہوئی کرسیاں وغیرہ پھر سے گرد آلود نہ ہو جائیں۔ اس کے بعد دری یا قالین اُٹھا کر خوب جھاڑو دینی چاہیئے۔ یہ جھاڑو خوب رگڑ کر دی جائے۔ اگر ایک مرتبہ صاف نہ ہو تو دو مرتبہ دی جائے۔ اس جھاڑو کے بعد فرش کو دھلوانا چاہیئے بعض بیبیاں یہ غلطی کرتی ہیں کہ قالین اُٹھوانے کے بعد بغیر اچھی طرح جھاڑو دلوائے دھلوا دیتی ہیں اس سے تمام خاک فرش میں ہی جم جاتی ہے فرش دھلوانے کے لئے لائف بوائے صابن بہترین ہے اگر سیاہی وغیرہ کے داغ ہوں تو سنگی برانڈ (یعنی بندر چھاپ) صابن سے دھویا جائے بالکل چھوٹ جائے گا۔ جب فرش خوب خشک ہو جائے تو اس پر چٹائی بچھانی چاہیئے پھر قالین یا دری کو کسی الگنی پر نیچ میں سے ٹانگ کر لکڑی سے جھاڑنا چاہیئے۔ سب خاک نکل جائے گی۔ قالین بچھانے کے بعد فرنیچر ٹھیک ٹھیک جگہ پر رکھنا چاہیئے۔ تصویریں اگر تھوڑے فرق سے لگائی جائیں تو اچھی معلوم ہوں گی کھڑکیوں کے شیشے اور فریمیں بھی چاک سے اور تیل پانی میں چیتھڑا بھگو کر صاف کرنی چاہئیں۔ کمرے کے سب پلنگ اور بستر دھوپ میں ڈال دینے چاہئیں اور جب تک آپ صفائی میں مشغول رہیں وہ دھوپ میں پڑے رہنے دیں۔ پلنگوں کو کھڑا کر کے لکڑی سے جھاڑنا چاہیئے اس طرح سب خاک نکل جائے گی۔ پردوں کو بھی اُتار کر خوب جھٹکنا چاہیئے اور دھوپ میں ڈالنا چاہیئے چھوٹے بچوں کا ہنگورا وغیرہ بھی اگر ہو تو دھوپ میں نکال کر جھاڑ لینا چاہیئے۔ اس کے بعد فرش دھلوا کر اور دری وغیرہ بچھا کر پھر سے پلنگ کسی تفرق کے ساتھ لگوا دیجئے۔ پلنگ کمرے میں جو کپڑوں کی الماری رہتی ہے اس کی صفائی پہلے سے ہونی چاہیئے اندر نئے کاغذ بچھنے چاہئیں اور آئینہ بھی صاف ہونا چاہیئے۔ اسی طرح ڈریسنگ روم اور بچوں کا کمرہ بھی صاف ہونا چاہیئے۔ باتھ روم کی ٹونٹی صابن دانی جگ وغیرہ

(باقی دیکھئے صفحہ ۳۲۱ کالم ۲)

تلقینِ صبر

اے کہ وابستہ ہے تجھ سے انبساطِ زندگی
اے کہ تجھ پر منحصر میرا نشاطِ زندگی

اے سکون تیرا مری تسکینِ خاطر کا نشاں
تیری بے چینی، پیامِ رخصتِ تاب و تواں

اے کہ تو میری شریکِ غم، شریکِ درد ہے
فرطِ غم سے آج تیرا روئے روشن زرد ہے

تیری آنکھوں سے ہے دریا موجزن جذبات کا
آئینہ ہے تیرا چہرا تیرے احساسات کا

یوں رُخِ تاباں پہ آشفتہ ہے زُلفِ خم بہ خم
چھا رہی ہو جیسے صبحِ عیش پر شامِ الم

غور کرتا ہوں جو اشک آلودہ آنکھوں کی طرف
مُوتیوں سے پُر نظر آتا ہے دامانِ صدف

آنسوؤں میں اس طرح رخسار آتے ہیں نظر
جیسے مُرجھائے ہوئے دو پھول ہوں شبنم میں تر

جسم میں رعشہ لبوں پر کپکپی کے ساتھ آہ
ڈوبنے والے کی صورت مردُمِ چشمِ سیاہ

آہ۔ واقف ہوں کہ تو کیوں ہے بہ ایں حالِ خراب
جانتا ہوں وجہِ طوفاں خیزئ چشمِ پُر آب

توڑلی دستِ جفائے چرخِ کج رفتار نے
جو کلی تازہ کھلائی تھی ترے گلزار نے

آہ وہ تنویر وہ معصوم اک موجِ بہار
وہ ہماری اُلفتِ باہم کی زندہ یادگار

جو فنا ہونے کو اُبھرا تھا وہ اک نازک حُباب
جس کو جی بھر کر نہ دیکھا تھا وہ اک رنگین خواب

اک تصور جو گھڑی بھر کے لئے تھا جانفزا
اک تخیل جو اِدھر آیا اُدھر رخصت ہوا

مُسکراہٹ جس کی راحت تھی دلِ رنجور کی
آہ وہ ہستی جو اک دلکش صدا تھی دُور کی

اک شعاعِ نُور تھی جو ظلمتوں میں کھو گئی
اک جگنو تھی کہ چمکی اور غائب ہو گئی

گو مرا دل سخت ہے، نازک نہیں، میں مرد ہوں
لیکن آج اے ہم نفس میں بھی سراپا درد ہوں

غم ہے تیری آرزو کی پائمالی دیکھ کر
دل بھر آتا ہے تری آغوش خالی دیکھ کر

آج تو بیگانہ عقل و حواس و ہوش ہے
تجھ پہ غالب آہ تیری مامتا کا جوش ہے

یہ وہ آتش ہے کہ ہر طاقت پہ ہے چھائی ہوئی
پھر رہی ہے چار سو سینے میں گھبرائی ہوئی

غور کر لیکن مشیت سے کوئی چارا نہیں ضبط کر اے ہم نفس گو ضبط کا یارا نہیں
دل کو تلخی آشنائے اختیارِ جبر کر صبر کر ہاں اے شریکِ زندگانی صبر کر
کر خدا کا شکر پیہم ۔ ضبطِ غم سے کام لے ہوک جب اُٹھے کلیجے میں کلیجا تھام لے
ہاں گھڑی بھر کے لئے آنکھوں سے آنسو پونچھ کر کر جہانِ بے بقا کی بے بقائی پر نظر
دیکھ کیا قانونِ قدرت ہے زمانے کے لئے جو یہاں آتا ہے ۔ آتا ہے وہ جانے کے لئے
جو ابھی پیشِ نظر ہے دم زدن میں دُور ہے اس تغیر گاہ ہستی کا یہی دستور ہے
شاد جو ہوتے ہیں ۔ ہوتے ہیں وہی ناشاد بھی ہے اگر اولاد ۔ لازم ہے غمِ اولاد بھی
گُل ہزاروں زینتِ خاکِ گلستاں بھی ہوئے اور پھر خاکِ گلستاں ہی میں پنہاں بھی ہوئے
چاند کے ٹکڑے جو شب بھر بزمِ عشرت میں ہنسے صبحدم جیوں ہی پیامِ موت آیا چل بسے
الاماں از حسرتِ گورِ غریباں ! الاماں سب کلیجے ہی کے ٹکڑے ہیں جو سوتے ہیں یہاں
سب کے سب یہ آج جن کی تربتیں پامال ہیں اپنے اپنے باپ ، اپنی اپنی ماں کے لال ہیں
آئی تھی تنویر بھی دنیا میں رخصت کے لئے دو برس کی مختصر ، محدود مدت کے لئے
نعمتِ رب تھی مگر تیری نہ وہ زنہار تھی تو فقط اُس کی نگہبان تھی امانت دار تھی

یہ حقیقت ہے تو پھر تو کیوں سراپا یاس ہے
شکر کر اُس کی امانت پھر اُسی کے پاس ہے

اُٹھ کہ تجھ کو دیکھ کر روتے ہیں تیرے نونہال تیری غمگینی کئے دیتی ہے اُن کو بھی نڈھال
کر خدا کا شکر ۔ مانگ اُن کے لئے حق سے دعا اُن کے آنسو پونچھ کر اُن کو کلیجے سے لگا
کر دُعا اللہ سے ۔ قائم رہیں باآب و تاب تیری خورشید و ثریا ۔ تیرے مہتاب ، آفتاب

مضمحل دیکھے نہ چشمِ چرخ زنگاری انہیں
ہو میسر بادۂ عشرت کی سرشاری انہیں

محمد ظفریاب حسین جام نوائی بدایونی

شوپنگ

اب وہ زمانہ نہیں کہ ہماری بہنیں ضرورت کی چیز منگوانے کے لئے بھائیوں یا میاں کی محتاج رہیں۔ اور کوئی چیز کئی دفعہ کے بدلنے کے بعد بھی پسند کے مطابق نہ مل سکے اب تو تقریباً ہر طبقہ کی بیویاں بازار میں برقعہ سے یا بے برقعہ تانگہ میں یا کار میں کافی تعداد میں شوپنگ کرتی نظر آتی ہیں۔ لیکن خریداری کا سلیقہ ہونا معمولی بات نہیں۔ عورتیں ہوں یا مرد ایسے لوگوں کی تعداد کم ہی ہوتی ہے جو حسب ضرورت چیزیں عمدہ اور ٹھیک قیمت پر خرید سکیں ورنہ اکثر یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ بازار سے چیز تو خرید لائے لیکن بعد میں خود بھی اس میں نقص نکال رہے ہیں کہ یہ مہنگی خرید لی اس کپڑے کا رنگ اندر سے اترا ہوا ہے یا کپڑا اتنا عمدہ نہیں جتنا ہونا چاہیئے تھا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب باتیں خریداری کا سلیقہ نہ ہونے سے ہی پیدا ہوتی ہیں۔ اگر کسی خاص معتمد دوکاندار سے آپ کا حساب کتاب ہے تب تو خیر ورنہ بسا اوقات عام دکانوں پر سے خرید و فروخت کرنے میں خاصہ نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ لیکن یہ سب دشواریاں شروع میں ہی پیش آتی ہیں۔ دو تین دفعہ کے تجربہ اور اندازہ کے بعد پھر کوئی وجہ نہیں کہ اس قسم کی مشکل پیش آئے۔

بعض بہنوں کی عادت ہوتی ہے کہ دوکان پر پہنچکر گھبرا جاتی ہیں۔ نہ تو اطمینان سے چیز دیکھتی ہیں اور نہ دام وغیرہ ٹھیک چکاتی ہیں۔ گھبراہٹ میں ایسی ویسی چیز خرید لیتی ہیں اور بعد میں افسوس کرتی ہیں۔ یہ بالکل نہ ہونا چاہیئے۔ ہر ایک چیز پہلے خوب اچھی طرح دیکھ بھال لیں اور دام وغیرہ کی طرف سے اطمینان کرلیں تب خریدیں۔ بہت سی بہنیں دام کم کرواتے شرماتی ہیں اور بھاؤ ٹھیرانا کسر شان سمجھتی ہیں۔ بڑی دوکانوں پر تو خیر جہاں چیزیں مقررہ قیمت پر فروخت ہوتی ہیں لیکن عام دوکاندار تو عموماً اصل سے دوگنے دام کہتے ہیں اس لئے یہ دانشمندی نہیں کہ محض شان جتانے کے لئے ایک روپے کی جگہ دو روپے خرچ کئے جائیں۔ کوشش یہ ہی ہونی چاہیئے کہ چیز ٹھیک داموں لیں۔ بہنوں میں ایک اور عام عادت یہ ہے کہ بازار میں جو اچھی چیز نظر پڑی خرید لی۔ اس طرح بہت سی فضول خرچی بھی ہوتی ہے اور بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ جو ضرورت کی چیزیں خریدنی ہوتی ہیں ان میں کمی کرنی پڑتی ہے۔ یہ عادت سب سے زیادہ قابل اصلاح ہے۔ اس کے لئے سب سے بہتر بات یہ ہے کہ جن چیزوں کی ضرورت ہو ان کی ایک فہرست پہلے سے گھر پر تیار کرلیں اور اس کے مطابق ہی خرید کریں۔ بعض بیبیاں اس فضول خرچی سے بچنے کے لئے یہ تدبیر اختیار کرتی ہیں کہ بالکل ضرورت کے مطابق روپے ساتھ رکھتی ہیں کہ نہ دام زیادہ ہوں گے نہ کچھ اور چیز خریدی جائے گی۔ یہ ترکیب کسی حد تک کارآمد ہوتی ہے۔ لیکن بعض دفعہ اس کی وجہ سے خاصی شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے۔ ہماری ایک عزیز ہیں ان کا ہمیشہ یہی اصول رہتا ہے لیکن بسا اوقات انہیں یہ دشواری پیش آتی ہے کہ اگر کوئی چیز ان کے اندازے سے روپے بارہ آنے

میں زیادہ ملی یا کوئی اتفاقی ضرورت پڑ گئی تو بٹوا خالی ہے۔ شوفر کے پاس نکل آئے تو خیر ورنہ جس کام کے لئے گئیں وہ ادھورا رہتا ہے یا پھر گھر واپس آ کے اور دام لے جانے پڑتے ہیں۔ یہ بہت اچھی بات ہے کہ پہلے سے حساب کر لیا جائے کہ ہم اتنے کی خریداری کریں گے لیکن کچھ روپے ہمیشہ زائد رکھنے چاہئیں ممکن ہے کوئی اتفاقی ضرورت آ پڑے۔

بہنیں یہ سب باتیں پیش نظر رکھیں تو پھر شوپنگ ایک مشکل کام نہ معلوم ہوگا بلکہ رفتہ رفتہ اس میں بہت دلچسپی پیدا ہو جائے گی اور بازار جاتے ہوئے اتنی گھبراہٹ نہ ہوگی کہ اگر کوئی ساتھ جانے کے لئے زیادہ تجربہ کار ساتھی نہ ملے تو دونوں اسی پس و پیش میں گذر جائیں بلکہ ہر ضرورت کی چیز جب دل چاہے فوراً خرید کر لا سکیں گی۔

اسما سعید دہلی

مرجھایا ہوا پھول

سکھی! میرے نخلِ آرزو میں ایک چھوٹا سا پھول کھلا تھا۔ ننھا سا پھول۔ معصوم۔ وہ مجھ کو دیکھ کر مسکراتا اور میں اُس پر ہزار جان سے نثار ہوتی تھی۔ وہ شوخی و شرارت کرتا تو میں اُس کو ٹوکتی وہ پتوں میں جا چھپتا اور خوب قہقہے لگاتا سکھی! پھول میری جان تھا۔ اور وہ بھی میرا دیوانہ۔ میں چاہتی تھی کہ وہ بادِ سموم کے جھونکوں سے محفوظ رہے۔ میں نے اس کی دیکھ بھال میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی۔ میرا مقصدِ حیات ہی یہ تھا کہ میں اپنے پیارے پھول کو سر سبز و شاداب دیکھوں۔ میرا پھول بادِ مخالف کے جھونکوں سے محفوظ نہ رہ سکا۔ ایک رات میں نے اپنے پھول کو پژمردہ دیکھا۔ میں کانپ گئی۔ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ دور۔ بہت دور۔۔ فضائے بعید میں، کوئی مجھ پر ہنس رہا ہے۔ میں سہم سی گئی۔ میرا پھول کملا رہا تھا۔ دنیا میری نظروں میں تاریک ہوگئی۔ مجھے یہ بھی ہوش نہ رہا کہ کیا کروں۔ آہ وہی ہوا جس کا ڈر تھا میرا پھول حوادث زمانہ کا شکار ہو گیا۔ اور مجھے تڑپتا چھوڑ کر چل بسا!!

سکھی! تو بھی رو رہی ہے!! آخر تو کیوں اداس ہوگئی۔ کیا تیرا بھی کوئی پھول تھا تیری امیدوں کا مسکن۔ تیری آرزوؤں کا سہارا سچ بتا سکھی! کیا تو نے بھی اپنی جان کی پرواہ نہ کی تھی اور اپنے پھول کی سلامتی کے لئے خدا کے حضور میں گڑگڑا کر دعائیں مانگتی تھیں۔ اے سکھی۔ کیا تیرے دل میں بھی ہوک اُٹھتی تھی کہ تیرا پھول تجھ سے چھن جائے گا تو کیا ہوگا۔ سکھی! تو نے اپنے مرجھائے ہوئے پھول کو کس دل سے سپردِ خاک کیا ہوگا؟ کیا وقت کے ہر لمحہ میں، خوفناک دن کی ہر گھڑی میں، اور برسات کی بھیانک کالی کالی راتوں میں تو نے اپنے پھول کو آسانی سے بھلا دیا ہوگا۔ کیا تیرے پھول کی معصومیت، اُس کے دلکش قہقہے اور نازک تبسم، یاد آ آ کر بیتاب دل کو اور بیقرار نہ کر دیتے ہوں گے۔ بتا دے سکھی! آخر تجھے کیسے صبر آیا؟

سکھی! تو مجھے تلقینِ صبر کر رہی ہے۔ پگلی ٹوٹا ہوا دل کہیں جڑ سکتا ہے! صبر تو بے بسی کا دوسرا نام ہے قدرت کے خلاف انسانی قوت ناکام رہے تو وہ بے بس ہو کر بیٹھ جائے یا دوسرے لفظوں میں صبر کرے۔ یہ کیا کہتی ہے تو! پھول جنت کا پھول تھا جنت میں چلا گیا۔ ہاں ہو سکتا ہے۔ انسان بعض اوقات خود کو دھوکا دینے کی کوشش کرتا ہے؟ کیا تو بھی اپنے پھول کو ایک بڑے سے سفید کپڑے میں لپیٹ کر دور۔ بہت دور۔ خوفناک جنگلوں میں۔ ہیبت ناک تنہائیوں میں، اور۔۔ قبر کی ہولناک گہرائیوں میں ۔۔ چھوڑ آئی تھی! سکھی۔ میں نے تو اپنے پھول کو کبھی اپنے سے جدا نہ کیا تھا میں نے تو اُسے کبھی اکیلا نہیں چھوڑا۔ وہ تو ہمیشہ میرے کلیجے سے لگا رہتا تھا۔ آہ! آج میرا پھول مجھ سے چھین لیا گیا۔ بس خدا ہی دلِ مضطر کو سکون دے۔

معتصمہ ظفر

صنعت و حرفت و گھرداری

از محترمہ امت الحفیظ صاحبہ مؤلفہ "صنعت و حرفت"

(۱) کریم ٹافی: بچوں کی من بھاتی مٹھائی کریم ٹافی ہے بچے اس کو بڑی رغبت سے کھاتے ہیں اس کا بنانا بہت آسان ہے۔ کاروباری حیثیت سے بھی اس کو بنا کر خوب کمائی کی جاسکتی ہے اگر مال اچھا صاف ستھرا ہو اور گراں نہ ہو تو اس کی فروخت میں دقت نہیں اُٹھانی پڑتی۔ دلکش اور خوبصورت ڈبے۔ رنگ برنگ کے سنہری اور روپہلی کاغذ ٹافی کی ٹکیاں لپیٹنے کو منگالیں ان میں کنجوسی نہ کرنی چاہیئے۔ اصلی چیز اگر تھوڑی گھٹیا بھی ہو لیکن یہ باہر کی ٹیپ ٹاپ نہایت ہی اعلیٰ ہونی چاہیئے۔

ایک ٹی سپون پانی کو دیگچی میں ڈالو۔ پھر اس میں دو اونس مکھن اور ڈیڑھ چمچہ گولڈن شربت اور ایک پاؤنڈ موٹی چینی (کھانڈ) مدھم آگ پر خوب آہستہ آہستہ گرم کرو۔ حتیٰ کہ سب ایک جان ہو جائے۔ پھر اس میں ایک چھوٹا ڈبہ جمے ہوئے دودھ کا ملا دو۔ اور بیس منٹ تک پکاؤ بعد ازاں ایک تھالی میں جس کی تہہ میں خوب اچھی طرح مکھن چپڑ لیا گیا ہو ڈال دو۔ تھوڑا ٹھنڈا ہونے پر تیز چھری سے چورس ٹکڑے کاٹ ڈالو۔ اور جب خوب ٹھنڈا ہو جائے تو خوشنما رنگین کاغذوں میں ایک ایک ٹکڑہ علیحدہ علیحدہ لپیٹ دو۔

ایک دو دفعہ کے تجربہ سے آپ کو اچھی طرح اس کو بنانے کا طریقہ معلوم ہو جائے گا۔ پھر ان ہی وزنوں کو آٹھ دس گنا مقداروں سے کر زیادہ مقدار میں بنالو۔ اور ایک ایک پاؤنڈ کے خوشنما ڈبوں میں پیک کرکے فروخت کرنے کے لئے بھیج دو۔

(۲) فرنیچر کا کریم بنانے کا طریقہ ایک اونس خالص سفید صابن۔ ایک اونس مکھی کا موم۔ ایک اونس سفید موم۔ ان تینوں چیزوں کو باریک کاٹ کر اس میں ایک بوتل تارپین کے تیل کی ملا دو اور ایک رات دن اسی طرح پڑا رہنے دو۔ بعد میں اس کو خوب ملاؤ اور تین چوتھائی بوتل گرم پانی کی لے کر اس میں تھوڑا تھوڑا ملاؤ اور خوب چلاؤ۔ سب ایک جان ہو جائے تو بوتلوں میں بھر رکھو۔

فرنیچر کو صاف اور ستھرا رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہفتہ وار اس کریم کو ہلکے ہلکے نرم کپڑے سے ملو۔ اس چیز کی مانگ انگریزوں یا انگریزی طریقہ پر بود و باش رکھنے والے ہندوستانی گھرانوں میں بہت ہے۔

(۳) سیاہی کے داغ دھبے دور کرنا بعض دفعہ تھوڑی سی غفلت سے قیمتی اور اچھے میزپوش سیاہی کی دوات اُلٹ جانے سے سب کا سب ستیاناس ہو جاتا ہے۔ معمولی طور پر لاکھ دھوؤ

پھر بھی یہ داغ نہیں جاتا۔

ایسے داغ دھبوں کو مٹانے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ایسے داغ دھبوں پر فوراً ہی نمک چھڑک دو اور داغ والا حصہ دودھ میں بھگو دو۔ چند منٹ کے بعد معمولی طریقہ پر صابن اور پانی سے دھو ڈالو۔

تھوڑے سے لیموں کے نمک کو گرم پانی میں حل کر کے سیاہی کے پرانے داغوں پر ملو پھر اس کپڑے کو گرم پانی میں جس میں کہ تھوڑا سا سوڈا ملا لیا گیا ہو ملو۔ یہ اس لئے کہ لیموں کے نمک کا اثر زائل ہو جائے پھر اس کو معمولی طریقہ پر دھو ڈالو۔ لیموں کا نمک زہر ہے اس لئے اس کو بچوں کی دسترس سے باہر رکھو۔

مشورے

(۱) ایروروٹ بچوں اور بوڑھوں کے لئے زود ہضم اور ہلکی غذا ہے۔ شوربے کو گاڑھا کرنے کے لئے بھی استعمال کی جاتی ہے۔ دو تین چمچوں کو تھوڑے پانی میں حل کر کے ملا دو۔ اور پھر خوب پکاؤ۔

(۲) استعمال شدہ اون کے دھاگے کھول کر اگر کوئی دوسری چیز بُننی ہے تو ان کو ذرا ڈھیلے ایک موٹے کارڈ بورڈ پر لپیٹ دو چولھے پر پانی کی دیگچی چڑھا دو۔ جب پانی کھولنے لگ جائے تو اس میں بھاپ اٹھے گی۔ اس بھاپ پر یہ اون چند منٹ تک رکھو۔ پھر اس کو ململ کے کپڑے میں لپیٹ کر استری سے خشک کر لو۔ نیا ہو جائے گا۔

(۳) دانتوں پر ٹارٹار جم گیا ہو تو اُس کو کھرچنے سے قبل اُن پر تازہ لیموں کاٹ کر ملو۔

(۴) گرم سرکہ کھڑکیوں اور دروازوں پر سے روغن علیحدہ کرنے کے لئے ایک مانی ہوئی آزمودہ چیز ہے۔

دعا

بازوئے مسلماں میں اسلام کی قوت دے — چھا جائے جو دنیا پر وہ رعب وہ ہیبت دے
صدیق کی رافت دے فاروق کی عظمت دے — عثمان کی دولت دے حیدر کی شجاعت دے
عمار کی حق گوئی حسنین کی حق کوشی — بوذر کی قناعت دے خالد کی اطاعت دے
ہو رزق سے رگ رگ میں آزاد لہو پیدا — بندوں کو غلامی سے اغیار کی غیرت دے
میدانِ عمل میں ہم ہر قوم سے ہوں آگے — دنیا کی نگاہوں میں اسلام کو وقعت دے
پر تو کوئی پڑ جائے اصحابِ پیمبر کا — ایثار و محبت دے اخلاص و صداقت دے
پیدا ہو سلیقہ پھر تہذیب و تمدن کا — قرآن سے نسبت ہو پھر ذوقِ شریعت دے
بچھڑے ہیں محمد سے غیروں کی طرف منہ ہے — اصلاح کی حاجت ہے پھر حُسن معیشت دے
کیا ہے جو نہیں ممکن قدرت سے تری مولا — پھر اپنے ذلیلوں کو اک بار وہ عزت دے

حقیر صوفی

سینما کے چند پراسرار نظارے

سینما میں اکثر ایسے ایسے نظارے دیکھنے میں آئے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے بعض سین تو بالکل ایسے ہوتے ہیں کہ بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور پھر چند نظارے اس قدر عجیب وغریب ہوتے ہیں کہ وہ انسانی عقل اور اصولِ فطرت سے بلند سمجھے جاتے ہیں اور جنہیں دیکھ کر ہمارے دل میں بے اختیار یہ خیال آتا ہے کہ ایکٹر انسان نہیں بلکہ کوئی اور ہی مخلوق ہیں کیونکہ وہ ایسے ایسے کام کر لیتے ہیں جو انسانی طاقت سے باہر ہوتے ہیں مثلاً تلواروں سے لہولہان ہو کر انسان کا زندہ بچ جانا۔ چھلانگیں لگا کر درختوں پر چڑھنا۔ دیوار پر چڑھنا۔ ہوائی جہاز میں دو آدمیوں کا لڑائی لڑنا۔ انسان کا اس غیر معمولی تیزی سے بھاگنا کہ گھوڑے یا موٹر بھی اسے نہ پکڑ سکے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان واقعات کی حقیقت کیا ہے اور نا ممکنات کو کس طرح ممکن کر کے دکھایا جاتا ہے۔ بات یہ ہے کہ یہ نظارے مصنوعی ہوتے ہیں۔ جو کیمرہ کی بدولت عمل میں آتے اور فوٹو گرافی کے کمال کا اظہار کرتے ہیں۔

میں یہاں ان کے متعلق چند معلومات عرض کرتی ہوں جو ایک بڑے فوٹوگرافر سے معلوم ہوئی ہیں امید ہے کہ بہنیں دلچسپی سے پڑھیں گی۔

کیمرہ کے اندر ایک پرزہ ہوتا ہے جس سے اُلٹی رفتار ظاہر ہوتی ہے۔

آدمی کا چھلانگ مار کر درخت پر چڑھنا دراصل آدمی نیچے سے اوپر نہیں چڑھتا بلکہ اوپر سے نیچے چھلانگ لگاتا ہے۔ اس کی تصویر لی جاتی ہے۔ مگر اُلٹی رفتار ظاہر کرنے والے پرزے کی مدد سے ظاہر ایسا کیا جاتا ہے کہ آدمی نیچے سے اوپر جا رہا ہے۔

دیوار پر چڑھنا۔ ایک دیوار زمین پر بنائی جاتی ہے۔ آدمی اُس پر چلتا ہے اُس وقت کیمرے کو دیوار کے اوپر کی طرف رکھ کر تصویر لیتے ہیں جس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آدمی دیوار کے اوپر چڑھا جا رہا ہے۔

غیر معمولی تیزی سے دوڑنا۔ یہ نظارہ ٹرن ٹیبل Turn Table کی مدد سے پیش آتا ہے۔ ایک لوہے کی چادر جس کے دونوں سرے جُڑے ہوتے ہیں۔ پہیوں پر چڑھا دیتے ہیں۔ جب پہیوں کو گھماتے ہیں۔ تو اس چادر کا اوپر کا حصہ ایک طرف بڑھتا ہے اور نیچے کا حصہ دوسری طرف حرکت کرتا ہے۔ اس چادر پہ آدمی نہایت تیزی سے دوڑتا ہے مگر چونکہ چادر پیچھے کو ہٹتی جاتی ہے اس لئے وہ وہیں کا وہیں رہتا ہے۔ اس کی فلم لیتے ہیں۔ دوسری طرف تیز رفتار موٹر میں بیٹھ کر مکانوں اور دکانوں کی فلم لی جاتی ہے۔ اب ان دونوں فلموں کو اوپر نیچے رکھ کر ڈبل اکسپوژد Double exposure کر دیتے ہیں جس کے باعث انسان غیر معمولی تیزی سے بھاگتا نظر آتا ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ دوڑتا

وہ نہیں بلکہ مکانات اور دکانیں دوڑتی ہیں۔ اسی طرح Double exposed کرکے آدمی کی درندوں سے لڑائی دکھائی جاتی ہے۔ مثلاً ایک آدمی شیر سے لڑ رہا ہے۔ پہلے آدمی کی تصویر لیتے ہیں۔ پھر شیر کی۔ بعد میں اور Double exposed کردیتے ہیں جس سے گتھم گتھا نظر آتے ہیں۔

ہوائی جہاز میں لڑائی۔ یہ لڑائی دراصل اڑتے ہوئے جہاز میں نہیں ہوتی۔ بلکہ جس طرح مصنوعی لڑائی ہوتی ہے۔ ویسے ہی ہوائی جہاز کے اڑنے کا نظارہ مصنوعی ہوتا ہے۔ جو اس طرح عمل میں لایا جاتا ہے۔ ایک سفید نیلگوں پردہ لٹکاتے ہیں جو آسمان کا کام دیتا ہے۔ پھر ہوائی جہاز کو بھی اس پردہ کے نزدیک لٹکایا جاتا ہے۔ اسے ملانے سے ہوائی جہاز اڑتا معلوم دیتا ہے۔ نیچے سطح زمین کا نقشہ کھینچا جاتا ہے جس میں چیزیں چھوٹی بنائی جاتی ہیں۔ گویا کہ ہوائی جہاز بہت بلندی پر پرواز کر رہا ہے۔ ادھر جہاز کے پنکھے کو تیزی سے گھماتے ہیں تاکہ وہ تیز رفتار جاتا معلوم ہو۔ اب اس میں لڑائی کا سین شروع کرکے فلم تیار کرلیتے ہیں۔

تلواروں سے لہولہان ہونا۔ لہو تو بلاشبہ سرخ رنگ ہے جو بوقتِ ضرورت لہو کا کام دیتا ہے۔ رہا تلواروں کی ضرب سے زخمی کرنا تو اس کا راز یہ ہے کہ آدمی کو کھڑا کرکے اس کے کپڑے اور جسم میں اس طرح تلواریں اٹکا دیتے ہیں جیسے معلوم ہو کہ وہ تلواروں سے چھیدا ہوا ہے پھر ان تلواروں کو باہر نکالتے ہیں۔ مگر الٹی رفتار ظاہر کرنے والے پردہ کی مدد سے فلم میں یہ دکھایا جاتا ہے کہ تلواریں جسم میں بھونکی جارہی ہیں۔

کسی حد تک صحیح ہے

ریس۔ امرتسر

امّاں! دیکھو میں نے کیا نئی چیز بنائی

یہ الفاظ رات کے وقت ایک ۲۰ برس کے لڑکے کی زبان سے نکلے تھے۔ اس کی ماں بستر پر تھی اور سو رہی تھی۔ یہ لڑکا مارکونی تھا، جس کی ایجاد ریڈیو یا بے تار کی خبر رسانی آج کل دنیا کے ہر کونے میں موجود ہے۔ آج سے ۴۲ برس قبل مارکونی اس قابل ہوگیا تھا کہ رات کو اپنی ماں کو پریشان کرے اور یہ دکھائے کہ ایک گھنٹی ۳۰ فٹ کے فاصلے سے ایک بٹن کے دبانے سے بجنے لگتی ہے۔ دوسرے دن اس لڑکے نے اپنے دوستوں کو یہ تماشا دکھانے کے لئے جمع کیا مگر اس کے دوستوں نے یہ سمجھا کہ یہ شخص ان کو بے وقوف بنا رہا ہے۔ یہ تھی اس کی ابتدا جو آج کل ریڈیو کی صورت میں گھر گھر موجود ہے۔

مارکونی، اٹلی کا رہنے والا تھا مگر اپنی ماں کی وجہ سے لندن میں آباد ہوگیا تھا۔ اس کی ماں آیرلینڈ کی رہنے والی تھی۔ باپ کی یہ منشا نہ تھی کہ دنیا کے سامنے ایک موجد کی حیثیت سے رونما ہو۔ اس کی یہ ہی ہمیشہ کوشش رہی کہ اس کا بیٹا بھی اس کی طرح ایک شہری کی زندگی بسر کرے اور ان تمام فضولیات سے باز رہے۔ یہ شخص ہمیشہ یہ کہا کرتا تھا کہ یہ لڑکا اپنے ہی گھر کو ایک روز تباہ کر کے رہے گا مگر اس کی ماں نے ہمیشہ اس کا ساتھ دیا اور اسی کی ہمدردی کا نتیجہ تھا کہ وہ یہ ایجاد کر سکا اور بلا تار کے ۳۰ فٹ کے فاصلے پر رکھی ہوئی گھنٹی کو ایک بٹن کے دبانے سے بجا سکا۔ ماں کی ہمدردی ہی کی وجہ سے لڑکے کی یہ ہمت ہوئی کہ وہ اس کو نیند سے جگا دے۔

یہ لڑکا ۲۵ راپریل ۱۸۷۴ء میں پیدا ہوا اور ۲۰ رجولائی ۱۹۳۷ء کو ۶۳ برس کی عمر میں مرگیا۔

مارکونی، اگرچہ اٹلی کا رہنے والا تھا مگر کبھی اس نے اپنے آپ کو اٹلی کا رہنے والا تصور نہیں کیا۔ پچھلے دو برس سے وہ فاشیت کی طرف مائل ہوگیا تھا اور جنگ حبش میں وہ اٹلی کی طرف سے لڑا بھی، ورنہ وہ ہمیشہ اپنے آپ کو انگریزی خیال کرتا رہا ہے اور اس نے یہ ایجاد بھی لندن میں رہ کر کی۔ یہ ایجاد ایک طرح سے نئی نہ تھی، کیوں کہ اس سے قبل ایک جرمن حکیم یہ معلوم کر چکا تھا کہ بجلی کی قوت ہر وقت ہوا میں رہتی ہے۔ یہ مارکونی ہی کا حصہ تھا کہ وہ اس قوت کو تجارتی کاموں میں صرف کرنا شروع کر دے۔ ۱۸۹۵ء میں مارکونی نے اپنی کمپنی کی ابتدا کی اور ۱۹۰۰ء تک اس نے کمپنی کو مارکونی وائرلیس ٹیلی گراف کمپنی کے نام سے شروع کر دیا۔ بڑھتے بڑھتے اس کمپنی نے جنگِ عظیم کے موقع پر بہت بڑے بڑے کارنمایاں کئے۔

مارکونی کی اس ایجاد نے شروع زمانہ میں بہت سے لوگوں کی جانیں بچائیں اور ایک کی جان لی۔ ٹائی ٹینک جہاز پر مارکونی فون پر کام کرنے والا موجود تھا۔ اس نے اس جہاز کے ڈوبنے کی اطلاع دوسرے جہازوں کو کر دی۔ امریکہ کے بندر پر جب ٹائی ٹینک کے باقی ماندہ لوگ پہنچے ہیں تو مارکونی بھی وہاں موجود تھا۔ لوگ سب خوشیاں منا رہے تھے اور مارکونی بھی اسی خوشی منانے والوں میں شامل تھا۔ اس کو یہ معلوم نہ تھا کہ لوگ اسی کی جے پکار رہے ہیں۔ مارکونی کے

پاس ہی ایک عورت کھڑی تھی۔ یہ اپنے باپ کو صحیح سالم دیکھ کر چلا اُٹھی کہ مارکونی نے اُس کو بچالیا۔ مارکونی کو اس پر تعجب ہوا اور اپنا تعارف اُس سے کرایا۔ اس پر لوگ مارکونی کی طرف دوڑ پڑے۔

ایک مرتبہ انگلستان میں ایک نہایت خوفناک قتل کی واردات ہوئی۔ ملزم نام اور بھیس بدل کر امریکہ بھاگ نکلا۔ پولس میں ایک شخص مارکونی فون کا ماہر تھا اور وہ اُسی جہاز سے سفر کر رہا تھا۔ اس نے اپنے علم کو کام لاکر لندن میں اطلاع کر دی۔ یہ ملزم گرفتار ہوا اور بعد میں پھانسی پر چڑھا دیا گیا۔

تہذیب النسا، بی اے۔ از لندن

اتفاقی حادثوں کے فوری علاج

شروع برسات سے اکتوبر تک کا موسم بعض طبائع کو جلدی امراض اور پھوڑے پھنسی کی تکلیف دہی کے لئے نہایت ہی ناخوشگوار اثر پیدا کرتا ہے اکثر دیکھا گیا ہے کہ موسم برسات میں معمولی معمولی خراش یا زخم اور مچھر کے کاٹنے نے خطرناک سے خطرناک صورت اختیار کرلی۔ بعض اعضا رمثلاً ہاتھ یا پاؤں کی جلد اس قدر نرم و نازک ہوتی ہے کہ معمولی کھجانے سے پھنسی بن گئی اور جلد اُبھرتے اُبھرتے اچھا خاصہ آبلہ بڑھ کر انڈے کی سی شکل اختیار کر گیا مگر پھوٹنے کا کا نام ہی نہیں لیتا۔

اگر خدانخواستہ اتفاقیہ ایسی حالت درپیش آگئی ہو تو اس قسم کے آبلے یا پھوڑے سے سخت اذیت ہوا کرتی ہے اور درد و جلد کا کھچاؤ مریض کی جان پر بنا دیتا ہے۔ مناسب تدابیر یا ڈاکٹری امداد بروقت میسر نہ ہوسکے تو اس قسم کا آبلہ اکثر پھیلتا ہی جاتا ہے اور پیپ و خون بھرنے میں اضافہ کرتا جاتا ہے۔

اس اتفاقیہ حادثے کی اذیت سے محفوظ رکھنے اور فوری تسکین پہنچانے کے لئے تیمار دار کو چاہیئے کہ تیز نوک کی سوئی لیکر ٹنکچر آئیوڈین یا سپرٹ وغیرہ میں سوئی کی نوک ڈبو کر نکال لے یا پھر آگ پر اسی کی نوک جلائے تاکہ لوہے کا زہریلا اثر زائل ہو جائے اب یہ سوئی بالکل بےخطر ہوگی۔ اس سے نہایت آہستگی سے آبلے یا پھوڑے میں چند کچوکے لگا دیجئے۔ فوراً بغیر تکلیف کے تمام مواد بصورت پیپ خون وغیرہ کے خارج ہو کر مریض فوری تسکین اور درد و کھچاؤ سے آرام حاصل کرلیگا۔ اب آبلے کی جلد پر صاف دھنی ہوئی روئی لیکر آہستہ آہستہ دبائے کہ باقی ماندہ مواد بھی خارج ہو کر جلد ہموار ہو جائے۔ اول تو اس زخم کو صرف بورک ورنہ مندرجہ ذیل مرہم کا استعمال چند روز میں زخم کو خشک کر دیگا۔ رسوت چھ ماشہ۔ لیکر عرق گلاب دو تولہ میں حل کرلیں۔ اور مشک کافور۔ مردارسنگ ہموزن لیکر باریک پیس لیں اور کپڑچھان کر رسوت کے محلول میں آمیز کرکے مرہم بنالیں مذکورہ زخم خشک کرنے کے علاوہ دیگر برساتی پھنسیوں اور پھوڑوں کی درد و تکلیف کو بھی فوری تسکین پہنچائے گا ہر عمر کے افراد کے لئے فائدہ مند اور آزمائش شدہ ہے۔

گ۔ ن۔ بنت ڈاکٹر ابوالفضل صاحب

سوزِ پنہاں

یہ ایک دو منزلہ مکان تھا نیچے کی منزل میں دو چار بڑی بوڑھیاں تھیں کچھ جاگ رہی تھیں، کچھ سو رہی تھیں۔

اوپر کی منزل میں ایک نوعمر لڑکی ایک طرف بے حال پڑی ہوئی تھی۔ اس کا حسن پوری طرح نکھر رہا تھا لیکن جوانی کی امنگیں اس کے سامنے دم توڑ رہی تھیں۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے جیسے املی کے کہن سال درخت وونوں وقت ملتے اپنی دیو آسا لٹیں دھرتی کے شانوں پر پھیلا دیتے ہیں۔ آنسوؤں کا سیلاب سرِ شام تھم چکا تھا اب آنکھوں میں تیرتے ہوئے آنسو ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے نرسل پر سے گرنے والی شبنم کے قطرے! وہ بُت بنی ہوئی تھی، صدمے نے اس کا گریہ بے جان کر دیا تھا۔ اُس کی نگاہوں کے سامنے، دیوار پر ایک تصویر آویزاں تھی — عہدِ رفتہ کی یادگار! یہ اس کے شوہر کی تصویر تھی جو اس سے ہمیشہ کے لئے بچھڑ گیا تھا۔ آہ! کیسی المناک گھڑیاں تھیں یہ، جو اس بیت رہی تھیں! باہر موت کا سا سکوت طاری تھا۔ فرشتۂ اجل کے ہیبت ناک پروں کی پھڑپھڑاہٹ معدوم ہو چلی تھی لیکن اس کا اثر آس پاس کے برگد اور پیپل کے درختوں پر ابھی تک مسلط تھا۔ رات بڑی ہی زہرہ گداز تھی، پُرشوق چاندنی بھی کنول کا گھونگٹ نہ کھول سکی اور کنول کھلتا بھی کیسے، جبکہ؟ —

بانس کی شاخیں کہہ رہی تھیں "یہاں موت نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں"

شاہِ بلوط کے پتے سرگوشی کر رہے تھے "بدنصیب بیوہ اپنے شوہر کی جدائی پر خون کے آنسو رو رہی ہے"

غم آلود ہوائیں سرسرا رہی تھیں "محبت کے عہد و پیمان اُسی کے ساتھ دفن ہو گئے"

اور موت قہقہہ لگا رہی تھی "دنیا ایک خواب ہے، انسان اس پر اعتماد کیوں کرے؟"

کمرے کے دریچے کھلے ہوئے تھے اور چاندنی کا نور ہر سمت پھیلا ہوا تھا غم و اندوہ کے قفس میں نوگرفتار لڑکی، یکایک اپنے استغراق سے چونک کر کھڑی ہو گئی۔ ایک جانب قدِ آدم آئینہ رکھا ہوا تھا جس میں اس کا عکس اس کے سامنے آ گیا۔ وہ کس قدر تبدیل ہو گئی تھی؟ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گلاب کی مسلی ہوئی پنکھڑی پر اوس ڈال کر اُسے شاداب کیا جا رہا ہے۔ گذری ہوئی باتیں اُس کے دماغ میں گردش کرنے لگیں اور وہ نقوش جو تطویلِ زمانہ نے بہت ہلکے کر دیئے تھے پھر ایک بار سطحِ ذہن پر اُبھر آئے۔

لڑکی رونے لگی "اے معبود آخر ہم دنیا میں آئے ہی کیوں ہیں؟ اور یہ زندگی اس قدر مجبور کیوں ہے؟ اے خدا! مسرتا کے وہ چند لمحات [illegible] اب یہ کیسی رات میں کس طرح کاٹوں گی؟ وہ نڈھال ہو کر بیٹھ گئی

اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ زندگی کی زنجیروں کو توڑ دے ۔ " پروردگار! میں تسکین چاہتی ہوں، مجھے موت دیدے! رحمان! میں ایسی زندگی سے نجات چاہتی ہوں، مجھے موت دیدے! اللہ! مجھ میں برداشت کی طاقت نہیں رہی مجھے موت دیدے!" ایک الہامی نغمہ فضا میں گونجا: "زندگی دکھ اور مصیبت کے بوجھ سے جھکی ہوئی ہے، انسان آلامِ حیات سے گھبرا کیوں جاتا ہے"

(۲)

وہ بے چاری موت کی جس قدر تمنا کر رہی تھی، موت اس سے اتنی ہی دور ہو رہی تھی۔ آہ! انسان کی آرزوئیں تشنۂ تکمیل ہی رہتی ہیں! عالمِ خیال اُسے شوہر کی قبر پر لے گیا جہاں رات کی وحشت ناک تنہائی میں، موت اُس کی جوان مرگی پر پُرسوز مرثیہ گا رہی تھی۔ وہ لرز گئی اور بے قابو ہو کر چیخی: "اے معبود! یہ باطل کر دے کہ میرا شوہر مر گیا ہے، اُسے زندہ کر دے .... پر آہ! ایسا کبھی نہیں ہوتا، موت کے جزیرے سے روحیں واپس نہیں آتیں!"

وہ رات بھر اپنے تئیں کوستی رہی مگر موت اتنی نرم دل نہیں کہ انسان کے رونے سے پسیج جائے۔ پو پھٹتے، مدھم شعاعوں کے نازک بازوؤں پر سوار، نیند کی دیوی آہستہ آہستہ کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کا دل بیوہ کی آہ و زاری سے بھر آیا۔ اُس نے اپنا غیر مرئی سحر اُس کی آنکھوں میں، جو روتے روتے سوجھ آئی تھیں، سمو دیا اور سرد آہ بھر کر اس کی طرف ترحم آمیز نظروں سے دیکھنے لگی۔

نیچے کی منزل میں دو چار بڑی بوڑھیاں، کچھ جاگ رہی تھیں کچھ سو رہی تھیں، یکایک وہ چونکیں اور اِدھر اُدھر دیکھ کر ایک دوسرے سے کہنے لگیں: "دلہن ــــ نہیں ــــ وہ بیوہ!.....

کہاں ہے؟ بچاری کہیں اوپر نہ چلی گئی ہو اُسے وہاں نہیں جانا چاہیئے ورنہ ہر وقت کی یاد اُس کا جینا اجیرن کر دے گی"

بڑی بوڑھیاں ہانپتی کانپتی اوپر کی منزل پر آئیں تو دیکھا کہ خوبصورت بیوہ فرش پر مرجھائی ہوئی سوسن کی طرح بے حال پڑی ہوئی ہے۔ اُن میں سے ایک نے آہستہ سے کہا: "چلو اچھا ہے نیند آ گئی۔ صبر آتے ہی آتے آتا ہے"

صادق الخیری

(بقیہ صفحہ ۳۳۳) ایک ایک رومال تھا۔ ایک بہن نے دیکھ کر چپکے سے کہا غالباً دو رومالوں کا فیشن ہو گیا ہے ورنہ دو رومالوں کی کیا ضرورت تھی لیکن میں نے فوراً روک دیا کہ ایسا خیال ہرگز نہیں کرنا چاہیئے از خود رائے زنی کرنا مناسب نہیں تاوقتیکہ معلوم نہ ہو جائے کہ کیوں اور کس وجہ سے یہ کام کیا گیا۔ اس مضمون سے میرا مقصد یہ ہے کہ جو بہنیں پہلے گہرے گہرے رنگوں اور کئی کئی دو رنگی چوڑیوں پر پہننے والیوں کا مضحکہ اڑاتی تھیں اور گنوار و جاہل کہتی تھیں اب وہی بہنیں گہرا رنگ اور کئی کئی چوڑیاں دو رنگی پسند کرنے لگیں۔ غرض جن کاموں کو پہلے وہ ناپسند کرتی تھیں اب انہیں باتوں کی دلدادہ ہونے لگی ہیں۔ اگر کوئی کہہ دیتا ہے کہ اب گہرا رنگ اور دو سے زائد چوڑیاں کیوں پہنتی ہو تو فرماتی ہیں کہ اب ان ہی باتوں کا فیشن ہو گیا ہے بات در اصل یہ ہے کہ انہوں نے کسی متمول یا خوبصورت تعلیم یافتہ بہن کو گہرا رنگ وغیرہ استعمال کرتے دیکھ لیا اور اُس کی نقل کرنے لگیں دوسروں کو ذلیل سمجھنا اور ان کی ہنسی اڑانا بہت ہی بری بات ہے میں نے بعض بہنوں کو دیکھا ہے کہ وہ پڑھی لکھی تو کچھ ہوتی نہیں لیکن فیشن پرستی کی وجہ سے اپنے کو تعلیم یافتہ اور مہذب سمجھنے لگتی ہیں ہر کس و ناکس سے گفتگو کرنا باعث توہین ہے فیشن کے اور خیالی تعلیم یافتہ ہونے کے باعث اس قدر مغرور ہیں کہ سلام کرنا تو کجا دوسروں کو سلام کا جواب

فیشن

آج کل جس تیزی سے فیشن ترقی کر رہا ہے وہ محتاج بیاں نہیں۔ نت نئے فیشن رونما ہو رہے ہیں جیسا کسی بہن کو کرتے دیکھا بعینہ کر لینے کا نام فیشن ہو گیا۔ عہد گزشتہ میں گہرا رنگ مرغوب تھا لیکن دور حاضرہ میں معیوب ہے پہلے کانوں میں بالیاں پہنی جاتی تھیں لیکن جدید روشنی کے زمانہ میں متروک ہو گئیں کبھی چوڑیاں ہاتھوں میں دو رنگی اور کئی کئی استعمال کی جاتی تھیں اب صرف یکرنگی دو چوڑیوں پر اکتفا ہونے لگا۔ غرض جس کسی بہن کو نیا کام کرتے دیکھا بس وہی سب کرنے لگے اور اسی کا نام فیشن ہو گیا۔ اگر ہلکے رنگوں اور دو دو چوڑیوں پر کسی قدیم زمانہ کی عورت نے خواہ وہ اپنی عزیز ہی کیوں نہ ہوں اعتراض کیا کہ یہ کونسا قاعدہ ایجاد ہوا ہے ہلکے رنگ کی دو چوڑیاں معلوم بھی نہیں ہوتیں کان بالیوں سے خالی برے لگتے ہیں تو بہن صاحبہ فرماتی ہیں کہ جولاہوں کی طرح گہرا رنگ ہم کو پسند نہیں دو سے زائد چوڑیاں استعمال کرنا گنوار پن ہے۔ کانوں میں بالیاں پہننے سے صورت بگڑ جاتی ہے غرض ایسی ایسی مثالیں پیش کرتی ہیں۔ کہ سوال کرنے والی کو خاموش ہونا پڑتا ہے۔ جو بہنیں افلاس کی وجہ سے نہ رسائل کا مطالعہ کرتی ہیں نہ محفلوں میں ساڑھیاں وغیرہ پہن کر نکلتی ہیں اور فیشن کے نام سے بے بہرہ ہوتی ہیں ان کی معاشرت دیکھ کر بہنیں مضحکہ اڑاتی ہیں اور بات بات پر ان کی مثالیں دی جاتی ہیں کہ فلاں بہن کو کپڑے کی تمیز ہی نہیں وہ کیا جانیں رنگ کی مناسبت کسے کہتے ہیں فیشن نہ کسی ملک کا نام ہے نہ شہر کا جہاں سے وہ ایجاد ہو رہا ہے اور نہ اس کا ایجاد کرنے والا کوئی مخصوص انسان ہے۔ بلکہ محض دوسروں کے دیکھے ہوئے کو خود بھی بجنسہ کر لینے کا نام فیشن ہے۔ جہاں کسی بہن نے دوسری بہن کو کوئی پسندیدہ کام کرتے دیکھا۔ پوچھا بہن یہ کیا۔ جواب دیا فیشن ہو گیا ہے۔ فیشن کا نام سنتے ہی سب بہنیں اسی کو اختیار کرنے لگیں۔ کسی بہن کو بڑے بندے پہنے دیکھا خیال ہوا فیشن ہو گیا ہو گا بڑے بندوں کا چنانچہ بڑے بندے منگائے گئے کچھ عرصہ کے بعد دوسری بہن کو چھوٹے چھوٹے بندے پہنے دیکھا اب بڑے بندے چھوڑ دیئے گئے کہ ان کا فیشن نہیں رہا محفل میں کسی بہن کے ہاتھ میں گھڑی دیکھی اب بغیر گھڑی کے ان کا محفل میں تشریف لے جانا باعث توہین ہے خواہ حیثیت ہو یا نہ ہو۔ گھڑی ضرور منگائی جائے گی۔ بعض ایسا کرتی ہیں کہ محض فیشن کی وجہ سے اپنے پاس گھڑی نہیں ہوتی تو اپنے شوہر یا بھائی کی لیکر باندھ جاتی ہیں۔

جو بہنیں ٹھیک وقت بھی نہیں بتا سکیں وہ بھی فیشن ایبل بہنوں میں شامل ہونے کی غرض سے پہن جاتی ہیں اور کوئی پوچھ بھی لیتا ہے کہ بہن آپ کی گھڑی میں کیا بجا ہو گا اب بہن کو وقت معلوم ہو تو بتلائیں وہ تو محض دوسری بہنوں کی دیکھا دیکھی پہن آتی ہیں جب کسی کو وقت بتلانے سے قاصر ہوتی ہیں تو وقت معلوم کرنے والی بہن مضحکہ اڑاتی ہیں کہ واہ بہن گھڑی پہننا تو آتی ہے وقت بتلانا نہیں آتا۔ مجھے ایک بہن صاحبہ جو باہر سے تشریف لائی تھیں ملنے آئیں چنانچہ بہن مذکورہ کے دونوں ہاتھوں میں

(بقیہ بر صفحہ ٣٣٢)

روئی کا سارس

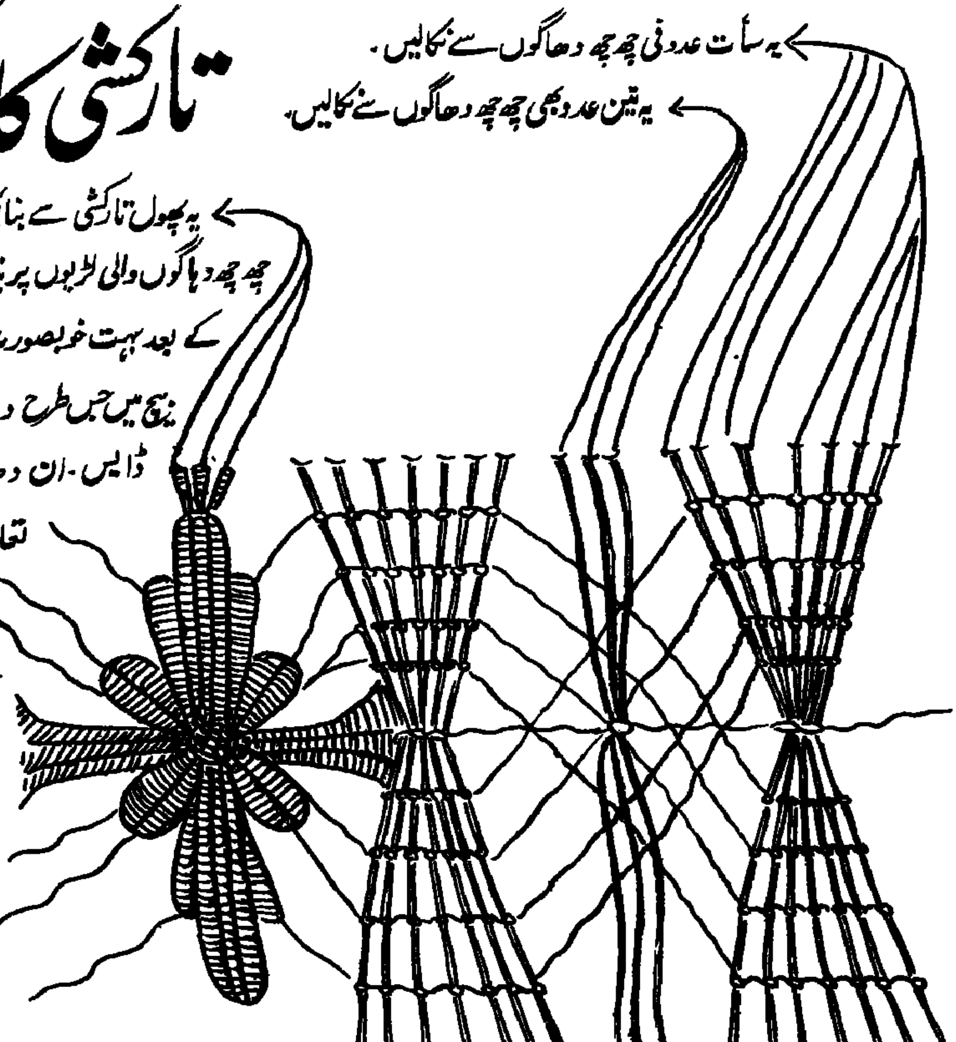


سالگرہ نمبر عصمت میں میرا روئی کا خرگوش شائع ہوا ہے چونکہ یہ اس سے مختلف ہے اس میں پھول پتے رنگ کر بنائے جائیں گے اور یہ سینری کشن پر بنایئے یہ کاڑھنے وغیرہ سے بہت آسان ہے امید ہے کہ انہیں پسند کریں گی۔ پہلے اس نقشہ کو عنابی ساٹن پر اُتار لیجئے۔ اور سارس کو حسب نقشہ روئی کا کاٹئے اور تھوڑی روئی ہلکی گلابی اور کچھ گہری سبز اور پانی کے لئے ہلکی آسمانی رنگئے اور اسے سائے میں خشک کر لیجئے اب گلابی روئی کے تو مثل نقشہ کے پھول کاٹئے اور سبز کی پتیاں۔ پھول پتیاں کاٹنے کے بعد اس کے نیچے اور تھوڑی تھوڑی سفید روئی رکھ دیجئے پھول کے بیچ میں یعنی زیرہ زرد روئی کا رکھئے پتیوں میں نسیں وہاں روئی کی بٹ کر بہت صفائی سے لگا دیجئے اور پیڑ کی ڈال کاہی رنگ کی کاٹئے۔ اب ساٹن پر آسمانی روئی کو بہت ہلکے سے پانی کی جگہ پر چپکا دیجئے۔ اور اس میں جو پتیاں ہیں

وہ بھی روئی کی بناکر گوند سے چپکا دیئے. سارس کے پیٹ میں ، ، نشان کالی روشنائی کے قلم سے بنایئے اور چونچ بھورے رنگ سے آنکھ نیلے رنگ اور ٹانگیں زرد رنگ سے ہلکے ہلکے رنگ دیجئے اس کے بعد سارس کے بیچ میں گوند لگا کر پانی میں ساٹن پر چپکا دیجئے اور پھول جو بنے رکھے ہیں ذرا ذرا سا گوند لگا کر حسب نقشہ چپکائے ادہر کا چھوٹا پھول بھی سبز رنگ کی روئی سے بنایا جائے گا اب یہ سینری تیار ہے ساٹن میں استر لگا کے کشن پر چڑہا دیجئے یہ کشن کرسی پر کھڑا رکھنے والا رہے گا بیٹھنے سے پھول پتیاں دب جائیں گی. اور خوشنما نہیں معلوم ہوں گی. روئی کے پھول پتے اگر بہت صفائی سے بنائے تو مثل قدرتی پھولوں کے معلوم ہوتے ہیں ایک ہی مرتبہ کے بنانے سے پھر ہر طرح کے پھول بنانا سمجھ میں آجاتا ہے. اس میں کسی قسم کے ریشم وغیرہ کی ضرورت نہیں پڑتی ہے.

قمر جہاں لکھیم پور کھیری

تارکشی کا پھول



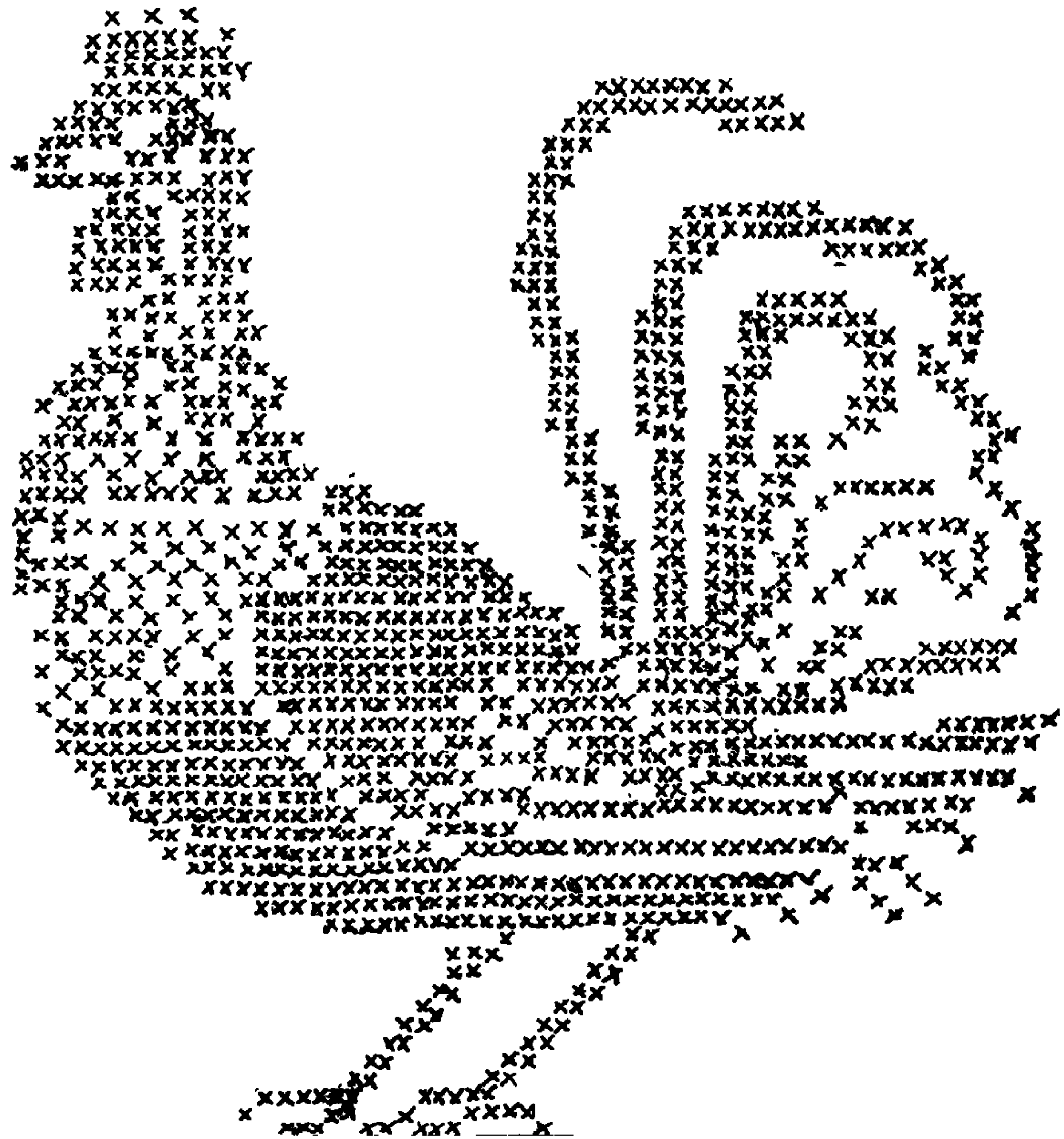
سلطانہ بانو

کراس اسٹیچ کا مُرغ

یہ مرغ مالٹی کلاتھ یا اور کسی کپڑے پر رنگین تاگوں سے کاڑھیے۔ آئینہ پوش یا چیر کلاتھ کشن وغیرہ پر نہایت خوش نما دکھائی دے گا۔

ڈی۔ ایم۔ سی ۸ نمبر کا تاگا استعمال کریں تو بہتر ہوگا۔

آر۔ بی۔ بنگلور



خانہ داری

جس میں سنگھار اور آرائش بھی شامل ہے۔

حسن و صحت محققوں نے ثابت کر دیا ہے کہ گوشت پوست کی بیماریاں خون کی گردش کی خرابی اور نظام عصبی کی فاسد مادے باہر پھینک دینے کی ناقابلیت کی بدولت پیدا ہوتی ہیں۔ بیماری پریشانی حسن کی بربادی پھیکا رنگ روپ زرد کھال بالوں کا گرنا جوش و ولولہ کا کم ہو جانا اکثر حالات میں نامکمل یا بے ترتیب گردش خون کے باعث پایا جائے گا۔ کیونکہ جب گردش خون سست ہو اور نظام عصبی فاسد مادے مناسب طور سے خارج کرنے میں ناکام رہے تو جسم کے ہر فعل میں سخت نقص واقع ہوتا ہے۔

اگر کوئی حسن و صحت کو اعلیٰ ترین درجہ پر قائم رکھنا چاہے تو اُس کے جسم کی بدررو کا نظام چست و کارآمد ہونا چاہیئے تاکہ تمام فاسد مادے خارج ہو جائیں اور کوئی مسام رُکا ہوا یا بند نہ ہو۔ آنتیں گردے پھیپھڑے جلد حتیٰ کہ کل گردش خون کا نظام چستی و تیزی سے مصروف عمل ہو۔ صحت و حسن کے لئے جسم کے مختلف حصوں میں ایک مسلسل اور مستند تدبیر کے مطابق مستقل اور باقاعدہ فعل کی ضرورت ہے۔ تمام دنیا جسم کو مضبوط کرنے، جلد کو صاف گلابی اور تندرست بنانے اور جسم کے ہر حصہ ریشہ اور پٹھے میں گردش خون کو یک رفتار رکھنے کے لئے عاقلانہ ہوشمندانہ اور باُصول ورزش اور مالش کی طرف مائل ہو گئی ہے۔ ✗

حقیقی حُسن تندرست جسم کا قدرتی عطیہ ہے اور ہر عورت ہر نس رگ اور پٹھے میں خالص خون کا پُر زور دورہ رونما کرنے کے لئے ورزش کا روزانہ دستور العمل قائم کرکے اور جلد بال آنکھوں ناخنوں وغیرہ کی احتیاط کے لئے صحت بخش عادات اختیار کرکے جلد بالوں آنکھوں کی خوشنمائی یا جسم کی ہمواری قائم رکھ سکتی ہے یا دوبارہ حاصل کر سکتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قدرتی عطیوں کے قیام و دوام کے لئے آپ کو اپنی خداداد عقل کو کام میں لانے کی ضرورت ہے جسے محض سستی یا جسم کو لچکدار رکھنے اور جلد کو تازہ صاف اور تندرست رکھنے کی جد و جہد کے مناسب طریقوں کی ناواقفیت کی بدولت نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

بشرہ کی خوبی اور جوانی جلد کی لچک پر منحصر ہے۔ اس موقع پر یہ خوب سمجھ لیجئے کہ زیادہ عمر کی ملائم ڈھیلی اور پھولی ہوئی یا خواب غفلت سے خراب شدہ جلد اور جوانی کی جاندار اور رنگدار جلد میں بڑا فرق ہے۔ یہ جانداری اور خوشنمائی روزانہ احتیاط کی بدولت قائم رہتی ہے جس سے خون کی گردش میں تیزی آتی ہے۔ اور اُس کی وجہ سے پٹھوں کو غذا پہنچتی اور طاقت حاصل ہوتی ہے۔

مندرجہ ذیل ورزش جسم کے تمام پٹھوں کو حرکت میں لا کے مناسب گردش خون پیدا کرنے اور فاسد مادے خارج کرنے میں معاون ہوتی ہیں:-

(۱) دونوں پاؤں پر بوجھ ڈال کے کھڑی ہو جائیں۔ ایڑیاں ملالیں اور بانہیں پہلو میں کرلیں۔ آہستہ آہستہ اندر کو سانس لیں اور گھٹنوں کو آگے کو موڑتے ہوئے اور بازوؤں کو باہر کندھوں کے برابر لاتے ہوئے نیچے جھکیں۔ ہتھیلیاں نیچے کی طرف رکھیں۔ سانس کو باہر نکالتے ہوئے کلائی کو فوراً موڑ کے ہتھیلیاں اوپر کو کرلیں اور آہستہ آہستہ سیدھی کھڑی ہو جائیں۔ اُسی وقت بازوؤں کو سر کے اوپر کھڑا کرلیں۔ ہتھیلیاں آگے کو رکھیں اور بانہوں کو باہر اور نیچے کو کندھوں کے برابر ایسا کریں گھماتی رہیں اور ہر حرکت کے آخر میں ہتھیلیوں کو باہر کی طرف دھکیلتی رہیں۔ پانچ سے دس مرتبہ تک ایسا کریں۔

(۲) پنجہ کے بل کھڑی ہو جائیں۔ بانہوں کو اس طرح جسم کے آگے ایک طرف ڈھیلا لٹکائیں کہ ہاتھوں کی پشت باہم ملی رہے۔ بانہوں کو

اوپر کی طرف ہاتھوں کی پشت اسی طرح ملائے ہوئے سینہ کے برابر تک اُٹھائیں۔ بانہوں کو اُٹھائے جائیں حتیٰ کہ سر کے اوپر بالکل سیدھی کھڑی ہو جائیں۔ اور ہتھیلیاں باہم مل جائیں۔ بانہوں کو آہستہ آہستہ باہر کی طرف نیچے کو کندھوں کے برابر تک گھمائیں اور ہتھیلیوں سے پیچھے کو اس طرح دھکیلیں گویا کوئی وزن ہٹانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ساتھ ساتھ ایڑیوں کو نیچا بھی کیا جاتا رہے۔ بانہوں کو اُٹھاتے وقت آہستہ سے سانس اندر کو لیں۔ اور نیچے کو لاتے وقت سانس باہر نکالیں۔ قائم مزاجی کے ساتھ مسلسل حرکت سے دس مرتبہ یہ ورزش کریں۔ ہر ورزش کے شروع میں پنجہ کے بل کھڑی ہوں اور آخری حصہ میں ایڑیاں جھکائی جائیں۔

پیانو کی احتیاط

ولایتی سارنگی ضرر رساں نم سے آسانی سے محفوظ رکھی جا سکتی ہے لیکن پیانو کو بہت سی خرابیوں سے بچائے رکھنا ذرا فکر طلب کام ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اسے باہر کی دیوار سے لگا کر ہرگز نہ رکھیں۔ نہ اُسے ہوا کی زد میں یا کھلی ہوئی کھڑکی کے قریب یا آگ سے بہت قریب رکھیں۔ روشنی سے اس کے پردوں کو بچائے رکھنا بھی خراب ہے کیونکہ وہ پیلے پڑ جاتے ہیں۔ لیکن اسے ہمیشہ کھلا اور بے غور رکھنا بھی اتنا ہی بُرا ہے۔ اس پر پورا پورا آ جانے والا ایک غلاف ہونا چاہیئے جسے رات کے وقت اس پر چڑھا دینا چاہیئے۔ کسی پیانو ساز کو مقررہ توقف کے بعد اس کے دیکھنے پر مامور کر دینا چاہیئے۔ وہ دیکھ کے بتاتا رہے گا کہ فلاں چیز کی طرف فوری توجہ کی ضروری ہے۔ کسی اناڑی یا سستے پیانو ساز سے کام لینا یا اُس وقت اس کی طرف توجہ دینا جب کوئی پردہ بے سر آواز دینے لگے غلط کفایت شعاری ہے۔ پیانو بجتے رہنا چاہیئے۔ انگلیاں دھب دھب رکھنے کی بجائے احتیاط و ہوشیاری سے رکھنی چاہئیں۔ اسے بالکل بند رکھنا اور نہ بجانا اس کے لئے سخت مضر ہے۔ اُس کا سُر جاتا رہتا ہے۔ اس کے پردے چھونے سے سخت اور بھاری معلوم ہونے لگتے ہیں۔ یہ ہدایات ہارمونیم وغیرہ کے معاملہ میں بھی یکساں کار آمد ہیں۔

لباس نیا کرنا

رنگین ریشمی شلوکہ کا بے احتیاطی سے دھونے کی وجہ سے رنگ پھیکا پڑ گیا ہو تو اُسے اپنے اپنے اصلی رنگ کے قریب قریب لایا جا سکتا ہے۔ اسے صابن کے چھلکوں کے جھاگوں میں دھوئیں۔ اتنے ٹھنڈے پانی میں تقریباً ایک آنہ کی تارترک ایسڈ حل کریں جس میں کپڑا ڈوب جائے۔ بعد میں کپڑا اچھی طرح کھنگال دیں۔

شام کو پہننے کا سیاہ ریشمی لباس بھدا اور خراب ہو گیا ہو تو ایک برتن میں تیز سیاہ قہوہ ٹھنڈا پانی بھر لیں۔ لباس ایک میز پر پھیلا دیں اور صاف اسفنج سے قہوہ کا پانی سارے کپڑے پر ملیں۔ جب نیم خشک ہو جائے تو اُلٹی طرف سے استری کر دیں۔

ٹوئیڈ کا سوٹ نیا کرنا ہو تو گھر کا معمولی سفید آٹا (ایسا آٹا نہ ہو جس میں خود بخود جلد خمیر اُٹھ آتا ہو) اور نمک مساوی تعداد میں ملائیں اور ایک برتن میں رکھ کے تنور میں بالکل خشک کر لیں۔ پھر اُسے ایک رکابی میں باریک چھان لیں۔ کسی لکڑی کی میز پر صاف کاغذ پھیلا کے لباس پھیلائیں۔ ٹوئیڈ یا سفید فلالین کے صاف ٹکڑے کو اس مرکب سے لگا لگا کے کپڑے پر ملیں۔ جب صاف ہو جائے تو کھلی ہوا میں خوب جھٹکیں۔ جو آٹا نمک لباس پر لگا رہ جائے اسے کسی ستھرے برش سے صاف کر دیں۔ کسی نمدار کپڑے پر لباس رکھ کے گرم گرم استری پھیر دیں۔

میں نے جانا کیسے

شوربا بگاڑ دیا جب ذرا سی بے توجہی سے دیگچی میں داغ لگ گیا۔ لیکن میں نے اسے دوسری دیگچی میں ڈال کے ایک بڑے آلو کے قتلے اور تھوڑا اسالیوں کا چھلکا اس میں ڈال دئیے۔ اُسے ذرا دیر احتیاط سے آگ پر پھر پکایا۔ پھر تو یہ ایسا ہی عمدہ ہو گیا جیسا ہونا چاہیئے تھا۔

اپنا جوتہ بارش اچانک آ جانے اور پانی میں مجبوراً پھرنے کی وجہ سے خراب کر دیا۔ لیکن میں نے خوب ٹھونس ٹھونس کے اس میں اخبار کے ٹکڑے بھر دیئے اور جوتوں کو آہستہ آہستہ خشک ہونے دیا۔ اس طرح ساری نئی چمڑہ خراب کئے بغیر بالکل جذب ہو گئی۔

تین پاؤ کے قریب اچھا خاصہ دودھ رات بھر یونہی رکھ کے خراب کر دیا۔ لیکن میں نے اس پھٹے ہوئے دودھ کا مزیدار پنیر بنا لیا ہے

ایک ململ کی تھیلی سی بنا کے اس میں رکھدیا اور ایک برتن کے اوپر اُسے لٹکا دیا اور اُس میں سے پانی ٹپکتا رہا۔ ۲۴ گھنٹے بعد میں نے اس میں تھوڑا سا نمک ملا دیا اور اُسے دور کابیوں کے بیچ میں رکھ کے خوب بھینچا۔ وہ اُسی وقت کھانے کے قابل بن گیا۔

ضرورت سے زیادہ لیموں خراب ہونے کے لئے خرید لئے۔ لیکن میں نے انہیں ٹھنڈے پانی کے برتن میں رکھدیا اور روزانہ بلاناغہ پانی بدل دیا۔ اس طرح عرصہ تک لیموں اچھی حالت میں رہ سکتے ہیں۔

میوے کا رس اپنے لباس پر گرا کے خراب کر دیا۔ لیکن میں نے داغ والے حصہ کو ایک برتن پر تان دیا۔ اُسے گیلا کر کے اس پر پسے ہوئے سہاگہ کی موٹی تہہ لگا دی اور مدور صورت میں خوب رگڑا اور پھر اوپر سے ٹھنڈا پانی ڈال دیا۔ پھر حسب معمول دھونے سے سارا داغ جاتا رہا۔

اپنے بہت دفعہ سے استعمال ہونے والی چار کی پیالیوں کے اندر بدنما زرد دھبوں کو قائم کر دیا ہے۔ لیکن میں نے معمولی نمک سے اُنہیں گیلا کر کے خوب ملا اور دیکھا کہ دھبے سب کے سب جاتے رہے!

خانگی ٹوٹکے

چھریوں چاقوؤں سے دھبے دُور کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ بھر بھرے پتھر کا باریک چورا اور کاربونیٹ آف سوڈا دھونے کے فوراً بعد اور سوکھنے کے قبل ملیں کسی برتن میں دونوں چیزیں مساوی مقداریں ملا کے باورچی خانہ میں موجود رکھیں۔ یہ سفوف بڑے کام کی چیز ہے۔

مٹر اگر ایک دو دن کے باسی ہو جائیں جس پانی میں اُنہیں بھگوئیں تو ½ پانی میں مصری یا بورا کی ایک چمچہ کے حساب سے ڈال دیں۔ اس سے وہ خوش ذائقہ ہو جاتے ہیں۔

اور مائع اشیاء کے مقابلہ میں دودھ میں جلد اُبال آجاتا ہے۔ کوئی ایسی چیز پاس ہی رکھ لی جائے جس سے حرارت اعتدال پر آجائے تو بڑا آرام رہتا ہے جیسے پانی ٹھنڈی جگہ میں رکھا ہوا بڑا چمچہ کیونکہ اس کے دودھ میں پڑتے ہی حرارت اس قدر کم ہو جاتی ہے کہ اُبال بیٹھ جاتا ہے۔ اس کے بعد دیگچی آسانی سے بلا کسی گھبراہٹ کے نیچے اُتاری جاسکتی ہے۔

۳۰ گرین پھٹکری کا سفوف۔ دس گرین خوشبودار سرکہ اور دس گرین گلیسرین ملا کے دوا تیار کریں۔ بھڑ وغیرہ کے کاٹنے پر لگانے سے آرام آجاتا ہے۔

مٹی وغیرہ میں کام کرنے یا پالش وغیرہ کرنے سے پہلے ہاتھوں میں کولڈ کریم مل لینے سے گندگی جلد کی کہیں تڑخی ہوئی جگہ میں گھسنے نہیں پاتی۔

کرسیوں کی بید ڈھیلی ہو جائے تو گرم پانی میں صابن ملا کے پہلے اُوپر اور بعد میں نیچے ملیں اور کھلی ہوا میں سکھا لیں۔ بید نئی کی طرح تن جائے گی۔

سفید پالش وار میز وغیرہ کو صاف کرنے کے لئے یہ مرکب بنا لیں۔ چھ چمچے کلورائڈ آف لائم نصف پونڈ نرم صابن اور نصف پونڈ بالو ریت (سلور سینڈ) باہم ملالیں اور کسی رگڑنے کے برش سے لگائیں۔ اور بعد میں خوب دھار دیں۔ تاکہ ریت اور صابن کا نشان نہ رہے۔

کسی گلاس میں آدھا اپسم سالٹ epsom Salts ڈال کے گرم پانی بھر دیں اور اُسے حل ہو جانے دیں۔ جب پانی ٹھنڈا ہو جائے تو روئی سے چہرہ پر لگائیں۔ اس سے چہرہ میں تازگی اور سفیدی آجائے گی۔ یہ نمک خشکی کرتا ہے اس لئے بعد میں کوئی روغنی کریم ضرور لگائیں۔

محمد ظفر

بریانی

عصمت مئی جون میں بریانی کی ترکیب پڑھ کر بہنوں کی خواہش کا خیال کر کے میں بھی ایک ترکیب لکھتی ہوں۔

ہمارے یہاں حسب ذیل ترکیب سے بریانی پکتی ہے جو نہایت لذیذ ہوتی ہے۔ گوشت چکنا عمدہ دو سیر چاول پُرانے مہین ایک سیر گھی ڈیڑھ پاؤ پیاز پاؤ سیر لہسن آدھ پاؤ ادرک آدھ پاؤ دودھ پاؤ سیر دہی آدھ سیر زعفران تین ماشہ لونگ دو ماشہ دارچینی چار ماشہ الائچی دو تولہ لیموں چار عدد سرخ مرچ کی سفوف دو تولہ سبز مرچ پودینہ کوتھمیر حسب انداز کچی پپیتے کی چند پھانکیں گوشت گلنے کے لئے نمک حسب ذائقہ۔

اول لہسن ادرک کچی پپیتے کی چند پھانکیں چھلوا کر پسوا لیں بہت باریک پھر آدھی دارچینی آدھی الائچی کو خشک پسوا لیں زعفران کو پانی کے ساتھ بہت باریک پسوا لیں لیموں کا عرق لے کر چھان کر ڈالیں سبز مرچ سالم چیر کر ڈالیں پیاز کو سب کتر کر گھی میں تل لیں جب سُرخ مائل ہو جائے تو گھی سے نکال کر الگ رکھ دیں کوتھمیر پودینہ کو باریک کتر کر رکھ لیں اب گوشت اچھی طرح صاف کر کے ایک بگونے میں رکھ کر اس میں تھوڑا نمک اور پسی ہوئی کچی پپیتی ڈال کر ملائیں۔ بعد ڈھکنا ڈھانک دیں تھوڑی دیر کے بعد پھر اس گوشت میں پسی ہوئی ادرک لہسن خشک دارچینی الائچی دہی سبز مرچ سُرخ مرچ کوتھمیر پودینہ تھوڑی زعفران ڈال کر کفگیر سے کم از کم آدھ گھنٹہ ہلائیں ایک کشادہ دیگچے میں اپنا پانی ڈالیں کہ چاول ابل کر پانی کافی بچ جائے اور چولھے پر رکھتے وقت ایک مٹھی نمک ڈال لینا باقی جو دارچینی الائچی سالم ہے وہ ڈال دیں جب پانی کو جوش آئے چاول دھو کر چھوڑ دیں جب ایک کنی باقی رہے فوراً پسا لیں چاول پسانے کے لئے چنگیری پہلے ہی کسی ایسے برتن پر رکھیں کہ پانی بخوبی نتھر سکے جس دیگچے میں چاول پکائے تھے اسی میں گوشت ڈالیں اوپر سے چاول ڈال کر عرق لیموں تلی ہوئی پیاز گھی ڈال کر دودھ زعفران چھڑک کر منہ پر آٹا لگا کر ڈھکنا ڈھانک دیں دیگچہ چولھے پر رکھ کر آنچ دیں دیگچہ چولھے پر رکھتے وقت ایک چھوٹا سا پتھر اس کے ڈھکنے پر رکھ دیں تاکہ اچھی طرح سے اس کا منہ بند ہو جائے جب گوشت کا پانی سوکھنے کی پہچان یہ ہے کہ پانی کی آواز بند ہو جاتی ہے اور گھی کی آواز آنے لگتی ہے تھوڑی دیر کے بعد کھولیں نوش فرمائیں نہایت مزے دار عمدہ بریانی تیار ہے۔ خیال رہے کہ دیگچہ اور چولھا کشادہ ہو اور چاول پساتے وقت زیادہ نہ گلیں بلکہ اوپر آتے ہی نتھار لیں ورنہ بریانی نرم ہو جائے گی مرغ کی بریانی بھی اسی طریقہ سے پکائی جاتی ہے جس کو مرغ پلاؤ کہتے ہیں۔ یہاں خاص و عام میں یہی بریانی زیادہ پسند کی جاتی ہے۔ ترکیب سینکڑوں مرتبہ کی آزمودہ ہے۔

دل آرا سکندر آباد دکن

سیر بین

مرد وعورت کی خصوصیات

دنیا میں جس قدر عجیب اور نتیجہ خیز کام ہوئے ہیں اُن میں کافی حصہ کنواری عورتوں کا ہے۔ چنانچہ تاریخ سے سات ایسی مثالیں ملتی ہیں (۱) فورنس نائٹ انگیل۔ اس نے موجودہ زمانہ کی رواج یافتہ تیمارداری کا سلسلہ اُٹھایا (۲) کلارا برٹن۔ صلیب احمر کی بنا اسی نے رکھی۔ (۳) جین ایڈمس، مشہور مجلسی کارکن عورت (۴) کرسٹابل پنکھرسٹ، موجودہ زمانے میں جو حقوق انگریز عورتوں کو ملے اسی کی بدولت ملے۔ (۵) سوسن انتھونی۔ امریکہ میں عورتوں کے حقوق کی جدوجہد کی اسی نے سپہ سالاری کی۔ (۶) میری لون، امریکہ میں تعلیم نسواں اسی کی مرہون منت ہے۔ اس کی بدولت وہاں کا مشہور زنانہ کالج قائم ہوا۔ (۷) ملکہ الزبتھ انگلستان والی۔

اگر عورت شادی کرنا چاہے تو وہ آزاد ہے۔ اُسے کون روک سکتا ہے مگر کنواری رہنا ایک بڑا کام ہے۔ اس میں قوت ارادی کی مضبوطی کی ضرورت ہے۔ دوسری شادی بہت پُر حسرت ثابت ہوتی ہے۔ اسی میں اصلی محبت پیدا ہوتی دیکھی گئی ہے۔ عورتیں ایسے ولولے اور خوشی کی دلدادہ ہوں۔ جیسے کسی دعوت نامہ یا کھیل تماشہ سے میسر ہوتی ہے اور وہ شوہر میں مردانگی اور بہادری کی اعلیٰ صفات دیکھنا پسند کرتی ہیں۔ ادھیڑ عورت معمولی درجہ کے آرام اور رفاقت پر قناعت کر جاتی ہے۔

بڈھے مرد ایسی عورت کو پسند کرتے ہیں جو اُن کی خود بین یا خودستائی کی تائید کرے۔ اور جوان کی خوشامد کر سکے اور بچہ کی طرح کھلا سکے۔ آج کل کے نوجوان خوبصورتی تندرستی موزوں جسم اور وسائل و روپیہ والی بیوی کو پسند کرتے ہیں۔

جنگ طرابلس کی یاد

جب اطالیہ نے اپنی گمنامی کی حالت میں موقع دیکھ کے اور دول یورپ کی شہ پا کے طرابلس پر اس طرح ڈاکہ ڈالا جیسے اب اُس نے حبش پر جھپٹا مارا ہے تو یورپ کی طاقتوں کو اس کا خواب و خیال بھی نہ تھا کہ فتح طرابلس تھوڑے ہی عرصہ بعد بحیرۂ روم میں اطالیہ کا اس قدر بڑھا دے گی کہ شیر انگلستان کے رونگٹے بھی اس کے خوف سے کھڑے ہو جایا کریں گے۔ اور وہ اس کی چھیڑ خانیوں کو بڑے حلم دبے بسی سے برداشت کرے گا۔ اُس زمانے کے ایک واقعہ سے اس ملک کی تہذیب کا اچھا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ جنگ طرابلس شروع ہونے سے پہلے شہر طرابلس کے قریب کے مغربی زاویہ کا جو حاکم بنایا گیا تھا۔ اس کا نام جلبی آفندی تھا۔ جب اطالویوں نے ترکوں سے معاہدہ لوزان کرکے طرابلس کو نام نہاد آزادی دیدی تو ترکی سپاہ اور فوجی افسر وہاں سے چلے آئے مگر مجاہدین عرب برابر اطالوی دشمن سے لڑتے رہے لیکن طرابلس کے کچھ آدمیوں نے اطالوی دغل فصل کا شکار ہوکے اطالیہ کی اطاعت کر لی ان میں جلبی بھی تھا۔ اُسے یقین دلایا گیا تھا کہ اطاعت قبول کر لینے کی صورت میں اسے اس عہدہ پر بحال رکھا جائے گا اور ترکوں کی مقررہ تنخواہ سے دُگنی تنخواہ دی جائے گی۔ ایک روز وہاں کی مقیم اطالوی جمعیت کے ایک افسر کی نظر ایک خوبصورت طرابلسی لڑکی پر پڑی۔ وہ دیکھتے ہی اس کا کلمہ پڑھنے لگا۔ تلاش سے پتہ چلا کہ وہ اس جلبی کی بہن ہے۔ وہ اُسی وقت جلبی کے پاس گیا اور اُسے اس کی بہن سے شادی کرنے کا پیام دیا۔ جلبی نے یہ کہہ کے انکار کر دیا کہ کسی مسلمان عورت کا نکاح کسی غیر مسلم سے جائز نہیں۔ فوجی افسر نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو تم مسلمان کیوں عیسائی عورتوں سے شادی کر لیتے ہو۔ اگر تم نے رضامندی سے اپنی بہن کی شادی مجھ سے نہ کی تو میں زبردستی اُسے اپنی بیوی بنالوں گا۔ یہ کہہ کے اس نے جلبی کو بہت ڈرایا دھمکایا۔ جلبی نے اطالوی وزارت جنگ کو برقی پیام کے ذریعہ شکایت کی۔ ایک ہفتہ بعد وزارت سے

اطالوی سپہ سالار اعظم کو اس مضمون کا برقی پیام پہنچا۔ کہ جس طرح ایک مسلمان کو مسیحی عورت سے شادی کرنا جائز ہے اسی طرح مسیحی کو مسلمان عورت سے شادی کرنا بھی جائز ہونا چاہیئے۔ یہ خبر آگ کی طرح اس زاویہ میں پھیل گئی۔ اور باشندوں میں کھلبلی مچ گئی۔ بہت سے عربوں نے احتجاج کے طور پر جلسہ کیا مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ بالآخر علبی اپنی بہن کے نکاح پر مجبور ہو گیا۔ جب اس ناجائز نکاح کے لئے لوگ جمع ہوئے تو لڑکی کے ایک چچا زاد بھائی نے برسر مجلس کہا کہ یہ نکاح ہمارے مذہب میں ناجائز ہے اور میں اس کی سخت مخالفت کرتا ہوں۔ یہ سن کے اطالوی افسر نے اُسے مجلس سے نکالنا چاہا مگر نوجوان نے جوش میں آ کے اُسے وہیں گولی سے ٹھنڈا کر دیا دوسری گولی سے اُس نے علبی کو جام موت پلایا۔ اس کے بعد اُس نے اپنے چچا کی بیٹی کو پکڑ کے گھوڑے پر اپنے پیچھے بٹھا لیا اور دونوں ٹیونس میں جا پہونچے۔ جب گھوڑے سے اُترے تو لڑکی نے اُس کے ہاتھوں پر بوسہ دیا اور کہا کہ خدا تیرا بھلا کرے تو نے اپنی عربی غیرت اور حمیت کو کام میں لا کے مجھے اس نامبارک نکاح سے بچا لیا۔ یہ واقعہ عربی اخبار الشعب میں نکلا تھا۔

ترکی عورت کی بہادری

جنگ عظیم میں ترکوں کی جانب سے میجر عائشہ خانم نے شاندار فوجی خدمات انجام دی تھیں۔ وہ چھ برس کی ہی تھی کہ اُس کے باپ کا انتقال ہو گیا۔ دس سال کی عمر میں ماں بھی اُس کے باپ سے جا ملی۔ بارہ سال کی عمر میں اس کی شادی مصطفےٰ نوری ایک فوجی سے کر دی گئی۔ کچھ عرصہ بعد اُس نے جام شہادت نوش کیا اس وقت اس کی عمر ۱۹ سال کی تھی اور گود میں دو برس کی بچی تھی۔ اُس نے ارادہ کر لیا کہ میں بھی اپنے شوہر کے نقش قدم پر چل کے اُس سے جا ملوں گی۔ اُس نے عرضی پیش کی مگر محکمۂ حرب نے اُسے نامنظور کر دیا۔ اُس کے شوہر نے اُسے شادی کے بعد دو نہایت نفیس اور جواہرات جڑے بندے نذر کئے تھے۔ انہیں اُس نے ۶۰ پونڈ میں فروخت کر کے ۵۰ پونڈ کی ایک جرمنی کی بندوق خریدی اور فوجی لباس پہن کے دائرہ حرب میں گئی کہ مجھے اسی وقت میدان جنگ میں بھیجدیا جائے چنانچہ اس کی خدمات فوراً قبول کر لی گئیں۔ اور قلعۂ چناق کے میدان میں اُسے بھیجدیا گیا۔ وہاں اُس نے بڑی جان فروشی کا ثبوت دیا۔ چنانچہ اُسے اول باشی یعنی کارپول بنا دیا گیا۔ جنگ کے ملتوی ہونے پر وہ سمرنا چلی آئی۔

یونانیوں کے خروج پر وہ بھاگ کے آیدین چلی گئی۔ اور وہاں اُس نے چھوٹے چھوٹے جتھے قائم کئے۔ چنانچہ رفتہ رفتہ ان جتھوں میں تین ہزار فدائی جمع ہو گئے۔ اس نے اب یونانیوں سے جنگ شروع کر دی۔ ایک روز اُس نے اپنے چند سپاہیوں کو لے کے ایک یونانی دستہ پر حملہ کیا اور ایک یونانی کو اُس نے خود گرفتار کر لیا۔ اُس پر اُسے یوزباشی (کپتان) کا درجہ دیا گیا۔ بعد ازاں سقاریہ کے میدان میں وہ شریک ہوئی اور بعد میں اُسے بنباشی (میجر) کا رتبہ عنایت کیا گیا۔

انور پاشا دربار رسولؐ میں

ایک یورپین صورت کا آدمی مدینہ میں ریل سے اترا۔ باب عنبری کے سامنے علما و مشائخ اور مدینہ کے سردار صف باندھے کھڑے تھے گویا اُنہیں اُس شخص کے آنے کی پہلے سے خبر تھی۔ گورا چٹا جوان، منڈی ہوئی ڈاڑھی، عقربی آدھی منڈی ہوئی مونچھیں۔ ریل سے اترتے ہی اس شاندار وردی والے نے ہاتھ باندھ لئے۔ اور حرم پاک کی جانب گردنِ ادب جھکا دی۔ کسی سے ہاتھ ملایا نہ کسی کی طرف گوشۂ چشم کی۔ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی آفت زدہ اسیر غم ہے جو رہائی کی فریاد کرنے کسی زبردست بادشاہ کے حضور میں جا رہا ہے!

کس غضب کا نظارہ تھا، بدن میں پھریریاں آتی تھیں، ہر طرف عمامے اور چغے نظر آتے تھے، اسلام کی شان کا ایک خاموش منظر آنکھوں کے سامنے تھا۔ یہ شخص گردن جھکائے ہاتھ باندھے کرچ کمر میں لٹکائے آہستہ آہستہ سب سے آگے تھا اور اُس کے پیچھے پیچھے مدینہ والے اور علما و مشائخ تھے۔ سب چپ چاپ چل رہے تھے۔ یہ کون شخص تھا؟ کیا اس زمانہ کا نپولین مسلمان ہو کے یا [illegible]

کے لئے آیا تھا جو کلیجہ کو پاش پاش کئے دیتی تھی وہ ادا کیا تھی؟ وہ اپنے آقا حضور مقبول محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں غلاموں اور بیکسوں کی طرح ڈرا ہوا، سہما ہوا جا رہا تھا!

جب یہ یورپین باب السلام پر پہنچا۔ جھک گیا اور چوکھٹ پر سر ٹیک دیا۔ کرچ کمر سے نکال کے وہیں ڈال دی اور زار و قطار رونے لگا! اس کے بعد حرم میں داخل ہوا۔ وہاں بھی اُس نے جالی کے سامنے بہت ادب اور عاجزی سے بوسہ دیا اور روتا رہا۔ سلام سے فارغ ہو کے وہ اپنی خوابگاہ پہ واپس ہوگیا اور سب لوگوں سے ملاقاتیں کیں اور ہزار اشرفیاں غریبوں میں تقسیم کیں۔ کسی یورپین سے اس قسم کے شاندار شاہانہ عمل کا ظہور حیرت خیز تھا۔ اُس کے چلے جانے کے بعد وہاں کا عملہ عرصہ تک غریبوں کو مفت روٹیاں تقسیم کرتا رہا۔

آخر یہ شخص کون تھا؟ انور! انور پاشا! جس کا نام سنتے ہی بدن میں محبت و عزت کی لہریں دوڑنے لگتی ہیں، جو بات آج تک مصطفےٰ کمال کو حاصل نہیں ہوئی۔ ناظرین عصمت نے بھی عنوان دیکھ کے سب سے پہلے اسی کو پڑھنا شروع کر دیا۔

یہ جنگ یورپ کے شروع شروع کا ذکر ہے۔ اور ایک ہندی مہاجر نے یہ حالات دہلی کے ایک روزانہ اخبار کو لکھے تھے۔ شریف مکہ کی غداری کا کسی کو اس وقت علم بھی نہ تھا۔ اُس کا بیٹا فیصل استقبال کے لئے پلیٹ فارم پر موجود تھا اور نہایت ادب سے انور پاشا کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔

یہ وہی بہادر تھا جس نے جنرل ٹاونشنڈ کے ہتیار رکھتے وقت کہا تھا۔ آپ لوگ آج سے اعلیحضرت سلطان المعظم کے معزز مہمان ہیں! اس سلوک کا یہ اثر تھا کہ ٹاونشنڈ مرتے مرگیا ترکوں کی بہادری اور شرافت کے گیت گاتا رہا۔

۱۸۹۲ء کی جنتری

کانپور کے منشی رحمت اللہ صاحب رعد مرحوم نے اپنی بڑی جنتری ۱۸۸۹ء سے نکالنی شروع کی۔ یہ اپنی طرز کی نرالی جنتری تھی۔ اس میں دلچسپ مضامین درج ہوتے تھے جو بعد میں طرح طرح کے ہوتے چلے گئے۔ اتفاق سے نانا منشی محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم کے کاغذوں میں ۱۸۹۲ء کی ایک جنتری نکل آئی جس میں کئی عجیب باتیں نظر آئیں۔ نجوم کا حساب اگر درستی سے پھیلایا جائے تو نتائج عام طور سے صحیح نکل آتے ہیں۔ اس میں مختلف بادشاہوں کے زائچے دیئے ہوئے ہیں جن میں قیصر ولیم کے متعلق ایک پیشین گوئی بہت صحیح نکلی اور اس کا ظہور جنگ عظیم کے خاتمہ پر ۱۹۱۸ء میں ہوا۔ جنتری کے صفحہ ۱۴ کالم ۲ پر زائچہ کے نیچے لکھا ہے۔ اس قیصر کے کواکب پیدائش زیادہ تر منحوس ہیں۔ زحل طالع میں دلیل وحشت اور کمزوری طبع ہے۔ زہرہ و عطارد خانۂ دشمن کو زور دینے والا ہے۔ ہمیشہ اندرونی دشمنوں سے خطرہ اُٹھاوے۔ شمس مریخ تسدیس کی نظر سے ناظر ہیں دلیل ہے کہ ترک تخت با کراہ عمل میں آئے۔ راس تندرستی میں ہمیشہ خلل انداز رہے۔

واقعات سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیصر کمزوری طبع کا انسان نہیں ہے۔ جنگ عظیم میں جو بہادریاں اُس نے بذات خود دکھائیں تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیں گی۔ تمام دنیا ایک طرف تھی اور وہ سلطنتوں کے ساتھ دشمن سے ہر طرف خود جا جا کے لڑتا تھا۔ تخت بھی اس نے اس وقت چھوڑا جب اس کے خاص مشیروں نے اُسے یقین دلایا کہ سلطنت کی بہتری اسی میں ہے۔ وہ اب تک جلاوطنی میں تندرستی سے زندگی بسر کر رہا ہے۔ اگر بفرض محال وہ اب بھی جرمنی میں واپس آجائے تو یورپ میں ایک ہلچل مچ جائے اور ہٹلر ماند پڑ جائے۔

اُس وقت الگزنڈر سوم روس کے تخت پر متمکن تھا۔ اُس کے متعلق درج ہے کہ زحل خانۂ موت میں منحوس ہے جان کا خطرہ ہے۔ چنانچہ یہ بادشاہ یکم نومبر ۱۸۹۴ء کو مر گیا اور اُس کا بیٹا نکولس زار روس ہوا جو جنگ عظیم میں بڑی طرح مارا گیا۔ مہاراجہ بڑودہ کے متعلق لکھا ہے

ریاست اس کے عہدِ حکومت میں نہایت سرسبز شاداب رہے گی۔ آمدنی وافر انتظام بہتر ہوگا مریخ وذنب خانۂ ششم میں دلیل پامالی بدخواہاں ہیں۔ ہمیشہ تندرستی ناقص رہے گی۔ بلاشبہ مہاراجہ صاحب کے زمانہ میں ریاست نے اس قدر ترقی کی ہے کہ اس زمانہ میں اصلاح دیہات کی انگریزی تحریک رہی کے حالات کے پیشِ نظر علاقہ انگریزی میں جاری ہوئی۔ تندرستی اگر خراب رہتی تو مہاراجہ صاحب اس قدر عمر کیسے پاتے۔ ایسی غلطیاں اور بھی ہیں مثلاً شاہ ایران نصیر الدین قاچار کو طویل العمر لکھا ہے حالانکہ عین جوانی ہی میں مارا گیا سنہ ۱۸۹۶ء میں ڈیوک آف کلارنس شاہ ایڈورڈ کا بڑا بیٹا مر گیا جس کا صدمہ ملکہ وکٹوریہ کو بہت ہوا ایسا اہم واقعہ درج نہیں۔

پھلجھڑیاں

انگلستان کا ایک مشہور مسخرہ ایکٹر کہتا ہے کہ ہنسی لمبی عمر کی کنجی ہے ہنسی اُس وقت آتی ہے جب آدمی ذہنی نقل و حرکت یعنی جد وجہد سے آزاد ہو۔ یہ آزادی اور آرام بھی عمر کے لئے ایسی ہی ضروری ہیں جیسے غذا اور ورزش۔

تمام دنیا کی آبادی ایک ارب ۴۰ کروڑ ۹۵ لاکھ ہے۔ کل رقبہ ۱۹ کروڑ ۵۰ لاکھ مربع میل ہے جس میں ۵ کروڑ ۵۰ لاکھ میل خشکی اور ۱۴ کروڑ مربع میل پانی ہے۔ یورپ کی آبادی ۴۷½ کروڑ۔ ایشیا کی ایک ارب ایک کروڑ ۳۰ لاکھ۔ شمالی امریکہ کی ۱۴ کروڑ ۶۰ لاکھ۔ جنوبی کی ۶ کروڑ ۴۰ لاکھ۔ افریقہ کی ۱۴ کروڑ ۶۰ لاکھ ہے۔ یورپ کی کل آبادی چین کے برابر ہے۔ روس کو نکال کے باقی یورپ کی آبادی ہندوستان کے برابر ہے۔

حیدر آباد دکن میں ایک شخص زور آور خاں ۱۲۳ سال کی عمر میں ابھی مرا ہے۔ ۱۱۵ سال کی عمر میں اُس نے تیسری شادی کی تھی۔ اس کی پہلی دو بیویوں سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہوئے جو اس کی زندگی میں مر گئے۔ وہ حضور نظام کی فوج میں جمعدار تھا۔ اور غدر ۵۷ء کی باتیں لوگوں کو سنایا کرتا تھا۔

تمام دنیا میں تقریباً چار لاکھ ہر روز نب خراب کئے جاتے ہیں۔ جب لوہے کا نب پہلے پہل بنا اس کی قیمت تقریباً تین روپیہ فی نب تھی۔

عورت کے چکھنے کی حس مرد سے زیادہ ہے۔

انگریزوں میں جون کا مہینہ شادی کے لئے بہت مبارک اور مئی کا مہینہ نہایت منحوس کہا جاتا ہے۔

ایک عورت کے سر میں اوسطاً ۱½ لاکھ بال ہوتے ہیں اگر اُنہیں جوڑا جائے تو ان کی کل لمبائی ساٹھ میل ہو۔

نیو یارک امریکہ میں ایک شخص ۴۶ منٹ اور گیارہ سکنڈ میں جھک کے پاؤں کے پنجوں کو ۵۱۲۳ مرتبہ چھوتا ہے۔

اندازہ کیا گیا ہے کہ ¾ طلاقیں اُن لوگوں میں ہوتی ہیں جو بہت بعد میں شادیاں کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی عادات کے مطابق اپنے آپ کو درست نہیں کر سکتے۔ باقی ¼ ماں باپ کے اثرات کی وجہ سے ظہور پذیر ہوتی ہیں۔

محمد ظفر

بزم عصمت

بزم عصمت میں صرف وہی خطوط درج کئے جاتے ہیں (۱) جن میں نمبر خریداری کا حوالہ ہو (۲) خط بہت مختصر ہو (۳) وہی استفسار نہ ہو جس کے جوابات عصمت میں بیسیوں مرتبہ شائع ہو چکے ہیں (۴) جس میں رسالہ کے انتظامی امور یا مضامین کے بارہ میں کوئی بات نہ ہو (۵) علیحدہ کاغذ پر روشن سیاہی سے بنا بنا کر لکھا ہوا ہو۔

ایڈیٹر

میں دلی مسرت سے اطلاع دیتی ہوں کہ ۷ر جون ۱۹۳۴ء کو میری پھوپی زاد بہن اقبال فاطمہ صاحبہ کی شادی خانہ آبادی مسٹر سید اشتیاق حسین صاحب بی اے بی ٹی کے ساتھ اور ۲ر جولائی ۱۹۳۴ء کو مسٹر اشتیاق حسین صاحب کے بڑے برادر سید اعجاز حسین صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل بلند شہر کی شادی میری بڑی ہمشیرہ سیدہ ایثار فاطمہ صاحبہ کے ساتھ بخیر و خوبی انجام پائی۔

خدا سے دعا ہے کہ خدا دونوں بہنوں کو یہ نئی زندگی مبارک کرے اور ہمیشہ شاد و آباد رکھے۔ آمین۔ اس خوشی میں پیارے عصمت کو ایک خریدار دیتی ہوں۔

سیدہ جمیلہ خاتون۔ اٹاوہ

دلی قلق کے ساتھ تحریر کرتی ہوں کہ مارہرہ کی مشہور مضمون نگار شاعرہ محترمہ بہن ممتاز رفیع بیگم کے شوہر جناب رفیع الدین صاحب زبیری نے طویل علالت کے بعد ۹ر اگست کو بمقام بھوپال انتقال کیا۔

بہنوں سے گذارش ہے کہ وہ مرحوم مغفور کی مغفرت اور بہن صاحبہ کی صحت سلامتی اور صبر جمیل کی دعا کریں۔

دیوان زادی۔ نادر جہاں بیگم طاہرہ سیونی

میں نہایت مسرت سے اطلاع کرتی ہوں کہ میری بڑی ہمشیرہ بیگم عبدالباری صاحب کو خداوند تعالے نے ۲۴ر اگست ۱۹۳۴ء کو چاند سی دختر نیک اختر عطا فرمائی ہے۔ لہذا عصمتی بہنوں سے ملتمس خدمت ہوں کہ میری پیاری بھانجی کا تاریخی نام نکال دیں اور کوئی اچھا چھوٹا سا شعر بھی تحریر فرما کر مجھے ممنون فرمائیں۔

قمر جہاں ہمشیرہ معین وکیل

ماہ مئی کے پرچہ میں بہن ایم کے صاحبہ نے بال خوردہ کی بابت دریافت کیا ہے اور ستمبر کے پرچہ میں ایک خریدار نے تحریر کیا ہے کہ اس کو چمبو کہتے ہیں۔ ہمارے ہاں اس کو چمبو نہیں کہتے بلکہ بال خوردہ کہتے ہیں چمبو اور چیز ہے اور یہ اور۔ سفوف سکائی سر دھونے کے لئے اور روغن بے ضرر سر میں لگانے کے لئے برتیں۔ انشاء اللہ بالکل صحت ہو جائے گی۔ یہ سفوف اور روغن جناب ایس جے بیگم کھرڑ ضلع انبالہ سے دستیاب ہوتے ہیں میرے آزمودہ ہیں۔

ایک عصمتی بہن نمبر ۶۲۰۶

میرے ایک عزیز کے داہنی طرف کان کے نیچے زیر گردن میں بالکل کان کی سیدھ میں چند گلٹیاں تقریباً ۴-۵ سال سے ہیں۔ مختلف یونانی و ڈاکٹری علاج کئے گئے نیز مسوری پر ۲ ماہ سے زائد عرصہ کر ڈاکٹری علاج کرایا گیا اور انجکشن بھی لگوائے گئے لیکن گلٹیاں نہیں گئیں۔

گلٹیوں میں درد وغیرہ نہیں، کسی قسم کی تکلیف نہیں ہے اور حرارت بھی نہیں ہوتی۔ امید کہ محترمی کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب یا ناظرین و ناظرات عصمت میں سے جن صاحب کے پاس اس کا کوئی مجرب و آزمودہ نسخہ ہو بزم عصمت میں تحریر فرما کر مشکور فرمائیں گے۔ نیز یہ بھی تحریر فرمائیں کہ یہ کس قسم کے غدود ہیں۔

خریدار نمبر ۴۸ ۳۵

ن۔ب۔ آنسہ ابراہیم جیبا آپ کتابستان، الہ آباد کو لکھ دیجئے اور آئندہ جب کبھی کسی زبان، کسی مضمون کی کتاب درکار ہو تو ان ہی سے خط و کتابت کیجئے ہندوستان

کے یہ پہلے کتب فروش ہیں جنہوں نے لندن میں اپنا دفتر کھولا ہے۔

خریدار نمبر ۴۱۵۴۔ یورپ کے کسی مشہور نائی کا پتہ کسی ائرکاڑی سے تلاش کر کے اس سے خط و کتابت کیجئے۔

ایک ضرورت مند۔ پکا رنگ تو آپ کو سید خاندان ہی میں مل سکتا ہے نجیب الطرفین خاندان تلاش کیجئے۔

تہذیب النسا بی اے۔ از لندن۔

میری والدہ محترمہ کو عرصہ سے درد سر کی شکایت ہے اکثر سر میں درد ہوا کرتا ہے۔ کبھی آدھے سر میں کبھی پورے سر میں ہوتا رہتا ہے۔ جس وقت آدھے سر میں ہوتا ہے تو بہت شدت سے ہوتا ہے۔ کبھی کبھی سر میں چکر بھی آیا کرتا ہے۔ اس کے لئے مجرب و آزمودہ نسخہ کی ضرورت ہے۔ براہ کرم محترمہ بہن بیگم حکیم محمد عزیز خاں صاحب اس طرف خاص طور سے توجہ فرمائیں اور مجرب نسخہ سے بذریعہ عصمت مطلع فرمائیں۔ فائدہ ہو جانے پر تا زیست آپکی ممنون رہونگی۔

خریدار نمبر ۴۲۹۴

جناب بھائی محمد ظفر صاحب کی خدمت عالی میں عرض ہے کہ میری ایک عزیزہ کے چہرہ پر روئیں نکل آئے ہیں۔ جو بہت بدنما معلوم ہوتے ہیں۔ از راہ کرم کوئی اچھی سی کریم یا کوئی زود اثر دوا تحریر فرمائیں جو بالکل بے ضرر ہو نہ تو کھال کو کوئی نقصان پہونچے نہ چہرہ کا رنگ کالا ہو ہمیشہ ممنون رہوں گی۔

ایک خریدار نمبر ۲۹۶۶

مجھے چوکلیٹ کی ترکیب مطلوب ہے جو بازار میں کاغذ کے ڈبے میں پنی میں پٹے ہوئے فروخت ہوتے ہیں اور ان میں میوہ بھی ہوتا ہے اور دودھ کے بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ براہ کرم کوئی بہن توجہ فرمائیں خصوصاً محترمہ امۃ الحفیظ صاحبہ۔

ارجمند بانو

جوہر نسواں کا چھٹا خاص نمبر

رسالہ جوہر نسواں دہلی ہندوستان کی مشہور ادیب و دستکار محترمہ خاتون اکرم جنت مکانی کی یادگار ہے اور تین سال سے دفتر عصمت سے شائع ہو رہا ہے۔ جوہر نسواں ہندوستان بھر میں زنانہ دستکاری کا واحد رسالہ ہے اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس نے سینکڑوں پھوہڑ عورتوں کو سگھڑ اور بے ڈھنگی لڑکیوں کو ہنرمند بنا دیا۔ جوہر نسواں کے ہر سال دو خاص نمبر شائع ہوتے ہیں۔ حال میں اس کا چھٹا خاص نمبر نہایت آب و تاب کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ یہ سالگرہ نمبر ہے اور ایک پُر بہار چمن ہے جس میں ۲۶ زنانہ دستکاریوں کے گلہائے رنگا رنگ کھلے ہوئے ہیں۔ ضخامت سَو صفحوں سے اوپر ہے۔ کاغذ سفید دبیز چکنا۔ بہترین مصوری لکھائی چھپائی عمدہ قیمت صرف ایک روپیہ مگر جوہر نسواں کے مستقل خریداروں کو سالانہ چندہ ہی میں دیا جا رہا ہے۔ سالانہ چندہ ؏ ہے۔ مارچ کا خاص نمبر خریداروں کو نصف قیمت پر دیا جائے گا۔

جوہر نسواں کے چھٹے خاص نمبر کے متعلق چند رائیں

جوہر نسواں کا سالگرہ نمبر ملا دیکھکر دل باغ باغ ہو گیا۔ واقعی جوہر نسواں کا سالگرہ نمبر بیحد لاجواب و بے نظیر ہے جس نے دیکھا پسند کیا۔ میری ایک ملنے والی نے دیکھا اُن کے نام ذیل کے پتہ پر جوہر نسواں بہت جلد وی پی کر دیجیے۔

عزیز فاطمہ بنت کپتان یار محمد صدیقی سول سرجن سیتاپور

پیارے جوہر نسواں کا چھٹا خاص نمبر ملا۔ دیکھکر دل باغ باغ ہو گیا۔ سب نمونے بہت صاف اور خوبصورت ہیں ترکیبیں دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ اتنے کم چندے میں اتنا مفید رسالہ تمام ہندوستان میں آجتک نہیں دیکھا۔ خدا آپ کو اس کا اجر دے اور ہر کام میں کامیاب کرے کہ آپ نے ہماری اتنی بڑی ضرورت کو پورا کر کے شکریہ کا موقع دیا۔ اس خوشی میں ایک خریدار دیتی ہوں۔ ذیل کے پتہ پر چھٹا خاص نمبر جلدی وی پی۔ روانہ فرمائیں۔

آئندہ بھی انشاءاللہ خریدار پیدا کرنے کی کوشش کروں گی۔

بنت سید غلام مرتضیٰ شاہ افسر مال (ریٹائرڈ) گڈگور ضلع سیالکوٹ

جوہر نسواں کا سالگرہ نمبر ملا۔ امید سے بڑھ کر شاندار پایا واقعی جوہر نسواں ہی ایک ایسا زنانہ رسالہ ہے۔ جس کے ذریعہ ہم گھر بیٹھے ہی تمام زنانہ دستکاریوں سے واقف ہو سکتے ہیں۔

مس رقیہ بائی اسمٰعیل ناخدا بمبئی۔

رسالہ جوہر نسواں کا سالانہ نمبر بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۶ء موصول ہوا تحریر نہیں کر سکتی دیکھکر کس قدر شادماں ہوئی ہوں۔ وفور انبساط و شادمانی بحر مسرت میں غوطہ زن ہو گئی۔ پیارے رسالہ جوہر نسواں کی تعریف لکھنے کو دل مضطرب ہے مگر میرے پاس وہ بہترین دلکش الفاظ نہیں جن سے اس کے کامیابی و خوبیوں کے مرکز کی کوئی توصیف کر سکوں جوہر نسواں واقعی ہمہ صفت موصوف ہے۔ اس نے بہت سی بہنوں کو علم و ہنر کا ماہر بنا دیا اور ابتک کوشاں ہے۔ آپ کے دفتر کے تمام رسالہ نہایت کامیاب اور پابندی وقت کے پرچے ہوتے ہیں میں آپکے رسالہ عصمت کی بچپن سے خریدار ہوں نہیں بتا سکتی کسقدر بہترین ہے۔ مجھے کبھی شکایت کا موقعہ نہیں ملا ہمیشہ پابندی وقت پر موصول ہوتا ہے۔

خاکسار سلطانہ نواب ذکیہ مراد آباد

جوہر نسواں کا چھٹا خاص نمبر ملا میری زبان اسکی تعریف کرنے سے قاصر ہے جسنے اسے دیکھا دل پسند کیا نہایت کامیاب اور شاندار ہے۔

آر کے درخشاں بجنور

جوہر نسواں کو جاری ہوئے چوتھا سال ہے اور یہ برابر ترقی کر رہا ہے چھٹا خاص نمبر دیکھکر مسرت سے دل باغ باغ ہو گیا یہ سالگرہ نمبر پچھلے تمام نمبروں سے زیادہ کامیاب ہے۔ مس الیاس ابراہیم کلکتہ

جوہر نسواں کا سالگرہ نمبر عین حالت انتظار میں موصول ہوا۔ ہر ہر ورق پر دل چاہتا ہے کہ گرانقدر موتی نچھاور کروں۔ حبیبہ بنت خان بہادر ڈاکٹر محمد سلیمان اشرف صاحب ڈالٹن گنج

دُوربین

سیاسی اُفق چین وجاپان کی خوفناک جنگ ہورہی ہےجاپان اپنی طاقت کے نشہ میں چین کو شدید سزا دینا چاہتا ہے مگر چین بھی اس دفعہ سر سے کفن باندھ کے ہاتھ دکھا رہا ہے۔ خلیج ہنگ چو میں پانچ ہزار جاپانی ساحل پر اُترے۔ چینیوں نے پہلے سے بڑی سرنگیں پھیلا رکھی تھیں اور اُن سے آگے مشین گنیں لگادی تھیں۔ جاپانی ان توپوں پر غالب آکے جیسے ہی آگے بڑھے ان سرنگوں کے پھٹنے سے سب کے سب صفحۂ دنیا سے مٹ گئے

بیگم چیانگ کائی شیک صدر چین کی بیوی وزارت جنگ میں شریک ہوگئی ہے پانچسو جاپان پر کھیل جانیوالی چینی عورتوں کا دستہ بھی جاپانیوں سے مصروف پیکار ہے۔ جاپانی سنگدلی کا اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ چنگ مشو پر دو دفعہ حملہ کیا گیا اس میں ہزار باشندے مارے گئے۔

وزیرستان کی مہم اب تقریباً ختم ہوگئی ہے اور انگریزوں نے اعلان کے ذریعہ اُس علاقہ والوں کو بتا دیا ہے کہ اب وہ کیا کرنے والے ہیں۔ انھوں نے حکم دیا ہے کہ وزیرستان والے دو ہزار رائفلیں اور ۲۰، ہزار روپیہ تاوان ادا کرینگے۔ اُن کے علاقہ پر انگریزی قبضہ ہوگا۔ وہاں سرحدی جرائم کا قانون نافذ ہوگا۔ سڑکیں بنائی جائیں گی۔ پولیٹیکل ایجنٹ قبیلوں کے معاملات میں دخل دیا کریگا۔ تاکہ ایک جرگہ دوسرے سے نہ لڑے اور نہ شریر لوگ باشندوں کو ستائیں

ہسپانیہ کی خانہ جنگی میں انقلاب پسندوں کا پلہ بھاری ہے۔ انھوں نے سنٹینڈر فتح کرلیا۔ وہاں کا صدر مع اپنے وزیروں کے برطانوی جہاز میں بھاگ گیا۔

حبش میں وہاں کے باشندے برابر اطالویوں سے جنگ جِدال میں مصروف ہیں۔ وہاں جو اطالوی بسائے گئے ہیں مقامی حالات سے تنگ آگر انھوں نے بھی بغاوت شروع کردی ہے۔ مسولینی نے تنگ آکر دو دفعہ نجاشی سے درخواست کی کہ وہ اطالیہ کے ماتحت وہاں کا تخت سنبھال لے تاکہ کسی طرح امن تو ہو۔ کیونکہ اُس کا رُعب حبشیوں پر قائم ہے وہ اُس کے پہونچتے ہی دب جائیں گے۔ مگر نجاشی نے انکار کردیا ہے۔ البتہ وہ جمعیتہ الاقوام کے ماتحت بادشاہ بننے پر رضامند ہے۔ ایک حبشی سردار کی بیوہ نے اطالیوں کے خلاف علم جہاد بلند کر رکھا ہے اور اُس کی فوج نے ایک مقام پر اطالیوں کو سخت شکست دی۔ بیشمار بندوقیں مشین گنیں اور کارتوس، حبشی فوج کے ہاتھ لگے۔ بار بار ریل پٹڑی سے اُتار دینے کا انتقام اطالیوں نے اس طرح لیا کہ ادیس آبابا میں قتل عام کیا اور ہزاروں حبشی عورتوں کو گھروں سے گھسیٹ گھسیٹ کر مار ڈالا۔ اور سڑک پر ڈال دیا۔ راس دستہ زندہ ہے اور چھ صوبوں میں دشمن سے جنگ کر رہا ہے۔ حبشی بھی کسی اطالوی کو جو اُن کے ہاتھ آجاتا ہے نہیں بخشتے۔

بحیرہ روم میں برطانوی حالت کسیقدر محفوظ ہوگئی ہے۔ اگست کے مہینہ میں اس کے جہازوں پر ۲۸ حملے ہوئے۔ ایک غیر معلوم آبدوز نے تباہ کن جہاز ہیوک پر گولہ چلایا لیکن وہ لگنے نہ پایا۔ اسی بحیرہ میں ایک روسی جہاز پر دو تارپیڈو پھینکے گئے جن کی وجہ سے وہ ڈوب گیا۔

بحر قطب شمالی میں روسی اور [illegible] ہوائی اور بحری جہاز مصروف تگ و دو ہیں۔ یہ طبقہ ہمیشہ جنگوں سے محفوظ [illegible]

اب معلوم ہوتا ہے کہ وہ جگہ ایسی ہے جہاں روس اور جرمنی باہم دست گریباں ہو سکتے ہیں۔

صوبجات متحدہ کا بجٹ کانگریس کی وزارت صوبجات متحدہ کا پہلا سالانہ میزانیہ صوبہ کی عام زرعی حالت خراب ہونے کے باوجود بہت اُمید افزا ہے اس کی قابل ذکر مدات مندرجہ ذیل ہے۔ ان پر کل ۲۷،۱۵،۰۰۰ روپیہ منظور کیا گیا ہے (۱) اصلاح دیہات کے لئے دس لاکھ (۲) انسداد رشوت ستانی کے ایک افسر کے تقرر کا خرچ دس ہزار (۳) جدید مصنوعات کے کارکنوں کے قیام کے لئے نوجوانوں کو دیا جائیگا۔ ایک لاکھ (۴) دیہاتی کتب خانوں کے لئے ۲۰ ہزار (۵) خالص دودھ کی بہم رسانی کے لئے ۲۰ ہزار (۶) خالص گھی کی طیاری اور فراہمی کے لئے ۱½ لاکھ (۷) کاشتکاروں کو بیج دینے کے لئے ۳ لاکھ (۸) اصلاح نسل مویشیاں کے لئے ۳½ ہزار (۹) کھاد کی فراہمی کے لئے ۱۰ لاکھ (۱۰) پھلوں کی ترقی کیلئے دو ہزار (۱۱) آمد کی تحقیقات کے لئے ۵ ہزار (۱۲) دیہاتی علاقوں میں کنوئیں بنانے کے لئے ۳۱ ہزار (۱۳) کھدر کی ترقی کیلئے دس ہزار (۱۴) چرخہ اور کرگہ کی ترقی کے لئے ایک لاکھ ۲۴ ہزار (۱۵) مزدوروں کی اصلاح کے لئے دس ہزار (۱۶) گڑ کی تیاری کی اصلاح کے لئے تین لاکھ ۸۰ ہزار (۱۷) صنعتی قرضوں کے لئے ۱½ لاکھ (۱۸) بازار کی خرید و فروخت کی کمپنی کے لئے ۲۵ ہزار (۱۹) موسمی بخار کے لئے ۸۰ ہزار (۲۰) دیہات میں طبی امداد اور اچھے پانی کی فراہمی کے لئے ۱½ لاکھ روپیہ۔

کمزور کا غلبہ کمزور مشکل میں پھنس جائے یا زبردست کا سامنا ہو جائے کبھی ہمت نہ ہارے۔ بہت دفعہ ایسا ہوا کہ ہمت کی بدولت کمزور کا زبردست کچھ نہ بگاڑ سکا۔ لکھنؤ کے پاس ایک گاؤں میں ایک بھینس کھونٹے سے بندھی ہوئی تھی اور اس کا بچھڑا پاس ہی پڑا تھا کہ ایک چیتیا وہاں آنکلا۔ آج کل پہاڑیوں سے نکل نکل کر چیتے اور ریچھ گاؤں کو سخت پریشان کر رہے ہیں۔ رات کا وقت تھا بھینس ایک دم چونکی اور اس زور سے کودی کہ کھونٹا اُکھڑ گیا۔ چیتیا بچھڑے پر کودنے ہی والا تھا کہ بھینس نے اُسے اپنے سینگوں پر دھر لیا۔ وہ اُس کے پنجوں سے سخت زخمی ہوئی مگر اُس نے اپنے سینگ اُس کے پیٹ میں گاؤں کی دیوار سے بھینچے رکھے حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔ گاؤں والوں نے صبح لاٹھیوں سے چیتے کا سر کچل ڈالا۔

ایک چیتیا مویشیوں کے ساتھ مکان میں بند ہو گیا۔ وہ کچھ وحشت زدہ ایک کونہ میں دبکا رہا۔ صبح کے وقت جو مویشی باہر نکالے گئے وہ نکل کے بھاگ گیا۔ کسی کو وہ نقصان بھی نہیں پہنچانے پایا۔

شریعت بل مجلس وضع قانون ہند نے حافظ محمد عبداللہ کا مسودہ قانون شریعت منظور کر لیا۔ ہندوؤں نے اچھی ذہنیت کا مظاہرہ نہیں کیا۔ انھوں نے مزاحمت کی اور اس قدر ترمیمیں پیش کیں کہ مسودہ اپنی اصل شکل میں منظور نہ ہو سکا۔ اس پر بھی مسلمان عورتوں کو حقوق وراثت حاصل ہو گئے ہیں اور رواج ان کو محروم نہ کر سکے گا پوری نہ سہی آدھی ہی سہی۔ سرحد والوں نے اپنا صوبہ اس قانون سے مستثنٰے کرا لیا۔ کیونکہ وہاں کا قانون مطابق شرع ہے اور ان کو زیادہ حقوق حاصل ہیں۔ انھوں نے اس نئے قانون سے اپنے فوائد کو گھٹایا جانا پسند نہیں کیا۔

تاروں کا جھرمٹ وندی گل (مدراس) کی عدالت میں عائشہ بی بی نے اپنے شوہر اور خسر پر ۱۱ ہزار روپیہ زر مہر کا دعویٰ کیا اور کہا کہ شوہر نے دوسری شادی کر لی اور جہیز وغیرہ مجھے نہیں دیا شوہر نے عذر کیا کہ مہر نامہ میں مہر کے موجل و معجل ہونے کی تخصیص نہ ہونے کی وجہ سے مہر موجل سمجھا جائے گا اور جب تک طلاق نہ دی جائے وہ واجب الادا نہ ہوگا۔ شوہر دو عدالتوں میں ہار جانے کے باوجود عدالت عالیہ مدراس تک پہنچا وہاں بھی اس کا اپیل خارج ہوا۔ قرار دیا گیا کہ ایسی صورت میں مہر معجل سمجھا جائیگا۔ چنانچہ [illegible]

(فل بنچ) کا بھی یہی منشا ہے جو شیعہ سُنّی دونوں پر یکساں عائد و موثر ہے۔

جرمن جنرل ہنس بوسی ۸۱ سال کی عمر میں مرگیا۔ اُس نے مشرقی پرشیا میں بوین کو کامیابی سے دشمن سے بچایا تھا۔ یہی ایک جرمن قلعہ تھا جس کا اُس جنگ میں محاصرہ کیا جاسکا تھا۔

حکومت مدراس نے حکم جاری کیا ہے کہ مقامی بلدیات معلّمات کے تقرر کے وقت بیواؤں اور کنواریوں کو ترجیح دیں۔

بمبئی ہائیکورٹ میں ایک جینی عورت بائی منگلا نے اپنے شوہر پر پانچسو روپیہ ماہوار گذارہ کا دعویٰ کیا ہے۔ بدسلوکی اور بیرحمی کے سلسلہ میں کہ اُس کے شوہر نے اس پر خودکشی کرلینے کا دباؤ ڈالا اور انکار پر قتل کی دھمکی دی۔ شوہر نے بدسلوکی سے انکار کیا۔ ایک بات یہ بتائی کہ بیوی کی مسلسل خراب صحت اور بانجھ پن سے مجبور ہوکے وہ دوسری شادی کے مسئلہ پر غور کررہا تھا کہ مدعیہ نے اس سے سرکشی شروع کردی۔ بیوی نے دوران مقدمہ میں پانچسو روپیہ ماہوار کے لئے درخواست کی کیونکہ شوہر کی آمدنی بہت کافی ہے لیکن عدالت عالیہ نے تصفیہ مقدمہ تک ۵۰ روپیہ ماہوار کا حکم دیا ہے۔

لکھنؤ کی طرف ایک ہندو کا بیٹا بیمار تھا۔ باپ نے سیتلا دیوی پر اپنی زبان کی نوک کاٹ کے چڑھادی۔ خون بہت نکل جانے سے وہ بیہوش ہوگیا۔ اُسے شفاخانہ میں لے گئے۔ اب ایک گھر میں دو بیمار ہیں۔

کچھ روز ہوئے ایک ہندو عورت پورے دنوں بولتی تصویر دیکھنے گئی۔ عین تماشہ میں بچہ ہیاؤں ہیاؤں کرتا پیدا ہوا اور سارا ہال سر پر اُٹھالیا۔ ایک اور ہندو عورت کشمیر سے آتی ہوئی لاہور جیسے ہی پلیٹ فارم پر پاؤں رکھنے لگی کہ بچہ پیدا ہوکے ریل اور پلیٹ فارم کے بیچ میں گرا اور فوراً مرگیا۔ وہ عورت غالباً گھگھرا یا ساڑی پہنے ہوگی۔

لاہور میں ایک عورت کا شوہر اسقدر غریب تھا کہ جب اس کا سالا مرگیا تو عورت کو اپنے بھائی کے گھر جانے کے لئے کرایہ بھی دے سکے عورت نے مایوس ہوکے بچہ سمیت دریائے راوی میں چھلانگ ماری مگر لوگوں نے بچالیا مجسٹریٹ نے خودکشی کے جرم میں عدالت کے اُٹھنے تک قید کی سزا دی۔ اور بچہ کے مارنے کی کوشش کے جرم میں سال بھر کا نیک چلنی کا مچلکہ طلب کیا۔

لاہور کے دفتر ضلع میں ۲۵ روپیہ ماہوار تنخواہ کی بارہ آسامیوں کے لئے بیشمار اُمیدوار پیش ہوئے۔ انہیں سے ۹۔ بی۔ اے ایک۔ ایل۔ بی۔ اور دو انٹرنس رکھے گئے امتحان مقابلہ میں کئی ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی شریک تھے۔

ای۔ آئی۔ آر کے رائے اور ہنڈ گیر سٹیشنوں کے درمیان سڑک کے ایک انسپکٹر اور چار قلیوں پر جنگلی شہد کی مکھیوں نے حملہ کیا۔ انسپکٹر تو وہیں مرگیا۔ قلی نازک حالت میں شفاخانہ میں پڑے ہیں۔

صوبجات متحدہ خود اُردو کے صوبہ میں اردو کی کس مپرسی کی حالت ملاحظہ ہو دسمبر سنہ ۱۹۳۶ء سے مارچ سنہ ۱۹۳۷ء تک یعنی ۴ ماہ میں مختلف زبانوں میں ۱۱۷ کتابیں چھپیں۔ ہندی ۲۲۴۔ سنسکرت ۲۷۔ ہندی انگریزی ۱۳۔ ہندی سنسکرت ۴۵۔ انگریزی ۹۔ عربی ۴۴۔ اردو ۹۲۔ خدا مسلمانوں پر رحم کرے۔

مدراس کے وزیر اعظم نے کہا کہ ہمارا صرف پانچسو روپیہ ماہوار تنخواہ پر رضامند ہوجانا ہماری کوئی قربانی نہیں کیونکہ ہمیں وزیر بننے سے پہلے اتنی بھی تنخواہ نہ ملتی تھی اور جس طبقہ سے ہم لوگ آئے ہیں اُسکے لئے یہ روپیہ بہت کافی ہے

[illegible] مدرسہ میں لئے جانے کا اختیار دیدیا گیا ہے۔

[illegible]

[illegible] مظاہرہ ہوا۔ حکومت لاہور میں فوج کے لئے ایک مذبح قائم کرنا چاہتی تھی ہندوؤں نے اس قدر شور مچایا کہ حکومت نے مجبوراً تعمیر روک دی اور لاہور کے مذبح کا ارادہ ترک کر دیا۔

ناقابل اشاعت مضامین

جن مضمونوں کے عنوانات درج ذیل کئے جاتے ہیں افسوس وہ عصمت میں شائع نہیں ہوسکتے جو مضمون نگار اپنا مضمون واپس منگانا چاہیں محصول ڈاک کے ٹکٹ بھیجکر ۱۵ اکتوبر تک منگالیں۔

زنانہ تعلیم۔ سکون قلب۔ نمائش میں عورتوں کی دستکاری حمد۔ ماں۔ عبرت آمیز خواب۔ محبت قطرات۔ کرشمہ صنعت قصیدہ مناجات فارسی۔ ہنرمندی خوشگوار زندگی۔ خوشی کا جزیرہ۔ شام ضیاء القمر سہیلی کے نام گذرے ہوئے لمحے۔ غنچہ ناشگفتہ۔ کانٹوں کا بستر۔ ہم۔ ہائے۔ پانچ روپے ہماری اردو زبان۔ تکمیل محبت۔ آخری سلام۔

ریڈیو۔ عزیز کی یاد۔ جذبات۔ بجواب خط۔ شکیلا۔ پیغمبر اسلام اور حقوق نسواں۔ دغا۔ ذرا سننے۔ نوشتۂ تقدیر۔ ناشاد کلی۔ اعلیٰ تعلیم و ناقص تربیت۔ پریم کا چھونپڑا۔ گنہگار محبت۔ ادھوری تعلیم۔ معجزہ۔ ھدیہ مبارک۔ اللہ۔ نماز۔ ہماری زبان۔ آہ میرا حال۔ کوزٹ۔ درس عبرت۔ نماز فجر اور ہم۔ ازدواجی تعلقات۔ والدین کی ناعاقبت اندیشی۔ مجرمہ (افسانہ) دکھیاری زہرہ۔ تعلیم نسواں حقوق العباد۔ رباعیات انبدایوں۔ ماما پر غصہ۔ فراق (نظم)۔ کانگریس۔ اور ہمارا فرض۔

ایڈیٹر

جب سے میرا قیام دہلی میں ہوا ہے ملنے والی بہنوں اور عزیزوں کی فرمائش کا سلسلہ جاری ہے۔ ایسی الجھنوں میں بعض اوقات تعمیل میں بہت تاخیر ہوجاتی ہے اور کبھی مطلقاً تعمیل ہی نہیں ہوتی اور رقم واپس کرنی پڑتی ہے۔ اس سے بہنوں کے انتظار و مایوسی اور مجھے ندامت اٹھانی پڑتی ہے۔

ضرورتمند بہنوں کے شوق اور تقاضہ کا اندازہ کرتے ہوئے انکی اور اپنی سہولت کے خیال سے اب میں نے خود ہی اپنی نگرانی میں اپنے ہی مکان پر ایسا انتظام کردیا ہے کہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں بھی فرمائشوں کی حتی الامکان جلد سے جلد تعمیل ہوسکے بہنیں نہایت شوق سے ادنیٰ اور اعلیٰ قسم کی اشیا طلب فرماسکتی ہیں۔

مثلاً، دستکاری کا سامان، سنگار کی چیزیں، سلمہ ستارہ اور کامدانی کی کشائیاں، دوپٹے، اور ان کا سامان۔ دہلی کے جوتے، برقعے، زیبائشی اور خانہ داری کی چیزیں، اور دوائیں وغیرہ وغیرہ چیزیں، بازار کے کم سے کم نرخ پر خریدنے اور تیار کرانیکی کوشش کیجائیگی محصول ڈاک و پارسل پیکنگ کے علاوہ بہنوں کو ایک آنہ فی روپیہ ادا کرنا ہوگا۔ جس میں دفتر کا ضروری خرچ اور سامان مہیا کرنے والا کا معاوضہ شامل ہے۔ فرمائش کے ساتھ خریداری سامان اور محصول وغیرہ کے لئے اندازاً رقم بذریعہ منی آرڈر [illegible] جواب طلب امور کے لئے ایک آنہ کا ٹکٹ آنا چاہئے۔ فرمائش [illegible] کے نام یا [illegible] کے نام بات [illegible] پتہ ہے۔

[illegible] آفس [illegible] دہلی [illegible]

مغلئی و مرچن کھانے	ترکی و مصری کھانے	ہندوستانی کھانے	بنگالی اور بہاری کھانے	کشمیری اور مدراسی کھانے
بھوپالی اور پنجابی کھانے	لذیذ نفیس کھانے	لذیذ کھانے	عمدہ عمدہ کھانے	دلی اور لکھنؤ کے کھانے
حیدرآبادی اور دیگر کھانے				پشاوری اور سندھی کھانے

سینکڑوں قسم کے کھانے تیار کرنے کی اردو زبان میں بے نظیر کتاب

عصمتی دسترخوان حصہ اول

ع۔ص

اس میں ایک نمایاں خصوصیت جو اس موضوع کی اور کسی کتاب میں نہ ملے گی یہ ہے کہ تمام ترکیبیں تجربہ کرنے کے بعد لکھی گئی ہیں اس لئے ترکیبیں بالکل صحیح ہیں اور وزن بالکل درست! ہندوستان بھر کے ہر حصہ کی تجربہ کار عصمتی بہنوں نے اس کتاب کی تیاری میں حصہ لیا ہے اور ایڈیٹر صاحب عصمت کی اہلیہ محترمہ آمنہ نازلی صاحبہ نے بڑی محنت سے کتاب مرتب فرمائی ہے۔ باورچی خانہ کے انتظام اور کھانوں کے متعلق نہایت قیمتی ہدایات و معلومات درج کئے گئے ہیں ایک ایک چیز کی کئی کئی قسم کی تیار کرنے کے لئے بھی عصمتی دسترخوان سے بہتر کتاب ملنی مشکل ہے مثال کے طور پر صرف دو کھانوں کی فہرست ملاحظہ فرمایئے۔

پڈنگ کی ترکیبیں		کبابوں کی ترکیبیں		
[illegible]	انڈے کی پڈنگ	ران کے کباب	کباب بیضہ مرغ	تاشکش کباب
[illegible]	[illegible]	[illegible] کے کباب	کچے قیمہ کی ٹکیاں	شامی کباب
[illegible]	[illegible] پڈنگ	کچے آلو کے کباب	گوشت کے میٹھے کباب	آنتوں کے کباب
[illegible] پڈنگ	اعلیٰ [illegible] پڈنگ	دال کے کباب	کباب مرغ مسلم	انگریزی کباب
[illegible]	[illegible] پڈنگ	مچھلی کے بیسنی کباب	تیتر کے چٹ پٹے کباب	اروی کے کباب
[illegible] پڈنگ	[illegible] پڈنگ	سیخ کے کباب	مچھلی کے شامی کباب	اور کئی قسم کے
[illegible]	بالائی پڈنگ	پسندے کے کباب	دہی کے کباب	کباب

اسی سے کتاب کا اندازہ کر لیجئے۔ چاول سلونے اور

صرف دو چیزوں کی فہرست ہے میٹھے سونیاں کھیر فیرنی۔ سالنے اور ترکاری کے سالن مچھلی مرغ جیلی۔ بسکٹ کیک۔ دالیں مٹھائیاں۔ حلوے۔ چٹنیاں۔ مربے۔ اچار۔ سموسے، بڑے، پھلکیاں۔ پراٹھے۔ روٹی۔ غرض ہر قسم کے مشرقی و مغربی کھانوں کی بڑی بڑی اچھی ترکیبیں ہیں اور ہر چیز کی سائنٹیفک درجن صحیح ترکیبیں! **اس کتاب کا ہر گھر لانے میں ہونا ضروریات میں سے ہے** ہندوستان بھر میں اس کی دھوم مچ گئی ہے۔ بہت سی عورتیں اس کتاب کی بدولت عمدہ عمدہ ذائقہ دار کھانے پکانے لگی ہیں۔ لڑکیوں کو یہ کتاب اشد ضروری سمجھ کر جہیز میں دی جاتی ہے سینکڑوں خواتین نے اس کی تعریف میں خطوط بھیجے ہیں اور کتنے ہی مردوں نے اس کتاب کی اشاعت پر مؤلفہ و پبلشر کا شکریہ ادا کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کھانے پکانے کی اس قدر صحیح اور ایسی کارآمد کتاب ہندوستان کی کسی زبان میں آج تک نہیں چھپی، اس کی تیاری پر پانی کی طرح روپیہ بہایا گیا ہے۔ تھوڑے ہی سال میں ہاتھوں ہاتھ تین ایڈیشن نکل گئے، اس کتاب پر اس قدر محنت کی گئی ہے کہ اس کی قیمت بہت کم رکھی گئی ہے تاکہ ہر شخص اس سے فائدہ اٹھا سکے صرف دو روپیہ قیمت رکھی گئی ہے۔ قیمت صرف دو روپیہ چار آنہ ہے۔ اور زیادہ مجلد کی منگائی جاتی ہے۔

پتہ:۔ منیجر رسالہ عصمت کوچہ چیلان دہلی

عصمتی دسترخوان کے اصول پر عصمتی کن ہی اک

ع۔ص

یہ کتابیں بھی شائع کی گئی ہیں!

اور نئے ہاتھوں ہاتھ نکل رہی ہیں

عصمتی ہنڈکلیا یہ کتاب بچیوں کے لئے ہے تاکہ وہ شادی سے قبل کھانے پکانے کے فن میں ماہر ہو جائیں اور ایک کنواری بچی کو جو کچھ جاننا چاہئے کلی طور پر اس سے واقف ہو جائے سو سو کھانوں کی صحیح صحیح ترکیبیں بچیوں ہی کے مطلب کی درج کی گئی ہیں پھر خوبی یہ کہ کھانے پکانے کے متعلق نہایت مفید مضامین اور کارآمد ہدایتیں درج کی گئی ہیں جو ہر لڑکی کو ضرور جاننی چاہئیں باتصویر ٹائیٹل قیمت صرف ۸ر

ناشتہ دوپہر اور رات کے کھانے سے قبل صبح اور تیسرے پہر کیا ناشتہ کیا جاتا ہے اس موضوع پر سب سے پہلی قابل قدر کتاب جس میں چائے کوکو، شربت لسی، فالودہ، آئس کریم بسکٹ، کیک، ٹوسٹ، کڑاہی وغیرہ وغیرہ سیر بیٹھ ہندوستان کے ہر صوبے اور ہر حصے کے مختلف قسم کے ناشتوں کی کئی کئی ترکیبیں ہیں گویا اس کتاب کی موجودگی میں جس حصہ ملک کا مہمان ہمارے ہاں آئے، اسی کے مطلب کی چیز ہم ناشتہ میں پیش کر کے محو حیرت کر سکتے ہیں۔ قیمت ۱۰ر

بچوں کے کھانے ننھے بچوں کے لئے اصول صحت سے کس قسم کی غذا دی جانی چاہیے، کون سے کھانے مفید ہیں اور وہ کس طرح تیار ہوتے ہیں اس موضوع پر بے نظیر کتاب جس میں بچوں کے صحت بخش اور مفید کھانوں کی کئی درجن تجربہ کی ہوئی صحیح ترکیبوں کے علاوہ کئی نہایت کارآمد مضامین بھی ملک کے قابل قابل ڈاکٹروں اور تجربہ کاروں کے لکھے ہوئے ہیں باتصویر قیمت صرف ۸ر

بیماروں کے کھانے بیماروں کے لئے جو کھانے مفید ہیں اس میں صرف انہی کی ترکیبیں ہیں، اور کئی قابل تجربہ کار ڈاکٹروں نے اس کی تیاری میں حصہ لیا ہے۔ تمام ترکیبیں تجربہ کی ہوئی ہیں اور مفید کارآمد ہیں مضامین بھی بے انتہا مفید و قابل قدر ہیں۔ ہر گھر میں اس کتاب کا ہونا ضروری ہے باتصویر قیمت دس آنہ (۱۰ر)

مذاقیہ کھانے دو ایام جاہلیت سے تعلق سے پہلو سے مذاق کرنے کے لئے نہایت دلچسپ کتاب جس کی ہر ترکیب صحیح ہے، بیہودہ تکلیف دہ عامیانہ مذاق کی جگہ اس کتاب سے شائستہ مذاق کو رواج دیجئے ہنسانے والی کتاب ہے زندہ دلی کا ثبوت دو، لڑکیوں کی شادی کے موقعہ پر دلچسپی کی تفریح کیلئے لڑکیاں یہ کتاب نہایت شوق سے منگاتی ہیں۔

مشرقی مغربی کھانے عصمتی دسترخوان کا دوسرا حصہ قیمت [illegible] [illegible]